مِنحةُ الباري

شرح

صحيح البُخاري

از افادات

شیخ الاسلام محدث زماں

حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب و اضافہ و تخریج

تلمیذ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

مکتبہ قدوسیہ

منحۃ الباری

شرح

صحیح بخاری

از افادات

شیخ الاسلام محدث زماں

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب و اضافہ و تخریج

تلمیذ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

جلد پنجم

مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

مسلکِ کتاب و سنت کے فروغ کے لئے کوشاں

اہتمام طباعت

ابوبکر قدوسی

اشاعت ـــــ ۲۰۱۹ء

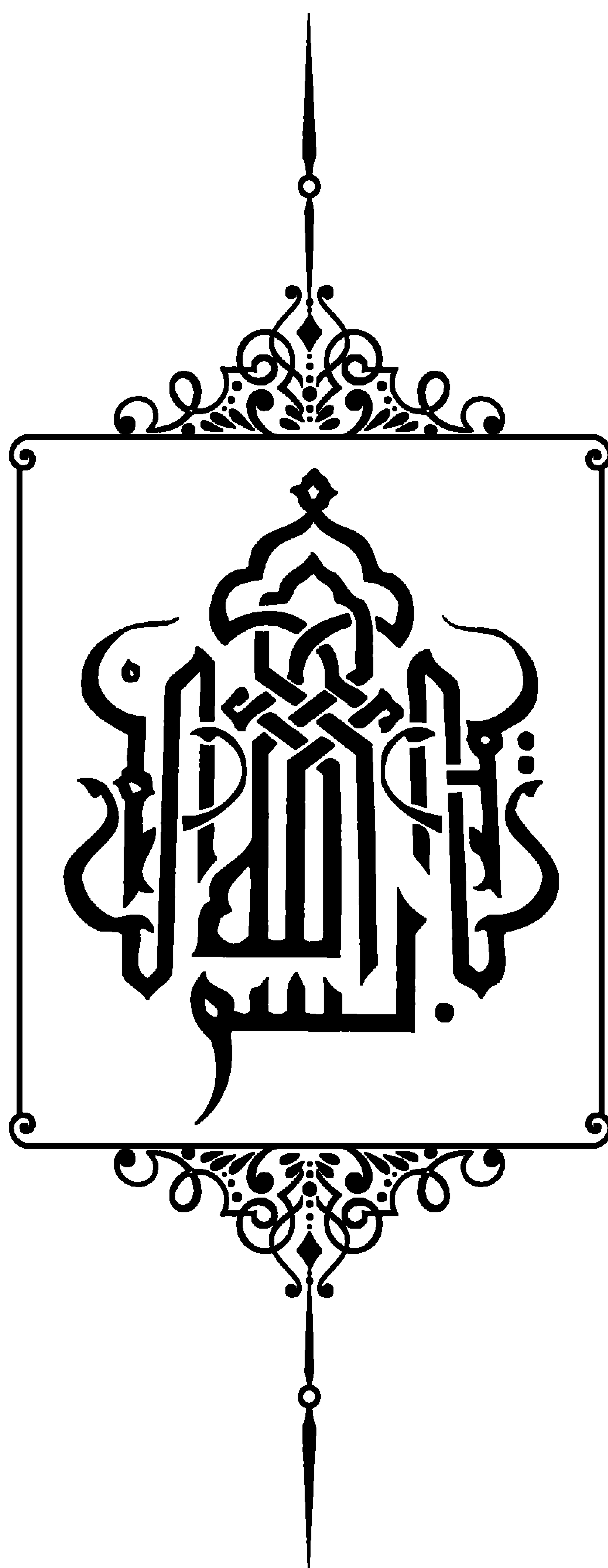


مکتبہ قدوسیہ

رحمان مارکیٹ ® غزنی سٹریٹ ® اردو بازار ® لاہور پاکستان

Tel: +92-42-37230585 Cell: +92-321-4460487

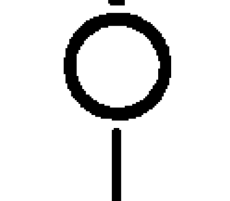
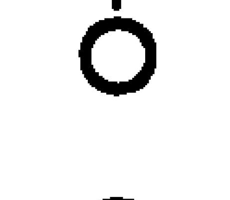
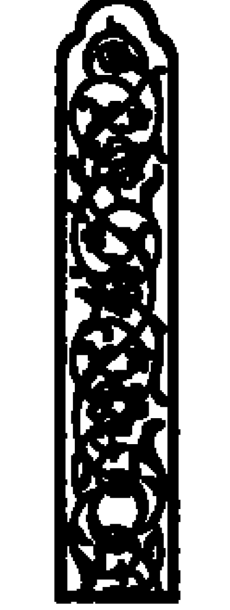
Email: maktaba_quddusia@yahoo.com


بسم الله الرحمن الرحيم

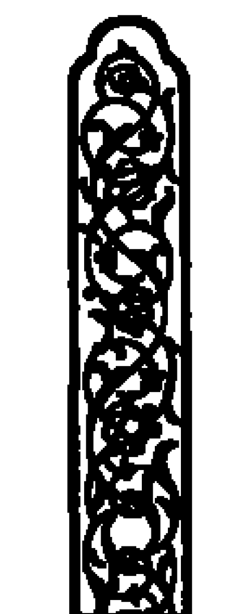
فہرست



شرح بخاری

شرح بخاری



کتاب الزکاۃ

لفظِ "زکاۃ" لغۃ "نَمَا" اور "زیادۃ" دو معانی کے لیے آتا ہے، چونکہ زکاۃ کا مالِ نامی سے تعلق ہے اس لیے زکاۃ کہا جاتا ہے یا اس لیے اسے زکاۃ کہتے ہیں کہ زکاۃ ادا کرنے سے مال زیادہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مال میں برکت ہوتی ہے، یا اس لیے کہ زکاۃ دینے سے انسان کا اجر زیادہ ہو جاتا ہے، اس کی وجہ تسمیہ میں یہ تین وجوہات ذکر کی جاتی ہیں۔

زکاۃ کی فرضیت میں اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ زکاۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی ہے، کیونکہ مکی آیات میں زکاۃ کا ذکر آتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون"[1] یہ مکی آیت ہے جس میں زکوٰۃ کا ذکر ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ "لا یوتون الزکوۃ" سے یہاں مراد "لا یشھدون أن لا إلہ الا اللہ" ہے، امام بخاری رحمہ اللہ یہاں ابوسفیان کی حدیث لائے ہیں، "قال ابن عباس حدثنی أبو سفیان فقال: یأمرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصلۃ والعفاف"[2] اور ابوسفیان کی آپ سے ملاقات مکہ میں ہوئی تھی، گویا مکہ میں بھی زکوٰۃ کا حکم دیا جاتا تھا، لیکن مکہ میں زکوٰۃ کا نصاب مقرر نہیں ہوا تھا، ہاں مواسات کا حکم تھا کہ اُمراء لوگ فقراء سے مواسات کریں، اس کے بعد مدینہ منورہ میں آکر ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے، اور اس وقت آپ نے زکوٰۃِ فطر کا حکم دیا۔ اس کے بعد اسی سال زکوٰۃ فرض ہوئی ہے، اور یہ زکوٰۃ ذات النصاب تھی جو دوسرے سال فرض ہوئی ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ۹ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے، حالانکہ ۹ھ میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی بلکہ ۹ھ میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عمال بھیجے گئے تھے، اور زکوٰۃ کے نظام کو اسلامی حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا ورنہ زکوٰۃ ۲ھ میں فرض ہو چکی تھی۔ اسی طرح لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں زکوٰۃ ادا کرتے رہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا جن سے لڑائی ہوئی تھی، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے کہا، چوپایوں کی زکوٰۃ اور عشر حکومت وصول کر کے اس کے مصارف میں خرچ کرے گی، اور سونے، چاندی کی زکوٰۃ لوگ خود ادا کر دیا کریں، اس لیے اگر حکومت زکوٰۃ کی وصولی کو اپنے ہاتھ میں لے تو حکومت کو زکوٰۃ دینی چاہیے، بشرطیکہ حکومت زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں خرچ کرے، لیکن اگر حکومت مالِ زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں خرچ نہ کرے تو حکومت کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، اور اگر حکومت

[1] حم السجدۃ:۶،۷

[2] بخاری:۷

زکوۃ وصول کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں نہ لے تو اپنے طور پر زکوۃ ادا کرنی چاہیے۔

دراصل امامت کے مقاصد میں ضروریاتِ زندگی کا اہتمام کرنا بھی ہے، اور ضروریاتِ زندگی بعض شخصی ہوتی ہیں اور بعض اجتماعی ہوتی ہیں، ضروریاتِ زندگی شخصی جیسا کہ کھانا، پینا، پہننا اور رہائش کے لیے مکان وغیرہ کا ہونا، اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسباب اختیار کیے جاتے ہیں اور یہ اسباب تجارت، ملازمت، آبپاشی، مزدوری وغیرہ کرنا ہے، لیکن لوگوں کا ان اسباب میں الجھ کر رہ جانا اور اپنے مقصد حیات سے غافل ہو جانا بہت نقصان دہ چیز ہے۔

اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس کے لیے انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے، زندگی کے اس مقصد کو چھوڑ کر اسباب کے پیچھے ہی پڑا رہنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا باعث ہے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا" (1) اس میں سلاسل اور اغلال سے مراد ضروریاتِ زندگی کے اسباب ہیں جو ضروریات پوری کرنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں، اور کھانا مہیانہ ہونے کی صورت میں دل کا جلنا سعیر ہے۔ اس پر اعتراض آتا ہے کہ یہ سب کے لیے ہے تو صرف کافروں کو خاص کیوں کیا گیا ہے تو وہ کہتے ہیں کافروں کو خاص کیا گیا ہے کیونکہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کافور کا پیالہ دیتے ہیں جس سے ان کی دنیا کی حرص سرد پڑ جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "إن الأبرار يشربون من كأس كان مزاجها كافورا" (2) انہوں نے ان آیات کی یہ تفسیر کی ہے، تجارت وزراعت وغیرہ مقصد زندگی نہیں ہے بلکہ مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون، ما أريد منهم من رزق وما أريد ان يطعمون" (3) یعنی انسان کو روزی کے لیے نہیں بلکہ عبادت کے لیے بنایا گیا ہے۔

اور اجتماعی ضروریات میں سے امن وامان قائم کرنا ہے تاکہ لوگوں کی جان ومال اور عزت کی حفاظت ہو سکے اور جان و مال اور عزتوں کی حفاظت کے لیے حکومت کی ضرورت ہوتی ہے، گویا حکومت بمنزلہ زراعت اور تجارت ہے، ورنہ اصل مقصود امن قائم کرنا ہے، جیسا کہ زراعت اور تجارت ضروریاتِ شخصی پورا کرنے کے لیے ہیں ایسے ہی حکومت امن وامان قائم کرنے کے لیے ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امارت سے مقصود حدود قائم کرنا اور بیرونی حملوں سے دفاع کرنا ہے جس کے لیے فوج کی ضرورت ہوتی ہے اور اندرونی امن کے قیام کے لیے قاضی اور پولیس کی ضرورت ہوتی ہے جو امانتداری سے اپنا فریضہ ادا کرے اور معاشرے میں امن وامان ہو، لہٰذا اندرونِ ملک جرائم پیشہ لوگوں پر حدود اللہ کا قیام اور بیرونی دفاع امارت وخلافت سے مقصود ہوتا ہے، جب امن قائم ہو جائے گا تو لوگ یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں گے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "وعد الله الذين أمنوا منكم وعملوا الصالحات

---

(1) الدہر:۴

(2) الدہر:۵

(3) الذاریات:۵۶،۵۷

ليستخلفنهم فی الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذی ارتضي لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم أمنًا"[1] امن قائم ہونے کے بعد فرمایا: "يعبدوننی لا يشركون بی شيئاً"[2] یعنی لوگ امن سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں بنائیں گے۔

زکوٰۃ کا نظام بھی اگر حکومت اسلامی اپنے ہاتھ میں لے تو اسلامی حکومت کو زکوٰۃ دینی چاہیے، اگر حکومت اس کا اہتمام نہ کرے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ از خود زکوٰۃ اس کے مصارف میں خرچ کریں، اور اگر حکومت زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں خرچ نہ کرے تو پھر بھی حکومت کو زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے، بعض لوگ کہتے ہیں "فی سبیل اللہ" کا لفظ جو مصارفِ زکاۃ میں مذکور ہے یہ تمام سبل خیر کو شامل ہے، لیکن ابن حزم نے ظاہری ہونے کے باوجود اس کی تردید کی ہے، سنن ابی داؤد کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "لا تحل الصدقة لغنی إلا لخمسة، لِغَازٍ فی سبيل الله أو لعاملٍ عليها أو لغارمٍ أو لرجل اشتراها بماله أو لرجلٍ كان له جار مسكين فتصدق على المسكين فأهدی المسكين للغنی "[3] ان پانچ اغنیاء میں سے بعض قرآن کریم میں بھی آتے ہیں جیسے مولفۃ قلوب، عاملین، ابن سبیل، اور غارمین ہیں، اس حدیث میں غازٍ فی سبیل اللہ آیا ہے۔ اور "فی سبیل اللہ" عام نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ "غازٍ" کی قید ہے لہٰذا "فی سبیل اللہ" کا لفظ عام نہ ہوا، بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ غازی اور مجاہد بھی عام ہے، زبان سے جہاد کرنے والا بھی اس میں داخل ہے کیونکہ حدیث میں ہے "المجاهد من جاهد بلسانه"[4] حالانکہ یہ عام نہیں ہے ورنہ حدیث میں تو "المجاهد من جاهد نفسه" بھی آتا ہے، اس طرح تو سب لوگ مجاہد بن گئے، لہٰذا سب زکوٰۃ کھاتے رہیں، اس معنی سے مجاہد زکوٰۃ کا محل نہیں ہے، حدیث مذکور میں "فی سبیل اللہ" کے ساتھ غازی کی قید ہے یہی زکوٰۃ کا محل ہے، زکوٰۃ کے استعمال میں غفلت سے کام لیا جاتا ہے اور اسے مساجد یا مدارس پر خرچ کرنے سے فقراء کی حق تلفی نہیں ہونی چاہیے۔

١۔ بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ:

باب: زکوٰۃ دینا فرض ہے

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ سورة البقرة آية ٤٣، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالزَّكَاةِ، وَالصِّلَةِ، وَالْعَفَافِ.

---

[1] النور: ۵۵

[2] النور: ۵۵

[3] سنن ابی داود ۱۶۳۵

[4] جامع ترمذی: ۱۶۲۱

اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق (قیصر روم سے اپنی) گفتگو نقل کی کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں وہ نماز' زکوٰۃ' صلہ رحمی' ناطہ جوڑنے اور حرام کاری سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔

وقول الله تعالىٰ واقيموا الصلاة وآتوا الزكاة[1] اس آیت میں نماز کی طرح زکاۃ کے لیے بھی امر کا صیغہ

---

[1] خاص وقت میں مخصوص لوگوں کے لیے خاص مال میں سے حق مالی کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے بجالانا زکوٰۃ کہلاتا ہے، زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم زکوٰۃ واجبہ ہے، جو کہ چار قسم کے مالوں سے تعلق رکھتی ہے، (۱) سونا، چاندی اور کرنسی نوٹ (۲) چوپائے جانور جو کہ اونٹ، گائے بھیڑ بکریاں ہیں (۳) زمین سے حاصل ہونے والے غلہ جات، پھل، کانیں اور دفینے (۴) سامانِ تجارت، دوسری قسم وہ زکوٰۃ جو ہر مسلمان کے ذمے واجب ہے اور وہ زکوٰۃ فطر ہے جو ماہ رمضان کے آخر میں تمام اہل اسلام پر واجب ہے، تیسری قسم صدقہ و خیرات ہے جسے کوئی بھی مسلمان حصولِ اَجر کی خاطر غیر پر احسان کرتے ہوئے ادا کرتا ہے، اور زکوٰۃ کو صدقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے ادا کرنے والے کے صدقِ ایمان پر دلالت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مختلف قسم کی عبادات مقرر کی ہیں ایک بدنی عبادت صلوٰۃ (یعنی نماز) ہے جو نمازی بندے کو اپنے خالق سے ملاتی ہے، دوسری مالی عبادت ہے جسے بندہ اپنے پسندیدہ مال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کر کے ادا کرتا ہے، تیسری عبادت بدنی اور مالی سے مرکب ہے جیسے حج اور جہاد کرنا ہے، چوتھی عبادت وہ ہے جسے بندہ اپنے نفس کی خواہشات اور شہوات کو چھوڑ کر روزے کی صورت میں ادا کرتا ہے، اور یہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ نے بندوں کا امتحان لینے کے لیے مقرر کی ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنی خواہشات پر ترجیح دینے والا کون ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ انسان کو وہی مال فائدہ دیتا ہے جو حلال ہو اور جو انسان کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری سے روکنے والا اور مشغول کرنے والا نہ ہو اور جس مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا جائے۔

زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہوگئی تھی لیکن اس کا نصاب اور اموالِ زکوٰۃ کی وضاحت اور اس کے مصارف کا بیان مدینہ منورہ میں ۲ ہجری میں ہوا ہے۔

زکوٰۃ اسلام کا بڑا اہم رکن ہے، شہادتین کے اقرار اور نماز کی فرضیت کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا اسلام کا تیسرا رکن ہے، قرآن کریم میں ہے: "خُذْ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم" (التوبہ: ۱۰۳) اور حدیثِ نبوی میں ہے: "قال رسول الله ﷺ بُنى الإسلام على خمسٍ شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان" متفق علیہ

زکوٰۃ کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ اغنیاء سے مال لے کر فقراء اور محتاجوں پر خرچ کر دیا جائے بلکہ اس کا اولیں ہدف یہ ہے کہ اسلام انسان کو مال سے کہیں بلند لے جاتا ہے اور انسان کو مال کا غلام نہیں بناتا بلکہ اسے اس کا سردار بنا دیتا ہے، اور زکوٰۃ انسان کے غیر اللہ سے تعلق کا صفایا کر دیتی ہے، زکوٰۃ دینے سے اگرچہ بظاہر مال میں کمی آجاتی ہے لیکن اس کی برکت بڑھ جاتی ہے، اور صاحبِ زکوٰۃ کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنتی ہے، اور گناہوں کا کفارہ اور جنت میں داخلہ کا اور نارِ جہنم سے نجات کا سبب بنتی ہے، مال کو آفتوں سے بچاتی اور فقراء و مساکین کی ضرورتوں کو پورا کرتی

ہے۔
مال کا حقیقی اور اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے جو اس کا پیدا کرنے والا ہے، بندے کو اللہ تعالیٰ نے مال کا امین اور خزانچی بنایا ہے، جبکہ مال کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے تو اسے مال میں حقوق واجب کرنے اور اس کے مصارف ذکر کرنے اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے کے مقامات متعین کرنے کا پورا حق حاصل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اور مشقت کو پیش نظر رکھ کر زکوٰۃ کی مقدار کو مقرر کیا ہے، رکاز یعنی دفینہ جاہلیت میں چونکہ انسان کی محنت و مشقت کو دخل نہیں ہے اس لیے اس میں خمس (پانچواں حصہ) یعنی ۲۰ ٪ مقرر کیا ہے حدیث میں ہے: "وفی الركاز الخمس" (بخاری:۱۴۹۹) اور اس میں نصاب اور حولانِ حول کی شرط نہیں ہے۔
اور جس مال کے حصول میں یک طرفہ محنت ہو یعنی وہ کھیتی بارشوں یا چشموں کے پانی سے سیراب ہو، اس میں عشر یعنی ۱۰ ٪ زکوٰۃ آتی ہے حدیث میں ہے: "فيما سقت السماء والعيون أو كان عثريا العشر" (صحیح بخاری:۱۴۸۳)
اور جس میں ڈبل محنت اور مشقت آتی ہو یعنی بیج بھی ڈالا جائے اور اس کھیتی کو مشقت سے سیراب کرنا پڑے تو اس میں نصف العشر یعنی ۵ ٪ ہے، حدیث میں ہے: "وما سُقي بالنضح نصف العشر"۔ (صحیح بخاری:۱۴۸۳)
اور جس مال کے حصول میں سارا سال محنت اور مشقت اٹھانی پڑے جیسے سامان تجارت یا کرنسی نوٹ ہیں تو اس میں ربع العشر اڑھائی فیصد زکوٰۃ آتی ہے۔
زکوٰۃ ہر شخص کے مال میں فرض ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو، مذکر ہو یا مؤنث، عاقل ہو یا مجنون بشرطیکہ مال کا مالک مسلمان آزاد ہو اور وہ مال نصاب کو پہنچتا ہو اور حولانِ حول کی شرط بھی پائی جائے، لہٰذا کافر پر زکاۃ نہیں ہے، بلکہ باقی عبادات بھی کافر پر دنیا میں نہیں ہیں اور نہ اس سے کفر کی حالت میں قبول ہوتی ہیں، ہاں قیامت کے دن اس سے عبادات کا حساب لیا جائے گا۔
وہ اموال جن میں حولانِ حول کی شرط نہیں ہے جیسے زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار ہے اسی طرح چوپائے جانوروں سے پیدا ہونے والے بچے، اور تجارتی منافع ان میں زکاۃ واجب ہوگی جبکہ نصاب پورا ہو اور سال پورا ہونے کی ان میں شرط نہیں ہے، اسی طرح رکاز میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ قلیل ہو یا کثیر، اس میں بھی نصاب یا حولانِ حول کی شرط نہیں ہے، وجوہِ خیر میں وقف ہونے والے مال میں زکاۃ نہیں ہے جیسے مساجد یا مدارس یا ہسپتالوں کے لیے وقف ہونے والا مال ہے۔ لیکن جو مال معین لوگوں کے لیے وقف ہو اس میں زکاۃ آئے گی، جیسے اولاد کے لیے جو مال وقف کیا جائے وہ قابل زکاۃ ہوگا۔
مقروض کے مال پر بھی زکاۃ آئے گی خواہ اس پر اس قدر قرض ہو جس سے نصاب کم ہو جاتا ہے ہاں اگر وہ زکاۃ کا وقت آنے سے پہلے قرضہ ادا کر دے تو باقی پر تب زکاۃ آئے گی جبکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو، جو اموال، صاحب مال کے استعمال میں آتے ہیں ان پر زکاۃ نہیں ہے، جیسے رہائشی مکانات، لباس اور گھریلو فرنیچر، وہ چوپائے اور کاریں وغیرہ جو استعمال ہوتے ہیں۔
کسی انسان کے پاس اتنی نقدی ہو جو نصاب کو پہنچتی ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں زکاۃ آئے گی، برابر ہے کہ وہ نقدی نان ونفقہ کے لیے ہو یا شادی کے لیے رکھی ہو، یا پراپرٹی خریدنے کے لیے ہو یا قرضہ وغیرہ ادا کرنے کے لیے رکھی ہو۔
جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے جس پر زکاۃ واجب ہو چکی تھی، اور وہ زکاۃ ادا کرنے سے پہلے کوچ کر جائے تو اس کا وارث میت کا ترکہ تقسیم کرنے بلکہ اس کی وصیت پورا کرنے سے بھی پہلے اس کے ترکہ سے زکاۃِ واجبہ ادا کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ

کا قرض ہے اسے سب سے پہلے نکالا جائے گا۔

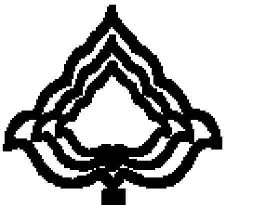
جب نصابِ زکوٰۃ پورا ہو لیکن دورانِ سال وہ مال نصاب سے کم ہو جائے یا وہ اپنی کسی ضرورت کے لیے اپنا مال بیچ دے۔ لیکن زکاۃ سے بچنے کے لیے ایسا نہ کرے، تو ایسے مال میں سال کا شمار ختم ہو جائے گا، ہاں اگر وہ اس مال کو اسی قسم کے مال سے بدل لے تو پہلا سال برقرار رہے گا، اور اسی پر بنیاد رکھ کر وہ تبادلہ کیے ہوئے مال کی زکاۃ دے گا۔

اگر کوئی مسلمان اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس پر زکاۃ اور قرضہ دونوں ہوں، اور اس کے ترکہ سے دونوں ادا نہ ہوتے ہوں، تو سب سے پہلے اس کے ترکہ سے زکاۃ ادا کی جائے گی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق ادائیگی کے زیادہ لائق ہے، اس کے بعد میت کا قرضہ ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔

اقسامِ زکاۃ: سونے، چاندی کی زکاۃ کا حکم، سونا، چاندی جب نصاب کو پہنچتا ہو اور اس پر پورا سال گزر جائے تو اس میں زکاۃ واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ زیور کی صورت میں ہو یا نقدی اور ڈلی کی صورت میں ہو۔

سونے کا نصاب: جب کسی کے پاس بیس مثقال یا اس سے زائد سونا ہو تو حولانِ حول پر اس میں زکاۃ واجب ہو جاتی ہے جو کہ ربع العشر (اڑھائی فیصد ۲.۵ فی صد) کے اعتبار سے ادا کی جائے گی۔

اور سونے کا دینار ایک مثقال کے مساوی ہوتا ہے، اور عصرِ حاضر میں ایک مثقال کا وزن ۴.۲۵ گرام ہے، تو ۲۰X۴.۲۵=۸۵ گرام بنتے ہیں جو سونے کا کمترین نصاب ہے۔



چاندی کا نصاب: جب چاندی پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم ہوں، تو اس میں رُبع العشر یعنی ۲.۵ فی صد کے اعتبار سے زکاۃ واجب ہے۔ اور دو سو درہم وزن کے اعتبار سے ۵۹۵ گرام چاندی کے مساوی ہے، نصاب پورا کرنے کے لیے سونے کو چاندی سے نہیں ملایا جائے گا ہاں سامانِ تجارت کی قیمت کو نصاب پورا کرنے کے لیے سونے یا چاندی سے ملایا جائے گا۔

موجودہ کرنسی نوٹوں میں بھی زکاۃ واجب ہے۔ ریال یا ڈالر یا روپیہ، پیسہ وغیرہ کی قیمت لگائی جائے گی جب یہ نوٹ سونے یا چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کے مساوی ہوں تو ان میں سال گزرنے پر رُبع العشر یعنی ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ دی جائے گی۔

چوپائے جانوروں کی زکوٰۃ: اور یہ اونٹ، گائے، بھیڑ بکریاں ہیں، جانوروں کی زکاۃ کی دو حالتیں ہیں: (۱) چوپائے جانوروں میں زکوٰۃ تب واجب ہے جبکہ یہ سارا سال یا سال کا اکثر حصہ جنگلات میں چرنے والے ہوں جب یہ نصاب کو پہنچ جائیں اور حولانِ حول ہو جائے تو ان میں زکاۃ آئے گی خواہ یہ جانور دودھ کے لیے ہوں یا گوشت کے لیے یا افزائشِ نسل کے لیے ہوں، اور زکاۃ میں اعلیٰ یا ادنیٰ نہیں بلکہ درمیانے درجہ کے جانور لیے جائیں گے۔

(۲) جن جانوروں کو خرید کر چارہ ڈالا جائے یا اپنے کھیت سے کاٹ کر چارہ ڈالا جائے تو ان کی دو صورتیں ہیں اگر یہ جانور تجارت کے لیے ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر نصاب کو پہنچ جائے تو ان میں ربع العشر (ڈھائی فیصد) کے حساب سے زکاۃ ادا کی جائے گی۔

اور اگر تجارت کے لیے نہ ہوں بلکہ دودھ یا افزائش نسل کے لیے ہوں تو ان میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔

جانوروں کی زکاۃ کا نصاب: بکریوں کی تعداد چالیس کو اور گائیوں کی تعداد تیس کو اور اونٹوں کی پانچ کو پہنچ جائے تب ان میں



زکاۃ واجب ہوتی ہے اور یہ ان کا کم از کم نصاب ہے، اس بنا پر بکریوں کا نصاب اور ان میں مقدار زکوٰۃ کی تفصیل یوں ہے، ۴۰ سے لیکر ۱۲۰ بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ آئے گی، اور ۱۲۱ سے لیکر دو سو بکریوں میں دو بکریاں زکاۃ میں دی جائیں گی، پھر ۲۰۱ سے لیکر ۳۹۹ تک تین بکریاں زکوٰۃ آئے گی، پھر ہر سو پر ایک بکری زکاۃ بڑھتی جائے گی، جیسا کہ ۳۹۹ میں تین بکریاں ہیں۔ جب چار سو ہو جائیں تو ان میں ۴۹۹ تک چار بکریاں آئیں گی، پھر پانچ سو میں ۵۹۹ تک پانچ ہیں، ایسے ہی ہر سو پر ایک بکری زکاۃ میں بڑھتی جائے گی۔

اور گائیوں کا نصاب اور مقدارِ زکوٰۃ کی تفصیل اس طرح ہے کہ تیس سے لے کر انتالیس تک ایک تبیع یا تبیعہ یعنی ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی زکاۃ میں ادا کی جائے گی، اور چالیس سے لیکر انسٹھ تک ایک مسنہ یعنی دو سال کا بچھڑا زکاۃ میں آئے گا، اور ساٹھ سے لیکر انہتر تک دو تبیعہ یعنی ایک ایک سال کے دو بچھڑے یا دو بچھڑیاں آئیں گی، اس کے بعد ہر تیس میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ آتا جائے گا مثلاً پچاس میں ایک مسنہ آئے گا اور ستر میں ایک تبیع اور ایک مسنہ زکاۃ آئے گی، اور سو میں دو تبیعہ اور ایک مسنہ آئے گا اور ایک سو بیس میں چار تبیع یا تین مسنہ زکاۃ آئے گی وعلیٰ ھذا القیاس۔

اور اونٹوں کا نصاب اور مقدارِ زکاۃ کی تفصیل یوں ہے کہ ۵ سے لیکر ۹ اونٹوں میں ایک بکری زکاۃ آتی ہے اور ۱۰ سے لیکر ۱۴ میں دو بکریاں، ۱۵ سے لیکر ۱۹ میں تین بکریاں اور ۲۰ سے لیکر ۲۴ میں چار بکریاں اور ۲۵ سے لیکر ۳۵ میں ایک بنت مخاض جس کی عمر ایک سال ہوتی ہے اور ۳۶ سے لیکر ۴۵ میں ایک بنت لبون آتی ہے جس کی عمر دو سال ہوتی ہے اور ۴۶ سے لیکر ۶۰ اونٹوں میں ایک حقہ جو تین سال کی اونٹنی ہے وہ زکوٰۃ میں آتی ہے، اور ۶۱ سے لیکر ۷۵ تک اونٹ ہوں تو ان میں ایک جذعہ زکاۃ آتی ہے اور جذعہ چار سال کی اونٹنی کو کہتے ہیں، اور ۷۶ سے لیکر ۹۰ تک اونٹوں میں دو بنت لبون آئیں گی، اور ۹۱ سے لیکر ۱۲۰ تک اونٹ ہوں تو ان میں دو حقہ زکاۃ آئے گی۔

جب اونٹوں کی تعداد ۱۲۰ سے زائد ہو جائے تو اس کے بعد اربعین اور خمسین کا حساب شروع ہو جائے گا یعنی اس کے بعد ہر چالیس اونٹوں میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ زکاۃ پڑتی جائے گی، لہٰذا (۱۲۱) اونٹوں میں تین بنتِ لبون آئیں گی اور ۱۳۰ میں ایک حقہ اور دو بنت لبون آئیں گی اور ۱۵۰ اونٹوں میں تین حقے اور ۱۶۰ میں چار بنت لبون اور ۱۸۰ میں دو حقے اور دو بنتِ لبون، اور ۲۰۰ میں پانچ بنت لبون یا چار حقے زکاۃ میں ادا کئے جائیں گے۔

۳۔ زمینی پیداوار کی زکاۃ کا بیان: زمینی پیداوار کی دو قسمیں ہیں۔ نباتات، غلہ جات

۴۔ رکاز، کانیں، پٹرول، گیس اور قیمتی پتھر وغیرہ۔

غلہ جات اور نباتات میں زکوٰۃ تب آئے گی جبکہ یہ وجوبِ زکاۃ کے وقت کسی کی ملکیت میں ہوں، اور نصاب کو پہنچ جائیں اور ان کا نصاب پانچ وسق ہے جو کہ نبوی صاع کے اعتبار سے تین سو صاع بنتے ہیں، اور صاع نبوی گندم سے ۲،۰۴ کیلو گرام کا ہوتا ہے تو تین سو صاع یا پانچ وسق ۶۱۲ کیلو گرام بنتے ہیں، اگر یہ غلہ جات مشقت اٹھائے بغیر سیراب ہوتے رہے ہیں جیسا کہ بارشوں اور چشموں سے سیراب ہونے والی نباتات ہیں تو ان میں عشر یعنی دسواں حصہ بطورِ زکوٰۃ ادا کیا جائے گا، اور جو کھیتی یا غلہ جات مشقت سے سیراب کر کے حاصل کیے جاتے ہیں جیسے کنواں جوت کر کھیتی سیراب کرنا، تو اس میں نصف العشر یعنی

بیسواں حصہ بطورِ زکوٰۃ دیا جائے گا، بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "فیما سَقَتِ السماءُ والعیونُ او کان عَثَرِیًّا العشر وما سقی بالنضح نِصْفُ العُشر"

ایک جنس میں نصاب پورا کرنے کے لیے ایک سال کی پیداوار کو جمع کیا جائے گا، جیسے گندم یا کھجوروں کو ملانا ہے غلہ جات میں زکاۃ تب واجب ہوگی جبکہ دانے سخت ہو جائیں اور ان کی صلاحیت ظاہر ہو جائے، اور صلاحیت سے مراد یہ ہے کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائیں، جو شخص انہیں سرخ یا زرد ہونے کے بعد بیچے گا تو ان کی زکوٰۃ بائع پر آئے گی، مشتری پر نہیں، اور اگر یہ فصل اور جنس کسی تعدی اور کوتاہی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو زکاۃِ واجبہ بھی ساقط ہو جائے گی۔

پھلوں اور سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے ہاں اگر یہ تجارت کے لیے ہوں تو حولانِ حول اور نصاب کو پہنچنے کے بعد ان کی قیمت میں ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ آئے گی۔

زمین ٹھیکے پر لینے والے پر عشر یا نصف العشر کے حساب سے زکاۃ آئے گی، مالک زمین پر نہیں آئے گی۔ ہاں مالک زمین نقدی کی صورت میں جو اجرت لے گا، اور اسے خرچ نہ کرے تو اس میں سال بعد زکاۃ آئے گی جبکہ وہ بقدرِ نصاب ہو۔

سمندر سے حاصل ہونے والی اشیاء پر زکوٰۃ نہیں ہے، جیسا کہ موتی، مونگے اور مچھلیاں ہیں لیکن اگر یہ چیزیں تجارتی ہوں تو ان کی قیمت میں ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ آئے گی جبکہ وہ بقدرِ نصاب ہو اور اس پر حولانِ حول ہو جائے۔

نباتات کے علاوہ زمین سے حاصل ہونے والی چیزیں جب سونے، چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کو پہنچ جائیں تو عین ان چیزوں میں یا ان کی قیمت میں ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ آئے گی جیسا کہ گیس اور پٹرول اور دیگر کانوں کی زکاۃ ہے، اور ان کے حاصل ہونے پر ہی زکاۃ آئے گی، سال گزرنے کی ان میں شرط نہیں ہے، ہاں نصاب کو پہنچنے کی شرط کا اعتبار ہے۔

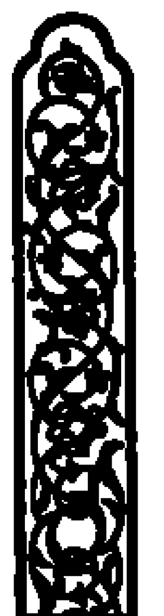
رکاز یعنی دفینہ جاہلیت میں خمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہے خواہ کم ہو یا زیادہ، اس میں نصاب یا حولانِ حول کی شرط نہیں ہے، خمس نکالنے کے بعد باقی رکاز پانے والے کا ہوگا۔

سامانِ تجارت کی زکاۃ: اس سے مراد ہر وہ سامان ہے جو منافع حاصل کرنے کے لیے بیع و شراء کی غرض سے رکھا گیا ہو جیسے پراپرٹی، جانور، کھانے، پینے کا سامان اسی طرح کپڑا، قالین، آلات وغیرہ ہیں، جو سامان تجارت کی غرض سے رکھا گیا ہو، اور سونے، چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کو پہنچتا ہو تو اس میں حولانِ حول کے بعد زکاۃ واجب ہو جائے گی، کیونکہ یہ بھی مالِ نامی ہے جو بڑھتا رہتا ہے، ایسے سامان سے یا ان کی قیمت سے ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ دی جائے گی۔

پراپرٹی یا مکانات جب رہائش کے لیے ہوں ایسے ہی کار یا گاڑیاں یا دیگر آلات جو ذاتی استعمال کے لیے ہوں، تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔ اور اگر یہ سامان کرائے پر دیئے جاتے ہوں تو ان کی اجرت پر زکاۃ تب آئے گی جبکہ یہ اُجرت خرچ نہ ہو اور نصاب کو پہنچے اور اس پر سال گزر جائے۔

اور اگر یہ تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمت میں ڈھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ آئے گی جبکہ یہ قیمت نصاب کو پہنچے اور اس پر سال گزر جائے۔

کھیتی باڑی کے آلات، کارخانے کی مشینری پر زکاۃ نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں بیع کے لیے نہیں ہیں بلکہ استعمال کے لیے ہیں۔



استعمال ہوا ہے جو ان کے وجوب اور فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

۱۳۹۵: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ".

ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا' ان سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی نے بیان کیا، ان سے ابو معبد نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا۔

شرح بخاری

قوله فإن هم أطاعوا لذلك، اس حدیث کے پیش نظر احناف کا قول یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص ایمان قبول نہ کرے اور مسلمان نہ ہو تو اس پر نماز فرض نہیں ہوتی، کیونکہ اس حدیث میں ترتیب رکھی گئی ہے کہ اگر وہ لوگ شہادتین کا اقرار کر کے آپ کی اطاعت کر لیں تو پھر انہیں پانچ نمازوں کی فرضیت کی خبر دے، لیکن دیگر علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ترتیب ان ارکانِ اسلام کی اہمیت کے لحاظ سے رکھی گئی ہے، ورنہ اسی حدیث میں اس کے بعد

حرام مال کی زکاۃ کا حکم: مالِ حرام کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ مال جو اصل کے اعتبار سے حرام ہے جیسے شراب (خمر، خنزیر، نشہ آور چیزیں اور سگریٹ وغیرہ، تو ایسی چیزوں پر انسان کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ مالِ زکاۃ ہے، لہٰذا ایسے مالِ حرام کو تلف کرنا اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ (۲) دوسری قسم اُس مال کی ہے جو اپنی صفت کے اعتبار سے حرام ہو، ذات کے اعتبار سے حرام نہ ہو، لیکن وہ ناحق لیا گیا ہو جیسے غصب کیا ہوا یا چرایا ہوا مال ہے یا وہ مال جو فاسد طریقہ سے وصول کیا گیا ہو جیسے سودی یا جوئے کا مال ہے، تو ایسے مالوں کی دو صورتیں ہیں۔

اول: اگر ان مالوں کے مالک معلوم ہوں تو ان پر ان کے مال واپس کیے جائیں اور وہ انہیں وصول کرنے کے بعد خود ان کی ایک سال کی زکاۃ ادا کریں۔

دوم: اور اگر ان کے مالک معلوم نہ ہوں تو ان کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے، اس کے بعد اگر وہ آجائیں اور اس صدقہ کو جاری کر دیں تو ٹھیک ورنہ یہ انہیں ان کے مال ادا کرنے کا ضامن ہوگا، لیکن اگر یہ شخص ایسے مالوں کو اپنے پاس ہی رکھے تو گناہگار ہوگا اور اس پر اس مال کی زکاۃ آئے گی۔ (الفقہ الاسلامی)

زکاۃ کے بارہ میں بھی یہی لفظ ہے کہ اگر وہ پانچ نمازوں میں آپ کی اطاعت کرلیں تو پھر انہیں زکاۃ کا حکم دے، لیکن یہاں احناف بھی ترتیب کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ بھی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام لانے کے بعد مسلمان ہونے والے پر تمام احکام یکبار فرض ہو جاتے ہیں یہ نہیں کہ پہلے نماز فرض ہو اور اس کی پابندی کے بعد زکوۃ اور حج فرض ہو، اسلام قبول کرنے والے کے پاس اس قدر مال ہو جو نصاب کو پہنچتا ہو تو حولانِ حول کے بعد اس پر زکاۃ ادا کرنا فرض ہوگا۔

قوله أن الله افترض عليهم[1] زکوۃ کے فرض ہونے پر اس حدیث کی دلالت اس سے پہلی ابوسفیان کی حدیث کی بنسبت زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔

١٣٩٦: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: مَا لَهُ، مَا لَهُ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَبٌ مَا لَهُ تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ"، وَقَالَ بَهْزٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، بِهَذَا، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: أَخْشَى أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو.



ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے محمد بن عثمان بن عبداللہ بن موہب سے بیان کیا ہے، ان سے موسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ آخر یہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بہت اہم ضرورت ہے۔ (سنو) اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراو۔ نماز قائم کرو۔ زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ اور بہز نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن عثمان اور ان کے باپ عثمان بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں صاحبان نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا اور انہوں نے ابوایوب سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی طرح (سنا) ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ محمد سے روایت غیر محفوظ ہے اور روایت عمرو بن عثمان سے (محفوظ ہے)۔



[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں نماز اور زکاۃ کے لیے فرض کا لفظ آیا ہے، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر ترجمہ باب وجوب کے لفظ کے ساتھ قائم کیا ہے اور اس سے انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک فرض اور واجب میں اصطلاحی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، دونوں مترادف ہیں جبکہ احناف ان دونوں میں فرق کے قائل ہیں۔

قولہ یدخلنی الجنۃ انسان کے اعمال دخولِ جنت کے لیے اگرچہ علت نہیں ہیں، لیکن اعمال دخولِ جنت کے لیے سبب بنتے ہیں، لہٰذا اس حدیث میں دخولِ جنت کی عمل کی طرف نسبت سبب بننے کے اعتبار سے ہے، کیونکہ عمل دخول جنت کی علت نہیں ہے، جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہی ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک اعمال کرنے والوں پر ہوگی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "إن رحمت الله قريب من المحسنين"[1]

قولہ أربٌ مالهٗ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ حاجت مند ہے تم مالہٗ مالہٗ کہہ رہے ہو کہ اسے کیا ہے اسے کیا ہے بعض معنی کرتے ہیں کہ اسے کوئی حاجت اور ضرورت ہے، اس صورت میں "ما" تنکیر کے لیے زائد ہو گا۔

١٣٩٧: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ؟، قَالَ: تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا".

ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عفان بن مسلم نے بیان کیا کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن سعید بن حیان نے' ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ آپ مجھے کوئی ایسا کام بتلایئے جس پر اگر میں ہمیشگی کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کر' اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرا' فرض نماز قائم کر' فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ۔ دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' ان عملوں پر میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو جنت والوں میں سے ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے' ان سے ابوحیان نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوزرعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث روایت کی۔

١٣٩٨: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ

---

[1] الاعراف:٥٦

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا؟ قَالَ: آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، الْإِيمَانِ بِاللهِ، وَشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَعَقَدَ بِيَدِهِ هَكَذَا، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ، وَالْمُزَفَّتِ". وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ، عَنْ حَمَّادٍ، الْإِيمَانِ بِاللهِ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ.

ہم سے حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' آپ نے بتلایا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم قبیلہ ربیعہ کی ایک شاخ ہیں اور قبیلہ مضر کے کافر ہمارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پڑتے ہیں۔ اس لیے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف حرمت کے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں (کیونکہ ان مہینوں میں لڑائیاں بند ہو جاتی ہیں اور راستے پر امن ہو جاتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلا دیجئیے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے بھی ان پر عمل کرنے کے لیے کہیں جو ہمارے ساتھ نہیں آ سکے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کی شہادت دینے کا (یہ کہتے ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ نماز قائم کرنا' پھر زکوٰۃ ادا کرنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنے (کا حکم دیتا ہوں) اور میں تمہیں کدو کے تونبی سے اور حنتم (سبز رنگ کا چھوٹا سا مرتبان جیسا گھڑا) نقیر (کھجور کی جڑ سے کھودا ہوا ایک برتن) اور زفت لگا ہوا برتن (زفت بصرہ میں ایک قسم کا تیل ہوتا تھا) کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔ سلیمان اور ابوالنعمان نے حماد کے واسطہ سے یہی روایت اس طرح بیان کی ہے۔ «الایمان باللہ شہادۃ أن لا إلہ إلا اللہ» یعنی اللہ پر ایمان لانے کا مطلب «لا إلہ إلا اللہ» کی گواہی دینا۔







١٣٩٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا



اللهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ، وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ.

ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی' ان سے زہری نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور کچھ نے زکوۃ سے انکار کر دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی موجودگی میں کیونکر جنگ کر سکتے ہیں مجھے حکم ہے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ «لا إله إلا الله» کی شہادت نہ دیدیں اور جو شخص اس کی شہادت دیدے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ سوا اسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتوں کے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا۔

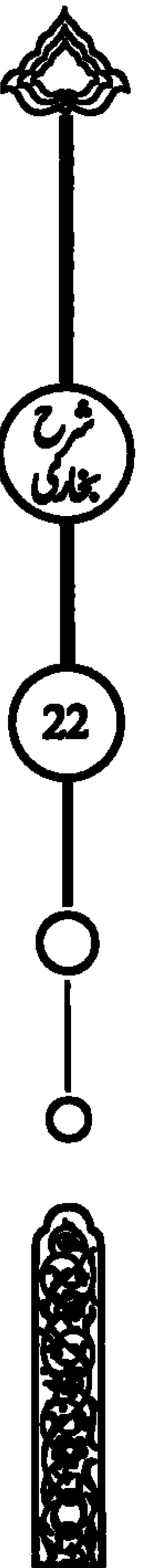
قولہ و کفر من کفر من العرب اس کا اطلاق تین فرقوں پر کیا گیا ہے ایک مرتدین کا گروہ تھا جو اسلام کو چھوڑ کر اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ گئے تھے اور یہ واقعی کافر تھے، دوسرا گروہ جھوٹے نبوت کے دعویداروں کا اور ان کے پیروکاروں کا تھا جن میں سے بعض لوگ مسیلمہ کذاب سے مل گئے تھے اور بعض اسود عنسی کے پیروکار تھے اس طرح تین یا چار افراد نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا انہوں نے سمجھا کہ اپنی حکومت قائم کرنے کا اچھا ذریعہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر دو، یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے بنوحنیفہ میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تو بنوحنیفہ کے بہت سے لوگ اس کے پیچھے لگ گئے، اور یمن میں اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا، اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حکومت پر قبضہ کر لیا، اور ابن خویلد نے بنو اسد میں یہ دعویٰ کر دیا، ایسے بنو تمیم کی سجاح نامی عورت نے بھی ایسا دعویٰ کر دیا اگرچہ ان کی قومیں جانتی تھیں کہ یہ جھوٹے ہیں لیکن ان کا گمان یہ تھا کہ اپنی قوم کا جھوٹا دوسری قوم کے صادق سے اچھا ہے، اور ان کی قومیں عصبیت قومی کی وجہ سے ان کے پیچھے لگ گئیں، ان میں سے مسیلمہ کذاب نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے انکار نہیں کرتا تھا مگر وہ سمجھتا تھا کہ مجھے بھی نبی بنایا گیا ہے اس نے ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کی طرف یہ خط بھی لکھا تھا "من مسیلمة إلى محمد رسول الله بيننا وبينكم نصفٌ" یہ دونوں گروہ واقعی کافر تھے، اور ایک تیسرا گروہ تھا جو زکاۃ کی ادائیگی سے منکر ہو گئے تھے یہ بھی زکاۃ کا انکار کر کے کافر ہو گئے تھے، لیکن اس تیسرے گروہ میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو زکاۃ کو فرض سمجھتے تھے، لیکن وہ خلیفہ کو دینے سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم خود زکاۃ ادا کریں گے، اور یہ سمجھتے تھے کہ اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکاۃ دینا ضروری نہیں ہے، ان میں جاہلیت کی عصبیت سرایت کر گئی تھی یہ کافر نہیں تھے کیونکہ زکاۃ کو فرض سمجھتے تھے ان پر تغلیباً کفر کا اطلاق ہوا ہے، گویا پہلے تین گروہ تو کافر تھے، چوتھے گروہ کا منکرین زکاۃ سے الحاق ہو گیا ہے انہیں تبعاً کافر کہا گیا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان گروہوں سے لڑائی کی تھی۔

١٤٠٠ فَقَالَ: وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ، وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ لَوْ

مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا، قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ".

اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا۔ (یعنی نماز تو پڑھے مگر زکوٰۃ کے لیے انکار کر دے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے زکوٰۃ میں چار مہینے کی (بکری کے) بچے کو دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور بعد میں، میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

قولہ لأ قاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکاۃ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ نماز کی فرضیت کا تو بھی قائل ہے کہ اس کے منکر سے لڑائی ہوگی، لیکن منکرین زکاۃ سے تو لڑائی کا قائل کیوں نہیں ہے جبکہ نماز بدنی حق ہے اور زکاۃ مالی حق ہے، اور جو لوگ ان میں سے کلمہ توحید پڑھتے تھے اور زکاۃ کے بھی منکر نہیں تھے صرف خلیفہ کو دینے سے انکار کرتے تھے۔ ان سے لڑنے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عجیب سمجھا تھا لیکن اس کے بعد انہیں یہ بات سمجھ آگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف درست ہے اور یہ شخص مؤید من اللہ ہے اور وہ جان گئے کہ اگر ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تو یہ لوگ رفتہ رفتہ باقی ارکانِ اسلام کا بھی انکار کر دیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "ادخلوا فی السلم کافۃ"(1) کے خلاف ہے۔



٢-بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيتَاءِ الزَّكَاةِ:

باب: زکوٰۃ دینے پر بیعت کرنا

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ.

اور اللہ پاک نے فرمایا «فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فإخوانكم فى الدين» اگر وہ (کفار و مشرکین) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

ابن منیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ترجمہ باب پہلے ترجمہ سے خاص ہے، کیونکہ جس چیز پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیں وہ واجب ہوتی ہے، اور ہر واجب پر بیعت لینا ضروری نہیں ہے، اور زکاۃ کا التزام کیے بغیر اسلام پر بیعت مکمل نہیں ہوتی، اور زکاۃ سے انکار کرنے والے کی بیعت ٹوٹ جاتی ہے۔

١٤٠١: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: "بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ

(1) البقرۃ: ٢٠٨

الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ".

ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن خالد نے بیان کیا' ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔

٣۔ بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ:

باب: زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا گناہ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ٣٤ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ٣٥ سورة التوبة آية ٣٤-٣٥.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ براۃ میں) فرمایا کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آخر آیت «فذوقوا ما کنتم تکنزون» تک۔ یعنی اپنے مال کو گاڑنے کا مزہ چکھو۔

١٤٠٢: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَقَالَ: وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ، قَالَ: وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ".

ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ (قیامت کے دن) اپنے مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کیا کہ اس سے زیادہ موٹے تازے ہو کر آئیں گے (جیسے دنیا میں تھے) اور انہیں اپنے کھروں سے روندیں گے۔ بکریاں بھی اپنے ان مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کے حق نہیں دیئے تھے پہلے سے زیادہ موٹی تازی ہو کر آئیں گی اور انہیں اپنے کھروں سے

روندیں گی اور اپنے سینگوں سے ماریں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا حق یہ بھی ہے کہ اسے پانی ہی پر (یعنی جہاں وہ چراگاہ میں چر رہی ہوں) دوہا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص قیامت کے دن اس طرح نہ آئے کہ وہ اپنی گردن پر ایک ایسی بکری اٹھائے ہوئے ہو جو چلا رہی ہو اور وہ (شخص) مجھ سے کہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے عذاب سے بچائیے میں اسے یہ جواب دوں گا کہ تیرے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا (میرا کام پہنچانا تھا) سو میں نے پہنچا دیا۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی گردن پر اونٹ لیے ہوئے قیامت کے دن نہ آئے کہ اونٹ چلا رہا ہو اور وہ خود مجھ سے فریاد کرے' اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے بچائیے اور میں یہ جواب دے دوں کہ تیرے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تجھ کو (اللہ کا حکم زکوٰۃ) پہنچا دیا تھا۔

١٤٠٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ سورة آل عمران آية ١٨٠".



ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے بیان کیا' ان سے ابوصالح سمان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ جیسے سانپ کے ہوتے ہیں' پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور وہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس پر بخل سے کام لیتے ہیں کہ ان کا مال ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ وہ برا ہے جس مال کے معاملہ میں انہوں نے بخل کیا ہے۔ قیامت میں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

٤- بَابُ مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ:

باب: جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ».

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔



١٤٠٤: وقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: "خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللهِ: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ سورة التوبة آية ٣٤، قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ".

ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے میرے والد شبیب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے خالد بن اسلم نے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتلایئے جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کے لیے «ویل» (خرابی) ہے۔ یہ حکم زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوٰۃ مال و دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔

قرآن کریم میں کنز کی مذمت آئی ہے اور اس پر سخت وعید کا ذکر آیا ہے: "والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها فى سبيل الله فبشرهم بعذابٍ أليم، يوم يحمى عليها فى نار جهنم فتكوىٰ بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هٰذا ما كنزتم لانفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون"[1] اس لیے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ کنز سے مراد وہ مال ہے جس کی زکاۃ نہ دی جائے، اگر مال کی زکاۃ ادا کردی جائے تو وہ مال اس وعید میں داخل نہیں ہے، اگرچہ لغوی اعتبار سے کنز کا معنی مال جمع کرنا ہے۔ لیکن شرعی اعتبار سے وہ مال کنز نہیں ہے، جبکہ اس میں سے فریضہ زکوٰۃ ادا کر دیا جائے۔

قولہ "والذين يكنزون الذهب والفضة" اس آیت کا اطلاق ان آیات سے ملتا ہے جو زکاۃ کے فرض ہونے سے پہلے کی ہیں لیکن یہ آیت زکاۃ کے فرض ہونے سے پہلے کی نہیں ہے، کیونکہ یہ سورت براءت کی آیت ہے اور سورۃ براءۃ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے، جبکہ زکاۃ اس کے نزول سے پہلے فرض ہو چکی تھی اور یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے: "فلما أنزلت جعلها الله طهرا للأموال" یہ اس آیت کا مطلب ہے۔

١٤٠٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ

[1] التوبہ: ۳۴، ۳۵

صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ".

ہم سے اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی کہ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ نے انہیں خبر دی اپنے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابوالحسن سے اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

قولہ ولیس فیمادون خمس أوسق صدقة یعنی غلہ یا کھجوریں پانچ وسق سے کم ہوں تو ان میں زکاۃ نہیں ہے، احناف کے نزدیک ان میں نصاب کی شرط نہیں ہے، بلکہ قلیل وکثیر سب میں زکاۃ ہے، ہدایہ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مالِ تجارت کے متعلق ہے اور اس دور میں پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوتی تھی اور زکاۃ دو سو درہم میں ہی ہوتی ہے، اس سے یہی مراد ہے، اور اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غلہ یا دانوں میں نصاب ہے۔ عینی نے جواب دیا ہے کہ اس سے صدقاتِ متفرقہ مراد ہیں یعنی مساکین وغیرہ کو دینا مراد ہے، اور یہ متفرق صدقے تب ہوتے ہیں جب اس کے پاس پانچ وسق ہوں، لیکن اس حدیث سے ان دونوں کی تردید ہو جاتی ہے، حنفی عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی زمین سے پیدا ہو اس میں عشر ہے قرآن میں ہے: "ومما أخرجنا لكم من الأرض[1] لیکن إذا بلغ خمسة اوسق" حدیث کی وجہ سے عموم سے استدلال کرنا باطل ہو گیا ہے۔

انور شاہ نے اپنے پاس سے یہ بات بنائی ہے کہ یہ حدیث اس مال کے متعلق ہے جو وہ عاریۃً غریبوں اور مسکینوں کو دیتے تھے، وہ عموماً پانچ وسق مال ہوتا تھا اس لیے کہہ دیا ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے، کیونکہ جب غریبوں کو دیا گیا ہے تو اب دوبارہ اس میں صدقہ نہیں آنا چاہیے، لیکن حافظ نے اس کی تردید کی ہے کہ عاریۃً دینے کا تعلق پھلدار درختوں سے ہے۔ اس کا تعلق دانوں اور غلوں سے نہیں ہے، لہٰذا انور شاہ کی تاویل غلط ہے۔

١٤٠٦: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، سَمِعَ هُشَيْمًا، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: "مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هَذَا ؟، قَالَ: كُنْتُ بِالشَّأْمِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ، وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقُلْتُ: نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ، فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَاكَ، وَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَشْكُونِي، فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ فَقَدِمْتُهَا، فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ ذَاكَ لِعُثْمَانَ، فَقَالَ لِي: إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيبًا فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ".

---

[1] البقرة: ٢٦٧

ہم سے علی بن ابی ہاشم نے بیان کیا' انہوں نے ہشیم سے سنا' کہا کہ ہمیں حصین نے خبر دی' انہیں زید بن وہب نے کہا کہ میں مقام ربذہ سے گزر رہا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آگئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں شام میں تھا تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے میرا اختلاف (قرآن کی آیت) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے کے متعلق ہو گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا یہ تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں یہ کہتا تھا کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارے متعلق بھی یہ نازل ہوئی ہے۔ اس اختلاف کے نتیجہ میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ (جو ان دنوں خلیفۃ المسلمین تھے) کے یہاں میری شکایت لکھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں چلا آیا۔ (وہاں جب پہنچا) تو لوگوں کا میرے یہاں اس طرح ہجوم ہونے لگا جیسے انہوں نے مجھے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر جب میں نے لوگوں کے اس طرح اپنی طرف آنے کے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو یہاں کا قیام چھوڑ کر مدینہ سے قریب ہی کہیں اور جگہ الگ قیام اختیار کر لو۔ یہی بات ہے جو مجھے یہاں (ربذہ) تک لے آئی ہے۔ اگر وہ میرے اوپر ایک حبشی کو بھی امیر مقرر کر دیں تو میں اس کی بھی سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

قولہ فاختلفت أنا و معاویة حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ مال جمع نہیں کرنا چاہیے اس بارہ میں ان کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہو گیا اور انہوں نے آیت: "والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ" [1] پیش کی تو امیر معاویہ نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارہ میں ہے، کیونکہ اس آیت سے قبل اہل کتاب کا ذکر ہوا ہے۔ ابوذر نے کہا اگرچہ اہل کتاب کے بارہ میں ہے لیکن اس کا حکم عام ہے لہٰذا یہ آیت ہمارے بارہ میں بھی نازل ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارہ میں ذکر کیا ہے کہ جب مال کی زکاۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز میں داخل نہیں ہے، دیگر احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مال کی زکاۃ ادا کرنے کے بعد وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں ہے، امیر معاویہ نے یہ جواب نہیں دیا، ہو سکتا ہے کہ انہیں یہ جواب معلوم نہ ہو یا ان کا مقصد یہ تھا کہ اس آیت میں اہل کتاب کی جو مذمت آئی ہے وہ اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے تھے اب بھی جو شخص لوگوں کے مال باطل طریقہ سے کھائے گا وہ اس وعید میں داخل ہو گا، اور اس آیت کا سیاق و سباق اسی چیز پر دلالت کرتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیأکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ" [2] اس کے بعد یہ وعید آئی ہے: "والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم" یہ وعید باطل طریقہ سے مال کھانے والوں

[1] التوبہ:۳۴

[2] التوبہ:۳۴

کے بارہ میں ہے، حلال اور جائز طریقہ سے مال جمع کرنے والوں کے بارہ میں نہیں ہے جو اپنے مال کی زکاۃ ادا کرتے ہیں، لیکن حضرت ابو ذر اسے عام سمجھتے تھے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، خواہ اپنے مال کی زکاۃ دینے والا ہو یا نہ دینے والا ہو، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ لوگ اس کے نظریہ میں اس کے پیچھے لگ جائیں گے، اس طرح بغاوت کا ڈر تھا انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اگر آپ کو شام کے ملک کی ضرورت ہے تو ابو ذر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس مدینہ میں بلا لو، لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خط لکھ کر انہیں اپنے پاس بلا لیا، اور مدینہ منورہ میں بھی ان کا نظریہ پھیلنے لگا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ ربذہ میں چلے جائیں جہاں آپ کا رقبہ بھی ہے، اس لیے وہ اپنی زمین میں آگئے جو ربذہ میں تھی اور کہا کہ امیر کی سمع وطاعت ضروری ہے اس لیے میں ربذہ میں آگیا ہوں۔

قولہ أتبصر أحدًا میں نے سمجھا کہ شاید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اُحد پہاڑ کے پاس کسی کام کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں اس لیے میں سورج کو دیکھنے لگا کہ کیا اس قدر وقت باقی ہے کہ میں وہاں سے ہو کر واپس آسکوں، لیکن آپ اسے وہاں بھیجنا نہیں چاہتے تھے بلکہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کی مثل بھی سونا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دوں۔



١٤٠٧: حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: جَلَسْتُ. ح وحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيرِ، أَنَّ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ، قَالَ: "جَلَسْتُ إِلَى مَلَإٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: بَشِّرِ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ، وَيُوضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ يَتَزَلْزَلُ، ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ لَهُ: لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِي قُلْتَ، قَالَ: إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا.



ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید جریری نے ابوالعلاء یزید سے بیان کیا' ان سے احنف بن قیس نے' انہوں نے کہا کہ میں بیٹھا تھا (دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے سعید جریری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوالعلاء بن شخیر نے بیان کیا' ان سے احنف بن قیس نے بیان کیا کہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں سخت بال' موٹے کپڑے اور موٹی جھوٹی



حالت میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی بھٹنی پر رکھ دیا جائے گا جو مونڈھے کی طرف سے پار ہو جائے گا۔ اس طرح وہ پتھر برابر ڈھلکتا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ صاحب چلے گئے اور ایک ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ چلا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اب تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی بات قوم نے پسند نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ سب تو بیوقوف ہیں۔

١٤٠٨: قَالَ لِي خَلِيلِي، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ خَلِيلُكَ؟، قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، أَتُبْصِرُ أُحُدًا؟، قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ، وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، وَإِنَّ هَؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُونَ إِنَّمَا يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا، لَا وَاللهِ لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِينٍ حَتَّى أَلْقَى اللهَ".

مجھ سے میرے خلیل نے کہا تھا میں نے پوچھا کہ آپ کے خلیل کون ہیں؟ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے ابوذر! کیا احد پہاڑ تو دیکھتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے۔ کیونکہ مجھے (آپ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ اپنے کسی کام کے لیے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں (احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے) آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو میں اس کے سوا دوست نہیں رکھتا کہ صرف تین دینار بچا کر باقی تمام کا تمام (اللہ کے راستے میں) دے ڈالوں (ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ) ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں یہ دنیا جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں اللہ کی قسم نہ میں ان کی دنیا ان سے مانگتا ہوں اور نہ دین کا کوئی مسئلہ ان سے پوچھتا ہوں تا آنکہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔

٥- بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ:

باب: اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

١٤٠٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٍ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے اسماعیل بن ابی خالد سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا اور ان سے ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حسد (رشک)

کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (عقل علم قرآن و حدیث اور معاملہ فہمی) دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔

قوله فسلطهٔ علی هلکته۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وعید کی احادیث اس شخص کے بارہ میں ہیں جو اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتا، اگرچہ مال کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا اولیٰ ہے لیکن مال کو جمع کرنا جائز ہے جبکہ اس کی زکاۃ ادا کی جائے اور مال جمع کرنے والا قیامت کے دن سوال کیا جائے گا جبکہ اس کی زکاۃ نہ دی ہوگی۔

٦-بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ:

باب: صدقہ میں ریاکاری کرنا

لِقَوْلِهِ: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالأَذَى إِلَى قَوْلِهِ وَاللهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ سورة البقرة آية ٢٦٤، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيدٌ وَالطَّلُّ النَّدَى.



کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (جس نے تمہارا صدقہ لیا ہے اسے) ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ شخص (اپنے صدقات برباد کر دیتا ہے) جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا (سے) اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور اللہ اپنے منکروں کو ہدایت نہیں کرتا (تک)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (قرآن مجید) میں لفظ «صلدا» سے مراد صاف اور چکنی چیز ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا (قرآن مجید میں) لفظ «وابل» سے مراد زور کی بارش ہے اور لفظ «الطل» سے مراد شبنم اوس ہے۔

٧-بَابُ لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ وَلاَ يَقْبَلُ إِلاَّ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ:

باب: اللہ پاک چوری کے مال میں سے خیرات نہیں قبول کرتا اور وہ صرف پاک کمائی سے قبول کرتا ہے

لِقَوْلِهِ: قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ سورة البقرة آية ٢٦٣.



کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے بھلی بات کرنا اور فقیر کی سخت باتوں کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجہ میں (اس شخص کو جسے صدقہ دیا گیا ہے) اذیت دی جائے کہ اللہ بڑا بے نیاز نہایت بردبار ہے۔

قولہ یتبعها أذی تکلیف دینے سے مراد یہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد اسے برا بھلا کہا جائے، دوسرا مطلب یہ ہے

کہ حرام مال کا صدقہ دے، اگر کسی غریب کو حرام مال سے صدقہ دے گا تو پتہ چلنے پر اس غریب کو تکلیف ہوگی کہ مجھے یہ حرام مال کھلاتا ہے اس لیے کسب طیب یعنی حلال مال سے صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

٨-بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ:

باب: حلال کمائی میں سے خیرات کرنا

لِقَوْلِهِ: وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللهُ لا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ٢٧٦ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٢٧٧ سورة البقرة آية ٢٧٦-٢٧٧.

کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، نماز قائم کی اور زکوۃ دی، انہیں ان اعمال کا ان کے پروردگار کے یہاں ثواب ملے گا اور نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قولہ یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات یعنی سود لینا، دینا حرام ہے اسے اللہ تعالیٰ مٹانا چاہتا ہے، اور حلال مال سے صدقہ کرنا مستحسن عمل ہے اسے اللہ تعالیٰ بڑھانا چاہتا ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سود کھاتا یا کھلاتا ہے اس کے مال میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں کرتا، آخر ایسا مال تلف ہو جاتا ہے بعض احادیث میں بھی آتا ہے کہ حرام مال ہلاک ہونے والا ہے، ایسے ہی قرض لینے والے اگر مر جائیں یا قرض واپس کرنے سے انکار کر دیں یا اس کے مال پر آفتیں آجائیں تو حرام کھانے والا مفلس ہو جاتا ہے۔

١٤١٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ" تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ، عَنِ ابْنِ دِينَارٍ، وَقَالَ وَرْقَاءُ: عَنِ ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَسُهَيْلٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ابوالنضر سالم بن ابی امیہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے

داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے تاآنکہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن کے ساتھ اس روایت کی متابعت سلیمان نے عبداللہ بن دینار کی روایت سے کی ہے اور ورقاء نے ابن دینار سے کہا' ان سے سعید بن یسار نے' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اس کی روایت مسلم بن ابی مریم' زید بن اسلم اور سہیل نے ابوصالح سے کی' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

٩-بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ:

باب: صدقہ اس زمانے سے پہلے کہ اس کا لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا

١٤١١: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "تَصَدَّقُوا، فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا، يَقُولُ الرَّجُلُ: لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي بِهَا".



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن خالد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ صدقہ کرو' ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔

شرح بخاری

١٤١٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ، حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ، وَحَتَّى يَعْرِضَهُ، فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي".

ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت آنے سے پہلے مال و دولت کی اس قدر کثرت ہو جائے گی اور لوگ اس قدر مالدار ہو جائیں گے کہ اس وقت صاحب مال کو اس کی فکر ہو گی کہ اس کی زکوٰۃ کون قبول کرے اور اگر کسی کو دینا بھی چاہے گا تو اس کو یہ جواب ملے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔



١٤١٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ، أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ، حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْعِيرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ، وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ، ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوتِكَ مَالًا فَلَيَقُولَنَّ بَلَى، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولًا فَلَيَقُولَنَّ بَلَى، فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ، فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ".

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعاصم نبیل نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں سعدان بن بشیر نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابومجاہد سعد طائی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محل بن خلیفہ طائی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے' ایک فقر وفاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا۔ (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہ ہو گا) اور رہا فقر وفاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال ودولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ) ایک شخص اپنا صدقہ لے کر تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو گا اور نہ ترجمانی کے لیے کوئی ترجمان ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے تجھے دنیا میں مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تیرے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا پھر بائیں طرف دیکھے گا اور ادھر بھی آگ ہی آگ ہو گی۔ پس تمہیں جہنم سے ڈرنا چاہیے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کر کے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو) اگر یہ بھی میسر نہ آسکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالے۔

١٤١٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ، ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ،

وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ".

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ (حماد بن اسامہ) نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے برید بن عبداللہ نے' ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ضرور ایک زمانہ ایسا آجائے گا کہ ایک شخص سونے کا صدقہ لے کر نکلے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا اور یہ بھی ہو گا کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس چالیس عورتیں ہو جائیں گی کیونکہ مردوں کی کمی ہو جائے گی اور عورتوں کی زیادتی ہو گی۔

١٠-بَابُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ:

باب: اس بارے میں کہ جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے یا کسی معمولی سے صدقہ کے ذریعے ہو

وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ: وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ إِلَى قَوْلِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ سورة البقرة آية ٢٦٦.



اور (قرآن مجید میں ہے) «ومثل الذين ينفقون أموالهم» ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال خرچ کرتے ہیں، (سے) فرمان باری «من کل الثمرات» تک۔

١٤١٥: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا: مُرَائِي، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هَذَا، فَنَزَلَتِ: الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ سورة التوبة آية ٧٩".

ہم سے ابوقدامہ عبیداللہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوالنعمان حکم بن عبداللہ بصری نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا' ان سے سلیمان اعمش نے' ان سے ابووائل نے اور ان سے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم بوجھ ڈھونے کا کام کیا کرتے تھے (تاکہ اس طرح جو مزدوری ملے اسے صدقہ کر دیا جائے) اسی زمانہ میں ایک شخص (عبدالرحمٰن بن عوف) آیا اور اس نے صدقہ کے طور پر کافی چیزیں پیش کیں۔ اس پر لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ آدمی ریاکار ہے۔ پھر ایک اور شخص (ابو عقیل نامی) آیا اور اس نے صرف ایک صاع کا صدقہ کیا۔ اس کے بارے میں لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک صاع صدقہ کی کیا حاجت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی «الذين



یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جھدھم» وہ لوگ جو ان مومنوں پر عیب لگاتے ہیں جو صدقہ زیادہ دیتے ہیں اور ان پر بھی جو محنت سے کما کر لاتے ہیں۔ (اور کم صدقہ کرتے ہیں) آخر تک۔

١٤١٦: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَتَحَامَلَ فَيُصِيبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ".

ہم سے سعید بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (غلہ یا کھجور وغیرہ) حاصل کرتے۔ (جسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ہم میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔



١٤١٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَعْقِلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی (مگر ضرور صدقہ کر کے دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو)۔

شرح بخاری

١٤١٨: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ".



ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر نے

اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی۔

یعنی صدقہ رد کیے جانے کا وقت آنے سے پہلے صدقہ کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ جب لوگ غنی اور مالدار ہو جائیں گے، اور کوئی شخص صدقہ قبول کرنے والا نہیں ہوگا اس لیے آپ نے فرمایا اس وقت سے پہلے صدقہ کرلو، بعض علماء کہتے ہیں یہ وقت اس سے قبل گزر چکا ہے، اور بعض علماء کے نزدیک یہ وقت آئندہ آنے والا ہے ابن التین نے کہا ہے کہ یہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا جبکہ زمین سے اس کی برکات نمودار ہوں گی۔

١١۔ بَابٌ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ:



باب: تندرستی اور مال کی خواہش کے زمانہ میں صدقہ دینے کی فضیلت

وَصَدَقَةُ الشَّحِيحِ الصَّحِيحِ لِقَوْلِهِ: وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الآيَةَ. وَقَوْلِهِ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ الآيَةَ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے «وأنفقوا مما رزقناكم من قبل أن يأتي أحدكم الموت» اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان «يا أيها الذين آمنوا أنفقوا مما رزقناكم من قبل أن يأتي يوم لا بيع فيه» اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی۔

١٤١٩: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور امید ہو اور (اس صدقہ خیرات میں) ڈھیل نہ ہونی چاہیے کہ جب جان حلق تک آ جائے تو اس وقت تو کہنے لگے کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔

اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ صحت اور حرص کی حالت میں صدقہ کرنا باعث فضیلت ہے، کیونکہ ایسی حالت میں انسان مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے، اس وقت صدقہ کرنا چاہیے، ورنہ مرتے وقت جبکہ زندگی کی امید باقی نہ ہو تو انسان مال صدقہ کرنے کا حکم دے سکتا ہے لیکن صحت کی حالت میں صدقہ کرنا افضل ہے۔

۱۱م۔ بَابٌ:

باب:۔۔۔

۱۴۲۰: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟ قَالَ: أَطْوَلُكُنَّ يَدًا، فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُولَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا' ان سے فراس بن یحییٰ نے ان سے شعبی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے پہلے ہم میں آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون جا کر ملے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہو گا۔ اب ہم نے لکڑی سے ناپنا شروع کر دیا تو سودہ رضی اللہ عنہا سب سے لمبے ہاتھ والی نکلیں۔ ہم نے بعد میں سمجھا کہ لمبے ہاتھ والی ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد صدقہ زیادہ کرنے والی سے تھی۔ اور سودہ رضی اللہ عنہا ہم سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملیں' صدقہ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھا۔

قولہٗ قال أطولکن یدًا۔ ازواجِ مطہرات میں سے بعض نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ وفات کے بعد ہم میں سے کونسی آپ کی بیوی سب سے پہلے آپ سے ملنے والی ہے، تو آپ نے فرمایا جس کے ہاتھ تم میں سے لمبے ہیں، تو آپ کی ازواجِ مطہرات نے چھڑی سے اپنے ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے، اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سب سے لمبے ہاتھ والی تھیں جبکہ نبی اکرم ﷺ کی دراز ہاتھ والی سے مراد سب سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی تھی، اور سب سے پہلے

فوت ہونے والی حضرت زینب بنت جحش تھیں، اس لیے یہاں عبارت دراصل محذوف ہے: ای فکانت سودة أطولهن يدًا فلما ماتت علمنا۔ امام بخاری نے اس سند کے ساتھ جو حدیث تاریخ میں ذکر کی ہے اس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ہی ذکر آتا ہے یہ چونکہ راوی کی غلطی تھی اس لیے یہاں بخاری نے وہ لفظ ذکر نہیں کیے، اور اس حدیث میں "كانت أسرَعَنَا لحوقًا به" سے بظاہر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہی مراد ہیں لیکن مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ازواجِ مطہرات میں سے آپ کے بعد سب سے پہلے فوت ہونے والی حضرت زینب ہیں، اس لیے "كانت أسرَعنا" کی ضمیر سے حضرت سودہ نہیں بلکہ اس سے مراد فوت ہونے والی ہے، بخاری رحمہ اللہ نے یہ لفظ حذف کرکے ایک قسم کی تاویل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مرزائی کہتے ہیں: نبی علیہ السلام نے ایک پیشگوئی کی جسے سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیشگوئی سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے، اس طرح مرزے کو بھی بعض دفعہ پیشگوئی سمجھنے میں غلطی لگی ہے، حالانکہ یہ کوئی ایسی پیشگوئی نہیں ہے جس پر صدق و کذب کا دار و مدار ہو، آپ کی ازواجِ مطہرات نے ایک بات پوچھی تو آپ نے بتادی، آپ نے طولِ ید کو ایک محاورہ کے طور پر ذکر کیا اور آپ کی مراد اس سے سخاوت تھی، آپ کی ازواج نے اس سے مقدار میں ہاتھ کا لمبا ہونا سمجھ لیا، جبکہ مرزا خود ہی پیشگوئی کرتا تھا اور خود ہی اس کو سمجھنے میں غلطی کرتا تھا، ایک دفعہ پیشگوئی کی کہ زلزلہ آئے گا، لیکن طاعون پڑگئی کہنے لگا یہی زلزلہ ہے، طاعون کو زلزلہ بنادیا، اس کے بعد کبھی زلزلہ آیا، پھر کہنے لگ گیا کہ دیکھو، پیشگوئی کے مطابق زلزلہ آگیا ہے کسی نے کہا پہلے طاعون کو زلزلہ کہتا تھا، کہنے لگا، میں کہتا تھا، اللہ تو نہیں کہتا تھا، اسی طرح ایک دفعہ اس نے پیشگوئی کردی، مجھے نوے فیصد یقین ہے کہ بڑا سخت زلزلہ آئے گا، اور کم از کم پانچ سال میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کے اندر پنجاب میں آئے گا، لیکن زلزلہ نہ آیا تو کہنے لگا اس سے رُوسی انقلاب مراد ہے، جبکہ حدیث میں مذکور ایک محاورہ ہے جو دونوں معانی کا احتمال رکھتا ہے اور اس کا احکام سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے، اور ذوو جہین لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے، اور اس سے آپ کی مراد سخاوت تھی جو متعین تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔



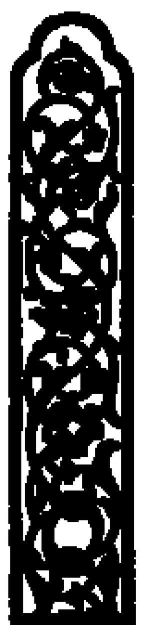
١٢۔ بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ:

باب: سب کے سامنے صدقہ کرنا جائز ہے

وَقَوْلِهِ: الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً إِلَى قَوْلِهِ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ سورة البقرة آية ٢٧٤.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ البقرہ میں) فرمایا «الذين ينفقون أموالهم بالليل والنهار سرا وعلانية» جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور ظاہر' ان سب کا ان کے رب کے پاس ثواب ملے گا' انہیں کوئی ڈر نہیں ہوگا اور نہ انہیں کسی قسم کا غم ہوگا۔

قولہ تعالیٰ "الذين ينفقون اموالهم بالليل والنهار سرا وعلانية" علانیہ صدقہ کیا جاسکتا ہے اور یہ نیت ہو کہ مجھے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی صدقہ کریں تو بہتر ہے لیکن اگر ریا کا ڈر ہو تو اخفاء بہتر ہے۔ اور یہ چیز حالات پر



محمول ہے، اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں آتی ایک ضعیف روایت میں آتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، ان کے پاس چار درہم تھے انہوں نے ایک درہم رات کو خرچ کیا، ایک دن کو، ایک پوشیدہ خرچ کیا اور ایک علانیہ خرچ کیا، ان کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، یہ روایت بالکل ضعیف ہے[1]۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں قرآنِ کریم کی آیت لائے ہیں گویا ان کے ہاں کوئی صحیح حدیث نہیں تھی جو ان کی شرط کے مطابق ہو اور اسے اس ترجمہ باب میں لائیں اس لیے قرآنی آیت کے لانے پر اکتفاء کیا ہے۔

۱۳- بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ:

باب: چھپ کر خیرات کرنا افضل ہے

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ وَقَوْلِهِ: إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ سورة البقرة آية ٢٧١.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم صدقہ کو ظاہر کر دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور دو فقراء کو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح خبردار ہے۔

۱۴- بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ:

باب: اگر لاعلمی میں کسی نے مالدار کو صدقہ دے دیا (تو اس کو ثواب مل جائے گا)

١٤٢١: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ، وَعَلَى زَانِيَةٍ، وَعَلَى غَنِيٍّ، فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ

[1] تفسیر فتح القدیر ج۱، ص ۲۹۴ (ضعیف)

فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللهُ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے (بنی اسرائیل میں سے) کہا کہ مجھے ضرور صدقہ (آج رات) دینا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (ناواقفی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے' میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے۔ میں اپنا صدقہ (لاعلمی سے) چور' فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے۔ تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے' وہ خرچ کرے۔



شرح بخاری: اگر کوئی شخص بے علمی کی بنا پر اپنی زکاۃ کسی غنی اور مالدار کو دیدے جو زکاۃ کا حقدار نہ ہو تو اس کی زکاۃ کا فرض ادا ہو جائے گا، اس باب میں ذکر ہونے والی حدیث میں اگرچہ ادا ہونے کا ذکر نہیں ہے، لیکن اس حدیث کے بعض طرق میں قبول ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ طبرانی کی روایت میں إن الله قد قبل صدقتك کا لفظ وارد ہے[1]۔ لہٰذا جب یہ صدقہ قبول ہوگیا ہے تو فرض بھی ادا ہوگیا ہے۔ کیونکہ صدقہ کرنے والے کی نیت مستحق کو صدقہ دینے کی تھی، اور صدق نیت کی وجہ سے صدقہ قبول ہو جاتا ہے۔

١٥۔ بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ:

باب: اگر باپ ناواقفی سے اپنے بیٹے کو خیرات دیدے کہ اس کو معلوم نہ ہو؟

١٤٢٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ، أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: "بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا، وَأَبِي، وَجَدِّي، وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي، وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ



[1] مصنف عبدالرزاق ١٥٨٢٢، المستخرج لابی نعیم ٢٢٨٨۔

يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: وَاللهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ".

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم اسرائیل بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوجویریہ (حطان بن خفاف) نے بیان کیا کہ معن بن یزید نے ان سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے والد اور دادا (اخفش بن حبیب) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ نے میری منگنی بھی کرائی اور آپ ہی نے نکاح بھی پڑھایا تھا اور میں آپ کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار خیرات کی نیت سے نکالے اور ان کو انہوں نے مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا۔ میں گیا اور میں نے ان کو اس سے لے لیا۔ پھر جب میں انہیں لے کر والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میرا ارادہ تجھے دینے کا نہیں تھا۔ یہی مقدمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ دیکھو یزید جو تم نے نیت کی تھی اس کا ثواب تمہیں مل گیا اور معن! جو تو نے لے لیا وہ اب تیرا ہو گیا۔

شرح بخاری

اگر اس کا بیٹا محتاج ہو تو صدقہ ادا ہو جاتا ہے، دراصل معن کے باپ یزید نے صدقہ کے چند دینار نکال کر مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھے تھے تاکہ وہ انہیں حقداروں میں تقسیم کر دے، چنانچہ ان کا بیٹا معن گیا اور وہ دینار لے کر گھر چلا آیا، یہ مقدمہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اے یزید تیری نیت پوری ہو گئی ہے اور اے معن جو تو نے لیا ہے وہ تیرا ہی ہے، یعنی معن کے باپ نے کسی محتاج پر صدقہ کرنے کی نیت کی تھی اور ان کا بیٹا واقعی محتاج تھا لہٰذا صدقہ اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔

قوله وخطب علي فأنكحني یعنی نبی اکرم ﷺ نے میری منگنی کرائی اور آپ نے میرا نکاح کرایا۔

١٦- بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ:

باب: خیرات داہنے ہاتھ سے دینی بہتر ہے

١٤٢٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا عبید اللہ عمری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حفص بن عاصم سے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ انصاف کرنے والا حاکم' وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو' وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے' دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں' اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے' ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔

صدقہ دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی عذر کی بنا پر بائیں ہاتھ سے صدقہ دیدے، مثلاً دایاں ہاتھ مشغول ہو اور بائیں سے صدقہ دیدے تو ادا ہو جائے گا۔

١٤٢٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "تَصَدَّقُوا، فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُولُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا".



ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی' کہا کہ مجھے معبد بن خالد نے خبر دی' کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ کیا کرو پس عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب آدمی اپنا صدقہ لے کر نکلے گا (کوئی اسے قبول کرلے مگر جب وہ کسی کو دے گا تو وہ) آدمی کہے گا کہ اگر اسے تم کل لائے ہوتے تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی حاجت نہیں رہی۔

قولہ'تصدقوا، صدقہ کرنے کا یہ حکم اگرچہ مطلق ہے لیکن یہ "بالیمین" کے ساتھ مقید ہے۔

١٧۔ بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ:

باب: اس کے بارے میں کہ جس نے اپنے خدمت گار کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود اپنے ہاتھ سے نہیں دیا

وَقَالَ أَبُو مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ.

اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بیان کیا کہ خادم بھی صدقہ دینے والوں میں سمجھا جائے گا۔



۱۴۲۵: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا".

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے۔ ان سے شقیق نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے کچھ خرچ کرے اور اس کی نیت شوہر کی پونجی برباد کرنے کی نہ ہو تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اس کا ثواب ملے گا اس نے کمایا ہے اور خزانچی کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرتا۔

۱۸۔ بَابُ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى:

باب: صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہ جائے (بالکل خالی ہاتھ نہ ہو بیٹھے)

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ وَكَذَلِكَ آثَرَ الْأَنْصَارُ الْمُهَاجِرِينَ، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ"، وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالَ: أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ"، قُلْتُ: فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ.

اور جو شخص خیرات کرے کہ خود محتاج ہو جائے یا اس کے بال بچے محتاج ہوں (تو ایسی خیرات درست نہیں) اسی طرح اگر قرضدار ہو تو صدقہ اور آزادی اور ہبہ پر قرض ادا کرنا مقدم ہو گا اور اس کا صدقہ اس پر پھیر دیا جائے گا اور اس کو یہ درست نہیں کہ (قرض نہ ادا کرے اور خیرات دے کر) لوگوں (قرض خواہوں) کی رقم تباہ کر دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کا مال (بطور قرض) تلف کرنے (یعنی نہ دینے) کی نیت سے لے تو اللہ اس کو برباد کر دے گا۔ البتہ اگر صبر اور تکلیف اٹھانے میں مشہور ہو تو اپنی خاص حاجت پر (فقیر کی حاجت کو)

مقدم کر سکتا ہے۔ جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال خیرات میں دے دیا اور اسی طرح انصار نے اپنی ضرورت پر مہاجرین کی ضروریات کو مقدم کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو تباہ کرنے سے منع فرمایا ہے تو جب اپنا مال تباہ کرنا منع ہوا تو پرائے لوگوں کا مال تباہ کرنا کسی طرح سے جائز نہ ہو گا۔ اور کعب بن مالک نے (جو جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے) عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کو اس طرح پورا کرتا ہوں کہ اپنا سارا مال اللہ اور رسول پر تصدق کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کچھ تھوڑا مال رہنے بھی دے وہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ کعب نے کہا بہت خوب میں اپنا خیبر کا حصہ رہنے دیتا ہوں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صدقہ کرنا چاہتا ہے تو اسے صدقہ تب کرنا چاہیے جبکہ پیچھے اپنی ضرورت کی بقدر مال موجود ہو، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اپنے پاس جو مال ہے اسے صدقہ کر دے اور اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے لوگوں سے مانگنا یا ان سے سوال کرنا شروع کر دے، ہاں اگر کوئی ایسا شخص ہے جو سمجھتا ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد میں کما سکتا ہوں اور اس طرح اپنی ضروریات کو محنت کر کے پورا کر سکتا ہوں، تو یہ مستثنیٰ ہو جائے گا وہ صدقہ کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا تھا۔

قولہ فالدين أحق أن يقضي وهو رد عليه، یعنی مقروض کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے مال میں سے قرضہ ادا  کرے لیکن اگر وہ قرضہ ادا کرنے کی بجائے اپنا مال صدقہ کر دے تو اس کا صدقہ واپس کیا جائے گا تاکہ وہ حق داروں کا حق ادا کر کے قرضہ سے بری ہو سکے، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے ہے، دیگر علماء کہتے ہیں کہ رد نہیں ہو گا، ہاں اس وقت رد ہو گا جبکہ قاضی اس پر تفلیس کا فیصلہ کر دے کہ یہ مفلس ہے اور اسے اپنے مال میں تصرف کا حق نہیں ہے، لیکن اگر تفلیس کا فیصلہ نہ ہوا ہو تو رد نہیں ہو گا اگرچہ وہ محتاج ہو ہاں افضل اور بہتر یہی ہے کہ وہ پہلے قرض ادا کرے، امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہ استثناء کی ہے کہ اگر وہ صابر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

١٤٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ".

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین خیرات وہ ہے جس کے دینے کے بعد آدمی مالدار رہے۔ پھر صدقہ پہلے انہیں دو جو تمہاری زیر پرورش ہیں۔

١٤٢٧: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ



يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے بیان کیا' ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے انہیں دو جو تمہارے بال بچے اور عزیز ہیں اور بہترین صدقہ وہ ہے جسے دے کر آدمی مالدار رہے اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہے گا اسے اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے اور جو دوسروں (کے مال) سے بے نیاز رہتا ہے' اسے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہی بنا دیتا ہے۔

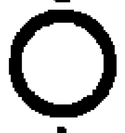
١٤٢٨: وَعَنْ وُهَيْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِهَذَا.

اور وہیب نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام نے اپنے والد سے بیان کیا' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی بیان فرمایا۔

١٤٢٩: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: "وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ، وَالتَّعَفُّفَ، وَالْمَسْأَلَةَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ".



ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' ان سے مالک نے' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے صدقہ اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کا اور دوسروں سے مانگنے کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والے کا ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والے کا۔



١٩-بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أَعْطَى:

باب: جو دے کر احسان جتائے اس کی مذمت



لِقَوْلِهِ: الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى سورة البقرة آية ٢٦٢.



کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے اس

کی وجہ سے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ "الذين ينفقون أموالهم في سبيل الله" امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ کے ساتھ اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو مسلم میں آتی ہے: "ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة المنان الذي لا يعطي شيئا إلا من به"[1] لیکن یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی، اس لیے بخاری رحمہ اللہ اسے نہیں لائے اور اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور قرآنی آیت لانے پر اکتفا کیا ہے۔

۲۰۔ بَابُ مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا:

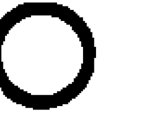
باب: خیرات کرنے میں جلدی کرنی چاہیے

یعنی صدقہ کرنے والا جس دن صدقہ اپنے مال سے نکالتا ہے اسی دن اسے ادا کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ تاخیر کرنے میں موت واقع ہو جائے یا مال کسی دیگر کام پر صرف ہو جائے اور صدقہ نہ کر سکے، اس طرح ثواب سے محروم رہ جائے، اس ترجمہ باب کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صاحب نصاب سال مکمل ہونے سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "ان العباس سأل رسول الله ﷺ في تعجيل صدقة قبل أن تحل فرخص له في ذٰلك"[2] اس پر امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال حضرت عقبہ بن حارث کی آنے والی حدیث سے ہے۔



۱۴۳۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: "صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ، ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ فَقُلْتُ أَوْ قِيلَ لَهُ: فَقَالَ: كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُهُ".

ہم سے ابو عاصم نبیل نے عمر بن سعید سے بیان کیا' ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا کی پھر جلدی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لے آئے۔ اس پر میں نے پوچھا یا کسی اور نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گھر کے اندر صدقہ کے سونے کا ایک ٹکڑا چھوڑ آیا تھا مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ اسے تقسیم کئے بغیر رات گزاروں پس میں نے اس کو بانٹ دیا۔



۲۱۔ بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا:

باب: لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلانا اور اس کے لیے سفارش کرنا



۱۴۳۱: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَدِيٌّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ

[1] مسلم (۱۰۶) ۱۷۱۔

[2] سنن ابی داود ۱۶۲۴، جامع ترمذی ۶۷۸۔

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا' ان سے سعید بن جبیر نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید گاہ میں) دو رکعت نماز پڑھائی۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف آئے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کے لیے حکم فرمایا۔ چنانچہ عورتیں کنگن اور بالیاں (بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔

١٤٣٢: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ، قَالَ: اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوبردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوبردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا' اور ان سے ان کے باپ ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکے پاس اگر کوئی مانگنے والا آتا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے فرماتے کہ تم سفارش کرو کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ پاک اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا وہ دے گا۔

قولہ "اشفعوا توجروا" بعض سائلین کو نبی اکرم ﷺ سے بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اس لیے آپ نے صحابہ کرام سے کہا کہ تم ان کی سفارش کردیا کرو، اس پر تمہیں اجر حاصل ہوجائے گا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کے ہاتھوں ان کو دلانا ہے وہ اس کا نبی کی زبان پر فیصلہ کردے گا، یعنی ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، لیکن تم سفارش کے اجر سے محروم نہیں رہوگے۔

دوسرا اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سائل کی ضرورت کی چیز جس شخص کے پاس ہو اسے کہہ دیا کرو کہ وہ سائل کی ضرورت پوری کردے تمہیں اس کی سفارش کرنے کا اجر مل جائے گا۔ اور اس معنی کے اعتبار سے "يقضي الله على لسان نبيه ماشاء" کا مطلب یہ ہوگا کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

١٤٣٣: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُوكِي فَيُوكَى عَلَيْكِ".

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبدہ نے ہشام سے خبر دی' انہیں ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیرات کو مت روک ورنہ تیرا رزق بھی روک دیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَبْدَةَ، وَقَالَ: لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' اور ان سے عبدہ نے یہی حدیث روایت کی کہ گننے نہ لگ جانا ورنہ پھر اللہ بھی تجھے گن گن کر ہی دے گا۔

٢٢-بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ:

باب: جہاں تک ہو سکے خیرات کرنا

١٤٣٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "لَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ، ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ".



ہم سے ابوعاصم (ابوعاصم ضحاک) نے بیان کیا اور ان سے ابن جریج نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا' ان سے حجاج بن محمد نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہیں عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مال کو) تھیلی میں بند کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ پاک بھی تمہارے لیے اپنے خزانے میں بندش لگا دے گا۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں میں خیر خیرات تقسیم کرتی رہ۔

٢٣-بَابُ الصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ:

باب: صدقہ خیرات سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

١٤٣٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ، قَالَ: قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ، كَمَا قَالَ، قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ، فَكَيْفَ قَالَ ؟، قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ، وَالصَّدَقَةُ، وَالْمَعْرُوفُ، قَالَ سُلَيْمَانُ: قَدْ كَانَ يَقُولُ: الصَّلَاةُ، وَالصَّدَقَةُ، وَالْأَمْرُ



بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ، قَالَ: لَيْسَ هَذِهِ أُرِيدُ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ: قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَأْسٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ، قَالَ: فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ، قَالَ: قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ، قَالَ: فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا، قَالَ: قُلْتُ أَجَلْ، فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ، فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلْهُ، قَالَ: فَسَأَلَهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِي، قَالَ: نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةً، وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا' ان سے ابووائل نے' انہوں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آپ لوگوں میں کس کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا تھا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اس کے بیان پر جرات ہے۔ اچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا) انسان کی آزمائش (فتنہ) اس کے خاندان' اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز' صدقہ اور اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا اس فتنے کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ اعمش نے کہا ابووائل کبھی یوں کہتے تھے۔ نماز اور صدقہ اور اچھی باتوں کا حکم دینا بری بات سے روکنا' یہ اس فتنے کو مٹا دینے والے نیک کام ہیں۔ پھر اس فتنے کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد اس فتنہ سے نہیں۔ میں اس فتنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا پھیلے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' میں نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ اس فتنے کی فکر نہ کیجئے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا صرف کھولا جائے گا۔ انہوں نے بتلایا نہیں بلکہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب دروازہ توڑ دیا جائے گا تو پھر کبھی بھی بند نہ ہو سکے گا ابووائل نے کہا کہ ہاں پھر ہم رعب کی وجہ سے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ نہ پوچھ سکے کہ وہ دروازہ کون ہے؟ اس لیے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم پوچھو۔ انہوں نے کہا کہ مسروق رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دروازہ سے مراد خود عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ہم نے پھر پوچھا تو کیا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آپ کی مراد کون تھی؟ انہوں نے کہا ہاں جیسے دن کے بعد رات کے آنے کو جانتے ہیں اور یہ اس لیے کہ میں نے جو حدیث بیان کی وہ غلط نہیں تھی۔

۲۴-بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ:

باب: اس بارے میں کہ جس نے شرک کی حالت میں صدقہ دیا اور پھر اسلام لے آیا

۱۴۳۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ، فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ".

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی' انہیں عروہ نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان نیک کاموں سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صدقہ' غلام آزاد کرنے اور صلہ رحمی کی صورت میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان کا مجھے ثواب ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی ان تمام نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو جو پہلے گزر چکی ہیں۔



یعنی جو شخص شرک کی حالت میں صدقہ و خیرات کرتا رہا ہو، اور اس کے بعد مسلمان ہو جائے تو کیا اسے شرک کی حالت میں کیے ہوئے صدقہ کا اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے فیصلہ نہیں کیا کہ اسے اجر ملے گا یا نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ کافر کے اعمال حبط اور ضائع ہوتے ہیں [1] لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و رحمت ہو جائے تو یہ بعید بھی نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ کافر جو نیک کام کرتا ہے تو اس کا صلہ اسے دنیا میں ہی مل جاتا ہے، مسلمان صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں نوازتے ہیں، مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ جب کبھی میرے پاس صدقہ کرنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو میں سو یا دو سو روپیہ قرض لیکر صدقہ کر دیتا ہوں، جس سے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مجھے کافی رقم مہیا ہو جاتی ہے۔

شرح بخاری

۲۵-بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ:

باب: خادم نوکر کا ثواب، جب وہ مالک کے حکم کے مطابق خیرات دے اور کوئی بگاڑ کی نیت نہ ہو





۱۴۳۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا' ان سے ابو وائل



[1] الکہف:۱۰۵

نے ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بیوی اپنے خاوند کے کھانے میں سے کچھ صدقہ کرے اور اس کی نیت اسے برباد کرنے کی نہیں ہوتی تو اسے بھی اس کا ثواب ملتا ہے اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح خزانچی کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے۔

١٤٣٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِذُ، وَرُبَّمَا قَالَ: يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبٌ بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ".

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا ان سے برید بن عبد اللہ نے ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «خازن» مسلمان امانتدار جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ فرمایا وہ چیز پوری طرح دیتا ہے جس کا اسے سرمایہ کے مالک کی طرف سے حکم دیا گیا اور اس کا دل بھی اس سے خوش ہے اور اسی کو دیا ہے جسے دینے کے لیے مالک نے کہا تھا تو وہ دینے والا بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔

٢٦- بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ:

باب: عورت کا ثواب جب وہ اپنے شوہر کی چیز میں سے صدقہ دے یا کسی کو کھلائے اور ارادہ گھر بگاڑنے کا نہ ہو

١٤٣٩: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر اور اعمش دونوں نے بیان کیا ان سے ابو وائل نے ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر (کے مال) سے صدقہ کرے۔

اس سے قبل آنے والے ترجمہ باب میں خادم کے صدقہ کرنے میں "بامر صاحبہ" کی قید لگائی ہے کہ خادم اگر صدقہ کرے تو اسے اپنے مالک کی اجازت سے صدقہ کرنا چاہیے لیکن اس باب میں بیوی کے اپنے خاوند کے مال سے صدقہ کرنے کے لیے "بامر صاحبہا" کی قید نہیں لگائی، کیونکہ عورتوں کے لیے گھر میں وسعت ہوتی ہے، اور

ان کے لیے خاوند کے مال سے صدقہ و خیرات کی حکمی طور پر اجازت ہی ہوتی ہے۔

۱۴۴۰: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلَهُ مِثْلُهُ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ".

(دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور مجھ سے عمر بن حفص نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابووائل شقیق نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے کسی کو کھلائے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا بھی نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملتا ہے اور شوہر کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔ شوہر کو کمانے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور عورت کو خرچ کرنے کی وجہ سے۔

۱۴۴۱: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ".



ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور سے بیان کیا، ان سے ابووائل شقیق نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم & نے فرمایا، جب عورت اپنے گھر کے کھانے کی چیز سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا' اسی طرح خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا۔

۲۷۔ بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى}:

باب: (سورۃ واللیل میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے (اللہ کے راستے میں) دیا اور اسکا خوف اختیار کیا اور اچھائیوں کی (یعنی اسلام کی) تصدیق کی تو ہم اسکے لیے آسانی کی جگہ یعنی جنت آسان کر دیں گے۔ لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروائی برتی اور اچھائیوں (یعنی اسلام کو) جھٹلایا تو اسے ہم دشواریوں میں (یعنی دوزخ میں) پھنسادیں گے



«اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا». اسے بخاری رحمہ اللہ آیت مذکورہ کی تفسیر کے لیے لائے ہیں، آیت کریمہ میں "اعطیٰ" دینے کے معنی میں ہے، بعض نے اعطیٰ بمعنی "عمل" کیا ہے، یعنی اعضاء جسم سے عمل کرنے کا نام بھی اعطاء ہے، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اتقی سے مراد یہ ہے کہ جن چیزوں سے انسان کو روکا گیا ہے۔ ان سے رک جائے یعنی تقویٰ یہ ہے کہ نیک اعمال سرانجام دے اور گناہ کے کاموں سے بچے، بعض کہتے ہیں کہ اگر اعطیٰ کا معنی دینا ہو تو مراد یہ ہے کہ دینے والا اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال دوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کے بدلہ میں ضرور مزید عطا کرے گا، اس لیے اس آیت کے بعد "اللهم أعط منفق مال خلفا" لائے ہیں، اور اسے مذکورہ آیت کی تفسیر کے لیے ذکر کیا ہے۔

١٤٤٢: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ، عَنْ أَبِي الْحُبَابِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے بھائی ابوبکر بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے معاویہ بن ابی مزرد نے، ان سے ابوالحباب سعید بن یسار نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! «ممسک» اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔

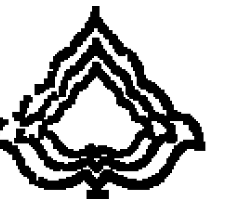
شرح بخاری

٢٨- بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ:

باب: صدقہ دینے والے کی اور بخیل کی مثال کا بیان

١٤٤٣: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الْبَخِيلِ، وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ". وحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَثَلُ الْبَخِيلِ، وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ" تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ طاؤس نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہیں۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ عبداللہ بن ہرمز اعرج نے ان سے بیان کیا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی سی ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ خرچ کرنے کا عادی (سخی) خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو (وہ کرتہ) چھپالیتا ہے یا (راوی نے یہ کہا کہ) تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اور اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہے اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹتا جاتا ہے۔ لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے۔ بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا۔ عبداللہ بن طاؤس کے ساتھ اس حدیث کو حسن بن مسلم نے بھی طاؤس سے روایت کیا' اس میں دو کرتے ہیں۔



اس حدیث میں سخی اور بخیل کی مثال بیان کی گئی ہے، ان کی مثال ایسے ہے جیسے لوہے سے بنی ہوئی زرہ پہنی ہوئی ہو، سخی جب صدقہ کرنا چاہتا ہے تو ہاتھ نکالنے اور صدقہ کرنے کے لیے اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور وہ دل کی وسعت سے صدقہ کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طبیعت کو وسیع بنایا ہے، اور اس کے لیے صدقہ کرنا دشوار نہیں ہوتا۔ لہٰذا سخی کی وسیع طبیعت وسیع اور کھلی زرہ کی طرح ہے، جبکہ بخیل جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس پر زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے گویا بخیل کی تنگ طبیعت تنگ زرہ کی طرح ہے جس سے بخیل کے لیے ہاتھ نکالنا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کے لیے صدقہ کرنا دشوار ہوتا ہے۔

١٤٤٤: وَقَالَ حَنْظَلَةُ، عَنْ طَاوُسٍ، جُنَّتَانِ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ.

اور حنظلہ نے طاؤس سے دو زرہیں نقل کیا ہے اور لیث بن سعد نے کہا مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے سنا کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر یہی حدیث بیان کی اس میں دو زرہیں ہیں۔



٢٩- بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ:

باب: محنت اور سوداگری کے مال میں سے خیرات کرنا ثواب ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ

مِنَ الْأَرْضِ إِلَى قَوْلِهِ أَنَّ اللهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ سورة البقرة آية ۲۶۷.

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ البقرہ میں) فرمایا «یا أیھا الذین آمنوا أنفقوا من طیبات ما کسبتم» اے ایمان والو! اپنی کمائی کی عمدہ پاک چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔ آخر آیت «غنی حمید» تک۔

لقولہ تعالیٰ "یا ایھا الذین امنوا أنفقوا من طیبات ما کسبتم" مجاہد نے اس کا معنی تجارت کیا ہے "ای من التجارۃ الحلال" جیسا کہ تفسیر طبری میں ہے[1]۔

۳۰۔ بَابُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ:

باب: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے اگر (کوئی چیز دینے کے لیے) نہ ہو تو اس کے لیے اچھی بات پر عمل کرنا یا اچھی بات دوسرے کو بتلا دینا بھی خیرات ہے

۱۴۴۵: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ ؟، قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ ؟، قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ ؟، قَالَ: فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن ابی بردہ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ ابو بردہ نے ان کے دادا ابو موسیٰ اشعری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا کہ پھر کسی حاجت مند فریادی کی مدد کرے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی بھی سکت نہ ہو۔ فرمایا پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے۔ اس کا یہی صدقہ ہے۔

یعنی ہر مسلمان کو صدقہ کرنا چاہیے خواہ کم صدقہ کرے، اور اگر اس کے پاس صدقہ کرنے کے لیے مال نہ ہو تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے صدقہ کرنے کا اجر حاصل ہو جائے گا۔

۳۱۔ بَابُ قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَعْطَى شَاةً:

باب: زکوٰۃ یا صدقہ میں کتنا مال دینا درست ہے اور اگر کسی نے ایک پوری بکری دے دی؟

یعنی زکوٰۃ یا صدقہ میں کتنا مال دینا درست ہے اور کیا زکوٰۃ بقدرِ نصاب کسی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک

[1] تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، رقم: ۶۱۲۴۔

بقدرِ نصاب دینا درست نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں ضرورت کے وقت کسی کو صاحب نصاب بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ ومن أعطی شاۃ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مالِ زکوٰۃ کو آٹھوں مصارف میں تقسیم کرنا چاہیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ کو آٹھوں مصارف میں تقسیم کیا جائے، لہٰذا ایک بکری ایک مصرف میں دے سکتا ہے، احناف بھی اسی کے قائل ہیں۔

١٤٤٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "بُعِثَ إِلَى نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟، فَقُلْتُ: لَا، إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ، فَقَالَ: هَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا".

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوشہاب نے بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے' ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نسیبہ نامی ایک انصاری عورت کے ہاں کسی نے ایک بکری بھیجی (یہ نسیبہ نامی انصاری عورت خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہی کا نام ہے)۔ اس بکری کا گوشت انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھی بھیج دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اور تو کوئی چیز نہیں البتہ اس بکری کا گوشت جو نسیبہ رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا' وہ موجود ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی لاؤ اب اس کا کھانا درست ہو گیا۔

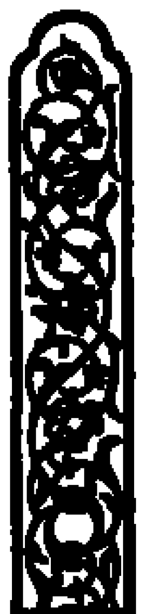


٣٢- بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ:

باب: چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

١٤٤٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں عمرو بن یحییٰ مازنی نے' انہیں ان کے باپ یحییٰ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں۔



حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، سَمِعَ أَبَاهُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کو سنا۔

چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے، اور ایک درہم تین ماشے، ایک رتی اور خمس رتی کا ہوتا ہے، مثقال کے ساتھ اس کی نسبت دس، سات کی ہے، لہٰذا ستر مثقال سو درہم کے برابر ہوتے ہیں اور ایک مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے، دو سو درہم چاندی کا حساب کرنے سے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے بنتا ہے، اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولے یا اس سے زائد چاندی ہو تو حولانِ حول کے بعد اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ساڑھے باون تولے سے کم میں زکاۃ فرض نہیں، ہاں صدقہ ہو سکتا ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا گنتی سے تعلق ہے وزن کا اعتبار نہیں ہے، چاندی کا سکہ مراد ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، کیونکہ جو چاندی کا سکہ بنایا جائے وہ ضروریات کے لیے کافی ہوتا ہے۔

۴۳۔بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ:

باب: زکوٰۃ میں (چاندی سونے کے سوا اور) اسباب کا لینا

وَقَالَ طَاوُسٌ، قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ: ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْفَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اور طاؤس نے بیان کیا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جوار کی جگہ سامان واسباب یعنی خمیصہ (دھاری دار چادریں) یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہو گی اور مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے بھی بہتری ہو گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خالد نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار اور گھوڑے سب اللہ کے راستے میں وقف کر دیئے ہیں۔ (اس لیے ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہی نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی۔ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے وہ آئندہ تفصیل سے آئے گی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا کہ صدقہ کرو خواہ تمہیں اپنے زیور ہی کیوں نہ دینے پڑ جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ

اسباب کا صدقہ درست نہیں۔ چنانچہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر) عورتیں اپنی بالیاں اور ہار ڈالنے لگیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زکوٰۃ کے لیے) سونے چاندی کی بھی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔

زکاۃ میں سامان لینا، دینا بھی جائز ہے، یعنی کسی شخص پر سونے یا چاندی کی زکاۃ فرض ہو جائے اور وہ سونے، چاندی کی بجائے سامان مثلاً کپڑے وغیرہ دیدے تو جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں اور احناف نے بھی اسے اختیار کیا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غریبوں اور مسکینوں کی روزی کا ذمہ لیا ہے، اور وہ ذمہ زکاۃ فرض کرکے پورا کیا ہے، اور زکاۃ مخصوص چیزوں میں ہوتی ہے، اور اگر استبدال جائز نہ ہو تو غرباء کی ضروریات پوری نہیں ہوسکتیں اس لیے زکاۃ میں استبدال جائز ہے، حالانکہ حاجت مند اپنی ضرورتیں خود پوری کرسکتا ہے وہ یوں کہ زکاۃ دینے والا مثلاً اسے زکاۃ کا جانور دے دے اور وہ اسے بیچ کر اپنی ضرورتیں پوری کرسکتا ہے، اس لیے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ استبدال جائز نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ زکاۃ میں استبدال کو جائز سمجھتے ہیں۔

قولہ قال معاذ لاهل اليمن۔ حضرت معاذ بن جبل نے یمن والوں سے کہا کہ تم مجھے زکاۃ میں جَو اور جوار کی بجائے چادریں اور لباس دے دو، جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہے اور مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے لیے بھی فائدہ ہے، وہ صدقہ جو ان کے ذمہ تھا وہ زمین کا عشر تھا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا تم مجھے اس کے بدلے لباس اور کپڑے دیدو کیونکہ جَو وغیرہ لے جانا مشکل ہے اور تمہارا بھی کپڑا بک جائے گا اور تمہارا مال تمہارے پاس رہے گا، اس سے بخاری رحمہ اللہ نے استبدال کے جواز پر استدلال کیا ہے، لیکن حافظ نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں ایک یہ کہ یہاں صدقہ سے مراد خراج ہے کیونکہ ان کی زمین خراجی تھی اور خراج کپڑے کی شکل میں دیا جاسکتا ہے، اور خراج میں استبدال جائز ہے اور یہاں صدقہ کا لفظ خراج پر استعمال ہوا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ تم میرے پاس جَو وغیرہ لے آؤ اس کے بعد تم مجھ سے جَو لے لو، اور اس کے بدلہ میں کپڑا اور لباس دیدو، یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے پاس سے ہی استبدال کرلو، بلکہ مطلب یہ تھا کہ تم مجھے جَو وغیرہ دیدو، پھر کپڑے سے تبادلہ کرلو، یہ استبدال جائز تھا، حالانکہ حدیث میں "مكان الشعير والذرة" آیا ہے کہ اس کی جگہ پر لباس لے آؤ، پہلے جَو دیکر پھر استبدال کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔ ہاں یہ اعتراض اس پر ہے کہ طاؤس کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، لہٰذا معلق روایت ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے مسائل تواتر سے ایک دوسرے کے پاس پہنچ ہی جاتے ہیں اس لیے بخاری رحمہ اللہ نے انقطاع یسیر کو برداشت کرلیا ہے، اور معاذ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت کے لیے ایک شہر کی زکاۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل کی جاسکتی ہے۔

قولہ وأما خالد فقد احتبس أدراعه۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ساعی بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، انہوں نے واپس آکر آپ سے کہا کہ حضرت خالد اور حضرت عباس نے اور ایک منافق آدمی ابن جمیل نے زکاۃ نہیں دی، تو آپ نے فرمایا، ابن جمیل تنگدست آدمی تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کردیا ہے اب وہ زکاۃ دینے سے انکار کرتا ہے اور عباس کو دگنی زکاۃ دینا ہوگی اس نے کیوں انکار کیا یا مطلب یہ

ہے کہ وہ پیشگی زکاۃ دے چکا ہے، اور خالد سے زکاۃ طلب کر کے تم زیادتی کرتے ہو، کیونکہ انہوں نے اپنی زرہیں اور ہتھیار فی سبیل اللہ وقف کیے ہیں، جس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ خالد مخلص آدمی ہے جس نے اپنا سامان فی سبیل اللہ وقف کیا ہوا ہے، اس کے بارہ میں زکاۃ نہ دینے کا گمان نہیں کیا جاسکتا، اس کے پاس کچھ نہیں ہے تو زکاۃ کس چیز کی دے، اس معنی کے اعتبار سے امام بخاری رحمہ اللہ کا اس سے استدلال نہیں ہوسکتا اور یہ معنی بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں ہے، دوسرا معنی یہ ہے کہ حضرت خالد نے کہا میں اپنی زرہیں اور ہتھیار مجاہدین کے لیے وقف کرچکا ہوں، اور مجاہدین بھی زکاۃ کا مصرف ہیں اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی طرف سے عذر پیش کر دیا ہے جبکہ انہوں نے درہم و دینار کے بدلے زرہیں زکاۃ میں دی ہیں تو استبدال جائز ہے، اس صورت میں بخاری رحمہ اللہ کا استدلال صحیح ہے۔

قولہ تصدقن ولو من حلیکن جب فرضی زکاۃ کے عوض زیور دیا جاسکتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ زکاۃ میں استبدال جائز ہے، کیونکہ بعض زیور سونے، چاندی کے علاوہ بھی ہوتے ہیں۔

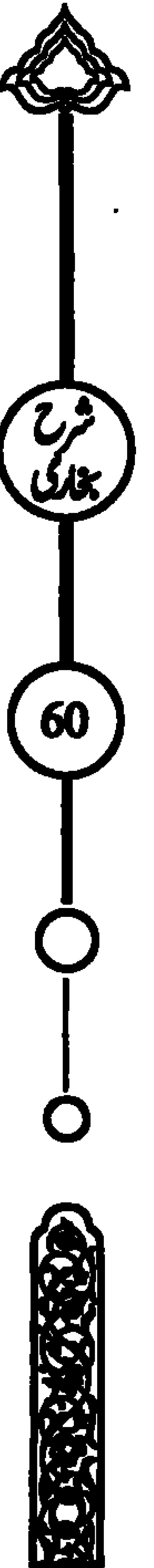
١٤٤٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي "أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ، وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ".

ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے میرے والد عبداللہ بن مثنی نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ نے بیان کیا۔ ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں (اپنے دور خلافت میں فرض زکوۃ سے متعلق ہدایت دیتے ہوئے) اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق یہ فرمان لکھا کہ جس کا صدقہ بنت مخاض تک پہنچ گیا ہو اور اس کے پاس بنت مخاض نہیں بلکہ بنت لبون ہے۔ تو اس سے وہی لے لیا جائے گا اور اس کے بدلہ میں صدقہ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زائد دیدے گا اور اگر اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے بلکہ ابن لبون ہے تو یہ ابن لبون ہی لے لیا جائے گا اور اس صورت میں کچھ نہیں دیا جائے گا' وہ مادہ یا نر اونٹ جو تیسرے سال میں لگا ہو۔

قولہ ولیست عندہ۔ یعنی جس شخص پر اونٹوں کی زکاۃ میں بنت مخاض واجب ہو جو اس کے پاس نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہو تو اس سے بنت لبون قبول کرلیں گے اور اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے دیں گے۔ اسے جبرانات کہتے ہیں، یعنی معین چیز جو زکاۃ میں واجب تھی اس کے نہ ہونے کی بنا پر اس سے چھوٹی یا بڑی چیز دے کر جبر اور تلافی کر دی جائے، اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استبدال کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ معین چیز نہ ہونے کی صورت میں اس کا غیر اور بکریاں دے دی جائیں۔

١٤٤٩: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرَ ثَوْبِهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي، وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ".

ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل نے ایوب سے بیان کیا اور ان سے عطاء بن ابی رباح نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا اس وقت میں موجود تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز (عید) پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عورتوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں پہنچی' اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھی آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وعظ سنایا اور ان سے صدقہ کرنے کے لیے فرمایا اور عورتیں (اپنا صدقہ بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔ یہ کہتے وقت ایوب نے اپنے کان اور گلے کی طرف اشارہ کیا۔



٣٤-بَابُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ:

باب: زکوٰۃ لیتے وقت جو مال جدا جدا ہوں وہ اکٹھے نہ کئے جائیں اور جو اکٹھے ہوں وہ جدا جدا نہ کیے جائیں

وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُهُ.

اور سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

١٤٥٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ".

ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا' اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہی چیز لکھی تھی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دیا تھا۔ یہ کہ زکوٰۃ (کی زیادتی) کے خوف سے جدا جدا مال کو یکجا اور یکجا مال کو جدا جدا نہ کیا جائے۔

قولہ'لا یجمع بین متفرق، مثلاً ایک آدمی کی چالیس بکریاں ہوں اور چالیس بکریاں دوسرے آدمی کی ہوں، دونوں

الگ الگ چراتے ہوں اور عامل کے آنے پر دونوں آدمی اپنی متفرق بکریوں کو جمع کرلیں تاکہ زکاۃ میں ایک ہی بکری دینی پڑے، کیونکہ اگر الگ الگ رکھیں گے تو دو بکریاں زکاۃ میں دینا پڑیں گی تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور عامل کے لیے بھی متفرق کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً دو آدمیوں کی الگ الگ بیس، بیس بکریاں ہوں تو دونوں میں سے کسی پر زکاۃ نہیں آتی، اب عامل دونوں کی بکریوں کو جمع کر کے ایک بکری زکاۃ میں وصول کرے تو یہ جائز نہیں ہے، لہٰذا نہ مالک یہ کام کرے اور نہ ہی عامل ایسا کرے۔

قولہٗ ولا یفرق بین مجتمع۔ مثال کے طور پر دو آدمیوں کی بیس، بیس بکریاں ہوں جن کو وہ سارا سال جمع اور اکٹھا کر کے چراتے ہیں، حولانِ حول کے بعد ان چالیس بکریوں میں ایک بکری زکاۃ آئے گی، لیکن وہ عامل کے آنے پر اپنی بیس، بیس بکریاں الگ الگ کرلیں تاکہ زکاۃ سے بچ سکیں تو زکاۃ سے بچنے کے لیے جمع شدہ بکریوں کو جدا کرنا جائز نہیں ہے، اور عامل کے لیے بھی جمع شدہ بکریوں کو زکاۃ زیادہ لینے کے لیے الگ الگ کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً دو آدمیوں کی چالیس، چالیس بکریاں ہیں جو وہ سارا سال جمع کر کے ایک ریوڑ کی صورت میں چراتے ہیں تو ان میں حولانِ حول پر ایک بکری زکاۃ آئے گی، لیکن عامل دونوں کی چالیس، چالیس بکریوں کو الگ الگ کر کے دو بکریاں زکاۃ میں لے جائے تو عامل کے لیے بھی ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

قولہٗ خشیة الصدقة۔ یعنی مالک مال زکاۃ کی زیادتی سے ڈرتے ہوئے اور عامل، زکاۃ کی کمی کی وجہ سے ایسے حیلے، بہانے نہ کریں۔

۳۵۔ بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ:

باب: اگر دو آدمی ساجھی ہوں تو زکوٰۃ کا خرچہ حساب سے برابر برابر ایک دوسرے سے لین دین کرلیں

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ: إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا. وَقَالَ سُفْيَانُ: لَا يَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً.

اور طاؤس اور عطاء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب دو شریکوں کے جانور الگ الگ ہوں، اپنے اپنے جانوروں کو پہچانتے ہوں تو ان کو اکٹھا نہ کریں اور سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہو سکتی کہ دونوں شریکوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں نہ ہو جائیں۔

قولہٗ وقال طاؤس وعطاء اذا علم الخلیطان أموالهما فلا یجمع مالهما۔ کیا زکاۃ میں خَلْطَہ کا اثر ہوتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح کیا نصاب میں بھی خلطہ کا اثر ہے یا نہیں، اس بارہ میں علماء کے تین قول ہیں، احناف کا قول یہ ہے کہ خلطہ کا کوئی اثر نہیں ہے نہ زکاۃ میں اور نہ ہی نصاب میں ان کا نصاب الگ الگ مقرر کیا جائے گا، اور الگ الگ ہی زکوٰۃ لی جائے گی، امام مالک کے نزدیک نصاب میں خلطہ کا دخل نہیں ہے زکاۃ میں ہے یعنی نصاب الگ الگ ہو گا اور زکاۃ میں دونوں کو اکٹھا کیا جائے گا، اور زکاۃ دونوں کی اکٹھی لی جائے گی، اور امام شافعی کے نزدیک خلطہ

کا اثر دونوں میں ہے، نصاب میں بھی اور زکاۃ میں بھی اور خلطہ کی تعریف یہ ہے کہ دو آدمیوں نے اپنا مال اکٹھا کرلیا ہو۔ دونوں کے مالوں کا راعی ایک ہو، مرعیٰ بھی ایک ہو اور ڈول اور فحل بھی ایک ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں مال والے مسلمان ہوں، ان شرطوں کے پائے جانے کے بعد امام شافعی کے نزدیک خلطہ کا اثر دونوں میں ہوگا نصاب میں بھی اور زکاۃ میں بھی، نصاب میں یوں کہ ایک کی بیس بکریاں ہیں اور دوسرے کی بھی بیس بکریاں ہیں تو دونوں مل کر چالیس ہو کر نصاب مکمل ہو جائے گا، تو زکاۃ میں بھی ایک مکمل بکری دینی پڑے گی، اسی طرح اگر ایک کی چالیس بکریاں ہیں اور دوسرے آدمی کی بھی چالیس بکریاں ہیں تو دونوں کی مل کر اسی (۸۰) بکریاں ہو جائیں گی۔ امام شافعی کے نزدیک ان میں ایک ہی بکری زکاۃ آئے گی۔

احناف کے ہاں خلطہ کا نصاب اور زکاۃ میں کوئی اثر نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اس کا اثر سونے چاندی میں اور کھیتی باڑی میں نہیں ہے، تو جانوروں میں بھی نہیں ہے، ابن حزم بھی اسی کا قائل ہے کہ کوئی اثر نہیں ہے، اور حدیث میں آنے والے لفظ "ما كان من خليطين فانهما يتراجعان بالسوية" سے مراد یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی کی تیس بکریاں ہوں اور دوسرے کی دس بکریاں ہوں، اور عامل دس والے کی بکریوں سے ایک بکری لے جائے، تو تیس والے کے تین حصے ہوں گے اور دس والے کا ایک حصہ ہوگا اور اس بکری کے جو عامل زکاۃ میں لے گیا ہے چار حصے کیے جائیں گے، تیس بکریوں والا تین حصے، دس والے کو دے گا، اور اگر عامل تیس والے کی بکریوں سے زکاۃ کی ایک بکری پکڑ کر لے گیا ہے تو دس بکریوں والا ایک حصہ اسے واپس کرے گا جو کہ چوتھا حصہ ہے۔

قولہ قال سفيان لا يجب حتى يتم۔ ان کا قول امام مالک کی طرح ہے، احناف کی طرح نہیں ہے، جبکہ سفیان کا قول مالک کی طرح ہے تو صورتِ مذکورہ میں ایک بکری زکاۃ میں دینا پڑے گی۔

١٤٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ، "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ".

ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرض زکوۃ میں وہی بات لکھی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی اس میں یہ بھی لکھوایا تھا کہ جب دو شریک ہوں تو وہ اپنا حساب برابر کرلیں۔

٣٦۔ بَابُ زَكَاةِ الإِبِلِ:

باب: اونٹوں کی زکوۃ کا بیان

ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں ابوبکر' ابوذر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں کی ہیں۔

اونٹوں کی زکاۃ کا نصاب

من	الی	مقدارِ زکاۃ
۵	۹	ایک بکری
۱۰	۱۴	دو بکریاں
۱۵	۱۹	تین بکریاں
۲۰	۲۴	چار بکریاں
۲۵	۳۵	بنت مخاض یعنی ایک سالہ اونٹنی
۳۶	۴۵	بنت لبون یعنی دو سالہ اونٹنی
۴۶	۶۰	حقہ یعنی تین سال کی اونٹنی
۶۱	۷۵	جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی
۷۶	۹۰	دو بنتِ لبون
۹۱	۱۲۰	دو حقہ

اور جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے تو اربعین اور خمسین کے حساب سے زکاۃ ادا کی جائے گی، یعنی اب ہر چالیس اونٹوں پر ایک بنتِ لبون اور ہر پچاس اونٹوں پر حقہ زکاۃ میں ادا کی جائے گی۔ لہٰذا جب کسی کے پاس ایک سو اکیس اونٹ ہوں تو ان میں تین بنتِ لبون ہوں گی، اور ایک سو تیس اونٹوں میں دو بنتِ لبون اور ایک حقہ زکاۃ آئے گی، اور ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے، اور ایک سو ساٹھ میں چار بنت لبون اور ایک سو اسی میں دو حقے اور دو بنت لبون اور دو سو اونٹوں میں پانچ بنتِ لبون یا چار حقے زکاۃ آئے گی۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ کیونکہ حدیث میں ہے: "فإذا زادت علی عشرین ومأة ففی کل اربعین بنتُ لبون وفی کل خمسین حقة" یعنی جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ زکاۃ ہوگی، جمہور علماء اسی کے قائل ہیں جبکہ حنفی ایک سو بیس اونٹوں سے زائد ہونے پر استیناف کے قائل ہیں اور ان کا قول حدیث مذکور کے خلاف ہے۔

۳۷۔ بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ:

باب: جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ زکوٰۃ میں ایک برس کی اونٹنی دینا ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

۱۴۵۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الإِبِلِ صَدَقَةُ الجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الجَذَعَةُ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ المُصَدِّقُ عِشْرِينَ

دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ".

ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس فرض زکوٰۃ کے ان فریضوں کے متعلق لکھا تھا جن کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ یہ کہ جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ جذعہ تک پہنچ جائے اور وہ جذعہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ حقہ ہو تو اس سے زکوٰۃ میں حقہ ہی لے لیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں گی' اگر ان کے دینے میں اسے آسانی ہو ورنہ بیس درہم لیے جائیں گے۔ (تاکہ حقہ کی کمی پوری ہو جائے) اور اگر کسی پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو اور حقہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ جذعہ ہو تو اس سے جذعہ ہی لے لیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور اگر کسی پر زکوٰۃ حقہ کے برابر واجب ہو گئی اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون لے لی جائے گی اور زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں یا بیس درہم ساتھ میں اور دینے پڑیں گے اور اگر کسی پر زکوٰۃ بنت لبون واجب ہو اور اس کے پاس حقہ ہو تو حقہ ہی اس سے لے لیا جائے گا اور اس صورت میں زکوٰۃ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زکوٰۃ دینے والے کو دے گا اور کسی کے پاس زکوٰۃ میں بنت لبون واجب ہوا اور بنت لبون اس کے پاس نہیں بلکہ بنت مخاض ہے تو اس سے بنت مخاض ہی لے لیا جائے گا۔ لیکن زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔



اس حدیث میں ترجمہ باب کے مطابق لفظ نہیں آئے، جبکہ اس کے قبل "باب العرض فی الزکاۃ" کے تحت آنے والی حدیث میں ترجمہ باب کا لفظ صراحت کے ساتھ آچکا ہے، لیکن بخاری اس حدیث کو یہاں نہیں لائے۔ تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو جائے کہ انقص چیز موجود نہ ہونے کی صورت میں صاحب مال سے اکمل چیز لی جاسکتی ہے۔

قولہ وعندہ بنت مخاض مخاض سے مراد دردِزہ والی، بعض نے کہا ہے کہ یہ ماخض کی جمع ہے تو بنت مخاض کا معنٰی ہوگا، حاملہ اونٹنیوں کی بنت، حالانکہ وہ بنت تو ایک اونٹنی کی ہوتی ہے، لیکن یہاں اس کی نسبت ساری اونٹنیوں کی طرف کر دی گئی ہے، کیونکہ عموماً اونٹنیوں کے حمل اور ولادت کا موسم ایک ہی ہوتا ہے۔



٣٨۔ بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ:

باب: بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

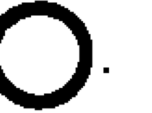
١٤٥٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ، "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ، "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللهُ بِهَا رَسُولَهُ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِي سِتًّا وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا".

ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ انصاری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو ان کو یہ پروانہ لکھ دیا۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے فرض قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔ اس لیے جو شخص مسلمانوں سے اس پروانہ کے مطابق زکوٰۃ مانگے تو مسلمانوں کو اسے دے دینا چاہیے اور اگر کوئی اس سے زیادہ مانگے تو ہرگز

نہ دے۔ چوبیس یا اس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری دینی ہوگی۔ (پانچ سے کم میں کچھ نہیں) لیکن جب اونٹوں کی تعداد پچیس تک پہنچ جائے تو پچیس سے پینتیس تک ایک ایک برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو مادہ ہوتی ہے۔ جب اونٹ کی تعداد چھتیس تک پہنچ جائے (تو چھتیس سے) پینتالیس تک دو برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھیالیس تک پہنچ جائے (تو چھیالیس سے) ساٹھ تک میں تین برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو جفتی کے قابل ہوتی ہے۔ جب تعداد اکسٹھ تک پہنچ جائے (تو اکسٹھ سے) پچھتر تک چار برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھہتر تک پہنچ جائے (تو چھہتر سے) نوے تک دو دو برس کی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی۔ جب تعداد اکیانوے تک پہنچ جائے تو (اکیانوے سے) ایک سو بیس تک تین تین برس کی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی جو جفتی کے قابل ہوں۔ پھر ایک سو بیس سے بھی تعداد آگے بڑھ جائے تو ہر چالیس پر دو برس کی اونٹنی واجب ہوگی اور ہر پچاس پر ایک تین برس کی۔ اور اگر کسی کے پاس چار اونٹ سے زیادہ نہیں تو اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی مگر جب ان کا مالک اپنی خوشی سے کچھ دے اور ان بکریوں کی زکوۃ جو (سال کے اکثر حصے جنگل یا میدان وغیرہ میں) چر کر گزارتی ہیں اگر ان کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی ہو تو (چالیس سے) ایک سو بیس تک ایک بکری واجب ہوگی اور جب ایک سو بیس سے تعداد بڑھ جائے (تو ایک سو بیس سے) سے دو سو تک دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اگر دو سو سے بھی تعداد بڑھ جائے تو (تو دو سو سے) تین سو تک تین بکریاں واجب ہوں گی اور جب تین سو سے بھی تعداد آگے نکل جائے تو اب ہر ایک سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔ اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی مگر اپنی خوشی سے مالک کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اور چاندی میں زکوۃ چالیسواں حصہ واجب ہوگی لیکن اگر کسی کے پاس ایک سو نوے (درہم) سے زیادہ نہیں ہیں تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی مگر خوشی سے کچھ اگر مالک دینا چاہیے تو اور بات ہے۔



قولہ ومن سئل فوقها فلا یعط۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ زائد کا سوال کرنے والے کو زکاۃ بالکل نہ دو، بلکہ خود ہی ادا کردو، کیونکہ زائد کا سوال کرنے والا خائن ہے، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ زائد نہ دو، جو زکاۃ بنتی ہے وہی ادا کرو، کیونکہ وہ عامل ہے اور عامل کو رد نہیں کیا جاسکتا۔



۳۹۔ بَابُ لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ:



باب: زکوۃ میں بوڑھا یا عیب دار یا نر جانور نہ لیا جائے گا مگر جب زکوۃ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے



١٤٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ، أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الصَّدَقَةَ الَّتِي أَمَرَ اللهُ

رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ".

ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام زکوٰۃ کے مطابق لکھا کہ زکوٰۃ میں بوڑھے، عیبی اور نر نہ لیے جائیں' البتہ اگر صدقہ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔

قولہٗ وَلَا ذاتُ عَوَارٍ۔ زکاۃ میں عیب والا جانور نہیں دینا چاہیے لیکن اگر عامل سمجھے کہ اگرچہ یہ جانور عیب ناک ہے لیکن غریبوں اور فقیروں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے تو عیب والا جانور لے سکتا ہے۔

۴۰۔بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ:

باب: بکری کا بچہ زکوٰۃ میں لینا

١٤٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. ح وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی اور انہیں زہری نے (دوسری سند) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق فرمایا تھا) قسم اللہ کی اگر یہ مجھے بکری کے ایک بچہ کو بھی دینے سے انکار کریں گے جسے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے اس انکار پر ان سے جہاد کروں گا۔

عناق سے مراد چھوٹی عمر کا بچہ ہے، کیا بچہ زکاۃ میں لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک اگر سب بچے ہی ہوں تو بچہ زکاۃ میں لیا جاسکتا ہے۔ اس پر اعتراض آتا ہے کہ زکاۃ وصول کرنے کے لیے حولانِ حول کی شرط ہے، اور سال گزرنے کے بعد وہ عناق نہیں رہیں گے، تو تمام کے تمام بچے کس طرح ہوسکتے ہیں، اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر بڑی بکریاں بچوں والی ہوں، اور بیماری پڑنے پر بڑی بکریاں مر جائیں تو ان کے بچے باقی رہ جائیں گے، اور احناف کے نزدیک حولانِ حول کی شرطِ اصل پر ہے، بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک عناق بھی بکری ہی ہے، اگر وہ صحتمند ہو تو زکاۃ میں اسے لیا جاسکتا ہے، یا "لو منعونی عناقًا" علی سبیل الفرض کہا گیا ہے کہ اگر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں ادنٰی چیز بھی ادا کرتا تھا اب اس کے ادا کرنے سے انکار کرے گا تو اس سے زبردستی ادنٰی چیز بھی زکاۃ میں لی جائے گی۔

باب زکاۃ الغنم

من	الی	مقدارِ زکاۃ
۴۰	۱۲۰	ایک بکری زکاۃ آئے گی
۱۲۱	۲۰۰	دو بکریاں
۲۰۱	۳۹۹	تین بکریاں
۴۰۰	۴۹۹	چار بکریاں

اسی طرح ہر سو (۱۰۰) پر ایک بکری زکاۃ آئے گی۔

۱۴۵۷: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ".

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں تھی جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لیے «شرح صدر» عطا فرمایا تھا اور پھر میں نے بھی یہی سمجھا کہ فیصلہ انہیں کا حق تھا۔

۴۱۔بَابُ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ:

باب: زکوٰۃ میں لوگوں کے عمدہ اور چھٹے ہوئے مال نہ لیے جائیں گے



۱۴۵۸: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ، قَالَ: إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ".

ہم سے امیہ بن بسطام نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زید بن زریع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے روح بن قاسم نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن امیہ نے' ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے' ان سے ابومعبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ دیکھو! تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب (عیسائی یہودی) ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں (یعنی اسلام قبول کرلیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب



وہ اسے بھی ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہوں گے) اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر۔ البتہ ان کی عمدہ چیزیں (زکوٰۃ کے طور پر لینے سے) پرہیز کرنا۔

۴۲۔ بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ:

باب: پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں

۱۴۵۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ".

ہم عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ مازنی نے' انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔



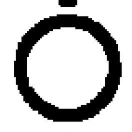
۴۳۔ بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ:

باب: گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

شرح بخاری

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ وَيُقَالُ: جُؤَارٌ تَجْأَرُونَ تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

اور ابو حمید ساعدی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں (قیامت کے دن اس حال میں) وہ شخص دکھلا دوں گا جو اللہ کی بارگاہ میں گائے کے ساتھ اس طرح آئے گا کہ وہ گائے بولتی ہوئی ہو گی۔ (سورۃ مومنون میں لفظ) «جؤار» («خوار» کے ہم معنی) «تجأرون» (اس وقت کہتے ہیں جب) اس طرح لوگ اپنی آواز بلند کریں جیسے گائے بولتی ہے۔





۱۴۶۰: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَوْ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ أَوْ كَمَا حَلَفَ، مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ



عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ". رَوَاهُ بُكَيْرٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے معرور بن سوید سے بیان کیا' ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا تھا اور آپ ﷺ فرمارہے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اس طرح کھائی) اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یا جن الفاظ کے ساتھ بھی آپ نے قسم کھائی ہو (اس تاکید کے بعد فرمایا) کوئی بھی ایسا شخص جس کے پاس اونٹ گائے یا بکری ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اسے لایا جائے گا۔ دنیا سے زیادہ بڑی اور موٹی تازہ کر کے۔ پھر وہ اپنے مالک کو اپنے کھروں سے روندے گی اور سینگ مارے گی۔ جب آخری جانور اس پر سے گزر جائے گا تو پہلا جانور پھر لوٹ کر آئے گا۔ (اور اسے اپنے سینگ مارے گا اور کھروں سے روندے گا) اس وقت تک (یہ سلسلہ برابر قائم رہے گا) جب تک لوگوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ اس حدیث کو بکیر بن عبداللہ نے ابوصالح سے روایت کیا ہے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ باب اپنے رشتہ داروں کو زکوۃ دینا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زینب کے حق میں فرمایا جو عبداللہ بن مسعود کی بیوی تھی) اس کو دو گنا ثواب ملے گا' ناطہ جوڑنے اور صدقے کا۔



گائیوں کی زکاۃ کے بارہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ترمذی، اور ابوداؤد میں آتی ہے جس میں گائیوں کی زکاۃ کے نصاب کا بھی ذکر ہے جو بایں لفظ مروی ہے: "عن معاذ أن النبي ﷺ لما وجهه إلي اليمن أمره أن يأخذ من البقر من كل ثلاثين تبيعاً أو تبيعة ومن كل أربعين مسنة"[1] تبیع ایک سال کے بچھڑے کو اور مسنہ دو سال کے بچھڑے کو کہتے ہیں۔ لیکن یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے وہ اسے اپنی صحیح میں نہیں لائے حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ تواتر سے آئی ہے، اس لیے ابن حزم رحمہ اللہ بھی جو کہ پہلے اس بات کے قائل تھے کہ گائیوں کی زکاۃ اونٹوں کی طرح ہے اور ان پر اونٹوں کا حکم لگاتے تھے، بعد میں وہ بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح تیس گائیوں میں تبیع اور چالیس میں مسنہ ادا کرنے کے قائل ہو گئے تھے[2]۔

[1] جامع ترمذی ۶۲۳، سنن ابی داود ۱۵۷۶۔

[2] گائیوں کی زکاۃ کا نصاب:

گائیوں کی زکاۃ کا نصاب	من	الیٰ
تبیع یا تبیعہ (ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی)	۳۰	۳۹
مسنہ، دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی	۴۰	۵۹
دو تبیعہ	۶۰	۶۹



ہر تیس گائیوں میں ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ آئے گا، لہٰذا پچاس میں مسنہ آئے گا اور ستر میں ایک تبیع اور ایک مسنہ آئے گا اور سو گائیوں میں دو تبیع اور ایک مسنہ آئے گا اور ایک سو بیس گائیوں میں چار تبیع یا تین مسنہ زکوٰۃ آئے گی۔

۴۴۔بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الأَقَارِبِ:

باب: اپنے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زینب کے حق میں فرمایا جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی) اس کو دو گنا ثواب ملے گا' ناطہ جوڑنے اور صدقے کا۔

١٤٦١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ سورة آل عمران آية ٩٢، قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ سورة آل عمران آية ٩٢ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ: وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الأَقْرَبِينَ. فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ". تَابَعَهُ رَوْحٌ، وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَإِسْمَاعِيلُ، عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے' کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے۔ اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسند انہیں بیرحاء کا باغ تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی «لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون» یعنی تم نیکی کو اس وقت

تک نہیں پاسکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ اور مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے خیرات کرتا ہوں۔ اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔ اللہ کے حکم سے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں اسے استعمال کیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' خوب! یہ تو بڑا ہی آمدنی کا مال ہے۔ یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے۔ اور جو بات تم نے کہی میں نے وہ سن لی۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو دے ڈالو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ عبداللہ بن یوسف کے ساتھ اس روایت کی متابعت روح نے کی ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے مالک کے واسطہ سے («رابح» کے بجائے) «رائح» نقل کیا ہے۔



اپنے محتاج رشتہ داروں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ احناف کے نزدیک زکاۃ اپنے اصول اور فروع پر خرچ نہیں ہوسکتی، حدیث میں مطلق صدقہ کا ذکر ہے، صدقہ واجبہ کا ذکر نہیں ہے، اور اصول و فروع میں فرق کی بھی کوئی روایت نہیں ہے، ہاں جن افراد کا زکاۃ دینے والے پر نفقہ اور خرچہ واجب ہے انہیں زکاۃ نہیں دے سکتا، کیونکہ انہیں زکاۃ دینا ایسے ہے جیسے اپنے آپ پر ہی زکاۃ خرچ کر رہا ہے، لیکن اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے ماں، باپ پر خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہاں اگر زکاۃ کا مال ساتھ ملالوں تو کافی ہوسکتا ہے تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ اسے جائز سمجھتے ہیں، حافظ نے کہا ہے کہ ماں پر زکاۃ کا مال خرچ نہ کرنے پر اتفاق ہے باقیوں کے بارہ میں اختلاف ہے، لیکن جن کا نفقہ اور خرچہ اس کے ذمہ ہو ان پر مالِ زکاۃ خرچ نہیں کرنا چاہیے۔

١٤٦٢: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوا، فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ، فَقُلْنَ: وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ: هَذِهِ زَيْنَبُ، فَقَالَ: أَيُّ الزَّيَانِبِ، فَقِيلَ: امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: نَعَمْ ائْذَنُوا لَهَا، فَأُذِنَ لَهَا، قَالَتْ: يَا



نَبِيَّ اللهِ إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ".

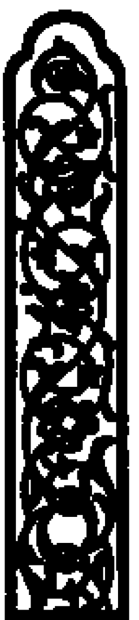
ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی' انہیں عیاض بن عبداللہ نے' اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ فرمایا: لوگو! صدقہ دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں بکثرت تم ہی کو دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس لیے کہ تم لعن وطعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو کار آزمودہ مرد کی عقل کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیتی ہو۔ ہاں اے عورتو! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر پہنچے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کون سی زینب (کیونکہ زینب نام کی بہت سی عورتیں تھیں) کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا انہیں اجازت دے دو' چنانچہ اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا تھا۔ اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن (میرے خاوند) ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے لڑکے اس کے ان (مسکینوں) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحیح کہا۔ تمہارے شوہر اور تمہارے لڑکے اس صدقہ کے ان سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں تم صدقہ کے طور پر دو گی۔ (معلوم ہوا کہ اقارب اگر محتاج ہوں تو صدقہ کے اولین مستحق وہی ہیں)۔



۴۵۔بَابٌ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ:

باب: مسلمان پر اس کے گھوڑوں کی زکوٰۃ دینا ضروری نہیں ہے

١٤٦٣: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ".



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم

سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے سلیمان بن یسار سے سنا' ان سے عراک بن مالک نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

کسی شخص کے پاس گھوڑے سواری کے لیے ہیں تو احناف وغیرہ سب کے نزدیک ان میں زکاۃ نہیں ہے، اور اگر گھوڑے تجارت کے لیے ہیں تو ان میں سب کے نزدیک زکاۃ ہے۔ اور اگر تناسل کے لیے ہوں تو حنفی کہتے ہیں ان میں زکاۃ آئے گی، باقی کہتے ہیں کہ ان میں زکاۃ نہیں ہے، بعض لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ ہمارے گھوڑوں سے زکاۃ لیا کریں، آپ نے فرمایا گھوڑوں میں زکاۃ فرض نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا ہم دینا چاہتے ہیں تو آپ نے وصول کرلی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں پر زکاۃ فرض نہیں ہے، اگر کوئی شخص دینا چاہے تو لی جاسکتی ہے۔ احناف کے ہاں گھوڑوں کی زکاۃ گائیوں اور بکریوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ گھوڑوں کی قیمت لگا کر اس کا رُبع عشر نکالا جائے گا، یا ہر ایک سے ایک دینار دیدے۔

۴۶۔ بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ:

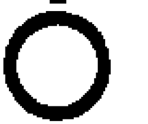
باب: مسلمان کو اپنے غلام (لونڈی) کی زکوٰۃ دینی ضروری نہیں ہے



١٤٦٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے خثیم بن عراک بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے (دوسری سند) اور ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خثیم بن عراک بن مالک نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر نہ اس کے غلام میں زکوٰۃ فرض ہے اور نہ گھوڑے میں۔

اگر غلام تجارت کے لیے ہوں تو ان کی مالیت میں زکاۃ آئے گی، اور اگر خدمت کے لیے ہوں تو ان کی زکاۃ نہیں ہے ہاں ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا۔



۴۷۔ بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى:

باب: یتیموں پر صدقہ کرنا بڑا ثواب ہے

١٤٦٥: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ،

حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فَقَالَ: إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقِيلَ لَهُ: مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ، فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ، فَقَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ ؟ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ: إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ، أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ، وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ، وَالْيَتِيمَ، وَابْنَ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ہشام دستوائی نے 'یحیٰ سے بیان کیا۔ ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا' اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی خوشحالی اور اس کی زیبائش و آرائش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا اچھائی برائی پیدا کرے گی؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اس لیے اس شخص سے کہا جانے لگا کہ کیا بات تھی۔ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات پوچھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ صاف کیا (جو وحی نازل ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے لگتا تھا) پھر پوچھا کہ سوال کرنے والے صاحب کہاں ہیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے (سوال کی) تعریف کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھائی برائی نہیں پیدا کرتی (مگر بے موقع استعمال سے برائی پیدا ہوتی ہے) کیونکہ موسم بہار میں بعض ایسی گھاس بھی اگتی ہیں جو جان لیوا یا تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بچ جاتا ہے کہ خوب چرتا ہے اور جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی طرف رخ کر کے پاخانہ پیشاب کر دیتا ہے اور پھر چرتا ہے۔ اسی طرح یہ مال و دولت بھی ایک خوشگوار سبزہ زار ہے۔ اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین' یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔ یا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ ہاں اگر کوئی شخص زکوٰۃ حقدار ہونے کے بغیر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور قیامت کے دن یہ مال اس کے خلاف گواہ ہو گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیم بھی زکاۃ کا مصرف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ یتیم زکاۃ کا مصرف نہیں ہے۔ کیونکہ یتیم بعض دفعہ بڑا مالدار ہوتا ہے جیسا کہ یتیم اگر دولت مند آدمی کا یا حکمران کا بیٹا ہو تو اس کے باپ کے مرنے کے بعد اسے بہت سامال وراثت میں مل جاتا ہے، لہٰذا یتیم زکاۃ کا مصرف نہیں ہونا چاہیے، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یتیم زکاۃ کا مصرف ہے، لیکن قرآنِ کریم میں یتیم کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں فقراء اور مساکین کا ذکر ہے۔ اگر یتیم بھی فقیر یا مسکین کا مصداق بن جائے تو مصرف بن سکتا ہے، ورنہ یہ نیا مصرف ہو گا جس کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ہے، بعض کے نزدیک اگرچہ یتیم بالفعل مسکین نہیں ہے، لیکن وہ محنت و مشقت کر کے کچھ کماتا نہیں ہے، اور اسے ورثے میں جو مال ملتا ہے اس کے ختم ہو جانے کا مظنہ ہوتا ہے لہٰذا وہ بالقوہ مسکین ہے اس لیے اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے مال کو خرچ کرتے ہوئے اس کے ختم ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

قولہ إنه لا یاتی الخیر بالشر۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرے کا اظہار کیا کہ دنیا کی خوشحالی اور اس کی زیب و زینت امت کے لیے کہیں فتنہ کا باعث نہ بن جائے، اس پر ایک آدمی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول، اللہ تعالیٰ نے مال کو خیر کہا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "كتب عليكم إذا حضر أحد كم الموت إن ترك خيرا الوصية"[1] لہٰذا خیر سے شر کیسے پیدا ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب مال کو جمع کرنے اور خرچ کرنے کا طریقہ صحیح ہو تو مال خیر ہوتا ہے، ورنہ خیر نہیں ہوتا، دوسرا یہ کہ اگرچہ مال خیر ہے لیکن جب اس کا مصرف صحیح نہ ہو تو مال شر ہو جائے گا، یعنی شر، طریق شر سے پیدا ہوتی ہے، مال سے نہیں، مال تو مفید چیز ہے۔

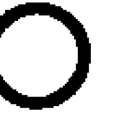


۴۸۔ بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ:

باب: عورت کا خود اپنے شوہر کو یا اپنی زیر تربیت یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینا

قَالَهُ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔



١٤٦٦: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ ح فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً، قَالَتْ: "كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ، وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا، قَالَ: فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللهِ: سَلْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



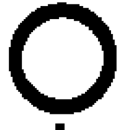
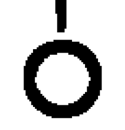


[1] البقرہ: ۱۸۰

أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ: سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا: سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: مَنْ هُمَا؟، قَالَ: زَيْنَبُ، قَالَ: أَيُّ الزَّيَانِبِ؟، قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ".

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے شقیق نے' ان سے عمرو بن الحارث نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا نے۔ (اعمش نے) کہا کہ میں نے اس حدیث کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا۔ تو انہوں نے بھی مجھ سے ابوعبیدہ سے بیان کیا۔ ان سے عمرو بن حارث نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب نے' بالکل اسی طرح حدیث بیان کی (جس طرح شقیق نے کی کہ) زینب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے 'صدقہ کرو' خواہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔ اور زینب اپنا صدقہ اپنے شوہر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند یتیموں پر بھی جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھ سے کفایت کرے گا جو میں آپ پر اور ان چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری سپردگی میں ہیں۔ لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو۔ آخر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا۔ جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں۔ (جو زینب ابومسعود انصاری کی بیوی تھیں) پھر ہمارے سامنے سے بلال گذرے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر تحویل چند یتیم بچوں پر خرچ کر دوں۔ ہم نے بلال سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔ وہ اندر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریافت کرتی ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون سی زینب؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! بیشک درست ہے۔ اور انہیں دو گنا ثواب ملے گا۔ ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔




کسی عورت کا خاوند اگر فقیر ہو یا اس کی پرورش میں یتیم بچے ہوں اگرچہ اپنے ہی ہوں تو کیا وہ اپنے مال کی زکاۃ ان پر خرچ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ اس پر ان کا نان ونفقہ واجب نہیں ہے لیکن وہ حقدار اور فقیر ہوں تو ان پر خرچ کر سکتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں آنے والا صدقہ کا لفظ عام ہے، جو فقیر خاوند اور یتیم بچوں کو بھی شامل ہے۔

١٤٦٧: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِي أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟، فَقَالَ: أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ".

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدہ نے، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، ان سے زینب بنت ام سلمہ نے، ان سے ام سلمہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر میں ابوسلمہ (اپنے پہلے خاوند) کے بیٹوں پر خرچ کروں تو درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان پر خرچ کر۔ تو جو کچھ بھی ان پر خرچ کرے گی اس کا ثواب تجھ کو ملے گا۔

۴۹- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَفِي الرِّقَابِ}، {وَفِي سَبِيلِ اللهِ}:



باب: اللہ تعالیٰ کے فرمان (زکوٰۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے کہ زکوٰۃ) غلام آزاد کرانے میں، مقروضوں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں خرچ کی جائے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ، وَقَالَ الْحَسَنُ إِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَازَ وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِينَ، وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ تَلَا إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الْآيَةَ فِي أَيِّهَا أَعْطَيْتَ أَجْزَأَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے غلام آزاد کر سکتا ہے اور حج کے لیے دے سکتا ہے۔ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کوئی زکوٰۃ کے مال سے اپنے آپ کو جو غلام ہو خرید کر آزاد کر دے تو جائز ہے۔ اور مجاہدین کے اخراجات کے لیے بھی زکوٰۃ دی جائے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے جس نے حج نہ کیا ہو۔ (تاکہ اس امداد سے حج کر سکے) پھر انہوں نے سورۃ التوبہ کی آیت «إنما الصدقات للفقراء» آخر تک کی تلاوت کی اور کہا کہ (آیت میں بیان شدہ تمام مصارف زکوٰۃ میں سے) جس کو بھی زکوٰۃ دی جائے کافی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کر دی ہیں۔ ابولاس (زیادہ خزاعی صحابی) رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زکوٰۃ کے اونٹوں پر سوار کر کے



حج کرایا۔

قولہٗ یعتق من زکاۃ مالہ چونکہ "فی الرقاب" میں "فی" کا لفظ آیا ہے اس لیے اکثر علماء کے نزدیک مالِ زکوۃ سے غلام کو خرید کر اسے آزاد کیا جاسکتا ہے۔ احناف کے نزدیک تملیک ضروری ہے، حالانکہ اگر یہاں لام ہوتا تو تملیک کا معنی ہوسکتا تھا، جبکہ یہاں "فِیْ" کا لفظ آیا ہے۔ اور "فِیْ" تملیک کے لیے نہیں بلکہ ظرفیت کے لیے ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ مالِ زکوۃ سے غلام آزاد کرانے کے قائل ہیں، حنفی کہتے ہیں کہ مکاتب کو مال زکاۃ دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں تملیک ہو جاتی ہے، غیر مکاتب کو خریدنے سے تملیک نہیں پائی جاتی۔

قولہٗ وفی سبیل اللہ[1]۔ یہاں بھی لفظ "فِیْ" آیا ہے، احناف کے نزدیک اس سے مراد منقطع الغزاۃ ہیں، یعنی وہ لوگ

---

[1] مصارفِ زکوٰۃ آٹھ ہیں جن میں زکاۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے، اور وہ آٹھ قسمیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ذکر ہیں: "إنما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ واللہ علیم حکیم" (التوبۃ:۶۰)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے حقداروں کو معین کردیا ہے لیکن انہیں کس قدر مال زکاۃ میں سے دیا جائے اس مقدار کو معین نہیں کیا، اور کبھی اللہ تعالیٰ مستحقین اور مقدار دونوں کو معین کردیتے ہیں جیسا کہ فرائض اور اہل فرائض ہیں، اور کبھی نہ مستحق کو معین کرتے ہیں اور نہ مقدار کو، جیسا کہ ہدیہ اور تحفہ ہے۔ مصارف زکاۃ میں ذکر ہونے والے فقراء سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس کچھ نہ ہو یا اس قدر ہو جو ان کے لیے کافی نہ ہو۔

اور مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی کفالت کے لیے پورا مال نہ ہو بلکہ نصف ہو یا اس سے کچھ زائد، اور عاملین سے مراد مالِ زکاۃ وصول کرکے لانے والے یا اس کی حفاظت کرنے والے یا اسے حقداروں پر تقسیم کرنے والے لوگ مراد ہیں، اگر اسلامی حکومت کی طرف سے تنخواہ یا وظیفہ مقرر ہو تو انہیں زکاۃ سے نہیں دیا جائے گا، لیکن اگر یہ لوگ محتاج ہوں تو انہیں مالِ زکاۃ میں سے دیا جائے گا۔

چوتھی قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جنہیں تالیفِ قلبی کے لیے دیا جائے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، اور وہ اپنی قوم کے سردار ہوں جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا ان کی شر سے بچنا مقصود ہو، یا مالِ زکاۃ دے کر انہیں اپنے ایمان و اسلام پر پختہ اور مضبوط کرنا مقصود ہو، لہٰذا انہیں اس قدر دیا جاسکتا ہے جس سے مقصد حاصل ہو جائے۔

پانچواں مصرف غلام یا مکاتب غلام ہیں جو اپنے آپ کو مالکوں سے آزاد کرانا چاہتے ہیں تو انہیں مالِ زکوۃ دے کر آزاد کرایا جاسکتا ہے، اور اس میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جو جنگوں کی وجہ سے کافروں کے ہاں قیدی ہیں مالِ زکاۃ سے فدیہ دے کر انہیں بھی رہا کرایا جاسکتا ہے۔

چھٹا مصرف غارمون ہیں اور غارم سے مراد وہ شخص ہے جس پر قرضہ ہو، اور مقروض دو قسم پر ہیں، ایک وہ جو لوگوں کی صلح کراتے ہوئے مقروض ہوگئے ہیں اور ان پر چٹی پڑگئی ہے تو انہیں مالِ زکوۃ میں سے اس قدر دیا جائے گا جس سے وہ اپنا تاوان اتار سکیں، اگرچہ وہ مالدار ہوں تاکہ ان کے احسان کا یہ مال شکرانہ ہوسکے، دوسرا وہ شخص جس نے اپنی کسی جائز ضرورت کے لیے قرضہ لیا ہو لیکن اب اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہو۔ مگر جو شخص حرام کام کے لیے قرض لے اُسے مالِ زکوۃ نہیں دیا جائے

گا۔ ساتواں مصرف "فی سبیل اللہ" ہے، اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ کے لیے جہاد کرنے والے لوگ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے والے لوگ بھی اس میں داخل ہیں، ان لوگوں کو مالِ زکاۃ دیا جاسکتا ہے جبکہ اسلامی حکومت کی طرف سے ان کا وظیفہ مقرر نہ ہو، یا وظیفہ مقرر ہو لیکن وہ ان کی ضروریات کے لیے کافی نہ ہو۔

آٹھواں مصرف "ابن سبیل" ہے اور اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کا سفر خرچ ختم ہو چکا ہو، اور وہ اپنے گھر نہ پہنچ سکتا ہو اگرچہ اس کا شمار اغنیاء میں ہوتا ہو اسے مالِ زکاۃ میں سے بقدرِ ضرورت دیا جاسکتا ہے، مالِ زکاۃ ان آٹھ مصارف کے علاوہ کسی دیگر مصرف میں استعمال نہیں ہوسکتا، اور زکاۃ دھندہ کو چاہیے کہ وہ ان مصارف میں سے زکاۃ دینے میں زیادہ حاجت مند سے آغاز کرے۔

زکاۃ، کسی ایک مصرف میں بھی صرف کی جاسکتی ہے بلکہ کسی ایک شخص کو بھی دی جاسکتی ہے جبکہ وہ زکاۃ کا حقدار ہو اور اگر زکاۃ کا مال زیادہ ہو تو اسے تمام مصارف پر تقسیم کرنا مستحب ہے، جس شخص کی ماہانہ آمدن کم ہو لیکن اس کے ماہوار اخراجات زیادہ ہوں تو اسے اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے زکاۃ میں سے بقدر ضرورت دیا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کو زکاۃ کا حق دار سمجھتے ہوئے اپنی زکاۃ اسے دیدے، اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ اس کا حقدار نہیں ہے تو اس کی زکاۃ ادا ہو جائے گی اور اس کا اجر وثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔

مالِ زکاۃ جلد از جلد حقداروں تک پہنچا دینا چاہیے، اور اسے بڑھانے کے لیے اس میں تجارت کی غرض سے تاخیر نہیں کرنی چاہیے، اور اگر فقراء کے ماہانہ وظائف کی ادائیگی کی مصلحت پیش نظر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور زکاۃ کے علاوہ دیگر اموال میں تجارت کی جاسکتی ہے اور انہیں نیکی کے کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے جو شخص فریضہ حج ادا کرنا چاہتا ہو اور اس کے پاس کافی مال نہ ہو تو اسے زکاۃ دی جاسکتی ہے اسی طرح مسلمان قیدیوں کو دشمنوں سے چھڑانے کے لیے بھی زکاۃ صَرف کی جاسکتی ہے، اور جو مسلمان عصمت وعفت کی خاطر نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن وہ فقیر اور محتاج ہو تو مالِ زکاۃ سے اس کا تعاون کیا جاسکتا ہے اسی طرح کسی مرنے والے مسلمان کا قرضہ اتارنے کے لیے بھی زکاۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

جو شخص کمانے پر قادر ہو لیکن وہ علمِ دین سیکھنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے ہو تو اسے بھی زکاۃ دی جاسکتی ہے، کیونکہ علم شریعت کا سیکھنا بھی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

رشتہ دار فقراء کو زکاۃ دینا بھی سنت سے ثابت ہے، جن کا نان ونفقہ اور خرچ زکاۃ دھندہ پر لازم نہ ہو، لہٰذا ضرورتمند اور محتاج بھائی، بہنوں کو اور حقدار چچوں اور پھوپھیوں اور محتاج ماموں اور ماسیوں وغیرہ کو زکاۃ دی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ غریب کو دینا صدقہ ہے لیکن رشتہ دار غریب کو دینا صدقہ اور صلہ رحمی ہے۔ ماں، باپ یا اولاد میں سے کسی پر قرضہ یا دیت کی ادائیگی ہو اور وہ فقیر اور محتاج ہو تو مالِ زکاۃ سے اس کا قرضہ یا دیت ادا کی جاسکتی ہے۔ بیوی پر قرض یا کفارہ ہو اور وہ ادا کرنے سے قاصر ہو تو خاوند اپنے مالِ زکاۃ سے اسے بقدر ضرورت دے سکتا ہے اسی طرح اگر خاوند زکاۃ کا مستحق ہو تو بیوی اپنی زکاۃ خاوند کو دے سکتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول میں صدقہ دینا چاہتی ہوں، اور میرے خاوند نے کہا ہے کہ وہ اور اس کی اولاد اس کے زیادہ مستحق ہیں تو کیا میں اپنے خاوند اور اس کی اولاد کو یہ صدقہ دے سکتی ہوں، تو آپ نے فرمایا تیرا خاوند سچ کہتا ہے تیرا خاوند

جنہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے وقف کر دیا ہو، خواہ وہ فقیر ہوں یا نہ ہوں، لہٰذا ان کے لیے فقر شرط نہیں ہے، بعض علماء نے "فی سبیل اللہ" میں حج کو بھی داخل کیا ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے "ویذکر عن ابن عباس یعتق من زکاۃ مالہ ویعطی فی الحج"

قولہٗ ویذکر عن أبی لاس۔ اس کے نام میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ زیاد نام ہے اور بعض کے نزدیک اس کا نام عبداللہ بن عنمۃ ہے، یہ صحابی ہے اور اس سے دو احادیث مروی ہیں۔

قولہ حملنا النبی ﷺ علی ابل الصدقۃ للحج۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض نے کہا ہے کہ "فی سبیل اللہ" کے مصرف میں حج بھی داخل ہے لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے فقیر ہونے کی وجہ سے انہیں اونٹ پر سوار کیا ہو، اور فقراء زکاۃ کا مصرف ہیں، لہٰذا فی سبیل اللہ میں داخل سمجھ کر نہیں دیا۔

١٤٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ، فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللهُ وَرَسُولُهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ

اور تیری اولاد اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ (بخاری: ۱۴۶۲۔۱۴۶۶) و (مسلم (۴۵) ۱۰۰۰)۔

وہ لوگ جو زکاۃ لینے کے حق دار نہیں ہیں ان میں ایک بنو ہاشم اور ان کی اولاد ہے نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "ان الصدقۃ لا تنبغی لأل محمد انما ھي أوساخ الناس" (صحیح مسلم: ۱۰۷۲)

اور نہ ہی کافر کو زکاۃ دی جاسکتی ہے ہاں تالیف قلبی کے لیے ہو تو جائز ہے، اور نہ ہی غلام کو ہاں مکاتب ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح غنی اور مالدار بھی زکاۃ کا حق دار نہیں ہے، ہاں عاملین اور مولفۃ القلوب اور مجاہدین فی سبیل اللہ اور مسافر نیز غارمین اس سے مستثنیٰ ہیں۔

زکاۃ وصول کرنے والے کو چاہیے کہ وہ زکاۃ دہندہ کے لیے دعاء کرے۔ اور سنت سے ثابت ہے کہ اللھم صل علیھم کہے (بخاری: ۴۱۶۶) یا اللھم صل علی أل فلانٍ کہتے (بخاری: ۱۴۹۷) یا اللھم بارك فیه وفی ابلہ سے دعا دے۔ (نسائی: ۲۴۵۸)

زکاۃ دھندہ اگر جانتا ہو کہ فلاں شخص زکاۃ کا حق دار ہے اور وہ مالِ زکاۃ قبول کر لیتا ہے تو اسے بتائے بغیر زکاۃ دی جاسکتی ہے۔ اور اگر اسے جانتا نہ ہو یا جانتا ہو کہ وہ مالِ زکاۃ قبول نہیں کرتا تو اسے بتا دینا چاہیے کہ یہ مالِ زکاۃ ہے وہ قبول کرے یا نہ کرے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ان تبدوا الصدقٰتِ فنعما ھي وإن تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم من سیئاتکم واللہ بما تعملون خبیر"

اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم انہیں چھپا کر حاجت مندوں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے۔

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا" تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: عَنْ أَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا، وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: حُدِّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے اعرج سے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل یہ شکر نہیں کرتا کہ کل تک وہ فقیر تھا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کی دعا کی برکت سے اسے مالدار بنا دیا۔ باقی رہے خالد' تو ان پر تم لوگ ظلم کرتے ہو۔ انہوں نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔ اور عباس بن عبدالمطلب' تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اور ان کی زکوٰۃ انہی پر صدقہ ہے۔ اور اتنا ہی اور انہیں میری طرف سے دینا ہے۔ اس روایت کی متابعت ابوالزناد نے اپنے والد سے کی اور ابن اسحاق نے ابوالزناد سے یہ الفاظ بیان کیے۔ «ھی علیه و مثلھا معھا» (صدقہ کے لفظ کے بغیر) اور ابن جریج نے کہا کہ مجھ سے اعرج سے اسی طرح یہ حدیث بیان کی گئی۔



٥٠- بَابُ الِاسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ:

باب: سوال سے بچنے کا بیان

١٤٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، إِنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے' ابن شہاب سے خبر دی' انہیں عطاء بن یزید لیثی نے اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیا۔ پھر انہوں نے سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دیا۔ یہاں تک کہ جو مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس جو مال و دولت ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ مگر جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ ہی رکھتا ہے۔ اور جو شخص بے نیازی برتتا



ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بھی صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے صبر واستقلال دے دیتا ہے۔ اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی۔ (صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)۔

احناف کے ہاں ایک غناء وہ ہے جس کی وجہ سے انسان پر زکاۃ دینا فرض ہو جاتا ہے اور یہ تب ہے جبکہ مالدار کا مال نصاب کو پہنچ جائے اور حولانِ حول بھی پایا جائے تو اس پر زکاۃ فرض ہو جاتی ہے، اور ایک غناء ایسی ہے جس کی وجہ سے اس پر زکاۃ لینا منع ہو جاتا ہے اور یہ تب ہے جبکہ اس کا مال نصاب کو پہنچ جائے لیکن حولانِ حول کی شرط نہ پائی جائے تو اس پر زکاۃ فرض نہیں لیکن اس کے لیے زکاۃ لینا منع ہے۔ کیونکہ صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے وہ غنی ہو گیا ہے۔

اور ایک غناء وہ ہے جس کی وجہ سے اس پر سوال کرنا منع ہو جاتا ہے اور یہ تب ہے جبکہ اس کے پاس بقدرِ ضرورت درہم و دینار یا روپے، پیسے ہوں، تو ایسا شخص کسی سے سوال نہ کرے، اور بقدرِ ضرورت یا بقدرِ گزران سے مراد پچاس درہم ہیں بعض کہتے ہیں کہ چالیس درہم مراد ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس کے پاس غداء اور عشاء یعنی صبح وشام کا کھانا موجود ہو، یہ ایک آدمی کے لیے کافی ہے، اور اگر وہ شخص اہل وعیال والا ہو تو چالیس یا پچاس درہم کافی ہوتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ غناء سے مراد یہ ہے کہ جس سے اس کی ضرورت پوری ہو۔ لہٰذا بقدر گزران کی حد معین نہیں ہو سکتی۔

احناف کا یہ کہنا کہ صاحبِ نصاب زکاۃ نہیں لے سکتا، یہ بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ محتاج ہو تو زکاۃ لے سکتا ہے، اسی طرح عامل اگرچہ غنی ہو وہ بھی لے سکتا ہے، ایسے ہی مجاہد فی سبیل اللہ اور مسافر بھی زکاۃ لے سکتے ہیں، اگرچہ صاحب نصاب ہوں، اسی طرح غلام بھی تاوان اٹھانے کی وجہ سے زکاۃ لے سکتا ہے اگرچہ صاحب نصاب ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف فقر کی وجہ سے ہی زکاۃ لی جا سکتی ہے۔ اس طرح تو صرف فقراء ہی زکاۃ کا مصرف بنیں گے پھر آٹھ مصارف ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی، جو لوگ فقر کی وجہ سے ہی زکاۃ لینا جائز سمجھتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ "تؤخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم"[1] حالانکہ یہ اکثریت پر محمول ہے کیونکہ اکثر زکاۃ کا مصرف فقراء بنتے ہیں اس لیے اس حدیث میں صرف فقراء کو ذکر کیا گیا ہے، ورنہ مصارف زکاۃ آٹھ ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ عنقریب کم الغنی کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "ولا یجد غنی یغنیه"[2] لا رہے ہیں۔

قولہ فلن أدخرہ عنکم یعنی ان لوگوں کے لیے سوال کرنا منع ہے لیکن اگر وہ ضرورت مند ہوں تو انہیں مالِ زکوۃ میں سے دیا جا سکتا ہے۔ سوال کرنا تو منع ہے لیکن ضرورت کے لیے انہیں زکاۃ دینا جائز ہے۔

---

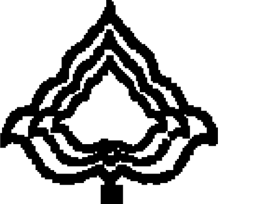
① صحیح بخاری: ۱۳۹۵

② صحیح بخاری: ۱۴۷۹

١٤٧٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی' انہیں ابوالزناد نے' انہیں اعرج نے' انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا بوجھ باندھ کر اپنی پیٹھ پر جنگل سے اٹھا لائے (پھر انہیں بازار میں بیچ کر اپنا رزق حاصل کرے) تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کسی کے پاس آکر سوال کرے۔ پھر جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اسے دے یا نہ دے۔

١٤٧١: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے' ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اگر (ضرورت مند ہو تو) اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے۔ اور اسے بیچے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو محفوظ رکھ لے تو یہ اس سے اچھا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے' اسے وہ دیں یا نہ دیں۔

شرح بخاری

١٤٧٢: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: "سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ: يَا حَكِيمُ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ، أَنِّي أَعْرِضُ







عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ".

ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب نے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے حکیم! یہ دولت بڑی سرسبز اور بہت ہی شیریں ہے۔ لیکن جو شخص اسے اپنے دل کو سخی رکھ کر لے تو اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے۔ اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے تو اس کی دولت میں کچھ بھی برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا ہے لیکن آسودہ نہیں ہوتا (یاد رکھو) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کی اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔ تاآنکہ اس دنیا ہی سے میں جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم رضی اللہ عنہ کو ان کا معمول دینے کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانو! میں تمہیں حکیم بن حزام کے معاملہ میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کا حق انہیں دینا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غرض حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی طرح کسی سے بھی کوئی چیز لینے سے ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ مال فے یعنی ملکی آمدنی سے ان کا حصہ ان کو دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے وہ بھی نہیں لیا۔

۵۱۔ بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ:

باب: اگر اللہ پاک کسی کو بن مانگے اور بن دل لگائے اور امیدوار رہے کوئی چیز دلا دے (تو اس کو لے لے)

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ.

اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا۔ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور خاموش رہنے والے دونوں کا حصہ ہے۔

۱۴۷۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ، يَقُولُ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ، فَأَقُولُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ: خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَمَا لَا

فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے زہری نے' ان سے سالم نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی چیز عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زیادہ محتاج کو دے دیجئیے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمفرماتے کہ لے لو' اگر تمہیں کوئی ایسا مال ملے جس پر تمہارا خیال نہ لگا ہوا ہو اور نہ تم نے اسے مانگا ہو تو اسے قبول کر لیا کرو۔ اور جو نہ ملے تو اس کی پرواہ نہ کرو اور اس کے پیچھے نہ پڑو۔

یعنی انسان کو کوئی چیز بغیر سوال کرنے کے اور بغیر حریص ہونے کے ملے تو اسے وہ چیز لے لینی چاہیے، سوال کبھی زبان سے بول کر ہوتا ہے، اور کبھی انسان سائلانہ حالت بنالیتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص پھٹے پرانے کپڑے پہن لے، تاکہ دیکھنے والے اسے غریب سمجھ کر کچھ مال دیدیں، اشراف کا لغوی معنی ہے کہ اپنا سر اوپر اٹھائے تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تیسری صورت یہ بھی ہے کہ دل میں تمنا کرے کہ مجھے مال مل جائے۔ یہ بھی اشرافِ نفس ہی ہے، ایسا خیال بھی نہیں ہونا چاہیے، تب کوئی شخص کچھ دے تو لے لینا چاہیے، خصوصاً جبکہ حکومت کی طرف سے یا کسی مالدار آدمی سے کوئی چیز ملے تو لے لینی چاہیے۔

قولہٗ للسائل والمحروم۔ محروم سے سوال نہ کرنے والا مراد ہے۔

۵۲۔ بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا:

باب: اگر کوئی شخص اپنی دولت بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرے؟

١٤٧٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہا' کہ میں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہو گا۔

١٤٧٥: وَقَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". وَزَادَ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ، فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ

الْخَلْقِ فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ، وَقَالَ مُعَلًّى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ، سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہو جائے گا کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی حال میں اپنی مخلصی کے لیے آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے۔ اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ عبداللہ نے اپنی روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا' کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھیں گے اور جنت کے دروازے کا حلقہ تھام لیں گے۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ جس کی تمام اہل محشر تعریف کریں گے۔ اور معلی بن اسد نے کہا کہ ہم سے وہیب نے نعمان بن راشد سے بیان کیا' ان سے زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم نے' ان سے حمزہ بن عبداللہ نے' اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر اتنی ہی حدیث بیان کی جو سوال کے باب میں ہے۔

قولہ بحلقۃ الباب۔ اس سے مراد بابِ جنت ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ آپ سفارش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونگے۔ اور مقامِ محمود میں شفاعت عظمیٰ کریں گے، تاکہ اہل محشر اس دن کی ہولناکیوں سے راحت اور آرام پاسکیں، اور اہل الجمع سے مراد اہل محشر ہیں، کیونکہ اس میں تمام کے تمام لوگوں کو جمع کرلیا جائے گا۔

۵۳۔بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا} وَكَمِ الْغِنَى:

باب: (سورۃ البقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جو لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے اور کتنے مال سے آدمی مالدار کہلاتا ہے

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ». لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَى قَوْلِهِ: فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ شخص جو بقدر کفایت نہیں پاتا (گویا اس کو غنی نہیں کہہ سکتے) اور (اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں فرمایا ہے کہ) صدقہ خیرات تو ان فقراء کے لیے ہے جو اللہ کے راستے میں گھر گئے ہیں۔ کسی ملک میں جا نہیں سکتے کہ وہ تجارت ہی کرلیں۔ ناواقف لوگ انہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے غنی سمجھتے ہیں۔ آخر آیت «فإن الله به عليم» تک (یعنی وہ حد کیا ہے جس سے سوال ناجائز ہو)۔

الحاف سے مراد چمٹ کر سوال کرنا ہے، اور بقدر ضرورت مال ہونے کے باوجود مانگنا بھی الحاف ہے، جیسا کہ ایک

حدیث میں ہے: "من سأل منكم وله أوقية أو عدلها فقد سأل إلحافاً"[1]۔

قولہ للفقراء الذين أحصروا۔ ایسے لوگ زکاۃ کے زیادہ حقدار ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کیا ہوا ہے، یا انہوں نے اپنے آپ کو علم دین سیکھنے کے لیے وقف کر دیا ہے، یا تبلیغ دین کے لیے وقف ہیں، معلمین اور وہ علماء جنہوں نے اپنے آپ کو خدمت دین کے لیے وقف کیا ہے یہ لوگ فقیر اور محتاج ہوں تو بالاتفاق زکاۃ لے سکتے ہیں اگر غنی ہوں تو اختلاف ہے، صرف امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ عالم غنی بھی زکاۃ میں سے لے سکتا ہے اور وہ اسے عاملین میں داخل کرتے ہیں، لیکن "عاملین" کی علت میں اختلاف ہے کہ وہ کیوں لیتے ہیں، کیا عاملین زکاۃ سے متعلق کام سرانجام دینے کی بنا پر لیتے ہیں اس علت کی بنا پر عالم غنی زکاۃ نہیں لے سکتا، اور اگر علت یہ ہو کہ وہ دینی کام میں مشغول رہتا ہے اس دوران کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا، اس لیے عامل کو دیا جاتا ہے تو اس علت کی بنا پر عالم غنی اس میں داخل ہو سکتا ہے، لیکن دوسری حدیث سے اس کی بھی نفی ہوتی ہے مؤطا میں ہے: "لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة لغازٍ فی سبيل الله أو لعامل عليها أو لغارمٍ أو لرجلٍ اشتراها بماله أو لرجل له جار مسكين فتصدق على المسكين فأهدى المسكين لغنيٍ"[2] مسند احمد میں بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے، اور اس میں عامل کا ذکر نہیں ہے، اس لیے امام مالک کی رائے درست نہیں ہے۔

قولہ و كم الغنی۔ اس بارہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی صریح حدیث ذکر نہیں کی، ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہوں کہ اس بارہ میں ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس پر استدلال کرنا چاہتے ہیں جس میں یہ لفظ ہیں: "ولا يجد غنى يغنيه"[3] جس کا معنی یہ ہے: "لا يجد شيئاً يقع موقعاً من حاجته" یعنی اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کی ضرورت کو پورا کر سکے۔ سنن ابی داود میں حضرت سہل سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تونگری کیا ہے تو آپ نے فرمایا تونگر اور مالدار وہ ہے جس کے پاس صبح و شام کا کھانا موجود ہو[4]۔

شرح بخاری

١٤٧٦: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، وَلَكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِي أَوْ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا".

[1] مؤطا مالک، باب ما جاء فی التعفف عن المسئلہ ۱۱، و سنن ابی داود ۱۶۲۷۔
[2] مؤطا مالک، باب أخذ الصدقة ۲۹ و سنن ابی داود ۱۶۳۵۔
[3] صحیح بخاری ۱۴۷۹
[4] سنن ابی داود ۱۶۲۹

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے در در پھرائیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس مال نہیں۔ لیکن اسے سوال سے شرم آتی ہے اور وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتا (مسکین وہ جو کمائے مگر بقدر ضرورت نہ پاسکے)۔

قولہ لیس له غنی۔ اسی لفظ کی ترجمہ باب سے مناسبت ہے اور مصنف رحمہ اللہ اس حدیث کو کتاب التفسیر میں بھی لائے ہیں اس میں ہے: "انما المسكين الذی يتعفف" اس سے ترجمہ باب سے مناسبت زیادہ ظاہر ہے۔

١٤٧٧: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا، قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ".

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے ابن اشوع نے' ان سے عامر شعبی نے۔ کہا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے منشی وراد نے بیان کیا۔ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں کوئی ایسی حدیث لکھئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند نہیں کرتا۔ بلاوجہ کی گپ شپ، فضول خرچی اور لوگوں سے بہت مانگنا۔

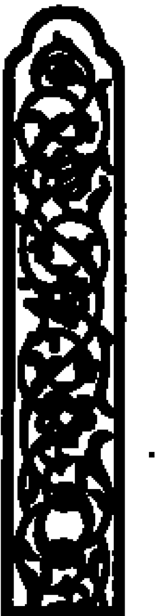
اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت "كثرة السؤال" کے لفظ سے ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے مراد لوگوں سے کثرت سے مال کا سوال کرنا ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا ہے۔

١٤٧٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ: فَتَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ أَوْ مُسْلِمًا؟، قَالَ: فَسَكَتُّ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، قَالَ أَوْ مُسْلِمًا؟، قَالَ: فَسَكَتُّ

قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا يَعْنِي؟ فَقَالَ: إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ". وَعَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ بِهَذَا، فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي، ثُمَّ قَالَ: أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ. قَالَ أَبُو عَبْد الله: فَكُبْكِبُوا قُلِبُوا فَكُبُّوا مُكِبًّا، أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ، فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ، قُلْتَ: كَبَّهُ اللهُ لِوَجْهِهِ وَكَبَبْتُهُ أَنَا.

ہم سے محمد بن غریر زہری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے اپنے باپ سے بیان کیا' ان سے صالح بن کیسان نے ان سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے خبر دی۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشخاص کو کچھ مال دیا۔ اسی جگہ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے شخص کو چھوڑ دیا اور انہیں کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ ان لوگوں میں وہی مجھے زیادہ پسند تھا۔ آخر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر چپکے سے عرض کیا' فلاں شخص کو آپ نے کچھ بھی نہیں دیا؟ واللہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یا مسلمان؟ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ لیکن میں ان کے متعلق جو کچھ جانتا تھا اس نے مجھے مجبور کیا' اور میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص سے کیوں خفا ہیں' واللہ! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یا مسلمان؟ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کو دیتا ہوں (اور دوسرے کو نظر انداز کر جاتا ہوں) حالانکہ وہ دوسرا میری نظر میں پہلے سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ کیونکہ (جس کو میں دیتا ہوں نہ دینے کی صورت میں) مجھے ڈر اس بات کا رہتا ہے کہ کہیں اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں نہ ڈال دیا جائے۔ اور (یعقوب بن ابراہیم) اپنے والد سے' وہ صالح سے' وہ اسماعیل بن محمد سے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ یہی حدیث بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میری گردن اور مونڈھے کے بیچ میں مارا۔ اور فرمایا۔ سعد! ادھر سنو۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔ آخر حدیث تک۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ (قرآن مجید میں لفظ) «کبکبوا» اوندھے لٹا دینے کے معنی میں ہے۔ اور سورۃ الملک میں جو «مکبا» کا لفظ ہے وہ «أکب» سے نکلا ہے۔ «أکب» لازم ہے یعنی اوندھا گرا۔ اور اس کا متعدی «کب» ہے۔ کہتے ہیں کہ «کبه الله لوجهه» یعنی اللہ نے اسے اوندھے منہ گرا دیا۔ اور «کببته» یعنی میں نے اس کو اوندھا گرایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا صالح بن


شرح بخاری



کیسان عمر میں زہری سے بڑے تھے وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملے ہیں۔

دراصل غنی کی دو قسمیں ہیں ایک غنی نفس اور دوسری غنی مال، غنی نفس سے مراد یہ ہے کہ اس کا دل غنی ہو، اور وہ لوگوں سے سوال نہ کرے، اس کے برعکس جو شخص مال کا حریص ہوتا ہے اسے اگر مال نہ ملے تو وہ مال کے بدلے دین بیچنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

قولہ فجمع بين عنقي و كتفي یعنی ایسی جگہ پر مارا جہاں گردن اور شانہ اکٹھے ہوتے ہیں اور آپ کا ہاتھ کچھ میری گردن پر لگا اور کچھ شانے پر، ترجمہ باب سے مناسبت بھی اسی لفظ سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے آپ سے اصرار کے ساتھ سوال کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

قولہ صالح بن كيسان أكبر من الزهري۔ یعنی صالح بن کیسان عمر میں اپنے شیخ امام زہری سے بڑے ہیں کیونکہ امام زہری ۱۲۳ یا ۱۲۴ میں فوت ہوئے ہیں جبکہ صالح بن کیسان ۱۴۰ میں فوت ہوئے ہیں۔

اس کے بعد آنے والی احادیث بھی سوال کی مذمت پر اور کما کر کھانے کی مدح پر دلالت کرتی ہیں۔

١٤٧٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ".



ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے ابوالزناد سے بیان کیا' ان سے اعرج نے' اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کا چکر کاٹتا پھرتا ہے تاکہ اسے دو ایک لقمہ یا دو ایک کھجور مل جائیں۔ بلکہ اصلی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے بے پرواہ ہو جائے۔ اس حال میں بھی کسی کو معلوم نہیں کہ کوئی اسے صدقہ ہی دیدے اور نہ وہ خود ہاتھ پھیلانے کے لیے اٹھتا ہے۔

١٤٨٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُوَ، أَحْسِبُهُ قَالَ: إِلَى الْجَبَلِ، فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيعَ فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ". قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ: أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ.

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوصالح ذکوان نے بیان کیا' اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر (میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا) پہاڑوں میں چلا جائے پھر لکڑیاں جمع کر کے انہیں فروخت کرے۔ اس سے کھائے بھی اور صدقہ بھی کرے۔ یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔

۵۴۔ بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ:

باب: کھجور کا درختوں پر اندازہ کر لینا درست ہے

١٤٨١: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: "غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ. فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: اخْرُصُوا. وَخَرَصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا: أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوكَ، قَالَ: أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَلَا يَقُومَنَّ أَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ، فَعَقَلْنَاهَا، وَهَبَّتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ، فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى، قَالَ لِلْمَرْأَةِ: كَمْ جَاءَ حَدِيقَتُكِ؟، قَالَتْ: عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ، فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: هَذِهِ طَابَةُ، فَلَمَّا رَأَى أُحُدًا، قَالَ: هَذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟، قَالُوا: بَلَى، قَالَ: دُورُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دُورُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُورُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ، يَعْنِي خَيْرًا". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ، وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يُقَلْ حَدِيقَةٌ.



ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے' ان سے عمرو بن یحییٰ نے' ان سے عباس بن سہل ساعدی نے' ان سے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ تبوک کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی قریٰ (مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک قدیم آبادی) سے گزرے تو ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو اپنے باغ میں کھڑی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ اس کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ (کہ اس میں کتنی کھجور نکلے گی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ لگایا۔ پھر اس عورت



سے فرمایا کہ یاد رکھنا اس میں سے جتنی کھجور نکلے۔ جب ہم تبوک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات بڑے زور کی آندھی چلے گی اس لیے کوئی شخص کھڑا نہ رہے۔ اور جس کے پاس اونٹ ہوں تو وہ اسے باندھ دیں۔ چنانچہ ہم نے اونٹ باندھ لیے۔ اور آندھی بڑے زور کی آئی۔ ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ تو ہوا نے اسے جبل طے پر جا پھینکا۔ اور ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید خچر اور ایک چادر کا تحفہ بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری طور پر اسے اس کی حکومت پر برقرار رکھا پھر جب وادی قریٰ (واپسی میں) پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عورت سے پوچھا کہ تمہارے باغ میں کتنا پھل آیا تھا اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازہ کے مطابق دس وسق آیا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ جلد جانا چاہتا ہوں۔ اس لیے جو کوئی میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے وہ میرے ساتھ جلد روانہ ہو پھر جب (ابن بکار امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ نے ایک ایسا جملہ کہا جس کے معنے یہ تھے) کہ مدینہ دکھائی دینے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہے طابہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ دیکھا تو فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں انصار کے سب سے اچھے خاندان کی نشاندہی نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کی کہ ضرور کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو نجار کا خاندان۔ پھر بنو عبد الاشہل کا خاندان، پھر بنو ساعدہ کا یا (یہ فرمایا کہ) بنی حارث بن خزرج کا خاندان۔ اور فرمایا کہ انصار کے تمام ہی خاندانوں میں خیر ہے' ابو عبداللہ (قاسم بن سلام) نے کہا کہ جس باغ کی چہار دیواری ہو اسے حدیقہ کہیں گے۔ اور جس کی چہار دیواری نہ ہو اسے حدیقہ نہیں کہیں گے۔

شرح بخاری

یعنی درختوں پر کھجوروں کا اندازہ لگانا جائز ہے، چونکہ مدینہ منورہ میں کھجوریں کثرت سے ہوتی تھیں اس لیے کھجوروں کے خرص کو ذکر کیا ہے ورنہ انگوروں اور دیگر پھلوں کا بھی درختوں پر ہوتے ہوئے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جب کھجوریں وغیرہ پک جائیں اور کھانے کے قابل ہو جائیں تو اسلامی حکومت کی طرف سے خارص کو بھیجا جاتا تھا اور وہ اندازہ لگاتا کہ درختوں پر کھجوریں اتنے وسق یا اتنے من ہیں اور اس طرح ان کا عشر لیا جاتا تھا اسے خرص کہا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اندازہ لگانے والوں کو فرمایا تھا کہ اندازہ لگانے کے بعد ثلث یا ربع چھوڑ دیا کرو، اور باقی کی زکاۃ لکھ کر لے آؤ، اور جب کھجوریں درختوں سے اتاری جائیں تب جا کر عشر لے آیا کرو، نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین نے خرص کے عمل کو جاری رکھا، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور اہل حدیث بھی اس کے جواز کے قائل ہیں، احناف اسے ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں خرص، جوئے کی شکل ہے اس لیے یہ جائز نہیں ہے اور یہ جوئے کے حرام ہونے سے پہلے جائز تھا، جب جوا حرام اور ناجائز ہے تو خرص لگانا بھی جائز نہیں ہے، حنفی اسے اللہ تعالیٰ کے قول "إن هم

إلا يخرصون"① اور "قتل الخراصون"② میں داخل کر کے اسے ناجائز قرار دیتے ہیں حالانکہ خرص لگانا ان آیات میں داخل نہیں ہے کیونکہ مذکورہ آیات سے مراد اٹکل کی باتیں کرنا ہے، اگر یہ ان آیات میں داخل ہوتا تو نبی اکرم ﷺ خرص نہ کرتے اور نہ اس کا حکم دیتے، بلکہ خرص میں باغ والوں کا فائدہ ہے کہ وہ خرص کے بعد آزادی سے اپنے باغ کا پھل کھاتے رہیں گے، اور پھل اتارنے کے بعد خرص کے مطابق عشر ادا کردیں گے اور بیت المال کو بھی فائدہ ہے کہ خرص کے بعد کسی قسم کی خیانت کا ڈر نہیں ہوتا، اور یہ جوئے کے مشابہ نہیں بلکہ کیل کے مشابہ ہے جو جائز ہے، چونکہ خرص میں کمی، بیشی کا احتمال ہوتا ہے اس لیے آپ نے تیسرا یا چوتھا حصہ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔

قولہ اخرصوا۔ آپ نے خرص لگانے کا حکم دیا تاکہ صحابہ کرام کو خرص اور اندازہ لگانے کا طریقہ آجائے۔

١٤٨٢: وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ: حَدَّثَنِي عَمْرٌو، ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ: عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ.

اور سلیمان بن بلال نے کہا کہ مجھ سے عمرو نے اس طرح بیان کیا کہ پھر بنی حارث بن خزرج کا خاندان اور پھر بنو ساعدہ کا خاندان۔ اور سلیمان نے سعد بن سعید سے بیان کیا' ان سے عمارہ بن غزنیہ نے' ان سے عباس نے' ان سے ان کے باپ (سہل) نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔



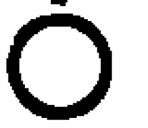
٥٥- بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِي:

باب: اس زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ لینا ہوگا جس کی سیرابی بارش یا جاری (نہر' دریا وغیرہ) پانی سے ہوئی ہو

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے شہد میں زکوٰۃ کو ضروری نہیں جانا۔

١٤٨٣: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ". قَالَ أَبُو عَبْد الله: هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ، يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ، وَفِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَبَيَّنَ فِي هَذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ، وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى







① الانعام:١١٦

② الذاريات:١٠

الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ بِلَالٌ: قَدْ صَلَّى، فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے خبر دی' انہیں شہاب نے' انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے' انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ زمین جسے آسمان (بارش کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ یہ حدیث یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ جس کھیتی میں آسمان کا پانی دیا جائے' دسواں حصہ ہے پہلی حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے۔ اور زیادتی قبول کی جاتی ہے۔ اور گول مول حدیث کا حکم صاف صاف حدیث کے موافق لیا جاتا ہے۔ جب اس کا راوی ثقہ ہو۔ جیسے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز (کعبہ میں) پڑھی تھی۔ اس موقع پر بھی بلال رضی اللہ عنہ کی بات قبول کی گئی اور فضل رضی اللہ عنہ کا قول چھوڑ دیا گیا۔

شرح بخاری

أی باب أخذا العشر فیما سقی من ماء السماء۔ اور ماء السماء سے مراد بارش کا پانی ہے اور الماء الجاری سے مراد چشموں کا پانی ہے، سنن ابی داود میں "فیما سقت السماء والأنهار والعیون" کے الفاظ سے حدیث مروی ہے،[1] یعنی بارانی زمین یا نہری زمین یا چشموں کی زمین کی پیداوار سے عشر یعنی دسواں حصہ لیا جائے گا، اگر کنویں سے پانی کھینچ کر زمین سیراب کی جاتی ہے یا پانی قیمتاً لیکر کھیتی کو سیراب کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں حکومت نہری پانی پر معاوضہ لیتی ہے، تو ایسی صورتوں میں نصف العشر یعنی بیسواں حصہ لیا جاتا ہے، پہلی صورت وہ ہے جس میں کھیتی کو سیراب کرنے کے لیے مفت پانی ملتا ہے اس میں دسواں حصہ آتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الأم میں لکھا ہے کہ جو پانی قیمت پر ملتا ہے وہ کنویں کے پانی کی طرح ہوتا ہے یا وہ اس نہر کی طرح ہے جو گہری ہو اور پانی اس سے کھینچ کر کھیتی سیراب کی جاتی ہو، اس میں بیسواں حصہ آئے گا، جبکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے، احناف کے نزدیک عشر کے لیے نصاب کا پایا جانا ضروری نہیں، پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو، اس میں سے عشر دیا جائے گا، کیونکہ قرآن میں "ومما أخرجنا لکم من الأرض"[2] عام ہے، کم پیداوار ہو یا زیادہ دونوں صورتوں کو شامل ہے،

---

[1] سنن ابی داود: ۱۵۹۶

[2] البقرة: ۲۶۷

دوسری آیت میں "واٰتُوا حقَّهٗ یوم حصاده"[1] سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، لیکن حدیث نبوی میں نصاب کی قید ذکر ہوئی ہے، نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "لَيْسَ فيما أقل من خمس أوسق صدقة"[2] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی پیداوار نصاب کو پہنچ جائے تب اس میں عشر یا نصف العشر واجب ہوتا ہے۔

داود ظاہری کے نزدیک دانوں اور پھلوں میں نصاب کو دیکھا جائے گا، کیونکہ ان میں "عشر" کا لفظ آگیا ہے یہ نصاب کو پہنچیں گے تو ان میں عشر آئے گا، اور باقی چیزوں میں بغیر نصاب کے دیا جائے گا، اس نے احناف اور غیر احناف دونوں کے مذاہب کو جمع کر دیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جو چیزیں ذخیرہ ہو سکیں اُن میں عشر آتا ہے، ان کے نزدیک سبزیوں اور ترکاریوں میں عشر نہیں آئے گا، حنفی چونکہ ہر چیز میں عشر کے قائل ہیں ان کے نزدیک ترکاریوں میں بھی آئے گا، داود ظاہری بھی ہر چیز میں عشر کا قائل ہے، لیکن اس پر عمل مشکل ہے، کیونکہ زمین سے پھول اور گھاس وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں تو کیا ان سے بھی عشر دیا جائے گا؟

احناف "فیما سقت السماء" کے عموم سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ہر چیز میں عشر آتا ہے نصاب کی قید نہیں ہے، اس پر انور شاہ نے بھی اعتراض کیا ہے کہ اس کے ساتھ "إذا بلغ خمسة أوثق"[3] کی قید بھی آتی ہے، اور اس کا راوی سلیمان ضعیف نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ سلیمان ہے جو قوی اور جید ہے، اور ھدایہ والے کا اسے زکاۃ تجارت پر محمول کرنا بھی غلط ہے، کیونکہ تجارت کا مال تو منڈیوں میں ہوتا ہے "فیما سقت السماء" کا اس سے تعلق نہیں ہے، انور شاہ نے اس سے عاریۃ کھجوریں دینا مراد لیا ہے حالانکہ "عرایا" کا تعلق درختوں سے ہوتا ہے۔ غلوں سے نہیں۔

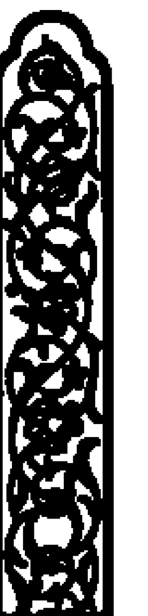


قولہ ولم یر عمر بن عبدالعزیز فی العسل شیئًا۔ شہد کی مکھیاں بھی چونکہ نباتات سے ہی شہد حاصل کرتی ہیں اس لیے نباتات کے تحت اس مسئلہ کو بھی ذکر کر دیا کہ شہد میں عشر وغیرہ نہیں آتا، لیکن سنن ابی داود میں شہد سے عشر وصول کرنے کی حدیث آتی ہے مگر اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہ وادی عشر دینے والے ہلال نامی کے ملک میں اس شرط پر کی تھی کہ وہ یہ عشر دے گا[4]۔ ویسے شہد میں کچھ نہیں ہے۔





قولہ أو کان عَثَرِيًّا۔ عین اور ثا کی فتحہ اور راء کے کسرہ اور یا کی تشدید کے ساتھ اور مراد اس سے سیلاب سے سیراب ہونے والی کھیتی ہے اور "النضح" نون کی فتحہ اور ضاد کے سکون کے ساتھ اور اس سے مراد وہ کھیتی ہے جو کنویں وغیرہ سے ڈولوں کے ذریعہ سیراب کی جائے اور اس میں بیسواں حصہ ہے جبکہ پہلی قسم میں دسواں ہے۔



1. الانعام:۱۴۱
2. صحیح بخاری:۱۴۰۵
3. السنن الکبریٰ للبیہقی:۷۲۵۵
4. سنن ابی داود:۱۶۰۰

قولہ قال ابو عبداللہ ھٰذا تفسیر الأول۔ بعض علماء نے ان الفاظ کو کسی کاتب کی غلطی قرار دیا ہے، کیونکہ یہ الفاظ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد ہونا چاہیں تب ابو سعید کی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر بن سکتی ہے کیونکہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نصاب بیان ہوا ہے جو کہ پانچ وسق ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نصاب بیان نہیں ہوا، لہٰذا ابو سعید کی حدیث عبداللہ بن عمر کی حدیث کی تفسیر اور وضاحت کرتی ہے، اور یہ تب ہے جبکہ یہ الفاظ ابو سعید خدری کی حدیث کے بعد ہوں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد ان الفاظ کا آنا کتابت کی غلطی ہو، اس صورت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہوگی جسے بخاری رحمہ اللہ نے مبہم کہا ہے، اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث مقید ہوگی اور مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے کہا:

"والمفسر یقضي علی المبہم إذا رواہ أھل الثبت"

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے: "ولذکرہ عقب کل من الحدیثین وجہ" ان الفاظ کا دونوں احادیث کے بعد آنا درست ہے، ان الفاظ کے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد ہونے کی درستی تو ذکر ہو چکی ہے اور اگر ھٰذا تفسیر الاول کے الفاظ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد ہوں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نصاب کا ذکر اگرچہ ہے لیکن اس میں صدقہ کی تعیین نہیں ہے کہ دسواں حصہ کب دیا جاتا ہے اور بیسواں حصہ کب ہے، اور اس کا ذکر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہونے والی کھیتی میں عشر ہے اور کنویں کے ڈولوں سے سیراب کی جانے والی کھیتی میں نصف العشر آئے گا، اس طرح عبداللہ بن عمر کی حدیث ابو سعید خدری کی حدیث کی تفسیر ہوگی[5]۔

احناف کا قول ہے کہ فیما سَقَتِ السَّمَاءُ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی پیداوار قلیل ہو یا کثیر ہو اس میں زکاۃ ہے، اور یہ کلام مثبت ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکاۃ نہیں، اور یہ منفی ہے، اور مثبت، نفی سے مقدم ہوتا ہے، حالانکہ یہ کہنا چاہیے کہ فیما سقت السماءُ عام ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ کن چیزوں میں عشر آتا ہے اور کن میں نصف العشر ہے، اس میں نصاب بیان کرنا مقصود نہیں ہے، جبکہ ابو سعید خدری کی

---

(5) یہ مفہوم علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی کلام سے خوب واضح ہو جاتا ہے ان کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے جو اس سے قبل کتاب الزکاۃ میں ہی "باب ما أدّی زکاتَہٗ فلیس بکنزٍ" کے تحت گزر چکی ہے، اس میں ہے: "قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دُون خمس أوسق صدقۃ" (۱۴۰۵) اس صورت میں "ھٰذا" سے مراد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی ہے اور حدیث اول سے مراد ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سابق ہے جیسا کہ قسطلانی کہتے ہیں: "ھٰذا" أي حدیث الباب، تفسیر الحدیث الأول، وھُو حدیث أبي سعید السابق في باب ما أدّی زکاتہٗ فلیس بکنزٍ واللاحق لھٰذا الباب" إرشاد الساری ج۳، ص ۷۰۔

حدیث میں نصاب بیان کرنا مقصود ہے، جو کہ پانچ وسق ہے۔

قولہ والمفسر يقضي على المبهم أي الخاص يقضي على العام، کیونکہ "فيما سقت السماء" عام ہے جو کہ نصاب اور غیر نصاب دونوں کو شامل ہے جبکہ ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة نصاب کی مقدار بیان کرنے میں خاص ہے، لہٰذا عام کو پانچ وسق کے نصاب کے ساتھ خاص کیا جائے گا، امام بخاری نے خاص کا نام مفسر رکھا ہے کیونکہ اس کی مراد واضح ہوتی ہے اور عام کا نام مبہم رکھا ہے کیونکہ اس میں کل اور بعض دونوں کے مراد ہونے کا احتمال ہوتا ہے، امام بخاری کے نزدیک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو عام ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ پانچ وسق نصاب کے ساتھ خاص کیا جائے گا[1]۔

---

[1] احناف یہاں نصاب کے قائل نہیں ہیں اور قلیل و کثیر میں عشر کے قائل ہیں اس لیے علامہ عینی نے یہاں عام کو خاص کا ناسخ بنانے کی کوشش کی ہے وہ لکھتے ہیں: "والتحقيق في هٰذا المقام أنه إذا ورد حديثان أحدهما عام والأخر خاص فإن علم تقديم العام على الخاص خصص العام بالخاص، وإن علم تقديم الخاص على العام ينسخ العام للخاص، وإذا لم يعلم فإن العام يجعل أخرًا لما فيه من الاحتياط" یعنی اس مقام میں میری تحقیق یہ ہے کہ جب دو احادیث آجائیں جن میں سے ایک عام ہو اور دوسری خاص ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ عام حدیث خاص سے مقدم ہے تو عام کی خاص کے ساتھ تخصیص کی جائے گی، اور اگر معلوم ہو جائے کہ خاص، عام سے مقدم ہے تو عام کو خاص کا ناسخ بنایا جائے گا، اور اگر تقدیم و تاخیر کا پتہ نہ چل سکے تو احتیاط کرتے ہوئے عام کو موخر بنا کر ناسخ بنایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج:۹، ص:۱۰۸) علامہ عینی کی بیان کردہ تین صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ دو دلیلوں میں سے ایک عام اور دوسری خاص ہو اور عام مقدم ہو اور خاص موخر ہو تو عام کی خاص کے ساتھ تخصیص کی جائے گی۔ اس قاعدے کے پیش نظر سورۃ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض قرار پاتا ہے، کیونکہ "فاقرؤا ما تيسر من القرآن" سورۃ مدثر کی آیت ہے جو کہ مکی اور مقدم ہے، اور یہ سورۃ فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں کو شامل ہونے کی وجہ سے عام ہے، جبکہ حدیث نبوی "لا صلوة إلا بفاتحة الكتاب" مدنی حکم ہے جو بعد میں مدینہ منورہ میں صادر ہوا ہے، اور یہ قراءت فاتحہ سے خاص ہے، عینی کے بیان کردہ اصول کے مطابق "فاقرؤا ما تيسر من القرآن" کو قرات فاتحہ کے ساتھ خاص کرنا چاہیے اور نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہونا چاہیے۔ حالانکہ احناف میں سے عینی، غیر عینی کوئی بھی فرضیت فاتحہ کا قائل نہیں ہے اب بتایا جائے کہ یہ قاعدہ درست نہیں ہے یا فاتحہ کے بارہ میں احناف کا مذہب درست نہیں ہے رہے آخری دو قاعدے کہ عام خاص سے موخر ہو یا عام کا موخر ہونا معلوم نہ ہو تو عام کو خاص کا ناسخ بنایا جائے گا، یہ اصول بھی کلام شارع کو بلا دلیل کینسل کرنے کا حیلہ ہے، اہل فن کے ہاں نسخ کے لیے نبی اکرم ﷺ کی صراحت یا صحابہ میں سے کسی کی وضاحت یا تاریخ کے ذریعے مقدم و موخر حکم کی شناخت کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے ہاں عام کے خاص کا ناسخ ہونے کا قول کسی نے اختیار نہیں کیا، بلکہ تعارض کی صورت میں جمع و تطبیق کے ذریعے وہ دونوں دلیلوں پر عمل کرنے کے قائل ہیں، چنانچہ محدثین کرام کے ہاں یہ اصول مشہور ہے "إعمال الدليلين أقدم من أهمال أحدهما" یعنی دونوں دلیلوں کو عمل میں لانا مقدم ہے ایک کو چھوڑنے سے۔





٥٦۔ بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ:

باب: پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے

١٤٨٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ فِيمَا أَقَلُّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ، إِذَا قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوا.

ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور پانچ مہار اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

احناف پانچ وسق نصاب کے قائل نہیں ہیں بلکہ قلیل و کثیر، سب میں زکاۃ کے قائل ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ یہ باب لا کر نبی اکرم ﷺ سے پانچ وسق نصاب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

قولہ لیس فیما أقل اس میں "ما" زائدہ ہے اور "أقل" فی حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے، اور غیر منصرف ہونے کی وجہ سے اس کی جر فتحہ کے ساتھ ہے، اور "ما" کے زائد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اگلے جملہ میں فی اقل بغیر ما کے آیا ہے۔

قولہ خمسة أوسق وسق کی جمع ہے اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد ایک رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے، اور پانچ وسق سولہ سو (١٦٠٠) رطل بنتے ہیں۔

٥٧۔ بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ؟

باب: کھجور کے پھل توڑنے کے وقت زکوٰۃ لی جائے اور زکوٰۃ کی کھجور کو بچے کا ہاتھ لگانا یا اس میں سے کچھ کھالینا

١٤٨٥: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَيَجِيءُ هٰذَا بِتَمْرِهِ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهِ حَتَّى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ، فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ".

ہم سے عمر بن محمد بن حسن اسدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا' ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس توڑنے کے وقت زکوٰۃ کی کھجور لائی جاتی، ہر شخص اپنی زکوٰۃ لاتا اور نوبت یہاں تک پہنچتی کہ کھجور کا ایک ڈھیر لگ جاتا۔ (ایک مرتبہ) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایسی ہی کھجوروں سے کھیل رہے تھے کہ ایک نے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی دیکھا تو ان کے منہ سے وہ کھجور نکال لی۔ اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد زکوٰۃ کا مال نہیں کھا سکتی۔



یعنی کھجوروں کی زکاۃ کھجوروں کا پھل توڑنے کے وقت لی جائے گی، اور بچہ زکاۃ کی کھجوروں کو چھو سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر بچہ ہاشمی خاندان سے ہو اور زکاۃ کی کھجور کھانے کے لیے منہ میں ڈال لے تو اسے اس کے منہ سے نکال دیا جائے۔

قولہ ان ال محمد لا یاکلون الصدقة۔ امام شافعی کے نزدیک آل محمد سے بنوہاشم اور بنو مطلب دو گروہ مراد ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک صرف بنوہاشم مراد ہیں، بعض کے نزدیک سارے قریش مراد ہیں۔

شرح بخاری

٥٨- بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ، وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ:

باب: جو شخص اپنا میوہ یا کھجور کا درخت یا کھیت بیچ ڈالے حالانکہ اس میں دسواں حصہ یا زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو اب وہ اپنے دوسرے مال سے یہ زکوٰۃ ادا کرے تو یہ درست ہے یا وہ میوہ بیچے جس میں صدقہ واجب ہی نہ ہوا ہو

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میوہ اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کی پختگی نہ معلوم ہو جائے۔ اور پختگی



معلوم ہو جانے کے بعد کسی کو بیچنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ اور یوں نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو تو نہ بیچے اور واجب نہ ہوئی ہو تو بیچے۔

١٤٨٦: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا، قَالَ: حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبداللہ بن دینار نے خبر دی' کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو (درخت پر) اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک اس کی پختگی ظاہر نہ ہو۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب پوچھتے کہ اس کی پختگی کیا ہے، وہ کہتے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اب یہ پھل آفت سے بچ رہے گا۔

یعنی جو شخص اپنے پھل یا کھجور کے درخت یا اپنی زمین یا اپنی کھیتی بیچ دے حالانکہ اس میں عشر یا زکاۃ واجب ہو چکی ہو، اور وہ زکاۃ اپنے کسی دوسرے مال سے ادا کر دے (تو یہ درست ہے) یا وہ اپنا وہ پھل بیچ دے جس میں صدقہ واجب نہ ہوا ہو (تو اس کا کیا حکم ہے) اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ پھلوں کو اس وقت تک نہ بیچو جب تک ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے، اور پھلوں کی پختگی ظاہر ہونے کے بعد آپ نے کسی کو پھل بیچنے سے منع نہیں کیا، اور نہ ہی آپ نے یہ فرمایا ہے کہ زکاۃ واجب ہو گئی ہو تو نہ بیچے اور زکاۃ واجب نہ ہوئی ہو تو بیچ لے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مالک کے لیے ہر حال میں اپنا مال بیچنا جائز ہے خواہ اس میں زکاۃ اور عشر واجب ہو گیا ہو یا واجب نہ ہوا ہو، اور بخاری رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مال میں عشر یا زکاۃ واجب ہونے کے بعد اسے بیچنا جائز نہیں ہے، جب تک کہ اس کی زکاۃ ادا نہ کرے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے پھلوں کی پختگی ظاہر ہونے کے بعد اسے بیچنے کی اجازت دی ہے، اور آپ نے زکاۃ یا عشر کے واجب ہونے یا نہ ہونے کا فرق نہیں کیا۔

شرح بخاری

اس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں کہ کھیتی والی زمین بیچتا ہے یا پھلدار درخت بیچتا ہے یا صرف کھیتی بیچتا ہے یا صرف پھل بیچتا ہے، اور صدقہ یا عشر کے واجب ہونے سے مراد یہ ہے کہ خارص نے خرص کر لیا ہے، اور صدقہ واجب نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خارص نے خرص نہیں کیا، صدقہ کے واجب ہونے یا نہ ہونے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ پھل پانچ وسق کے نصاب کو پہنچ گیا ہے یا پانچ وسق سے کم ہے، مطلب یہ ہے کہ اس سے حق مساکین متعلق ہو گیا ہے یا نہیں، تو اس کا بیچنا جائز ہے یا نہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ اس سے حق مساکین متعلق ہو گیا ہے اس لیے اسے بیچ نہیں سکتا، اور بعض کہتے ہیں کہ اسے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ اس سے حق مساکین متعلق ہو گیا ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے پھلوں کی پختگی ظاہر ہونے کے بعد اسے بیچنے کی مطلقاً اجازت دی ہے، اگر

ایسے پھل بیچ دیئے جائیں جن میں عشر اور زکاۃ واجب ہو چکی ہو تو اس کی زکاۃ کی ادائیگی کس کے ذمہ ہوگی، صحیح بات یہ ہے کہ اس کا عشر یا اس کی زکاۃ بیچنے والے پر آئے گی، کیونکہ خارص اس کا عشر بیچنے والے کے نام لکھ کر لے گیا ہے، ہاں اگر بائع شرط کر لے کہ عشر یا زکاۃ مشتری ادا کرے گا، تو اب اس کا ادا کرنا مشتری کے ذمہ ہوگا نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا تبیعوا الثمرة حتی یبدو صلاحها" آپ نے بدو صلاح کے بعد پھل بیچنے کی اجازت دی ہے اور صدقہ واجب ہونے یا نہ ہونے کی قید نہیں لگائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوبِ صدقہ کے بعد بھی بیچنا جائز ہے، اور وہ صدقہ مالک ادا کرے گا، اور وہ کسی دیگر مال سے ادا کر سکتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اگرچہ بدو صلاح سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے لیکن ایک صورت میں وہ پختگی ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا جائز سمجھتے ہیں جبکہ وہ چارے کے لیے کاٹ لینا چاہتا ہو کیونکہ بعض لوگ کھیتی پکنے سے پہلے جانوروں کو چارہ ڈالنے کے لیے خرید لیتے ہیں لہٰذا کچی کھیتی پکانے کے لیے خریدنا منع ہے چارے کے لیے کچی کھیتی خریدی جا سکتی ہے، بلکہ ائمہ اربعہ اسے جائز کہتے ہیں، صرف سفیان ثوری اسے منع سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کچی کھیتی کی بیع مطلقاً منع ہے۔

١٤٨٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے خالد بن یزید نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی کھل نہ جائے۔

١٤٨٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ، قَالَ حَتَّى تَحْمَارَّ".

ہم سے قتیبہ نے امام مالک سے بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک پھل پر سرخی نہ آجائے' انہیں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔



بَابُ هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ:

باب: کیا آدمی اپنی چیز کو جو صدقہ میں دی ہو پھر خرید سکتا ہے؟

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ.



اور دوسرے کا دیا ہوا صدقہ خریدنے میں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص صدقہ دینے

والے کو پھر اس کے خریدنے سے منع فرمایا۔ لیکن دوسرے شخص کو منع نہیں فرمایا۔

١٤٨٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ، "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ"، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ: لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، فَبِذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سالم نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستہ میں صدقہ کیا۔ پھر اسے آپ نے دیکھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ اسے وہ خود ہی خرید لیں۔ اور اجازت لینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ اسی وجہ سے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دیا ہوا کوئی صدقہ خرید لیتے' تو پھر اسے صدقہ کر دیتے تھے۔ (اپنے استعمال میں نہ رکھتے تھے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)۔

کیا انسان اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو خرید سکتا ہے یا نہیں؟ ورنہ دوسرے کسی شخص کی صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خاص صدقہ کرنے والے کو اپنا صدقہ کا مال خریدنے سے منع کیا ہے، کسی دوسرے کو اس کے خریدنے سے منع نہیں کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا تھا: "لا تشترہ وان أعطاکہ بدرھم واحد"[1]

قولہ کان ابن عمر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ اپنا صدقہ تملک کے لیے خریدنا منع ہے لیکن اگر وہ صدقہ خرید کر پھر صدقہ کر دے تو جائز ہے، جبکہ یہ حدیث عام ہے کہ اپنا صدقہ خریدنا ہی نہیں چاہیے خواہ تملک کے لیے ہو یا صدقہ کرنے کے لیے۔

١٤٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا تَشْتَرِي وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی' انہیں زید بن اسلم نے

[1] صحیح بخاری: ۲۶۲۳

اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ انہوں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک شخص کو سواری کے لیے دے دیا۔ لیکن اس شخص نے گھوڑے کو خراب کر دیا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال قے کر کے چاٹنے والے کی سی ہے۔

٦٠۔ بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صدقہ کا حرام ہونا

١٤٩١: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كِخٍ كِخٍ، لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ: أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ".



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے زکوٰۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھی چھی! نکالو اسے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔

شرح بخاری

نبی اکرم ﷺ صدقہ کا مال نہیں کھاتے تھے، خواہ صدقہ فرضی ہو یا نفلی ہو، لیکن صدقاتِ عامہ اس سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ مساجد یا سرائے یا راستے آپ استعمال کر لیتے تھے، خاص صدقہ جس میں خاص شخص کی تملیک ہو اسے آپ استعمال نہیں کرتے تھے، حضرت سلمان فارسی نے صدقہ پیش کیا تھا تو آپ نے قبول نہیں کیا تھا، پھر ایک موقع پر ہدیہ لائے تو آپ نے قبول کر لیا، آپ کے علاوہ باقی اہل بیت کے لیے فرضی صدقہ منع ہے لیکن نفلی صدقہ اہل بیت کے لیے جائز ہے۔

٦١۔ بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

باب: نبی کریم ﷺ کی بیویوں کی لونڈیوں اور غلاموں کو صدقہ دینا درست ہے

١٤٩٢: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ النَّبِيُّ



صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا، قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ، قَالَ: إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا".

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے' کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کیا' اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو جو بکری صدقہ میں کسی نے دی تھی وہ مری ہوئی دیکھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے چمڑے کو کیوں نہیں کام میں لائے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرام تو صرف اس کا کھانا ہے۔

یعنی نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کے غلاموں اور لونڈیوں کو صدقہ دینا جائز ہے اگرچہ بنو ہاشم کے موالی کے لیے صدقہ ممنوع ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کے موالی کا یہ حکم نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات نسبی لحاظ سے بنو ہاشم سے نہیں ہیں، بنو ہاشم اور بنو مطلب کے موالی ان کے حکم میں ہیں، نبی اکرم ﷺ کی بیویاں آل نبی علیہ السلام میں داخل ہیں اس لیے ان کے لیے صدقہ حرام تھا جیسا کہ خلال نے ابن ابی ملیکہ کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم آل محمد ﷺ سے ہیں اور ہمارے لیے صدقہ حرام ہے، لیکن ان کے موالی کا یہ حکم نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ کے موالی کے لیے صدقہ حرام ہے کیونکہ آپ کا فرمان ہے: "إن موالي القوم من أنفسهم"[1] قوم کے موالی اور آزاد کردہ غلام بھی انہی میں سے ہیں۔

١٤٩٣: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ لِلْعِتْقِ، وَأَرَادَ مَوَالِيهَا أَنْ يَشْتَرِطُوا وَلَاءَهَا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، قَالَتْ: وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَقُلْتُ: هَذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حکم بن عتبہ نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ان کا ارادہ ہوا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو (جو باندی تھیں) آزاد کر دینے کے لیے خرید لیں۔ لیکن اس کے اصل مالک یہ چاہتے تھے کہ ولاء انہیں کے لیے رہے۔ اس کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خرید کر آزاد کر دو' ولاء تو اسی کی ہوتی ہے' جو آزاد کرے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے صدقہ کے طور پر دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان کے لیے

[1] جامع ترمذی: ٦٥٧

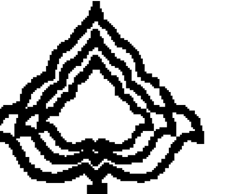
صدقہ تھا۔ لیکن اب ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔

٦٢۔بَابُ إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ:

باب: جب صدقہ محتاج کی ملکیت ہو جائے

یعنی جب صدقے میں ملک بدل جائے تو اس کا حکم بدل جاتا ہے، لہٰذا صدقہ مستحق کے پاس پہنچنے کے بعد وہ اگر کسی غنی وغیرہ کو بطورِ ہدیہ دے تو اس کے لیے اس کا استعمال جائز ہے جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ کا گوشت دیا گیا اور اس نے اپنے ملک میں آنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ دیا تو آپ کے لیے اس کا کھانا جائز ہوا، اسی طرح اگر کوئی ہاشمی شخص عاملین زکاۃ میں شامل ہو اور وہ اپنی اس ڈیوٹی کا معاوضہ مال زکوٰۃ سے وصول کرے تو یہ اس کے لیے جائز ہے کیونکہ وہ اپنے عمل کے عوض یہ مال لیتا ہے بطورِ صدقہ نہیں۔

١٤٩٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟، فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ: إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا".



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں کوئی چیز نہیں۔ ہاں نسیبہ رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا اس بکری کا گوشت ہے جو انہیں صدقہ کے طور پر ملی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ خیرات تو اپنے ٹھکانے پہنچ گئی۔

شرح بخاری

١٤٩٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ"، وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ أَنَسًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' قتادہ سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ گوشت پیش کیا گیا جو بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ کے طور پر ملا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کو یہ گوشت ان پر صدقہ تھا۔ لیکن ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی۔ انہیں قتادہ نے کہ



انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے۔

٦٣-بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الأَغْنِيَاءِ وَتُرَدَّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا:

باب: مالداروں سے زکوٰۃ وصول کی جائے اور فقراء پر خرچ کر دی جائے خواہ وہ کہیں بھی ہوں

١٤٩٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ".

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریا ابن اسحاق نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے' انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابومعبد نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینا ضروری قرار دیا ہے' یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

شرح بخاری

مالِ زکوٰۃ کو دوسرے شہروں کی طرف منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان فقراء جہاں بھی رہتے ہوں ان پر زکاۃ صرف کی جاسکتی ہے، ان کے نزدیک ترد علی فقرائھم کی ضمیر سے مراد اہل اسلام ہیں، امام شافعی اور امام مالک زکاۃ کے منتقل کرنے کو منع سمجھتے ہیں ان کے نزدیک زکاۃ جہاں سے وصول کی جائے وہاں کے فقراء پر ہی تقسیم کی جائے، ہاں اگر وہاں فقیر نہ ہوں تو نقل کی جاسکتی

ہے لیکن اگر بلا ضرورت دوسرے علاقے کی طرف منتقل کی جائے تو مالکی کہتے ہیں اداء ہو جائے گی، اور شافعی کہتے ہیں کہ اداء نہیں ہوگی، اور اس طرح زکاۃ کا فریضہ مالدار کے ذمہ باقی رہتا ہے، احناف کے نزدیک بھی زکاۃ کا مال دوسرے شہروں کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہے، کیونکہ سارے مسلمان ایک قوم کے حکم میں ہیں، لہٰذا فقراء مسلمان جہاں بھی ہوں انہیں زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

۶۴-بَابُ صَلاَةِ الإِمَامِ وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ:

باب: امام (حاکم) کی طرف سے زکوۃ دینے والے کے حق میں دعائے خیر وبرکت کرنا

وَقَوْلِهِ: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ سورة التوبة آية ۱۰۳.

اللہ تعالیٰ کا (سورۃ التوبہ میں) ارشاد ہے کہ آپ ان کے مال سے خیرات لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں۔ اور ان کا تزکیہ کریں۔ اور ان کے حق میں خیر وبرکت کی دعا کریں۔ آخر آیت تک۔

۱٤۹۷: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ، فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى".



ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب کوئی قوم اپنی زکوۃ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا فرماتے «اللهم صل على آل فلان» اے اللہ! آل فلاں کو خیر وبرکت عطا فرما' میرے والد بھی اپنی زکوۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «اللهم صل على آل أبي أوفى» اے اللہ! آل ابی اوفی کو خیر وبرکت عطا فرما۔

یعنی امام اور حاکم کو چاہیے کہ وہ زکاۃ دینے والوں کے حق میں دعاءِ خیر کرے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں امام کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دعاء کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے بلکہ اسے ہر امام وقت کے لیے عام سمجھتے ہیں، لیکن آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ آپ کی دعا بلاشبہ لوگوں کے لیے باعث سکون تھی۔

قولہ على آل أبي أوفى۔ ابو اوفی کا نام علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی ہے، وہ اور ان کا بیٹا عبداللہ دونوں بیعت رضوان میں حاضر ہوئے ہیں۔



۶۵-بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ:

باب: جو مال سمندر سے نکالا جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عنبر کو رکاز نہیں کہہ سکتے۔ عنبر تو ایک چیز ہے جسے سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ، فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ، لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا عنبر اور موتی میں پانچواں حصہ لازم ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز میں پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ تو رکاز اس کو نہیں کہتے جو پانی میں ملے۔

١٤٩٨: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ».

اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ اس نے اللہ کے بھروسے پر اس کو دے دیں۔ اب جس نے قرض لیا تھا وہ سمندر پر گیا کہ سوار ہو جائے اور قرض خواہ کا قرض ادا کرے لیکن سواری نہ ملی۔ آخر اس نے قرض خواہ تک پہنچنے سے ناامید ہو کر ایک لکڑی لی اس کو کریدا اور ہزار اشرفیاں اس میں بھر کر وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔ اتفاق سے قرض خواہ کام کاج کو باہر نکلا' سمندر پر پہنچا تو ایک لکڑی دیکھی اور اس کو گھر میں جلانے کے خیال سے لے آیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ جب لکڑی کو چیرا تو اس میں اشرفیاں پائیں۔

شرح بخاری

یعنی سمندر سے نکلنے والے موتی یا عنبر میں زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان میں زکاۃ نہیں ہے، کیونکہ اس بارہ میں کوئی حدیث نہیں ہے، رکاز کے بارہ میں حدیث آئی ہے، لیکن سمندر سے حاصل ہونے والی چیز پر رکاز کا اطلاق نہیں ہوتا، بعض کہتے ہیں کہ اس میں زکاۃ ہے کیونکہ یہ خزانہ کے حکم میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر ساحل سمندر سے ملے تو زکاۃ نکال دے، اور اگر سمندر سے نکالا ہو تو اس میں زکاۃ نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے تو یہ ہے کہ سمندر سے برآمد ہونے والے موتیوں میں یا عنبر میں یا لکڑی وغیرہ میں خمس نہیں ہے اور ان اشیاء کا استعمال پانے والے کے لیے جائز ہے۔

قولہ 'لیس العنبر برکازِ' عنبر کی حقیقت میں اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے صحیح بات یہ ہے کہ عنبر دراصل

مچھلی کا نام ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے: "ألقى لنا البحر دابة يقال لها العنبر"[1] چونکہ اس مچھلی سے عنبر نکلتا ہے اس لیے اس کا نام عنبر رکھا گیا ہے، اور عنبر خوشبو کی ایک قسم ہے اور بڑی مچھلی کی ایک قسم بھی عنبر کہلاتی ہے۔

٦٦-بَابٌ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ:

باب: رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ، وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً، وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكَاةُ، وَإِنْ وَجَدْتَ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ يُقَالُ أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ، قِيلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ أَوْ رَبِحَ رِبْحًا كَثِيرًا أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ: أَرْكَزْتَ ثُمَّ نَاقَضَ، وَقَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ فَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.



اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا رکاز جاہلیت کے زمانے کا خزانہ ہے۔ اس میں تھوڑا مال نکلے یا بہت پانچواں حصہ لیا جائے گا۔ اور کان رکاز نہیں ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کان کے بارے میں فرمایا اس میں اگر کوئی گر کر یا کام کرتا ہوا مر جائے تو اس کی جان مفت گئی۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ کانوں میں سے چالیسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ دو سو روپوں میں سے پانچ روپیہ۔ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا جو رکاز دار الحرب میں پائے تو اس میں سے پانچواں حصہ لیا جائے اور جو امن اور صلح کے ملک میں ملے تو اس میں سے زکوۃ چالیسواں حصہ لی جائے۔ اور اگر دشمن کے ملک میں پڑی ہوئی چیز ملے تو اس کو پہنچوادے (شاید مسلمان کا مال ہو) اگر دشمن کا مال ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرے۔ اور بعض لوگوں نے کہا معدن بھی رکاز ہے جاہلیت کے دفینہ کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں «أركز المعدن» جب اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ان کا جواب یہ ہے اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں میوہ بہت نکلے۔ تو کہتے ہیں «أركزت» (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر ان لوگوں نے اپنے قول کے آپ خلاف کیا۔ کہتے ہیں رکاز کا چھپالینا کچھ برا نہیں پانچواں حصہ نہ دے۔

رکاز، را کے کسرہ کے ساتھ مدفون خزانے کو کہتے ہیں، جو شخص جاہلیت کا دفن کیا ہوا خزانہ پائے تو اس میں سے پانچواں حصہ اسلامی بیت المال میں جمع کرائے اور باقی پانے والے کا ہے، رکاز میں عراقیوں اور حجازیوں کا اختلاف ہے عراقیوں

[1] صحیح بخاری: ۴۳۶۱

کے نزدیک معدن اور دفینۂ جاہلیت دونوں کو رکاز کہا جاتا ہے، امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے کہ رکاز اور معدن میں فرق ہے رکاز جاہلیت کے دفن شدہ خزانہ کا نام ہے، اور معدن سونے، چاندی وغیرہ کی کان کو کہا جاتا ہے، یہ دراصل لغوی اختلاف ہے، جیسا کہ پنجابی زبان میں ایک لفظ کا مفہوم ایک علاقہ میں کچھ ہوتا ہے اور دوسرے علاقہ میں اس لفظ کا مفہوم اس کے علاوہ ہوتا ہے، اس طرح رکاز کا لفظ عراقی لوگ معدن پر بول لیتے ہیں۔ لیکن حجازی لغت میں رکاز کا معدن پر اطلاق نہیں ہوتا، نبی اکرم ﷺ چونکہ حجازی تھے اس لیے اسے حجازی لغت پر محمول کرنا چاہیے، بعض لوگ اس بارہ میں ضعیف روایات پیش کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ رکاز ہی معدن ہے، جیسا کہ عینی نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ رکاز کیا ہے تو آپ نے فرمایا: "الذهب والفضة الذی خلقه الله تعالي فی الأرض یوم خلقت"[1] حالانکہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے[2]۔

امام مالک کا قول ہے کہ اگر بغیر محنت کے معدن سے مال حاصل ہو جائے تو خمس ادا کرنا چاہیے ورنہ نہیں، حنفی پٹرول کو بھی رکاز میں داخل کرتے ہیں اور شافعی دفینہ جاہلیت کو ہی رکاز کہتے ہیں۔ اور اس پر جاہلیت کی مہر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مدفون خزانہ ہے، اور اگر اس پر اسلامی مہر لگی ہوئی ہو تو اس کا حکم لقطہ کا ہوتا ہے، جس کی ایک سال تک تعریف ہونی چاہیے۔

احناف کے ہاں کان اگر اپنی زمین سے برآمد ہو تو اس میں خمس نہیں ہے اگر کان غیر کے ملک سے نکلے تو اس میں خمس آتا ہے۔

قولہ قال مالك وابن ادريس الركاز دفن الجاهلية۔ یہ امام مالک بن انس ہیں اور ابن ادریس سے مراد امام محمد بن ادریس شافعی ہیں، ان کے ہاں رکاز سے مراد جاہلیت کا دفن شدہ خزانہ ہے یہ قلیل ہو یا کثیر، اس میں پانچواں حصہ واجب ہے، اور معدن، رکاز نہیں ہے، رکاز میں نصاب کی شرط نہیں ہے اور نہ ہی حولانِ حول کی شرط ہے، جب بھی حاصل ہو اس میں سے خمس ادا کر دیا جائے۔ احناف کے نزدیک معدن بھی رکاز میں داخل ہے، جو مال کان سے برآمد ہو ان کے ہاں اس میں سے بھی خمس ادا کیا جائے گا، بعض کے نزدیک معدن میں بھی حولانِ حول کی شرط نہیں ہے، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک معدن سے فوری طور پر زکاۃ ادا کی جائے گی، امام مالک کہتے ہیں کہ معدن سے نکلنے والا سونا جب نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں زکاۃ واجب ہو جائے گی لیکن رکاز میں خمس ہے امام شافعی کے نزدیک قلیل وکثیر میں خمس آئے گا، امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

---

[1] السنن الکبری للبیہقی: ۷۶۴۰

[2] اس روایت کو نقل کرنے کے بعد عینی نے کہا ہے: وهذا ينادی بأعلی صوته أن الركاز هو المعدن۔ یعنی یہ روایت اپنی بلند آواز کے ساتھ اعلان کر رہی ہے کہ رکاز ہی معدن ہے، حالانکہ یہ روایت اس قدر کمزور ہے کہ اس کی آواز ہی نہیں نکلتی، کیونکہ اس میں عبداللہ نامی راوی سخت ضعیف اور متروک ہے جس کی وجہ سے یہ روایت استدلال کے لائق نہیں ہے۔ اور بعض روایات کو عینی نے "تكلم فيه" کہہ کر متکلم فیہ کہا ہے، تو ان سے استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے۔

قولہ ولیس المعدن بر کاز۔ معدن، رکاز نہیں ہے اور وہ رکاز کے اسم میں داخل نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حکم رکاز والا ہے۔

قولہ وقد قال النبی ﷺ فی المعدن جبارٌ وفی الرکاز خمس۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معدن، رکاز نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے معدن اور رکاز کو حرفِ عطف کے ساتھ بیان کیا ہے جو ان میں تغایر اور فرق پر دلالت کرتا ہے اور آپ نے دونوں کا حکم بھی الگ الگ ذکر کیا ہے اگر یہ دونوں ایک ہوتے تو آپ ان کو اکٹھا کر دیتے جبکہ آپ نے ان دونوں میں فرق کیا ہے تو معلوم ہوا کہ معدن اور رکاز ایک نہیں ہیں اور جب ایک نہیں بلکہ جدا جدا ہیں تو دونوں کا حکم بھی مختلف ہے لہٰذا معدن میں زکاۃ ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

قولہ قال الحسن۔ یہ حسن بصری ہیں اور یہ فرق حسن بصری کے علاوہ کسی نے نہیں کیا، اور ارضِ سلم سے مراد ارضِ صلح ہے:

قولہٗ وإن وَجدت اللقطة۔ یہ حسن بصری کی ہی کلام ہے کہ اگر دشمن کی سرزمین میں لقطہ ملے تو اس کا سال تک اعلان کیا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ لقطہ کسی مسلمان کا ہو، اور اگر وہ لقطہ دشمن کا ہو تو اعلان کی ضرورت نہیں بلکہ وہ پانے والے کا ملک ہو جاتا ہے اور اس میں خمس آئے گا۔



قولہٗ وقال بعض الناس المعدن رکاز۔ یہ پہلا مقام ہے جہاں بخاری رحمہ اللہ نے "بعض الناس" کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ لفظ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب میں پچیس مقامات میں لائے ہیں[1]۔ یہ لفظ کتاب الحیل میں ہی چودہ دفعہ آیا ہے، اور دو دفعہ کتاب الاکراہ میں آیا ہے، کتاب الہبۃ میں بھی آئے گا، پہلی مرتبہ یہاں آیا ہے، بعض الناس سے

[1] وہ پچیس مقامات جہاں بخاری رحمہ اللہ نے "بعض الناس" کا لفظ استعمال کیا ہے حسب ذیل ہیں:

(۱) كتاب الزكاة، باب فی الرکاز الخمس، اور وہ یہی پہلا مقام ہے،

(۲) كتاب الهبة، باب إذا قال: أخدمتُك هٰذه الجارية،

(۳) كتاب الهبة، باب إذا حَمَلَ رَجُلٌ علىٰ فرس،

(۴) کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ "من بعد وصية يوصي بها أو دينٍ"

(۵) کتاب اللعان،

(۶) کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف والسارق والزاني،

(۷) کتاب الأيمان والنذور، باب إذا حلف أن لّا يشرب نبيذًا،

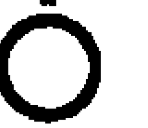
(۸) کتاب الإكراه، باب إذا أكره حتّٰى وَهَبَ عبدًا أو باعهٗ لم يجز،

(۹) کتاب الإكراه، باب يَمينُ الرجلِ لصاحبه،

(۱۰) کتاب الأحكام، باب الشهادة على الخط المختوم،

(۱۱) کتاب الأحكام، باب ترجمةِ الحُكّام،

(۱۲) کتاب الحِيَل میں "بَعْضُ النَّاس" کا لفظ چودہ مرتبہ آیا ہے۔



مراد عام طور پر حنفی ہوتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مراد ہیں، لیکن ہر جگہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مراد نہیں ہوتے، کبھی اس سے شافعی بھی مراد ہوتے ہیں، جیسا کہ کتاب الاحکام میں باب ترجمۃ الحکام کے تحت "وقال بعض الناس لا بد للحاکم من مترجمین" آیا ہے اور یہ شافعی کا مذہب ہے کہ حاکم کے لیے ترجمان دو ہونا چاہئیں، یہ ابوحنیفہ کا مذہب نہیں ہے، لہٰذا یہاں بعض الناس سے مراد شافعی ہیں، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حنفیوں میں سے محمد بن حسن کا بھی یہ مذہب ہے کہ ترجمان دو ہونا چاہئیں، ہوسکتا ہے کہ یہاں وہ مراد ہو، یعنی اس سے مراد احناف ہی ہیں خواہ امام ابوحنیفہ مراد ہوں یا ان کے شاگرد مراد ہوں۔

وہ مسائل جنہیں بخاری رحمہ اللہ نے بعض الناس کے حوالے سے ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر میں احناف متفرد نہیں ہیں، ان میں ان کے ساتھ دیگر علماء بھی شامل ہیں، اگرچہ بعض میں احناف متفرد ہیں، جیسا کہ یہاں اس مسئلہ میں سفیان ثوری اور اوزاعی ان کے ساتھ ہیں۔ اس لیے عینی کہتا ہے کہ یہاں ابوحنیفہ مراد ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ہوسکتا ہے کہ سفیان ثوری مراد ہو[1]۔ مگر چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ عام طور پر امام ابوحنیفہ کا ذکر کرتے ہیں اس لیے یہاں وہی مراد ہیں۔

مولوی حسین علی کہتا ہے کہ "بعض الناس" کا لفظ ادب و احترام اور تعظیم کے لیے لایا گیا ہے کیونکہ بخاری رحمہ اللہ نے علماءِ احناف کا نام نہیں لیا بلکہ انہیں "بعض الناس" سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، حالانکہ اگر یہ لفظ تعظیم کے لیے ہوتا تو "بعض العلماء" یا "بعض الفقهاء" کہنا چاہیے تھا، اس لیے بخاری کا غیر کو بعض الناس سے بیان کرنا تعظیم کے لیے نہیں ہے۔

مولوی حسین علی نے کہا ہے، ویسے امام بخاری، امام ابوحنیفہ پر ناراض ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ وہ بعض دفعہ سخت لفظ بھی استعمال کرتے ہیں، حالانکہ وہ سخت لفظ اس لیے بولتے ہیں کہ اس سے پہلے اہل سنت کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا واقعہ پیش آچکا تھا اور امام احمد کو تکلیفیں دینے والے معتزلہ تھے، اور معتزلہ زیادہ تر حنفی تھے اگرچہ ان میں سے بعض شافعی بھی تھے، مامون کے ساتھی اکثر حنفی لوگ تھے، اور مامون، امام ابوحنیفہ کا معتقد تھا، اسحاق بن راہویہ وغیرہ امام ابوحنیفہ کے اقوال و آراء لکھا کرتے تھے، بعد میں انہوں نے یہ دفاتر دھو ڈالے اور ان پر احادیث

---

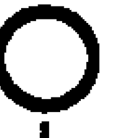
[1] علامہ عینی لکھتے ہیں: "قال ابن التين: المراد ببعض الناس هو أبو حنيفة. قلت جزم ابن التين بأن المراد به هو أبو حنيفة، من أين أخذه. فلم لا يجوز أن يكون مراده هو سفيان الثوري من أهل الكوفة والأوزاعي من أهل الشام فانهما قالا مثل ما قال أبو حنيفة، أن المعدن كالركاز وفيه الخمس في قليله وكثيره" (عمدۃ القاری ۹/۱۴۳) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر اس کا جواب دے دیا ہے: "قلت: ويحتمل أن يريد به أبا حنيفة وغيره من الكوفيين ممن قال بذلك" ہوسکتا ہے کہ بخاری کی اس سے مراد امام ابوحنیفہ اور دیگر اہل کوفہ ہوں جو اس قول کے قائل ہیں، فتح الباری ۳/۳۶۴۔

نبویہ لکھنے لگے، کسی نے مامون کے پاس شکایت کر دی کہ فلاں، فلاں نے فقہ کو فضول سمجھا ہے اور فقہ کو دھو کر اس پر حدیثیں لکھنی شروع کر دی ہیں، مامون نے انہیں بلا کر اس کی وجہ پوچھی تو اسے جواب دیا گیا کہ فقہ کے یہ مسائل احادیث نبویہ کے خلاف تھے اس لیے ہم نے ایسا کیا ہے، اور مامون کو احادیث سنا کر لاجواب کر دیا، معلوم ہوتا ہے کہ مامون امام ابوحنیفہ کا عقیدت مند تھا، دیگر معتزلہ بھی حنفی کہلاتے تھے جن کے فاسد نظریات کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی بدنام ہوئے، لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امام ابوحنیفہ بھی انہی نظریات کے حامل تھے جو جہمیہ اور معتزلہ کے نظریات تھے، بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ کو معتزلی بنانے کی کوشش کی ہے اور کہا کہ وہ خلق قرآن کے قائل تھے، حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ معتزلی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ خلق قرآن کے قائل ہیں، اس وقت دو فریق تھے، اہل حدیث اور اہل الرائے، امام ابوحنیفہ اہل الرائے کے نام سے مشہور ہو گئے جس کی وجہ سے محدثین کرام ان کے افکار کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، اور اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ بھی انہیں "بعض الناس" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، احناف میں سے بعض نے ان مسائل کا جواب دیا ہے جنہیں بخاری نے "بعض الناس" کہہ کر انہیں ذکر کیا ہے، اس کے بعد بعض اہلحدیث نے ان کا جواب الجواب لکھا ہے۔

قولہ'لأنہ یقالُ: أرکزالمعدن۔ یہ احناف کی دلیل ہے کہ جب کان سے کوئی چیز نکالی جائے تو اس پر "أرکز المعدنُ" کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور معدن کو رکاز کہا جاتا ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا اسے بہت سا منافع حاصل ہو یا اس کے باغ کا پھل زیادہ ہو تو اسے بھی "أرکزت" کہا جاتا ہے، تو کیا اس سے موھوب چیز اور منافع اور پھل کو رکاز کہا جائے گا؟ اور کیا ان سے بھی خمس لیا جائے گا؟ تو جیسے یہ اشیاء "أرکزت" کہنے سے رکاز نہیں بن جاتیں، ویسے ہی "أرکز المعدن" کہنے سے معدن بھی رکاز نہیں بن جائے گی، یہ اطلاق تو مجازاً ہوتا ہے، لیکن عینی نے کہا ہے کہ یہ دلیل کسی نے پیش نہیں کی اور نہ کسی کتاب میں منقول ہے، لیکن اس کا جواب ہے کہ کیا عینی نے تمام احناف کے اقوال کا احاطہ کر لیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ عادل وضابط ہیں احناف میں سے کسی نے یہ دلیل پیش کی ہے تب ہی تو بخاری رحمہ اللہ نے اسے نقل کیا ہے، یہ ضروری نہیں کہ کتابوں میں لکھی ہو تب ہی دلیل بنے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ أرکزت یا أرکز المعدن جیسے الفاظ مجازاً بول دیئے جاتے ہیں اور کسی جگہ فعل کا استعمال ہو جانا اسم کے اطلاق کو مستلزم نہیں ہے۔



قولہ ثم ناقض یعنی اس قائل نے اپنے قول کی مخالفت کی ہے، کیونکہ اس نے پہلے یہ کہا معدن میں خمس آئے گا اس لیے کہ وہ بھی رکاز ہے، پھر کہا کہ رکاز کو چھپانے اور خمس ادا نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ معدن کو بھی شامل ہے۔



١٤٩٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنویں کا بھی یہی حال ہے اور کان کا بھی یہی حکم ہے اور رکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائے۔

قولہٗ العجماء جبارٌ۔ مسلم میں ہے العجماء جرحها جبارٌ، یعنی جانور اگر پاؤں وغیرہ مار کر کسی کو زخمی کر دے یا ہلاک کر دے تو یہ رائیگاں جائے گا، صاحبِ دابہ پر کوئی دیت وغیرہ نہیں آئے گی بشرطیکہ اس میں اس کی تعدی نہ ہو،

قولہٗ والبئر جبارٌ جبار جیم کے ضمہ کے ساتھ "ھدر" کے معنی میں ہے، یعنی اگر کوئی شخص اپنی ملکیت میں کنواں کھودتا ہے اور اس میں کوئی دوسرا گر کر مر جاتا یا زخمی ہو جاتا یا کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدوری پر لگاتا ہے اور وہ کنویں میں دب کر مر جاتا ہے تو اس کی دیت بھی مزدور رکھنے والے پر نہیں آئے گی۔

قولہٗ والمعدن جبارٌ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کان میں زکاۃ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آدمی کو کان میں کام کرنے کے لیے مزدوری پر لگاتا ہے اور مزدور اس میں ہلاک ہو جاتا ہے تو مستاجر پر اس کی دیت یا تاوان نہیں آئے گا۔

قولہٗ وفی الرکاز الخُمس۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال ہے کہ معدن، رکاز نہیں ہے اور دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں معدن اور رکاز میں حرفِ عطف لا کر فرق کیا گیا ہے لہٰذا دونوں ایک نہیں اور معدن، رکاز نہیں ہے جیسا کہ بعض الناس کہتے ہیں اور دونوں کا حکم بھی ایک نہیں بلکہ مختلف ہے، معدن میں "رُبع العشر" یعنی زکاۃ ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

٦٧۔ بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا} وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِينَ مَعَ الإِمَامِ:

باب: اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں فرمایا زکوٰۃ کے تحصیلداروں کو بھی زکوٰۃ سے دیا جائے گا

وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِينَ مَعَ الإِمَامِ:

اور ان کو حاکم کے سامنے حساب سمجھانا ہو گا۔ یہاں کان اور رکاز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ بیان فرمایا۔ اور یہی باب کا مطلب ہے۔

١٥٠٠: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الأَسْدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ".

ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے بیان کیا' ان سے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص عبداللہ بن لتبیہ کو بنی سلیم کی زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حساب لیا۔

زکاۃ لانے والے اور اسے لکھنے والے سب عاملین میں داخل ہیں، اور مصدقین جمع ہے مصدِّق کی، اور اس سے مراد وہ عامل ہیں جنہیں امام زکاۃ وصول کرنے کے لیے متعین کرتا ہے، گویا عامل کے ساتھ حساب ہونا چاہیے کہ وہ کہاں سے کتنی زکاۃ وصول کر کے لایا ہے۔

عاملین کو زکاۃ میں جو حصہ ملتا ہے اگر وہ دینی کام کرنے کی وجہ سے ملتا ہے تو علماءِ دین جو مفت دین کا کام کرتے ہیں ان کے لیے بھی زکاۃ لینا جائز ہوگا، لیکن تنخواہ لے کر دینی کام کرنے والے اس میں داخل نہیں ہیں۔

قولہٗ علٰی صدقات بنی سلیم۔ ایک روایت میں بنی ذبیان کا ذکر آتا ہے ہوسکتا ہے کہ اسے دونوں قبائل کی زکاۃ وصول کرنے پر مقرر کیا ہو۔

قولہٗ یدعٰی ابن اللتبیۃ۔ اس کا نام عبداللہ تھا جو بنی لتب سے تھا جو اَزد قبیلے کی شاخ ہے حافظ نے کہا ہے کہ اس کی ماں کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لُتبیہ ہی اس کی ماں ہے۔



قولہٗ فلمّا جاء حاسَبَہٗ۔ اس کی ترجمہ باب سے مناسبت ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی سے ایسی غلطی ہو جائے جس کا نقصان عام لوگوں کو پہنچ سکتا ہو تو اس کی غلطی سرعام بیان کی جاسکتی ہے۔

٦٨۔ بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ:

باب: زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافر لوگ کام لے سکتے ہیں اور ان کا دودھ پی سکتے ہیں

١٥٠١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّونَ الْحِجَارَةَ"، تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ، وَحُمَيْدٌ، وَثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا' اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی کہ وہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں جا کر ان کا دودھ اور پیشاب استعمال کریں (کیونکہ وہ ایسے مرض میں مبتلا تھے جس کی دوا یہی تھی) لیکن انہوں نے (ان



اونٹوں کے) چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے انکے پیچھے آدمی دوڑائے۔ آخر وہ لوگ پکڑ لائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوادیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں پھر انہیں دھوپ میں ڈلوادیا (جس کی شدت کی وجہ سے) وہ پتھر چبانے لگے تھے۔ اس روایت کی متابعت ابوقلابہ ثابت اور حمید نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے کی ہے۔

ابن بطال نے کہا ہے کہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ زکاۃ کا مال مصارفِ زکاۃ میں سے صرف ایک مصرف میں لگایا جاسکتا ہے اور یہ بات امام شافعی کے خلاف ہے، کیونکہ وہ مالِ زکاۃ کو اس کے آٹھ مصارف میں صَرف کرنے کے قائل ہیں۔

٦٩-بَابُ وَسْمِ الإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ:

باب: زکوۃ کے اونٹوں پر حاکم کا اپنے ہاتھ سے داغ دینا

١٥٠٢: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "غَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابوعمرو اوزاعی نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن ابی طلحہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تحنیک کر دیں۔ (یعنی اپنے منہ سے کوئی چیز چبا کر ان کے منہ میں ڈال دیں) میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ کے اونٹوں پر داغ لگا رہے تھے۔

یعنی کسی لوہے پر لفظ صدقۃ یا زکاۃ لکھ کر جانور کو نشان لگا دیا جائے، اور اگر جزیہ یا خراج کا مال ہے تو جزیہ کا نشان لگا دیا جائے، تاکہ وہ دوسرے جانوروں سے ممتاز اور جدا ہو سکے، اور جو اسے لقطہ بنائے وہ اس کی شناخت کرا سکے، اور اس کا مالک اسے صدقہ کرنے کے بعد اس میں رجوع نہ کر سکے۔

٧٠-بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ:

باب: صدقہ فطر کا فرض ہونا

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيرِينَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً.

ابوالعالیہ، عطاء اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی صدقہ فطر کو فرض سمجھا ہے۔

١٥٠٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا

شرح بخاری

إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ، وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ، وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ".

ہم سے یحییٰ بن محمد بن سکن نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جہضم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے عمر بن نافع نے ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دی تھی۔ غلام' آزاد' مرد' عورت' چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔

قولہٗ ورای ابو العالیۃ وعطاء وابن سیرین صدقۃ الفطر فریضۃ۔ امام بخاری رحمہ اللہ صدقہ فطر کو فرض کہتے ہیں، حنفی واجب کہتے ہیں، کیونکہ یہ خبر واحد سے ثابت ہے، بعض کہتے ہیں کہ زکاۃ فرض ہونے سے پہلے آپ نے اس کا حکم دیا تھا۔ لیکن زکاۃ فرض ہونے کے بعد آپ نے اس کا حکم نہیں دیا، صحیح بات یہ ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا فرض ہے، زکاۃ کے فرض ہونے کے بعد اس کا حکم نہیں دیا تو آپ نے دیئے ہوئے حکم پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ اس سے اس کا نسخ لازم نہیں آتا ہے اور ایک فرض کا نزول دوسرے فرض کے نسخ پر دلالت نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "فَرَضَ رسول اللہ ﷺ" کے الفاظ اس کے فرض ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ابو العالیہ جن کا نام رفیع بن مہران ہے اور عطاء بن ابی رباح، اور محمد بن سیرین بھی صدقہ فطر کی ادائیگی کو فرض کہتے ہیں، ابن المنذر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے [1]۔

شرح بخاری

[1] انسان پر تین قسم کی زکاۃ واجب ہے، ایک زکاۃ نفس، جس سے مراد یہ ہے کہ انسان نیک اعمال سرانجام دے کر اور گناہوں سے توبہ کر کے اپنے آپ کو صاف کرے یہ وہ تزکیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشمس میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے: "قد أفلح من زكها، وقد خاب من دسها" (۹، ۱۰) دوسری قسم زکاۃ بدن ہے یہی زکاۃِ فطر یا صدقہ فطر ہے جو ماہ رمضان کے روزے مکمل رکھنے کے بعد ادا کی جاتی ہے اور یہ روزے دار کی لغویات سے طہارت اور غرباء و مساکین کے لیے خوراک کا باعث ہے۔ تیسری قسم زکاۃ مال ہے یہ مالداروں پر فرض ہے جبکہ ان کا مال نصاب کو پہنچتا ہو اور حولانِ حول ہو جائے زکاۃِ فطر ہر مسلمان پر ادا کرنا فرض ہے خواہ مذکر ہو یا مونث، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا، جبکہ وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خوراک سے زائد ایک صاع کا مالک ہو۔

ماہِ رمضان کے آخری دن کا سورج غروب ہونے سے زکاۃِ فطر ہر مسلمان پر واجب ہو جاتی ہے اور اگر گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں کی رضامندی سے ان کی طرف سے زکاۃِ فطر ادا کر دے تو یہ جائز ہے اور اس کے لیے باعثِ اجر ہے۔ صدقہ فطر ادا کرنے کا وقت عید الفطر کی رات غروب شمس سے لیکر نماز عید ادا کرنے سے پہلے تک ہے، اور نماز عید کے بعد ادا کرنا عام صدقہ ہوگا، اگر بغیر عذر کے ایسا کرے گا تو گناہگار ہوگا۔ اور اگر کسی عذر کی وجہ سے نمازِ عید سے پہلے ادا نہ کر سکے تو قضائی

٧١-بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ:

باب: صدقہ فطر کا مسلمانوں پر یہاں تک کہ غلام لونڈی پر بھی فرض ہونا

١٥٠٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ آزاد یا غلام' مرد یا عورت تمام مسلمانوں پر ایک صاع کھجور یا جو فرض کی تھی۔

غلام پر بھی صدقہ فطر کا ادا کرنا فرض ہے۔ داود کا قول ہے کہ مالک کو چاہیے کہ وہ غلام کو کمائی کرنے کا موقع دے، تا کہ وہ اپنا صدقہ فطر ادا کر سکے، بعض کہتے ہیں کہ غلام کا مالک اس کا صدقہ فطر ادا کرے گا۔

٧٢-بَابُ صَاعٍ مِنْ شَعِيرٍ:

باب: صدقہ فطر میں اگر جو دے تو ایک صاع ادا کرے

١٥٠٥: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ".

ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زید بن اسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عیاض بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک صاع جو کا صدقہ دیا کرتے تھے۔

٧٣-بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ:

باب: گیہوں یا دوسرا اناج بھی صدقہ فطر میں ایک صاع ہونا چاہیے

١٥٠٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا

دیدے اور گناہگار نہیں ہوگا۔ صدقہ فطر ایسی چیز سے ادا کیا جائے گا جو لوگوں کی عام خوراک ہو۔ اور ہر شخص کی طرف سے ایک صاع صدقہ فطر ادا کیا جائے گا۔ جس کی مقدار ۲،۰۴۰ کیلو گرام ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: "قال فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير على العبد والحر والذكر والأنثى والصغير والكبير من المسلمين وأمر بها أن تؤدّى قبل خروج الناس إلي الصلاة" (متفق علیہ۔ الفقہ الإسلامی)

مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' ان سے عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری نے بیان کیا' کہ انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم فطرہ کی زکوٰۃ ایک صاع اناج یا گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے۔

۷۴۔بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ:

باب: صدقہ فطر میں کھجور بھی ایک صاع نکالی جائے

۱۵۰۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ". قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کی زکوٰۃ فطر دینے کا حکم فرمایا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے اسی کے برابر دو مد (آدھا صاع) گیہوں کر لیا تھا۔



۷۵۔بَابُ صَاعٍ مِنْ زَبِيبٍ:

باب: صدقہ فطر میں منقیٰ بھی ایک صاع دینا چاہیے

۱۵۰۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَكِيمٍ الْعَدَنِيَّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ". فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ، قَالَ: أَرَى مُدًّا مِنْ هَذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا' انہوں نے یزید بن ابی حکیم عدنی سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ فطر ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا خشک انجیر) نکالتے تھے۔ پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور گیہوں کی آمدنی



ہوئی تو کہنے لگے میں سمجھتا ہوں اس کا ایک مد دوسرے اناج کے دو مد کے برابر ہے۔

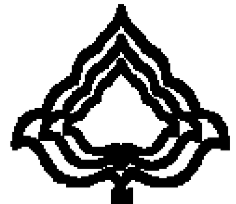
چونکہ گندم بعد میں دستیاب ہوئی اور یہ مہنگی تھی اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کا نصف صاع کافی ہے، یہ بات بعض صحابہ کا اجتہاد تھا، اس بارہ میں جو مرفوع روایات آتی ہیں وہ ضعیف ہیں، صحابہ سے بسند صحیح گندم کا نصف صاع ثابت ہے۔ اور اس کی بنیاد قیمت پر رکھی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بصرہ میں گئے تو دیکھا کہ وہاں گندم سستی ہے تو فرمایا کہ اس کا پورا صاع دیا کرو، اور یہ قیمت کے پیش نظر تھا اور نہ حدیث کے الفاظ کا تقاضا یہی ہے کہ پورا صاع صدقہ فطر دیا جائے۔

٧٦۔ بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيدِ:

باب: صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا

١٥٠٩: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے حفص بن میسرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے پہلے نکالنے کا حکم دیا تھا۔

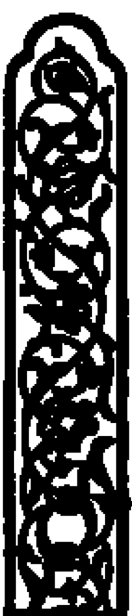


١٥١٠: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ". وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّبِيبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ.

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' ان سے عیاض بن عبداللہ بن سعد نے' ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیدالفطر کے دن (کھانے کے غلہ سے) ایک صاع نکالتے تھے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا کھانا (ان دنوں) جَو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا۔

٧٧۔ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ:

باب: صدقہ فطر آزاد اور غلام پر واجب ہونا



وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوكِينَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكَّى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكَّى فِي الْفِطْرِ.

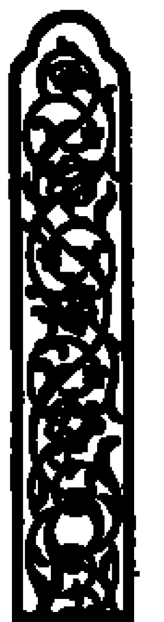
اور زہری نے کہا جو غلام لونڈی سوداگری کا مال ہوں تو ان کی سالانہ زکوٰۃ بھی دی جائے گی اور ان کی طرف سے صدقہ فطر بھی ادا کیا جائے۔

١٥١١: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ أَوْ قَالَ: رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ". فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطَى شَعِيرًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ حَتَّى إِنْ كَانَ لِيُعْطِي عَنْ بَنِيَّ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا، وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ. قال ابو عبدالله بنی یعنی بنی نافع قال کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر یا یہ کہا کہ صدقہ رمضان مرد، عورت، آزاد اور غلام (سب پر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں نے آدھا صاع گیہوں اس کے برابر قرار دے لیا۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ میں کھجور کا قحط پڑا تو آپ نے جو صدقہ میں نکالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹے بڑے سب کی طرف سے یہاں تک کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ہر فقیر کو جو اسے قبول کرتا، دے دیا کرتے تھے۔ اور لوگ صدقہ فطر ایک یا دو دن پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا میرے بیٹوں سے نافع کے بیٹے مراد ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا وہ عید سے پہلے جو صدقہ دے دیتے تھے تو اکٹھا ہونے کے لیے نہ فقیروں کے لیے (پھر وہ جمع کر کے فقراء میں تقسیم کر دیا جاتا)۔



قولہ حتی إن کان یعطی عن بنی۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے آزاد کردہ غلام نافع کے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر دیا کرتے تھے، اور وہ جو فقیر صدقہ فطر قبول کرتا اسے دے دیا کرتے تھے، اس طرح اگر کوئی شخص اپنے محتاج رشتہ داروں کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اور اپنے اتباع کو بھی دے سکتا ہے جبکہ وہ محتاج ہوں، اگرچہ نافع آزاد ہو گیا تھا اس کے بیٹوں کا صدقہ فطر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ذمے فرض نہیں تھا لیکن اگر کوئی شخص دینا چاہے تو دینے کی اجازت ہے، صحابہ کرام عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے صدقہ فطر دے دیتے تھے تاکہ غریب اور محتاج لوگ عید سے متعلق اپنی ضروریات مہیا کر سکیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ عامل کو دیتے تھے یا صدقہ فطر قبول کرنے والوں کو دیتے تھے جس پر "الذین یقبلونہا" کے لفظ دلالت کرتے ہیں۔ احناف کے ہاں ماہِ رمضان سے پہلے بھی دے سکتے ہیں جیسا کہ زکوٰۃ سال سے پہلے دی جا سکتی ہے۔ لیکن زیادہ پہلے دینے سے انہیں فائدہ نہیں ہوتا اصل یہی ہے کہ ایک دو دن پہلے ہی صدقہ فطر دینا چاہیے تاکہ وہ اپنی ضروریات مہیا کر لیں۔



۷۸۔ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

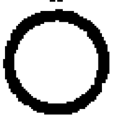
باب: صدقہ فطر بڑوں اور چھوٹوں پر واجب ہے

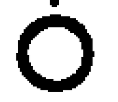
اور ابوعمرو نے بیان کیا کہ عمر، علی، ابن عمر، جابر، عائشہ، طاؤس، عطاء اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ یتیم کے مال سے بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور زہری دیوانے کے مال سے زکوٰۃ نکالنے کے قائل تھے۔

۱۵۱۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے عبید اللہ عمری کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور کا صدقہ فطر، چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام سب پر فرض قرار دیا۔









کتاب الحج

کتاب حج کے مسائل کا بیان

١-بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ:

باب:حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ سورة آل عمران آية ٩٧.

اور اللہ پاک نے (سورۃ آل عمران میں) فرمایا لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو وہاں تک راہ مل سکے۔ اور جو نہ مانے (اور باوجود قدرت کے حج کو نہ جائے) تو اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔



١٥١٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ، أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ".

شرح بخاری

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی انہیں ابن شہاب نے، انہیں سلیمان بن یسار نے، اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت آئی۔ فضل اس کو دیکھنے لگے وہ بھی انہیں دیکھ رہی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ بار بار دوسری طرف موڑ دینا چاہتے تھے۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کا فریضہ حج میرے والد کے لیے ادا کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں اونٹنی پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج (بدل) کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ تھا۔



عام طور پر زکاۃ کے بعد روزے کی عبادت کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مفرد عبادتوں کو پہلے لایا جائے اور اس کے بعد مرکب عبادت کو ذکر کیا جائے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ فعلی عبادات کو مقدم لائے ہیں اور فعلی بسیط کو پہلے لائے ہیں، نماز بدنی اور زکاۃ مالی عبادت ہے اور دونوں بسیط ہیں اس لیے انہیں پہلے لائے ہیں۔ اس کے بعد فعلی مرکب عبادت کو لائے جو

کہ حج ہے اور یہ بدنی، مالی اور زبانی عبادات سے مرکب عبادت ہے، اور فعلی عبادات کو ذکر کرکے پھر ترکی عبادت کو ذکر کریں گے جو کہ روزہ ہے۔

حج کا لغوی معنی کسی چیز کا قصد کرنا ہے اور شرعی اعتبار سے عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں مناسک حج ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کا قصد کرنا حج کہلاتا ہے اور حج ادا کرنے کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے، اور یہ زندگی میں ایک مرتبہ ادا کرنا فرض ہے، بشرطیکہ انسان مستطیع ہو، قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا ومن كفر فإن الله غني عن العالمين"[1]

حج کب فرض ہوا ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک حج ہجرت سے پہلے فرض ہوا ہے لیکن یہ قول شاذ ہے، بعض کے نزدیک ہجرت کے بعد ۵ھ میں فرض ہوا ہے بعض ۹ھ بھی کہتے ہیں لیکن جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ حج ۶ ہجری میں فرض ہوا ہے، کیونکہ آیت: "وأتموا الحج والعمرة لله" ۶ھ میں نازل ہوئی ہے جو حج اور عمرہ کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔

٢- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {يَأْتُوكَ رِجَالاً وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ}

باب: اللہ پاک کا سورۃ الحج میں یہ ارشاد کہ لوگ پیدل چل کر تیرے پاس آئیں اور دبلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے اس لیے کہ دین اور دنیا کے فائدے حاصل کریں

فِجَاجًا الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ.

(امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا سورۂ نوح میں جو) «فجاجا» کا لفظ آیا ہے اس کے معنی کھلے اور کشادہ راستے کے ہیں۔

١٥١٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ يُهِلُّ حَتَّى تَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً".

ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں بن شہاب نے کہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی، ان سے عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی الحلیفہ میں دیکھا کہ اپنی سواری پر چڑھ رہے ہیں۔ پھر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پیدل حج کرنے کے لیے جانا سواری پر جانے سے افضل ہے، کیونکہ آیت مذکورہ میں پیادوں کو سواروں سے مقدم ذکر کیا گیا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اس نظریہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اگر پیدل

[1] آل عمران: ۹۷

چلنا افضل ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے اختیار کرتے، جبکہ آپ سواری پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: "رأيتُ رسول الله ﷺ يركبُ راحلته بذى الحليفة"

اور حدیث کی ترجمہ باب کے لفظ "فج عميق" سے مناسبت ہے، کیونکہ ذوالحلیفہ اور مکہ کے درمیان دور کی مسافت ہے۔

"قوله فجاجًا" فج کی وجہ سے فجاجاً کا معنی بیان کردیا ہے جو کہ "لتسلكوا منها سبلا فجاجًا" میں مذکور ہے۔

١٥١٥: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ إِهْلَالَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ". رَوَاهُ أَنَسٌ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ولید بن مسلم نے خبر دی، کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا، وہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا جب سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ ابراہیم بن موسیٰ کی یہ حدیث ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

-بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ:

باب: پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

١٥١٦: وَقَالَ أَبَانُ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ، وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ.

اور ابان نے کہا ہم سے مالک بن دینار نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو بھیجا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور پالان کی پچھلی لکڑی پر ان کو بٹھالیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج کے لیے پالانیں باندھو کیونکہ یہ بھی ایک جہاد ہے۔

حج میں سادگی اختیار کرتے ہوئے نبی کریم علیہ السلام نے اعلیٰ مرکب اور اعلیٰ سواری کا انتخاب نہیں کیا، بلکہ سادہ کجاوے پر ہی سوار ہوئے ہیں،

قولہ علی قتب۔ قتب چھوٹے کجاوے کو کہتے ہیں، جس کی جمع "أقتاب" آتی ہے۔

"قوله أحد الجهادين" حج کو جہاد کہا گیا ہے کیونکہ انسان اس میں سفر کی مشقتوں پر صبر کرتا ہے اور لذتوں کو چھوڑتا اور شیطانی شہوات سے کنارہ کشی کرتا ہے۔

"قوله ولم يكن شحيحًا" حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کجاوہ استعمال کرنا بخل اور کنجوسی کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں انہوں نے رحل یعنی کجاوہ استعمال کیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ خوشحالی سے سادگی افضل ہے۔

قوله و كانت زاملته۔ زاملہ اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جس پر حاجی کا سامان اور کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوئی ہوں اور وہ راحلہ کے علاوہ ہوتا ہے جس پر حاجی سوار ہوتا ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سادگی کی وجہ سے اپنی سواری پر ہی سامان رکھا ہوا تھا گویا آپ کی راحلہ ہی زاملہ تھی۔

١٥١٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، قَالَ: "حَجَّ أَنَسٌ عَلَى رَحْلٍ وَلَمْ يَكُنْ شَحِيحًا، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ".

محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ہم سے زید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عزرہ بن ثابت نے بیان کیا، ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ ایک پالان پر حج کے لیے تشریف لے گئے اور آپ بخیل نہیں تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پالان پر حج کے لیے تشریف لے گئے تھے، اسی پر آپ کا اسباب بھی لدا ہوا تھا۔

١٥١٨: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: "يَا رَسُولَ اللهِ، اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، اذْهَبْ بِأُخْتِكَ، فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ، فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ فَاعْتَمَرَتْ".

ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایمن بن نابل نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انھوں نے کہا یارسول اللہ! آپ لوگوں نے تو عمرہ کر لیا لیکن میں نہ کر سکی۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبدالرحمٰن اپنی بہن کو لے جا اور انہیں تنعیم سے عمرہ کرالا۔ چنانچہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اونٹ کے پیچھے بٹھالیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ ادا کیا۔

٤- بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُورِ:

باب: حج مبرور کی فضیلت کا بیان

١٥١٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ: إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا ؟، قَالَ: جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا ؟، قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ".

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کون سا کام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج مبرور۔

مبرور کا لفظ بر سے ہے جس کا معنی نیکی ہے، یعنی ایسا حج جس میں اول تا آخر نیکی ہی نیکی کی گئی ہو اور ہر قسم کے گناہ سے پرہیز کیا گیا ہو، ایسا حج مقبول ہوتا ہے لہٰذا حج مبرور سے مراد حج مقبول ہے، ایسے حج سے جب انسان واپس آتا ہے تو گناہوں سے ایسے پاک ہوتا ہے جیسے اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔



١٥٢٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: "يَا رَسُولَ اللهِ، نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ ؟، قَالَ: لَا، لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ".

شرح بخاری

ہم سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبر دی، انہیں عائشہ بنت طلحہ نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب نیک کاموں سے بڑھ کر ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سب سے افضل جہاد حج ہے جو مبرور ہو۔

١٥٢١: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ".



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیار ابوالحکم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو حزم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی

ماں نے اسے جنا تھا۔

۵۔ بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ:

باب: حج اور عمرہ کی میقاتوں کا بیان

۱۵۲۲: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ، فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ: "فَرَضَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ".

ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے زید بن جبیر نے بیان کیا کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ وہاں قنات کے ساتھ شامیانہ لگا ہوا تھا (زید بن جبیر نے کہا کہ) میں نے پوچھا کہ کس جگہ سے عمرہ کا احرام باندھنا چاہئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لیے قرن، مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے جحفہ مقرر کیا ہے۔

شرح بخاری

حج اور عمرہ کے احرام باندھنے کے لیے مواقیت مقرر ہیں، حج یا عمرہ کا احرام ان مواقیت سے باندھنا چاہیے، بعض علماء کے نزدیک ان مواقیت سے پہلے احرام نہیں باندھا جاسکتا، جیسا کہ وقت سے پہلے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، ویسے ہی میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لینا بھی جائز نہیں ہے۔ بخاری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے اہل ظاہر کا مذہب بھی یہی ہے، لیکن آج کل سمندر کے سفر میں یا ہوائی جہاز کے سفر میں میقات پر احرام باندھنا مشکل ہو جاتا ہے، لوگ میقات کے محاذی آکر لبیک پکارتے ہیں، بعض علماء میقات سے پہلے ضرورت کے لیے احرام باندھنا جائز کہتے ہیں۔ احناف بھی اس کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے "أتموا الحج والعمرة" کا معنی ہی "من دويرة أهله" کیا ہے۔ اور بعض نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے[1]۔

---

[1] مواقیتِ حج کی دو قسمیں ہیں مواقیتِ زمانیہ اور وہ شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ حج کے مہینے ہیں، حج کا احرام شوال کے شروع سے لیکر لیلۃ النحر کی فجر سے پہلے تک باندھا جاسکتا ہے، اور حج کے سارے اعمال تیرہ ذوالحجہ کے سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں ہاں طوافِ وداع باقی رہتا ہے اور معذور شخص طواف اور سعی آخر ذوالحجہ تک مؤخر کرسکتا ہے۔

دوسری قسم مواقیت مکانیۃ ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کرنے والا احرام باندھتا ہے اور وہ پانچ ہیں۔ ذوالحلیفہ یہ اہل مدینہ اور یہاں سے گزرنے والوں کی میقات ہے یہ مکہ مکرمہ سے ۴۲۰ کلومیٹر دور ہے اور یہ مکہ سے سب سے زیادہ دور میقات ہے۔ اور مسجد نبوی سے تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر مدینہ سے جنوب کی طرف واقع ہے یہی وادی عقیق ہے، آج کل یہ جگہ بئرِ علی کے نام سے مشہور ہے، دوسری میقات "جحفہ" ہے جو اہل شام، مصر، ترکی، مغرب والوں کے لیے اور دیگر یہاں سے گزرنے والوں کے لیے ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے ۱۸۶ کلومیٹر دور ہے، اور "رابغ" کے نام سے مشہور ہے۔

٦۔بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: {وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى}:

باب: فرمان باری تعالیٰ کہ توشہ ساتھ میں لے لو اور سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے

١٥٢٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ، فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى سورة البقرة آية ١٩٧"، رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا.

ہم سے یحییٰ بن بشر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شبابہ بن سوار نے بیان کیا، ان سے ورقاء بن عمرو نے، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لیے آجاتے تھے۔ کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور توشہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر توشہ تو تقویٰ ہی ہے۔ اس کو ابن عیینہ نے عمرو سے بواسطہ عکرمہ مرسلاً نقل کیا ہے۔



یعنی حج یا عمرہ کے سفر میں زادِ راہ اور سفر خرچ ساتھ لے کر جایا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم متوکلین بن کر بغیر سفر خرچ کے ہی چل پڑو، بلکہ خرچ لے کر جاؤ تاکہ تم لوگوں سے مانگنے سے بچ جاؤ، ہوتا یوں تھا کہ اہل یمن حج کرنے کے لیے جاتے اور زادِ راہ لے کر نہ جاتے اور کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے ہیں اور اس کے راستے میں نکلے ہیں وہی ہمیں کھلائے، پلائے گا۔ لیکن وہاں جا کر لوگوں سے مانگنا شروع کر دیتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وتزودوا فإن خیر زاد التقوی"[1]

٧۔بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ:

باب: مکہ والے حج اور عمرے کا احرام کہاں سے باندھیں

تیسری میقات کا نام یلملم ہے، یہ اہل یمن اور دیگر یہاں سے گزرنے والوں کے لیے میقات ہے جو مکہ سے ١٢٠ کلومیٹر دور ہے، اور اب یہ میقات "سعدیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

چوتھی میقات "قرن المنازل" ہے یہ اہل نجد اور طائف والوں کی اور دیگر یہاں سے آنے والوں کی میقات ہے اور "السیل الکبیر" کے نام سے مشہور ہے، مکہ مکرمہ سے ٧٥ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

پانچویں میقات "ذات عرق" ہے یہ اہل عراق اور دیگر یہاں سے آنے والوں کے لیے میقات ہے، مکہ مکرمہ سے تقریباً ایک سو کلومیٹر پر واقع ہے، یہ ایک وادی ہے جو ضریبہ کے نام سے مشہور ہے۔



[1] البقرة:١٩٧

١٥٢٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے احرام کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے حجفہ، نجد والوں کے قرن منزل، یمن والوں کے یلملم متعین کیا۔ یہاں سے ان مقامات والے بھی احرام باندھیں اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو ان راستوں سے آئیں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جن کا قیام میقات اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ احرام اسی جگہ سے باندھیں جہاں سے انہیں سفر شروع کرنا ہے۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

شرح بخاری

المھل میم کے ضمہ اور ھا کی فتحہ اور لام کی تشدید کے ساتھ، اھلال کا معنی آواز بلند کرنا ہے، اور آواز احرام کے وقت لبیک پکارتے ہوئے بلند کی جاتی ہے۔ اب اھلال کا لفظ احرام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی مکہ والوں کے لیے حج اور عمرہ کے احرام باندھنے کی جگہ کونسی ہے۔

عمرہ کے متعلق علماء کا قول یہ ہے کہ مکی عمرہ کا احرام حل میں جا کر باندھے لیکن حج کا احرام مکہ سے ہی باندھ سکتا ہے، عمرہ کے بارہ میں حافظ نے اجماع نقل کیا ہے، مگر اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ مکی حج اور عمرہ کے لیے مکہ سے ہی احرام باندھ سکتا ہے۔

٨-بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ:

باب: مدینہ والوں کا میقات اور انہیں ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہیے

١٥٢٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّأْمِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ". قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے لوگ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، شام کے لوگ حجفہ سے اور نجد کے لوگ قرن المنازل سے۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے

معلوم ہوا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یمن کے لوگ یلملم سے احرام باندھیں۔

۹۔ بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّأْمِ:

باب: شام کے لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ کہاں ہے؟

١٥٢٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "وَقَّتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ، وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن المنازل اور یمن والوں کے لیے یلملم۔ یہ میقات ان ملک والوں کے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

١٠۔ بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ:



باب: نجد والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ کون سی ہے؟

١٥٢٧: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ وَقَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے زہری سے یہ حدیث یاد رکھی، ان سے سالم نے کہا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات متعین کر دیئے تھے۔



١٥٢٨: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّأْمِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ، وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ". قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ: وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.





(دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے احمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب

نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مدینہ والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے مہیعہ یعنی جحفہ اور نجد والوں کے لیے قرن المنازل۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن والے احرام یلملم سے باندھیں لیکن میں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔

١١۔بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُونَ الْمَوَاقِيتِ:

باب: جو لوگ میقات کے ادھر رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ میقات ٹھہرایا اور شام والوں کے لیے جحفہ، یمن والوں کے لیے یلملم اور نجد والوں کے لیے قرن المنازل۔ یہ ان ملکوں کے لوگوں کے لیے ہیں اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے گزریں۔ اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں۔ تو وہ اپنے شہروں سے احرام باندھیں، تاآنکہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

١٢۔بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ:

باب: یمن والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کون سی ہے؟

١٥٣٠: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لِأَهْلِهِنَّ، وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ".

ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاؤس

نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا، شام والوں کے لیے حجفہ، مجد والوں کے لیے قرن المنازل اور یمن والوں کے لیے یلملم۔ یہ ان ملکوں کے باشندوں کے میقات ہیں اور تمام ان دوسرے مسلمانوں کے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر آئیں اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں تو (وہ احرام وہیں سے باندھیں) جہاں سے سفر شروع کریں تاآنکہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

١٣-بَابُ ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ:

باب: عراق والوں کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے

١٥٣١: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ، فَقَالُوا: "يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا، قَالَ: فَانْظُرُوا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ، فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ".



ہم سے علی بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے نافع سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب یہ دو شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ یا امیر المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجد کے لوگوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ قرن المنازل قرار دی ہے اور ہمارا راستہ ادھر سے نہیں ہے، اگر ہم قرن کی طرف جائیں تو ہمارے لیے بڑی دشواری ہوگی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم لوگ اپنے راستے میں اس کے برابر کوئی جگہ تجویز کر لو۔ چنانچہ ان کے لیے ذات عرق کی تعیین کر دی۔

قولہ فحد لهم ذات عرق۔ عراق کا علاقہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح ہوا ہے اور انہوں نے قرن کے محاذی ذاتِ عرق جگہ کو میقات قرار دیا ہے، بعض مرفوع احادیث میں بھی ذاتِ عرق کے میقات ہونے کا ذکر آتا ہے، لیکن اس کا میقات ہونا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے کہنے سے مشہور ہوا ہے۔

١٤-بَابٌ:

باب:۔۔۔



١٥٣٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا"، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں اپنی سواری روکی اور پھر وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

قولہ فصلّٰی بھا۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس نماز سے مراد فجر کی نماز ہے جو دو رکعت تھی، حافظ نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ نماز، احرام باندھنے کیلئے احرام سے پہلے پڑھی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ فرضی نماز ہو جیسا کہ آئندہ "بابٌ من بات بِذِی الحلیفة حتی أصبح" کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں قصر کرکے دو رکعت نماز ادا کی تھی جبکہ مدینہ میں ہوتے ہوئے ظہر کی نماز پوری ادا کی تھی[1]۔

۱۵۔بَابُ خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ پر سے گزر کر جانا

---

[1] یہاں عینی نے حافظ ابن حجر کی بڑی معقول بات کو الجھانے اور ٹیڑھا بنانے کی کوشش کی ہے، حافظ نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوالحلیفہ میں ٹھہرنے اور وہاں نماز ادا کرنے میں دو احتمال ہیں، ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ ٹھہرنا مدینے سے مکہ کو جاتے ہوئے ہو جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ کے تصرف سے یہ احتمال ظاہر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ذوالحلیفہ میں یہ نزول مکہ سے مدینہ کی طرف واپسی کے وقت ہو، جس کی تائید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے: "وإذا رجع صلي بذی الحليفة ببطن الوادی وبات حتی أصبح" اور پہلے احتمال کو ذکر کرتے ہوئے حافظ نے کہا ہے: "ثم إن هٰذا النزول يحتمل أن يكون فی الذهاب وهو الظاهر من تصرف المصنف" مصنف سے حافظ کی مراد امام بخاری رحمہ اللہ ہیں، اور حافظ رحمہ اللہ کہنا یہ چاہتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے ذوالحلیفہ میں ٹھہرے ہوں گے اور یہاں نماز پڑھی ہوگی، کیونکہ مصنف کا تصرف اسی پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ مصنف مواقیت کا ذکر کرتے آرہے ہیں اور مواقیت پر اپنے وطن سے مکہ جاتے ہوئے احرام کے لیے ٹھہرا جاتا ہے، واپس آتے ہوئے تو میقات پر ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لیے مصنف کے تصرف سے جاتے ہوئے ٹھہرنے کا احتمال ظاہر ہے، لیکن علامہ عینی نے اس واضح بات کو الجھانے کی کوشش کی اور کہا: "وقال بعضهم نزوله صلی اللہ علیہ وسلم فيها يحتمل ان يكون فی الذهاب" آگے لکھتے ہیں: "قلت: قوله وهو الظاهر، غير ظاهر، بل الظاهر أنه كان يصلي فی رجوعه" حالانکہ مصنف کے سیاق سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ جاتے ہوئے یہاں ٹھہرے تھے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا ہے اور جو احتمال عینی نے ذکر کیا ہے حافظ نے بھی اسے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: "ويحتمل أن يكون فی الرجوع ويؤيدهٗ حديث ابن عمر الذی بعده" بلکہ حافظ نے دونوں احتمالات میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے: "ويمكن الجمع بأنهٗ كان يفعل الأمرين ذهابا وايابا" مصنف کے تصرف کے پیش نظر واقعی پہلا احتمال ظاہر ہے جسے عینی نے غیر ظاہر بنانے کی سعی غیر مشکور کی ہے۔

١٥٣٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شجرہ کے راستے سے گزرتے ہوئے معرس کے راستے سے مدینہ آتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ جاتے تو شجرہ کی مسجد میں نماز پڑھتے لیکن واپسی میں ذوالحلیفہ کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات وہیں گزارتے تاآنکہ صبح ہو جاتی۔

١٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْعَقِيقُ وَادٍ مُبَارَكٌ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ وادی عقیق مبارک وادی ہے



١٥٣٤: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيسِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيقِ، يَقُولُ: "أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقُلْ عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ".

شرح بخاری

ہم سے ابوبکر عبداللہ حمیدی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید اور بشر بن بکر تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، ان کا بیان تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی عقیق میں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھ اور اعلان کر کہ عمرہ حج میں شریک ہو گیا۔





١٥٣٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "أَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي، قِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ، وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيخُ



يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُمْ، وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ".

ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کہ معرس کے قریب ذوالحلیفہ کی بطن وادی (وادی عقیق) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب دکھایا گیا۔ (جس میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ آپ اس وقت بطحاء مبارکہ میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ سالم نے ہم کو بھی وہاں ٹھہرایا وہ اس مقام کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں عبداللہ اونٹ بٹھایا کرتے تھے یعنی جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اترا کرتے تھے۔ وہ مقام اس مسجد کے نیچے کی طرف میں ہے جو نالے کے نشیب میں ہے۔ اترنے والوں اور راستے کے بیچوں بیچ (وادی عقیق مدینہ سے چار میل بقیع کی جانب ہے)۔

١٧. بَابُ غَسْلِ الْخَلُوقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ:

باب: اگر کپڑوں پر خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگی ہو تو اس کو تین بار دھونا



١٥٣٦: قَالَ أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يُوحَى إِلَيْهِ، قَالَ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى يَعْلَى فَجَاءَ يَعْلَى وَعَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ، فَقَالَ: اغْسِلِ الطِّيبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِينَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: نَعَمْ.

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم، ضحاک بن مخلد نبیل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہیں صفوان بن یعلیٰ نے، کہا کہ ان کے باپ یعلیٰ بن امیہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کبھی آپ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دکھایئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر پوچھا



یارسول اللہ! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام اس طرح باندھا کہ اس کے کپڑے خوشبو میں بسے ہوئے ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا۔ یعلیٰ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کپڑا تھا جس کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے کپڑے کے اندر اپنا سر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ روئے مبارک سرخ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر یہ حالت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق پوچھا تھا۔ شخص مذکور حاضر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خوشبو لگا رکھی ہے اسے تین مرتبہ دھولے اور اپنا جبہ اتار دے۔ عمرہ میں بھی اسی طرح کر جس طرح حج میں کرتے ہو۔ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مرتبہ دھونے کے حکم سے پوری طرح صفائی مراد تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔

خلوق خا کی فتحہ کے ساتھ زعفران ملی خوشبو کو کہتے ہیں، احرام کے وقت یہ لگی ہوئی ہو تو اسے دھونا چاہیے، اسے بغیر احرام کے لگانا بھی منع ہے، تو احرام کے وقت اسے لگانا کیسے جائز ہو سکتا ہے، اور تین مرتبہ دھونے سے مراد یہ ہے کہ اسے اچھی طرح صاف کیا جائے اور تین مرتبہ دھونے سے اچھی طرح صاف ہو جاتی ہے، اس حدیث میں اگرچہ خلوق کا ذکر نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جو کتاب العمرۃ میں باب یفعل بالعمرۃ ما یفعل بالحج کے تحت آئی ہے اس میں خلوق اور جبہ کا لفظ آتا ہے جس پر خلوق خوشبو لگی ہوئی تھی، اس میں مذکور ہے کہ آپ نے سائل سے فرمایا: "اخلع عنك الجبة واغسل أثر الخلوق عنك"[1] اس حدیث کے پیشِ نظر حدیث مذکور کا ترجمہ باب سے تعلق واضح ہے[2]۔

شرح بخاری

---

[1] صحیح بخاری: ۱۷۸۹

[2] یہاں علامہ عینی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ترجمہ باب سے مناسبت اس حدیث کے دوسرے طریق سے ثابت ہے وہ لکھتے ہیں: "قلت: جرت عادة البُخاری أن یبوب بما یقعُ فی بعض طرق الحدیث الذی یُورِدہ وإن لم یخرجه وهو أبواب العمرة بلفظ: وعلیه أثر الخلوق" عمدۃ القاری ۹/ ۲۱۵۔ لیکن یہی بات حافظ ابن حجر جب کبھی ذکر کرتے ہیں کہ فلاں حدیث کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت اس کے دوسرے طریق کے ساتھ ہے تو عینی اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ بخاری ایک ترجمہ باب قائم کریں اور اس کے لیے اشارہ کریں اس حدیث کی طرف جو انہوں نے یہاں ذکر ہی نہیں کی جیسا کہ اس کی مثال کتاب العلم میں باب السمر بالعلم کے تحت ذکر ہو چکی ہے۔

۱۸۔بَابُ الطِّيبِ عِنْدَ الإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَتَرَجَّلَ وَيَدَّهِنَ:

باب: احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا اور احرام کے ارادہ کے وقت کیا پہننا چاہئے اور کنگھا کرے اور تیل لگائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ، وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ، وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ، وَقَالَ عَطَاءٌ: يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا لِلَّذِينَ يَرْحَلُونَ هَوْدَجَهَا.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے۔ اسی طرح آئینہ دیکھ سکتا ہے اور ان چیزوں کو جو کھائی جاتی ہیں بطور دوا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً زیتون کا تیل اور گھی وغیرہ۔ اور عطاء نے فرمایا کہ محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیانی باندھ سکتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طواف کیا اس وقت آپ محرم تھے لیکن پیٹ پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جانگئے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا تھا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد اس حکم سے ان لوگوں کے لیے تھی جو ان کے ہودج کو اونٹ پر کسا کرتے تھے۔

شرح بخاری

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جائز ہے اگرچہ اس کا اثر باقی رہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، صرف امام مالک کی رائے یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا اثر باقی نہیں رہنا چاہیے، اور محرم، احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے، اور کیا محرم کنگھی کر سکتا اور تیل لگا سکتا ہے، ان سب کے جواز کا بیان، عبداللہ بن عباس نے کہا ہے کہ محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں جس چیز سے خوشبو بنے محرم کو اسے نہیں سونگھنا چاہیے، اور وہ آئینہ بھی دیکھ سکتا ہے اور زیتون اور گھی جیسی کھانے کی چیزوں کو بطور دواء استعمال کر سکتا ہے۔ عطاء نے کہا ہے کہ محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے، اور پٹی باندھ سکتا ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر طواف کیا تھا، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کے جانگیا پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جو ان کا ھودج، اونٹ پر کسا کرتے تھے، تاکہ برہنہ ہونے سے محفوظ رہیں دیگر علماء محرم کے لیے جانگیا پہننا جائز نہیں سمجھتے، کیونکہ وہ پاجامہ کے حکم میں ہے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے ضرورت کے لیے جائز سمجھتی تھیں، کرتہ اور سراویل سے منع کیا گیا ہے، اگر کوئی شخص سلا ہوا کپڑا چادر کی شکل میں پہن لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

١٥٣٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: "كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ، فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ، قَالَ: مَا تَصْنَعُ؟ بِقَوْلِهِ:

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان

سے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سادہ تیل استعمال کرتے تھے (احرام کے باوجود) میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات نقل کرتے ہو۔

حضرت سعید بن جبیر نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ احرام کے وقت زیتون کا سادہ تیل استعمال کیا کرتے تھے۔ یعنی خوشبو نہیں لگاتے تھے، منصور نے کہا کہ میں نے یہ بات ابراہیم نخعی کے پاس ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو کیا کرے گا، جبکہ مجھ سے اسود نے بیان کیا ہے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: گویا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ محرم تھے، ابراہیم نخعی نے حدیث کے خلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور ان کے عمل کو چھوڑ دیا علماء کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

١٥٣٨: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ".

مجھ سے تو اسود نے بیان کیا، اور ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور گویا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔



١٥٣٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: "كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ".

شرح بخاری

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے لیے اور اسی طرح بیت اللہ کے طواف زیارت سے پہلے حلال ہونے کے لیے، خوشبو لگایا کرتی تھیں۔

اس باب کے تحت آنے والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام باندھتے وقت لگی ہوئی خوشبو کا اثر باقی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس سے قبل آنے والے باب غسل الخلوق کے تحت آنے والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت میں لگی ہوئی خوشبو کا اثر باقی نہیں رہنا چاہیے، کیونکہ آپ نے سائل کو خوشبو دھونے کا حکم دیا اور خوشبو آلود جبہ اتار دینے کا حکم دیا تھا، حافظ رحمہ اللہ نے اس کا جواب نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یعلی بن امیہ کی حدیث میں ذکر ہونے والا واقعہ جعرانہ ٨ھ کا ہے جو پہلے کا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے وقت خوشبو لگانے کا واقعہ حجۃ الوداع ١٠ھ کا ہے جو بعد کا واقعہ ہے، وإنما يؤخذ بالآخر فالآخر من الأمر کے تحت خوشبو دھونے کا حکم منسوخ ہے، دوسرا جواب دونوں احادیث میں جمع و تطبیق کا ہے وہ یہ کہ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی



حدیث کے پیش نظر جس خوشبو کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے وہ خلوق خوشبو تھی جو زعفران سے مرکب ہوتی ہے اور زعفران مرد کے لیے ہر حال میں اور عورت کے لیے احرام کے وقت استعمال کرنا ممنوع ہے اور اسے دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ باقی لگائی ہوئی خوشبو کا اثر احرام کے بعد باقی رہ جائے تو یہ جائز ہے۔

١٩-بَابُ مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا:

باب: بالوں کو جما کر باندھنا

١٥٤٠: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا".

ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبید کی حالت میں لبیک کہتے سنا۔

احرام باندھتے وقت اپنے سر کے بالوں کو کسی لیس دار چیز، گوندیا خطمی، وغیرہ سے جمالینا تلبید کہلاتا ہے، اور یہ اس لیے کیا جاتا ہے، تاکہ بال پراگندہ نہ ہوں اور ان میں گردوغبار یا جوئیں وغیرہ نہ پڑ جائیں۔

٢٠-بَابُ الإِهْلاَلِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الحُلَيْفَةِ:

باب: ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس احرام باندھنا

١٥٤١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ، يَقُولُ: "مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ المَسْجِدِ، يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الحُلَيْفَةِ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، کہ وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ کے قریب ہی پہنچ کر احرام باندھا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے احرام باندھنے کے بعد لبیک پکارنے کی جگہ کے بارہ میں مختلف احادیث آتی ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب تلبیہ کہا، بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے سواری پر

سوار ہو کر لبیک کہا، بعض احادیث میں آتا ہے کہ بیداء پر لبیک پکاری، ان میں تطبیق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں مقامات میں لبیک پکاری ہے، اور مجمع بہت بڑا تھا جس نے جس جگہ آپ کی لبیک سنی اس نے اس جگہ کو ذکر کر دیا۔

٢١۔بَابُ مَا لاَ يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ:

باب: محرم کو کون سے کپڑے پہننا درست نہیں

١٥٤٢:حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ أَوْ وَرْسٌ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ! محرم کو کس طرح کا کپڑا پہننا چاہئے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کرتہ پہنے، نہ عمامہ باندھے، نہ پاجامہ پہنے، نہ باران کوٹ، نہ موزے۔ لیکن اگر اس کے پاس جوتی نہ ہو تو وہ موزے اس وقت پہن سکتا ہے جب ٹخنوں کے نیچے سے ان کو کاٹ لیا ہو۔ (اور احرام میں) کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے لیکن کنگھا نہ کرے۔ بدن بھی نہ کھجلانا چاہئے اور جوں سر اور بدن سے نکال کر زمین پر ڈالی جا سکتی ہے۔



قولہ مسّہ زعفران أو ورس۔ مرد کے لیے زعفران لگانا ہر حال میں جائز نہیں ہے خواہ احرام باندھنے کی حالت میں ہو یا اس کے علاوہ اور عورت کے لیے احرام کے وقت زعفران لگانا منع ہے اور ورس زرد رنگ کی خوشبودار گھاس ہے جو یمن میں کاشت ہوتی ہے اور اس کے بیج تلوں کے دانوں جیسے ہوتے ہیں۔ احرام کے وقت اس کا یا اس سے رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

قولہ ولیقطعھما أسفل من الکعبین۔ تاکہ کاٹنے سے وہ نعلین کے مشابہ ہو جائیں [1]۔



[1] جوتے نہ ہونے کی صورت میں موزے پہننے کی رخصت ہے جمہور علماء کے نزدیک انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دینا چاہیے تاکہ وہ جوتوں کے مشابہ ہو جائیں اور ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں کاٹنے کا ذکر ہے، امام احمد رحمہ اللہ کاٹنے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ کاٹنا فساد کو مستلزم ہے اور فساد سے روکا گیا ہے، حالانکہ فساد شریعت کی مخالفت میں ہوتا ہے جبکہ موزوں کو کاٹنے کا حکم حدیث سے ثابت ہے اور شریعت کی موافقت کو فساد نہیں کہا جا سکتا امام احمد

٢٢-بَابُ الرُّكُوبِ وَالارْتِدَافِ فِي الْحَجِّ:

باب: حج کے لیے سوار ہونا یا سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنا درست ہے

١٥٤٣-١٥٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ: فَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد جریر بن حازم نے بیان کیا۔ ان سے یونس بن زید نے، ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک فضل بن عباس رضی اللہ عنہما پیچھے بیٹھ گئے تھے، دونوں حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عرفات سے مزدلفہ تک حضرت اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے اپنی سواری پر سوار کیا اور مزدلفہ سے منیٰ تک فضل بن عباس ؓ کو اپنے ساتھ سوار کیا، تاکہ وہ دونوں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سوار ہو کر آپ سے امورِ حج

شرح بخاری

کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے: "من لم یجد نعلین فلیلبس خفین" اس میں کاٹنے کا ذکر نہیں ہے، امام احمد مطلق حدیث کو مقید کا ناسخ بناتے ہیں جبکہ جمہور مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں، اور مطلق حدیث سے وہی معنی مراد لیتے ہیں جو مقید حدیث سے مراد ہے اور وہ موزوں کو احرام کی حالت میں ٹخنوں سے کاٹنے کے قائل ہیں۔

فائدہ: احرام کے لیے ازار اور رداء دو چادریں پہننے کا حکم ہے اور یہ فقیرانہ لباس ہے، ایک فقیرانہ لباس انسان کو مرنے کے بعد کفن کی صورت میں پہنایا جاتا ہے۔ اور ایک فقیرانہ لباس انسان اپنی زندگی میں احرام باندھتے وقت اپنے ہاتھوں سے زیب تن کرتا ہے تاکہ اسے اپنی موت یاد رہے اور اس کی تیاری سے غافل نہ رہے، اور وہ دنیا میں جتنا بھی زیادہ مال و دولت جمع کر لے لیکن مرنے کے بعد اس کی قسمت میں یہ فقیرانہ لباس ہی ہوگا، لہٰذا وہ دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد نہ کرے، دو چادروں میں احرام باندھنے کی یہ ایک حکمت ہے اور دوسری یہ کہ سارے مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مساوی ہیں فرق کا معیار تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے لہٰذا لوگ اپنے وطنوں میں نادار ہوں یا سردار لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ میں اپنے اپنے وطن کی وردیاں اتار کر ایک جیسے احرام کے لباس میں آئیں یہاں آکر امیر ہوں یا غریب، عوام ہوں یا حکمران سب برابر ہیں لہٰذا جو شخص بھی بیت اللہ میں آئے ایک ہی لباس میں آئے تاکہ ان میں وطنی، لسانی، قومی امتیازات ختم ہو جائیں اور سب لوگ ایک ہی لباس میں یکساں نظر آئیں۔

سیکھیں اور پھر ان احکام حج اور مناسک حج کو دیگر لوگوں تک پہنچائیں۔

۲۳-بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ:

باب: محرم چادریں، تہبند اور کون کون سے کپڑے پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ، وَهِيَ مُحْرِمَةٌ، وَقَالَتْ: لَا تَلَثَّمْ، وَلَا تَتَبَرْقَعْ، وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ، وَقَالَ جَابِرٌ: لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ، وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ، وَالْمُوَرَّدِ، وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا محرم تھیں لیکن کسم (کیسو کے پھول) میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ عورتیں احرام کی حالت میں اپنے ہونٹ نہ چھپائیں نہ منہ پر نقاب ڈالیں اور نہ ورس یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہنیں اور جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کسم کو خوشبو نہیں سمجھتا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے لیے زیور سیاہ گلابی کپڑے اور موزوں کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ عورتوں کو احرام کی حالت میں کپڑے بدل لینے میں کوئی حرج نہیں۔



١٥٤٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ، وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ، وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ، وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ، فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا، ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُءُوسِهِمْ، ثُمَّ يَحِلُّوا وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا، وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ".

ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریب نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع میں ظہر اور عصر کے درمیان ہفتہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھا کرنے اور



تیل لگانے اور ازار اور رداء پہننے کے بعد اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت زعفران میں رنگے ہوئے ایسے کپڑے کے سوا جس کا رنگ بدن پر لگتا ہو کسی قسم کی چادر یا تہبند پہننے سے منع نہیں کیا۔ دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ پہنچ گئے (اور رات وہیں گزاری) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور بیداء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے لبیک کہا اور احرام باندھا اور اپنے اونٹوں کو ہار پہنایا۔ ذی قعدہ کے مہینے میں اب پانچ دن رہ گئے تھے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو ذی الحجہ کے چار دن گزر چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی حلال نہیں ہوئے کیونکہ قربانی کے جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گردن میں ہار ڈال دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجون پہاڑ کے نزدیک مکہ کے بالائی حصہ میں اترے۔ حج کا احرام اب بھی باقی تھا۔ بیت اللہ کے طواف کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک میدان عرفات سے واپس نہ ہو لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں، پھر اپنے سروں کے بال ترشوا کر حلال ہو جائیں۔ یہ فرمان ان لوگوں کے لیے تھا جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے۔ اگر کسی کے ساتھ اس کی بیوی تھی تو وہ اس سے ہمبستر ہو سکتا تھا۔ اسی طرح خوشبودار اور (سلے ہوئے) کپڑے کا استعمال بھی اس کے لیے جائز تھا۔

شرح بخاری

قولہ "ولبست عائشة الثياب المعصفرة" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسم (یعنی کیسو کے پھول) میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے تھے حالانکہ وہ محرم تھیں، اور آپ نے فرمایا کہ عورتیں احرام کی حالت میں اپنے ہونٹ نہ چھپائیں اور نہ منہ پر نقاب ڈالیں اور نہ ورس اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہنیں، اور جابر بن عبداللہ نے کہا میں معصفر (کسم) کو خوشبو نہیں سمجھتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے لیے احرام کی حالت میں زیورات، سیاہ یا گلابی کپڑے یا موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا، اور ابراہیم نخعی نے محرم کے لیے اپنے کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔

قولہ ولبست عائشة۔ ان کے نزدیک عصفر خوشبودار چیز نہیں تھی، ورنہ خوشبودار چیز محرم کے لیے منع ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عصفر خوشبو ہے، لہٰذا منع ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ خوشبو نہیں بلکہ رنگ ہے۔

قولہ ولا زعفران۔ عورتوں کے لیے زعفران احرام کی حالت میں منع ہے، اس کے علاوہ صرف مردوں کے لیے منع ہے، عورتوں کے لیے منع نہیں ہے،

قولہ ولا تلثم اصل میں تتلثم ثا کی تشدید کے ساتھ تھا ایک تا حذف ہو گئی ہے۔

قولہ والمورد یعنی عورت گلابی کپڑا پہن سکتی ہے بعض کہتے ہیں یہ بھی خوشبودار ہوتا ہے لہٰذا نہیں پہننا چاہیے، حالانکہ

گلاب خوشبودار ہوتا ہے، گلابی رنگ میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قولہٗ ولا تبرقع۔ مکلف لباس ہونے کی وجہ سے اس سے روکا گیا ہے، سادگی ہونی چاہیے، بعض کہتے ہیں کہ عورت کو منہ نہیں ڈھانپنا چاہیے اس لیے روکا گیا ہے، پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

۲۴-بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ:

باب: (مدینہ سے چل کر) ذوالحلیفہ میں صبح تک ٹھہرنا

قَالَهُ: ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

١٥٤٦: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ".

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن المنکدر نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں لیکن ذوالحلیفہ میں دو رکعت ادا فرمائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات وہیں گزاری۔ صبح کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک پکاری۔



یعنی حج یا عمرہ کے لیے جانے والا میقات پر جاکر وہاں رات گزار سکتا ہے اور صبح ہونے پر احرام باندھ لے، میقات پر جاتے ہی احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے بھی ذوالحلیفہ میں رات گزاری تھی اور صبح ہونے پر احرام باندھا تھا۔

١٥٤٧: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بالمدينة أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن مالک نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی لیکن ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت۔ انہوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ رات صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں ہی گزار دی۔



۲۵-بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالإِهْلاَلِ:

باب: لبیک بلند آواز سے کہنا

۱۵۴۸: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالمدينة الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ابوایوب نے، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن مالک نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر مدینہ منورہ میں چار رکعت پڑھی۔ لیکن نماز عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ میں نے خود سنا کہ لوگ بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کے لیے لبیک کہہ رہے تھے۔

مردوں کے لیے اونچی آواز سے لبیک پکارنا مستحب ہے، فرض نہیں ہے عورتیں آہستہ لبیک کہیں گی۔

۲۶-بَابُ التَّلْبِيَةِ:

باب: تلبیہ کا بیان

۱۵۴۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لاَ شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لاَ شَرِيكَ لَكَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ یہ تھا «لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، إن الحمد والنعمة لک والملک، لا شریک لک» حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوں، تمام حمد تیرے ہی لیے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، بادشاہت تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

۱۵۵۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي، لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لاَ شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ" تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، وَقَالَ شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ، سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اعمش سے بیان کیا، ان سے عمارہ نے ان سے ابوعطیہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں جانتی ہوں کہ کس طرف نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلمتلبیہ یوں کہتے تھے «لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، إن الحمد والنعمۃ لک» (ترجمہ گزر چکا ہے) اس کی متابعت سفیان ثوری کی طرح ابومعاویہ نے اعمش سے بھی کی ہے۔ اور شعبہ نے کہا کہ مجھ کو سلیمان اعمش نے خبر دی کہ میں نے خیثمہ سے سنا اور انہوں نے ابوعطیہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

۲۷۔ بَابُ التَّحْمِيدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ قَبْلَ الإِهْلاَلِ عِنْدَ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ:

باب: احرام باندھتے وقت جب جانور پر سوار ہونے لگے تو لبیک سے پہلے الحمد اللہ، سبحان اللہ اللہ اکبر کہنا

۱۵۵۱: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ مَعَهُ بالمدينة الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ، حَمِدَ اللهَ، وَسَبَّحَ، وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، قَالَ: وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بالمدينة كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ". قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ: هَذَا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ.



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس نے کہ رسول اللہ ﷺ نے، مدینہ میں ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو وہیں رہے۔ صبح ہوئی تو مقام بیداء سے سواری پر بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کی تسبیح اور تکبیر کہی۔ پھر حج اور عمرہ کے لیے ایک ساتھ احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی قران کیا) جب ہم مکہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے (جن لوگوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا ان) سب نے احرام کھول دیا۔ پھر آٹھویں تاریخ میں سب نے حج کا احرام باندھا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کھڑے ہو کر بہت سے اونٹ نحر کئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید الاضحی کے دن) مدینہ میں بھی دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے تھے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ بعض لوگ اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں ایوب سے، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے انس سے۔







۲۸۔ بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ:

باب: جب سواری سیدھی لے کر کھڑی ہو اس وقت لبیک پکارنا

۱۵۵۲: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پوری طرح کھڑی ہو گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت لبیک پکارا۔

یہ مسئلہ عنقریب گزر چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لبیک پکارنے کے مقام کے بارہ میں اختلاف آتا ہے اس حدیث میں ہے کہ جب سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تب آپ نے تلبیہ پکارا، بعض جگہ آتا ہے کہ آپ نے نماز پڑھ کر لبیک کہا، بعض جگہ آتا ہے کہ بیداء میں لبیک کہا۔ ان احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ لوگ بہت زیادہ تھے، کسی نے قریب ہونے کی بنا پر نماز کے بعد آپ سے لبیک کو سن لیا، اور بعض نے سواری پر بیٹھے ہوئے تلبیہ سنا، اور بعض نے بیداء میں سنا، اور ہر ایک نے جہاں آپ سے لبیک کو سنا اس نے اسی جگہ کا ذکر کر دیا۔

۲۹۔ بَابُ الإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ:

باب: قبلہ رخ ہو کر احرام باندھتے ہوئے لبیک پکارنا

۱۵۵۳: وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا، ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ، ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ، وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِكَ تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ فِي الْغَسْلِ.

اور ابو معمر نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنی اونٹنی پر پالان لگانے کا حکم فرمایا، سواری لائی گئی تو آپ اس پر سوار ہوئے اور جب وہ آپ کو لے کر کھڑی ہو گئی تو آپ کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو گئے اور پھر لبیک کہنا شروع کیا تا آنکہ حرم میں داخل ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے لبیک کہنا بند کر دیا۔ پھر ذی طویٰ میں تشریف لا کر رات وہیں گزارتے صبح ہوتی تو نماز پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ یقین کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ عبدالوارث کی طرح اس حدیث کو اسماعیل نے بھی ایوب سے روایت کیا۔ اس

میں غسل کا ذکر ہے۔

قولہ ثم یمسك یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا فعل ہے کہ وہ حرم میں پہنچ کر لبیک موقوف کر دیتے، اس کے بعد جب عرفات کو جاتے تو پھر لبیک شروع کر دیتے تھے، یا عمرہ کا احرام ہوگا اور عمرہ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ حجر اسود کو چھونے تک لبیک کہتا ہے، اور حج میں جمرۂ عقبہ کی رمی تک لبیک کہتا ہے۔

١٥٥٤: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: "كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَرْكَبُ، وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ".

ہم سے ابوالربیع سلیمان بن داود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تھے پہلے خوشبو کے بغیر تیل استعمال کرتے۔ اس کے بعد مسجد ذوالحلیفہ میں تشریف لاتے یہاں صبح کی نماز پڑھتے، پھر سوار ہوتے، جب اونٹنی آپ کو لے کر پوری طرح کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے۔ پھر فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا تھا۔



٣٠- بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي:

باب: نالے میں اترتے وقت لبیک کہے

١٥٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: "كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ، أَنَّهُ قَالَ: مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ، وَلَكِنَّهُ قَالَ: أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذْ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن عدی نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے ان سے مجاہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے۔ لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے تو یہ نہیں سنا۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ جب آپ نالے میں اترے تو لبیک کہہ رہے ہیں۔



قولہ کأنی أنظر إلیہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ وادی میں اترتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں۔ حافظ نے اس کی توجیہ میں راجح قول یہ ذکر کیا ہے: "کأنہا رؤیۃ منام تقدمت لہ فأخبر عنہا لما حج عند ما تذکر ذلك ورؤیا الأنبیاء وحی، وھذا ھو المعتمد عندی لما سیأتی فی أحادیث الأنبیاء من التصریح

بنحو ذٰلك فی أحاديث أخر"[1] یہ عالم خواب کا معاملہ ہے جو آپ کو دکھلایا گیا، اور انبیاء کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں، اور میرے نزدیک یہی توجیہ قابل اعتماد ہے، جیسا کہ اس کی صراحت احادیث الانبیاء میں آئے گی۔

۳۱-بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ:

باب: حیض والی اور نفاس والی عورتیں کس طرح احرام باندھیں

أَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهِ، وَاسْتَهْلَلْنَا، وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ، وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَهُوَ مِنَ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ.

عرب لوگ کہتے ہیں «أهل» یعنی بات منہ سے نکال دی «واستهللنا وأهللنا الهلال» ان سب سے لفظوں کا معنی ظاہر ہونا ہے اور «واستهل المطر» معنی پانی ابر میں سے نکلا۔ اور قرآن شریف (سورۃ المائدہ) میں جو «وما أهل لغير الله به» ہے اس کے معنی جس جانور پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے اور بچہ کے «استهلال» سے نکلا ہے۔ یعنی پیدا ہوتے وقت اس کا آواز کرنا۔

یعنی حیض اور نفاس والی کس طرح احرام باندھے، یہ غسل کرے گی یا نہیں؟ حالانکہ حیض اور نفاس کی حالت میں غسل کرنے سے وہ پاک نہیں ہوگی، پھر بھی احرام کے وقت غسل کر لینا چاہیے۔

لفظ "إهلال" کی وضاحت کرتے ہوئے بخاری کہتے ہیں: أهل کا معنی ہے تکلم بہ، اس نے گفتگو کی استهللنا اور أهللنا الهلال کا ظاہر ہونے کا معنی ہے، اور استهل المطر، کا معنی ہے پانی بادل سے نکلا، اور "وما أهِلّ لغير الله به" وہ چیز جو غیر اللہ کے لیے نامزد کر دی جائے، یہ استہلال الصبی سے ہے یعنی بچے کا پیدا ہوتے وقت رونے کی آواز نکالنا۔

شرح بخاری

١٥٥٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: "خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا، فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ، قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ

[1] فتح الباری للحافظ ج ۳، ص ۴۱۴۔

مِنًى، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عروہ بن زبیر نے، ان سے نبی کریم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پہلے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی ہو تو اسے عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لینا چاہئے۔ ایسا شخص درمیان میں حلال نہیں ہو سکتا بلکہ حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ حلال ہو گا۔ میں بھی مکہ آئی تھی اس وقت میں حائضہ ہو گئی، اس لیے نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا اور مروہ کی سعی۔ میں نے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا سر کھول ڈال، کنگھا کر اور عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا (اور عمرہ ادا کیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلے میں ہے۔ (جسے تم نے چھوڑ دیا تھا) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جن لوگوں نے (حجۃ الوداع میں) صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف صفا اور مروہ کی سعی کر کے حلال ہو گئے۔ پھر منیٰ سے واپس ہونے پر دوسرا طواف (یعنی طواف الزیارۃ) کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا، انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا یعنی طواف الزیارۃ کیا۔





قولہ فانما طافوا طوفًا واحدًا۔ یعنی جن لوگوں نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، انہوں نے دو فرض طواف کیے، پہلا عمرہ کا طواف کیا اور دوسرا دس ذوالحجہ کو کیا، اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کیا انہوں نے ایک ہی طواف کیا، اور یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے، کیوں کہ جنہوں نے دونوں کو جمع کیا تھا ان میں نبی اکرم ﷺ بھی داخل تھے، اور آپ نے تین طواف کیے تھے: تو "طَافُوا طوافًا واحدًا" سے کیا مراد ہے؟ بعض نے اس سے طوافِ رُکن مراد لیا ہے، یعنی طوافِ رُکن ایک تھا، اور قارن پر طوافِ فرض ایک ہی ہوتا ہے: انما طافُوا طوافًا واحدًا سے یہ مراد ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے طوافِ تحلل مراد ہے، یعنی جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا وہ نحر کے دن دس ذوالحجہ کو طواف کر کے حلال ہوئے تھے اس سے پہلے درمیان میں طواف کر کے حلال نہیں ہوئے تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد "طواف بین الصفا والمروۃ" ہے، کیونکہ بعض روایات میں "بین الصفا والمروۃ" کی صراحت بھی آتی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قارِن کو سعی ایک ہی کرنی پڑتی ہے، لہٰذا "طافُوا طوافًا واحدًا" کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے صفا مروہ کے درمیان ایک ہی طواف کیا احناف کے ہاں قارن پر بھی دو طواف ہیں، حافظ نے اس بارہ میں چند روایات ذکر کی ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہیں لیکن کہا ہے کہ ان سے کچھ تقویت حاصل ہو جاتی ہے، صحیح بات یہی ہے کہ حج و عمرہ جمع کرنے والوں پر فرض طواف ایک ہی

ہوتا ہے، کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلے طواف نہیں کر سکی تھیں، آپ نے بھی انہیں فرمایا: "دَعِي العمرة" اور وہ قارنہ تھیں، انہوں نے نحر کے دن طواف کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: "طوافُك بالبيت وسعيك بين الصفا والمروة يكفيك لحجك ولعمرتك"[1] معلوم ہوا کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے اور عمرے کے افعال حج میں شامل ہو جاتے ہیں، یہاں سعی ایک تھی دوسری دفعہ نہیں کرنی پڑی۔

بعض نے کہا ہے کہ طوافِ واحد سے مراد طوافِ قدوم ہے، لہٰذا دونوں کو جمع کرنے والا عمرہ کرنے کے بعد سیدھا منیٰ میں چلا جائے گا، کوئی اور طواف نہیں کرے گا، جیسا کہ احناف کا خیال ہے کہ احرام باندھنے کے بعد پھر ایک طواف کرے گا، لہٰذا اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ منیٰ، عرفات جانے سے پہلے ایک طواف کیا تھا دو طواف نہیں کیے تھے۔

حاصل یہ ہے کہ "انما طافوا طوافًا واحدًا" کے چار معانی کرتے ہیں، بعض طوافِ فرض معنیٰ کرتے ہیں، بعض طوافِ تحلل مراد لیتے ہیں اور بعض اس سے سعی مراد لیتے ہیں اور بعض اسے طوافِ قدوم پر محمول کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سعی کے معنیٰ کو ترجیح دی ہے، ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طواف کیے تھے، اگرچہ ان میں سے فرض ایک تھا، حنفی قارن پر دو طواف فرض کہتے ہیں، ایک عمرہ کا اور دوسرا جو عید کے دن کیا جاتا ہے، شافعی حضرات کے نزدیک فرض طواف ایک ہی ہوتا ہے، ہاں متمتع پر دو طواف ہوتے ہیں، ایک عمرہ کا طواف کرے گا، اس کے بعد جب حج کا احرام باندھے گا تو ایک طواف کرے گا خواہ عید کے دن کر لے یا اس سے پہلے کر لے۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ متمتع پر بھی ایک ہی طواف فرض ہوتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قارنہ تھیں یا متمتعہ تھیں، متمتعہ نہیں ہو سکتیں، کیونکہ انہوں نے عمرہ نہیں کیا تھا، حنفی کہتے ہیں کہ وہ مفردہ تھیں، شافعی کہتے ہیں کہ قارنہ تھیں، اور آخر میں آپ نے انہیں عمرہ اس لیے کرایا تھا تاکہ ان کی تسلی ہو جائے اور وہ مطمئن ہو جائیں، ان کی رائے یہ تھی کہ جتنی زیادہ مشقت اٹھائی جائے، اتنا زیادہ اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، اس لیے آپ نے انہیں ان کی خواہش کے مطابق عمرہ کرا دیا۔

٣٢۔ بَابُ مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

باب: جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے احرام میں یہ نیت کی جو نیت نبی کریم کی ہے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

١٥٥٧: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ: قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ". وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ، وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

[1] صحیح مسلم (١٣٣)١٢١١، السنن الکبری للبیہقی: ٩٨٠٩

وَسَلَّمَ: بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟، قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں۔ انہوں نے سراقہ کا قول بھی ذکر کیا تھا۔ اور محمد بن ابی بکر نے ابن جریج سے یوں روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے عرض کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا احرام باندھا ہو (اسی کا میں نے بھی باندھا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر قربانی کر اور اپنی اسی حالت پر احرام جاری رکھ۔

یعنی جو شخص زمانہ نبوی میں نبی اکرم ﷺ کی مثل احرام باندھے، اس کا کیا حکم ہے؟ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں یہ ہوسکتا ہے کہ اپنے احرام کو نبی کریم علیہ السلام کے احرام سے معلق کرے، لیکن آپ کی وفات کے بعد اپنے احرام کو آپ کے احرام سے معلق نہیں کیا جاسکتا، ہاں اگر یہ نیت ہو کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کا احرام تھا میرا احرام اسی طرح کا ہے، اور مکہ میں آکر علماء سے پوچھ لے کہ آپ کا احرام کیسا تھا، ویسا ہی اس کا احرام ہوگا، یہ صورت اب بھی ممکن ہے۔

اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قربانی کے بغیر قران ہو جائے گا یا نہیں؟ اور قربانی نہ ہونے کی صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ امام مالک اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ قربانی ہو یا نہ ہو قران ہوسکتا ہے، اگر اس کے پاس قربانی ہو تو قربانی کرے۔ اور اگر قربانی نہ ہو تو روزے رکھ لے، امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس کے پاس قربانی ہے تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ قِران کی نیت کرے، اور اگر قربانی نہیں ہے تو عمرہ کا احرام باندھ لے، بلکہ جو شخص بھی حرم میں جائے اور حج کی نیت کرتا ہے اور اس کے پاس قربانی نہیں ہے، تو طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے حلال ہو جائے یہ اس کا عمرہ ہو جائے گا، اسے فسخ کہتے ہیں، اور فسخ میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فسخ، نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ مشرکین مکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا برا سمجھتے تھے، اس رسم کو توڑنے کے لیے آپ نے عمرہ کرنے کا حکم دیا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی کہ آپ نے کسی عارضہ کی وجہ سے حج کے ساتھ عمرہ کرنے کی اجازت دی تھی، اور اصل یہ ہے کہ عمرہ کے لیے الگ سفر کیا جائے اور حج کے لیے اس سے الگ سفر کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "أتِمُّوا الحج والعمرة لِلّٰه" سے یہی مراد ہے، دونوں کا اتمام الگ الگ ادا کرنے سے ہوتا ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے کسی عارضے کی وجہ سے دونوں کو جمع کرنے کی اجازت دی تھی "إن الله يحل لرسوله ماشاء"[1] ہمارے لیے ایک چیز حرام ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے اسے حلال کر دیتا ہے۔ لہٰذا فسخ بھی آپ کے ساتھ خاص تھا، اور بعض علماء کی رائے میں آپ کے ساتھ مخصوص نہیں تھا، اور جو کہتے ہیں کہ صحابہ کے لیے خاص ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت احکام کا اچھی طرح تعین نہیں ہوا تھا، اور لوگوں نے مختلف

(1) صحیح مسلم (۱۴۵) ۱۲۱۷

احرام باندھے ہوئے تھے جب وہ مکہ مکرمہ میں پہنچے تو آپ پر وحی آگئی کہ جس کے پاس قربانی نہیں ہے وہ عمرہ کرکے حلال ہو جائے، اب چونکہ احکام کا تعین ہو چکا ہے لہٰذا اب اگر کسی کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ عمرہ کی نیت کرے، اور اگر قربانی موجود ہو تو وہ حج قران کی نیت کر سکتا ہے، اب اس چیز کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلے حج کا احرام باندھ کر پھر اسے توڑ کر عمرہ بنائے، اس مفہوم کے اعتبار سے فسخ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے، لیکن اگر کوئی شخص اتفاقی طور پر حج کا احرام باندھ لیتا ہے، اور یہ سمجھتا ہو کہ راستے میں کہیں قربانی کا جانور دستیاب ہو جائے گا، لیکن راستے میں قربانی نہ ملے تو اس کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ فسخ کرلے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ طواف اور سعی کرکے حلال ہو جائے، کیونکہ سنن ابی داود میں حدیث آتی ہے کہ سراقہ بن مالک نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول، کیا یہ اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے تو آپ نے فرمایا تھا، ہمیشہ کے لیے یہ رخصت ہے[1]۔ امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص حج کا احرام باندھ کر آئے اور اس کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ عمرہ کرکے حلال ہو جائے اور یہ اجازت ہمیشہ کے لیے ہے، دوسرے علماء کہتے ہیں کہ احرام تبدیل نہیں کر سکتا، بلکہ جو احرام باندھا ہے وہی رکھے، کیونکہ اب احکام متعین ہو چکے ہیں، لہٰذا جس کے پاس قربانی ہے وہ قران کا احرام باندھ لے، اور جس کے پاس قربانی نہیں ہے وہ عمرہ کا احرام باندھے، فسخ کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلے حج کی نیت کرلے اور حرم میں جاکر اسے توڑے یہ درست نہیں ہے، ہاں جو شخص غلطی سے حج کا احرام باندھ کر وہاں پہنچ جائے وہ فسخ کر سکتا ہے۔

قولہ قالہ ابن عمر۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ کتاب المغازی میں "باب بعث علي إلى اليمن" کے تحت لائے ہیں۔

قولہ "أمر النبي ﷺ عليًّا أن يقيم على احرامه"۔ یہ آپ نے اس وقت کہا تھا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آپ کے پاس آئے تھے۔ اور آپ نے حضرت علی کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن میں بھیجا تھا، اور آپ مکہ میں تھے تو آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ تو نے کونسا احرام باندھا ہے کہا میرا احرام آپ کی طرح ہے، آپ نے فرمایا اپنے احرام پر برقرار رہنا اور حلال نہ ہونا، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قربانی تھی، اور اسی جملہ کی ترجمہ باب کے ساتھ مطابقت ہے۔

قولہ ذکر قول سُراقة "ذَكَرَ" کا فاعل جابر ہے یا مکی بن ابراہیم اور اس کا قائل امام بخاری یا عطاء ہے۔ اور سراقہ سے مراد سراقہ بن مالک بن جعشم ہے، اور ان کے قول سے مراد وہ ہے جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا جبکہ آپ جمرہ عقبہ کو رمی کر رہے تھے: "ألكم هٰذه خاصة يا رسول الله؟ قال لا، بَلْ لِلأَبد"[2]

١٥٥٨: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

---

① سنن أبي داود: ١٧٨٧

② صحيح بخاري: ١٧٨٥

"قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: بِمَا أَهْلَلْتَ ؟، قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ".

ہم سے حسن بن علی خلال ہذلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مروان اصفر سے سنا اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس طرح کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جس طرح کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔

١٥٥٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ، فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ: بِمَا أَهْلَلْتَ ؟، قُلْتُ: أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ ؟، قُلْتُ: لَا، فَأَمَرَنِي، فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي، فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللهُ: وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ سورة البقرة آية ١٩٦، وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ".



ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری نے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قوم کے پاس یمن بھیجا تھا۔ جب (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطحاء میں ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا باندھا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے عرض کی کہ نہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں بیت اللہ کا طواف، صفا اور مروہ کی سعی کروں چنانچہ میں اپنی قوم کی ایک خاتون کے پاس آیا۔ انہوں نے میرے سر کا کنگھا کیا یا میرا سر دھویا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہم اللہ کی کتاب پر عمل کریں تو وہ یہ حکم دیتی ہے کہ حج اور عمرہ پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور حج اور عمرہ پورا کرو اللہ کی رضا کے لیے۔ اور اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک احرام





نہیں کھولا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی سے فراغت نہیں حاصل فرمائی۔

قولہ فقدم عمر۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آ گیا، یا مراد یہ ہے کہ وہ حج کرنے کے لیے آئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کتاب اللہ کو لیں تو اس میں دونوں کے اتمام کا حکم ہے اور اتمام سے انہوں نے یہی سمجھا تھا کہ حج اور عمرہ کو الگ الگ کرنا چاہیے، دونوں کو ایک ہی سفر میں جمع نہیں کرنا چاہیے، لیکن وہ جمع کرنے کو منع نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ دونوں کو الگ الگ ادا کیا جائے تاکہ بیت اللہ سارا سال معمور اور آباد رہے، اس لیے کہا کہ کتاب اللہ میں اتمام کا حکم ہے اور اگر سنت کو لیں تو آپ دونوں کے درمیان میں حلال نہیں ہوئے تھے، کیونکہ آپ قارن تھے۔

۳۳۔ بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ}:

باب: اللہ پاک کا سورۃ البقرہ میں یہ فرمانا کہ حج کے مہینے مقرر ہیں جو کوئی ان میں حج کی ٹھان لے تو شہوت کی باتیں نہ کرے نہ گناہ اور جھگڑے کے قریب جائے کیونکہ حج میں خاص طور پر یہ گناہ اور جھگڑے بہت ہی برے ہیں

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

اے رسول! تجھ سے لوگ چاند کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ چاند سے لوگوں کے کاموں کے اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حج کے مہینے شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ يُحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں ہی میں باندھیں اور عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی خراسان یا کرمان سے احرام باندھ کر چلے تو یہ مکروہ ہے۔

یہاں مضاف محذوف ہے أی وقت الحج أشهر معلومات، اور وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں، بعض علماء کے نزدیک ذوالحجہ کا سارا مہینہ اشہر حج میں داخل ہے، اس طرح تین مہینے حج کے مہینے ہوں گے، اور تاویل کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لیکن اگر ذوالحجہ کے دس دن مراد ہوں تو اشہر کا اطلاق تغلیباً ہوگا کیونکہ تیسرا مہینہ پورا نہیں بلکہ اس کے دس دن یا تیرہ دن مراد ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی آخر ذوالحجہ تک کی جا سکتی ہے، تو تین ماہ مکمل حج کے مہینے ہوں گے۔

قولہ فمن فرض فیهن الحج سے مراد حج کا احرام باندھنا ہے۔

قولہ وعشر من ذی الحجة چونکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے قربانی لازم ہو جاتی ہے اس لیے "عشر من ذی الحجة" کا لفظ استعمال کیا ہے، اگر کوئی شخص گیارہ یا بارہ ذی الحجہ کو عمرہ کرے گا تو اس پر قربانی نہیں آئے گی، اور شوال، ذوالقعدہ اور عشر ذی الحجہ میں عمرہ کرنے سے فدیہ دینا پڑتا ہے۔

قولہ وقال ابن عباس، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح ابن خزیمہ، دارقطنی، مستدرک حاکم میں ہے: "قال لا یحرم بالحج إلا فی أشهر الحج"[1] احناف کے ہاں اس سے پہلے بھی احرام باندھ سکتا ہے لیکن سنت وہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے۔

قولہ وکرہ عثمان خراسان کے فتح ہونے کے بعد عبداللہ بن عامر وہاں سے ہی احرام باندھ کر آ گیا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اسے اس پر ملامت کی اور اسے ناپسند کیا، کیونکہ خراسان اور مکہ کے درمیان حج کے مہینوں سے زیادہ مسافت ہے، جس سے لازم آتا ہے کہ اس نے حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھا ہے، تب یہاں پہنچا ہے، تب ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند کیا ہے، کیونکہ اسے چاہیے تھا کہ میقات پر احرام باندھتا۔

١٥٦٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا. قَالَتْ: فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ، قَالَتْ: فَأَمَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْعُمْرَةِ، قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ يَا هَنْتَاهُ؟، قُلْتُ: سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ. قَالَ: وَمَا شَأْنُكِ، قُلْتُ: لَا أُصَلِّي، قَالَ: فَلَا يَضِيرُكِ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ فَعَسَى اللهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا، قَالَتْ: فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهَرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنًى فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجَتْ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ ائْتِيَا هَا هُنَا فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي، قَالَتْ: فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ وَفَرَغْتُ مِنَ الطَّوَافِ، ثُمَّ جِئْتُهُ

[1] صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۹۶

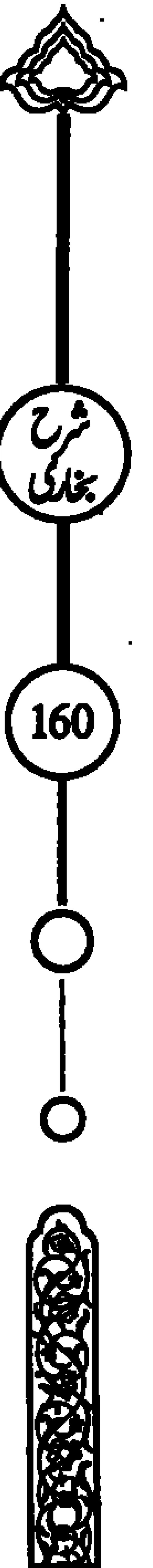
بِسَحَرَ، فَقَالَ: هَلْ فَرَغْتُمْ ؟، فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَآذَنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ ضَيْرُ مِنْ ضَارَ يَضِيرُ ضَيْرًا". وَيُقَالُ: ضَارَ يَضُورُ ضَوْرًا وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبکر حنفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے مہینوں میں حج کی راتوں میں اور حج کے دنوں میں نکلے۔ پھر سرف میں جا کر اترے۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب فرمایا جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اپنے احرام کو صرف عمرہ کا بنالے تو اسے ایسا کر لینا چاہئے لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہ کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے اس فرمان پر عمل کیا اور بعض نے نہیں کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض اصحاب جو استطاعت و حوصلہ والے تھے (کہ وہ احرام کے ممنوعات سے بچ سکتے تھے۔) ان کے ساتھ ہدی بھی تھی، اس لیے وہ تنہا عمرہ نہیں کر سکتے تھے (پس انہوں نے احرام نہیں کھولا) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ (اے بھولی بھالی عورت! تو) رو کیوں رہی ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کے اپنے صحابہ سے ارشاد کو سن لیا، اب تو میں عمرہ نہ کر سکوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نماز پڑھنے کے قابل نہ رہی (یعنی حائضہ ہو گئی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ آخر تم بھی تو آدم کی بیٹیوں کی طرح ایک عورت ہو اور اللہ نے تمہارے لیے بھی وہ مقدر کیا ہے جو تمام عورتوں کے لیے کیا ہے۔ اس لیے (عمرہ چھوڑ کر) حج کرتی رہ اللہ تعالیٰ تمہیں جلد ہی عمرہ کی توفیق دیدے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا کہ ہم حج کے لیے نکلے۔ جب ہم (عرفات سے) منیٰ پہنچے تو میں پاک ہو گئی۔ پھر منیٰ سے جب میں نکلی تو بیت اللہ کا طواف الزیارۃ کیا۔ آپ نے بیان کیا کہ آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب واپس ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں آن کر اترے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا کر کہا کہ اپنی بہن کو لے کر حرم سے باہر جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ پھر عمرہ سے فارغ ہو کر تم لوگ یہیں واپس آجاؤ، میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق) چلے اور جب میں اور میرے بھائی طواف سے فارغ ہو لیے تو میں سحری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ فارغ ہو لیں؟ میں نے کہا ہاں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

ساتھیوں سے سفر شروع کر دینے کے لیے کہا۔ سفر شروع ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ جو «لایضیرک» ہے وہ «ضار یضیر ضیرا» سے مشتق ہے ضار یضور ضورا» بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور جس روایت میں «لایضرک» ہے وہ «ضر یضر ضرا» سے نکلا ہے۔

۳۴۔بَابُ التَّمَتُّعِ وَالإِقْرَانِ وَالإِفْرَادِ بِالْحَجِّ، وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ:

باب: حج میں تمتع، قران اور افراد کا بیان اور جس کے ساتھ ہدی نہ ہو، اسے حج فسخ کر کے عمرہ بنا دینے کی اجازت ہے



حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کر کے حج کا احرام باندھ لے، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کے پاس قربانی نہ ہو تو اس صورت میں عمرہ کر کے حلال ہو جائے گا، اور اگر اس کے پاس قربانی ہو تو احناف کے نزدیک حلال نہیں ہو سکتا، کیونکہ قربانی حلال ہونے سے مانع ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا تھا اگر میں قربانی ساتھ نہ لاتا تو میں بھی حلال ہو جاتا۔

اور قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے اور لبیک بعمرۃ وحجۃ "کہے" اس میں اختلاف یہ ہے کہ حنفی کہتے ہیں، احرام دونوں کا اکٹھا ہو گا لیکن قارن کو عمرہ الگ کرنا پڑتا ہے اور حج الگ کرنا پڑتا ہے، دیگر علماء کہتے ہیں "دخلت العمرة فی الحج"[1] یعنی عمرہ حج کے اندر ہی آجائے گا، عمرہ الگ نہیں کرنا پڑے گا، گویا قارن پر ایک ہی طواف فرض ہے اور ایک ہی سعی فرض ہے، حنفی کہتے ہیں دو طواف فرض ہیں اور دو ہی سعی فرض ہیں، لہٰذا قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

اور حج افراد یہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھے، اس پر ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی فرض ہے پہلا طواف کرے یا نہ کرے، اگر پہلے پہنچ جائے تو سنت ہے کہ کر لے، یا سیدھا عرفات کو چلا جائے، پھر نحر کے دن جب مکہ میں آئے گا تو اس دن کا طواف فرض ہے اور بالاتفاق سعی بھی ایک ہی فرض ہے، اور آخری طوافِ وداع کو بعض واجب کہتے ہیں اور بعض وجوب کے قائل نہیں ہیں، لیکن یہ فرض نہیں ہے اسی لیے حائضہ اسے چھوڑ کر جا سکتی ہے، کسی دیگر شخص کو بھی عذر پیش آجائے تو چھوڑ کر جا سکتا ہے۔

اور فسخ حج سے مراد یہ ہے کہ کسی نے حج کا احرام باندھا ہے اور اس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے تو وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے، اس طرح وہ متمتع ہو جائے گا[2]۔

---

(1) صحیح مسلم (۲۰۳) ۱۲۴۱ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳۶۰۲

(2) حافظ نے کہا ہے کہ فسخ حج میں اختلاف ہے، اور مصنف رحمہ اللہ کے تصرف کا ظاہر اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ترجمہ باب کی اصل عبارت یوں ہے: "باب مشروعیة التمتع والقران والإفراد وفسخ الحج..." اور یہ بھی

اقسامِ حج میں سے افضل قسم کونسی ہے اس میں بھی اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر احرام باندھنے والے کے پاس قربانی کا جانور ہو تو اس کے لیے حج قران بہتر ہے اگر قربانی نہ ہو تو تمتع کرنا افضل ہے، احناف کے نزدیک حج قران بہتر ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا احرام، قران کا تھا، شوافع حج افراد کو افضل کہتے ہیں، لیکن افراد اس شخص کے لیے بہتر ہے جو بعد میں عمرہ کرے، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم ﷺ قارِن تھے، اور جہاں آپ کے احرام کے بارہ میں تمتع کا لفظ آیا ہے وہ لغوی معنی پر محمول ہے، نووی نے کہا ہے کہ آپ مفرد تھے، ابن قیم نے کہا ہے کہ جہاں آپ کے بارہ میں مفرد کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے افعال، مفرد کی طرح تھے، یہ نہیں کہ آپ کا حج مفرد تھا، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے: "قرن بين الحج والعمرة" آپ نے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کیا تھا، اور جو لوگ آپ کے حج مفرد کے قائل ہیں وہ یہاں "قرن" کا معنی "أمرَ" کر لیتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا تھا، ورنہ خود آپ مفرد تھے، کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کے بارہ میں ذکر آتا ہے کہ آپ نے حج افراد کیا تھا، اور اس کی تطبیق یہ ہے کہ آپ نے شروع میں لبيك بحج کہا تھا۔ اور بعد میں "لبيك بعمرة" کہا تھا کیونکہ دونوں کو جمع کرنا یا ہمیشہ لبيك بحج کہنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا آپ کے شروع میں "لبيك بحج" کہنے سے بعض نے افراد سمجھ لیا ہے ورنہ آپ قارن تھے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس قربانی کا جانور ہو تو اس کے لیے قران افضل ہے، ورنہ تمتع افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا تھا: "لو استقبلت من أمری ما استدبرتُ ما اهديت"[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی موجود ہو تو قران کرنا چاہیے اور اگر قربانی نہ ہو تو تمتع کرنا بہتر ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، آپ نے جو حلال ہونے کی خواہش کی تھی وہ اس لیے کی تھی کہ لوگ متردد ہو گئے تھے کہ نبی کریم علیہ السلام خود حلال نہیں ہو رہے، لوگوں کو حلال ہونے کا حکم دے رہے ہیں، تو آپ نے اس کا سبب بیان کر دیا کہ میرے حلال ہونے میں مانع پایا جاتا ہے، ورنہ یہ مراد نہیں کہ آپ کا احرام بہتر نہیں تھا، بلکہ آپ کا قران کا احرام افضل تھا کیونکہ آپ کے پاس قربانی موجود تھی۔

ہوسکتا ہے کہ اصل عبارت یہ ہو "باب حكم التمتع والقران والإفراد و فسخ الحج..." دوسری تقدیر کے مطابق یہ جواز کی دلیل نہیں بنے گا، حافظ کی اس تقدیر کو پڑھ کر علامہ عینی کا پارہ چڑھ گیا وہ لکھتے ہیں: قلت: لا نُسلّم هٰذا التقدير بل الظاهر أن التقدير في بيان التمتع إلي أخره، وهو أعم مما ذكرهٗ" ہم نہیں مانتے حافظ کی تقدیر کو، بلکہ تقدیر عبارت یوں ہے: "باب بيان التمتع" آخر تک اور یہ اس کی ذکر کی ہوئی تقدیر سے عام ہے، جبکہ غور کیا جائے تو حافظ کی دوسری تقدیر "باب حكم التمتع" بھی عام ہے، جو جواز، عدم جواز دونوں کو شامل ہے، علامہ عینی کی عادت ہے کہ وہ حافظ کی آدھی عبارت کو لیکر ان پر اعتراض جڑ دیتے ہیں حالانکہ عینی جو کہنا چاہتے ہیں وہ حافظ کی کلام میں ہی موجود ہوتا ہے جسے عینی حذف کر دیتے ہیں۔

[1] صحیح بخاری: ۱۶۵۱

١٥٦١ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَحِضْتُ، فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ؟، قَالَ: وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ، قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا، قَالَتْ صَفِيَّةُ: مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ، قَالَ: عَقْرَى حَلْقَى أَوَمَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَتْ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: لَا بَأْسَ، انْفِرِي، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ، وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا"۔



ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم حج کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ جب ہم مکہ پہنچے تو (اور لوگوں نے) بیت اللہ کا طواف کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جن کے پاس ہدی نہ تھی وہ حلال ہو گئے۔ (افعال عمرہ کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہدی نہیں لے گئی تھیں، اس لیے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی تھیں اس لیے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی (یعنی عمرہ چھوٹ گیا اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی، میں نے کہا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھی؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (پھر عمرہ ادا کر) ہم لوگ تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے اور صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ (لوگوں) کو روکنے کا سبب بن جاؤں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «عقری حلقی» کیا تو نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں میں تو طواف کر چکی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں چل کوچ کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میری ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ



رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس چڑھاؤ کے بعد اتر رہے تھے۔

قولہ "لا نری إلا أنه الحج" گھر سے نکلتے وقت یہی خیال تھا کہ صرف حج کا احرام باندھا جائے گا، اور میقات پر حج کا ہی احرام باندھا تھا، لیکن جب حرم کے قریب پہنچے تو حکم دے دیا گیا کہ جس شخص کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ طواف کر کے حلال ہو جائے، ام المومنین کے پاس بھی قربانی نہیں تھی، ان کا عمرہ کر کے حلال ہونے کا ارادہ تھا لیکن حیض آنے کی وجہ سے عمرہ نہ کر سکیں، حتی کہ عرفہ کا دن آگیا، آپ نے فرمایا اب حج کی نیت کر لے، شافعی کہتے ہیں یہ قران تھا، حنفی کہتے ہیں یہ فسخ تھا، عمرہ چھوڑ کر حج کیا تھا۔

قولہ "عقری، حلقی" ای عَقَرَكِ الله۔ اللہ تجھے کاٹے، حلقی کا معنی ہے: "أَصَابَكِ فی حَلْقِك" تیرے حلق میں مصیبت پہنچے، کئی مونڈھنے کا معنی کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے، یہ زبان زد کلمہ تھا، اس سے بد دعا مقصود نہیں ہوتی۔

قولہ "فلقيني النبي ﷺ وهو مصعدٌ" یہ جملہ ذرا مشکل ہے، اصل بات یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عمرہ کا طواف کر کے گئیں تو نبی اکرم ﷺ منتظر تھے، جب دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آ رہی تھیں، تو آپ نے کوچ شروع کیا، گویا میں اِدھر جا رہی تھی اور آپ آ رہے تھے، یہ راوی کی شک ہے لیکن دوسرا جملہ "أنا مصعدة وهو منهبطٌ منها" درست ہے، یعنی آپ مکہ سے آ رہے تھے، کیونکہ آپ نے کوچ کا حکم دیدیا تھا، لہٰذا آپ آ رہے تھے اور میں جا رہی تھی۔

١٥٦٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَأَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے، انہیں عروہ بن زبیر نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ کچھ لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، کچھ نے حج اور عمرہ دونوں کا اور کچھ نے صرف حج کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) صرف حج کا احرام باندھا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ بھی شریک کر لیا، پھر جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ دونوں کا، ان کا احرام دسویں تاریخ تک نہ کھل سکا۔

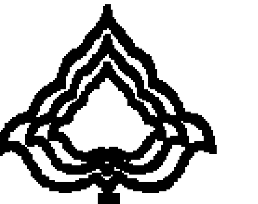
قولہ "أهل رسول الله ﷺ بالحج" یہ تقسیم کے وقت نبی کریم علیہ السلام کے حج کے احرام کو ذکر کیا گیا ہے اس وقت

آپ نے صرف "لبیك بالحج" کہا تھا یہ سن کر بعض نے سمجھا کہ آپ نے حج کا ہی احرام باندھا ہے، اس کے بعد آپ نے لبیک بعمرۃ کہا تھا لہٰذا آپ مفرد نہیں بلکہ قارن تھے۔

قولہ فاما من أهل أو جمع الحج والعمرة ان میں سے حج کا احرام کسی کا نہیں رہا تھا، بلکہ سب نے عمرہ کر کے حج کا احرام توڑ دیا تھا اور یہ نبی کریم علیہ السلام کے حکم سے کیا تھا۔ لہٰذا "جَمَعَ الحج والعمرة" جملہ درست ہے، کیونکہ اس طرح وہ متمتع بن گئے تھے، اور حج و عمرہ کو جمع کرنے والے چند افراد تھے جن میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جن کے پاس قربانی کے جانور تھے، ان کے علاوہ کسی کے پاس قربانی نہیں تھی۔

١٥٦٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: "شَهِدْتُ عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے علی بن حسین (زین العابدین) نے اور ان سے مروان بن حکم نے بیان کیا کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنے سے روکتے تھے لیکن علی رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا اور کہا «لبیک بعمرۃ وحجۃ» آپ نے فرمایا تھا کہ میں کسی ایک شخص کی بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہیں چھوڑ سکتا۔



شرح بخاری

وعثمان ینهي عن المتعة یہ نہی تحریمی نہیں تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی مقصد یہ تھا کہ عمرہ کے لیے لوگ بیت اللہ میں آتے جاتے رہیں اور بیت اللہ سارا سال آباد رہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ کہیں لوگ اسے نہی تحریمی نہ سمجھ لیں، اور دونوں کو جمع کرنے کو حرام نہ بنالیں اس لیے انہوں نے لبیک بعمرۃ وحجۃ کہہ کر دونوں کا احرام باندھا، تاکہ لوگوں کو ان کی رائے کے ساتھ میری رائے کا بھی علم ہو جائے کہ دونوں کو جمع کرنا بھی جائز ہے۔

١٥٦٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَا الدَّبَرْ وَعَفَا الْأَثَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ، قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الْحِلِّ؟، قَالَ: حِلٌّ كُلُّهُ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرب سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ محرم کو صفر بنا لیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ سستا لے اور اس پر خوب بال اگ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے (یعنی حج کے ایام گزر جائیں) تو عمرہ حلال ہوتا ہے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ چوتھی کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اپنے حج کو عمرہ بنالیں، یہ حکم (عرب کے پرانے رواج کی بنا پر) عام صحابہ پر بڑا بھاری گزرا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! عمرہ کر کے ہمارے لیے کیا چیز حلال ہوگئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

قولہٗ ویجعلون المحرم صفرًا۔ یعنی اہل جاہلیت محرم کے مہینے کو ماہِ صفر سے پیچھے لے آتے تھے اس طرح محرم کا نام ہی صفر بن گیا تھا، یہ لوگ أشہر حرم یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم میں عمرہ کرنا أفجر الفجور سمجھتے تھے،

قولہ وانسلخ صفر، صفر سے مراد محرم کا مہینہ ہے جسے انہوں نے صفر بنالیا تھا۔

١٥٦٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے) حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ کو عمرہ کے بعد) احرام کھول دینے کا حکم دیا۔

١٥٦٦: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: "يَا رَسُولَ اللهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟، قَالَ: إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ".

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا

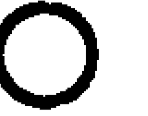
بات ہے اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کی تلبید (بالوں کو جمانے کے لیے ایک لیس دار چیز کا استعمال کرنا) کی ہے اور اپنے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) لایا ہوں اس لیے میں قربانی کرنے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا۔

قولہٗ انی لبدتُ رأسی، تلبید سے مراد یہ ہے کہ بالوں کو سر پر اکٹھا کر کے گوند وغیرہ سے جمالیا جائے تاکہ لمبے احرام کی وجہ سے گرد و غبار سے اور جوئیں پڑنے سے محفوظ رہے، آپ کا مقصد یہ تھا کہ میں حلال نہیں ہو سکتا، دراصل تلبید مانع نہیں تھی بلکہ قربانی مانع تھی، قربانی کے مانع ہونے کی وجہ سے احرام لمبا ہو جانا تھا اس لیے آپ نے تلبید کی تھی۔

١٥٦٧: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ، قَالَ: "تَمَتَّعْتُ، فَنَهَانِي نَاسٌ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُولُ لِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لِي: أَقِمْ عِنْدِي، فَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي، قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ: لِمَ؟ فَقَالَ: لِلرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ".



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو کچھ لوگوں نے مجھے منع کیا۔ اس لیے میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے تمتع کرنے کے لیے کہا۔ پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہا ہے حج بھی مبرور ہوا اور عمرہ بھی قبول ہوا میں نے یہ خواب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنایا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرے یہاں قیام کر، میں اپنے پاس سے تمہارے لیے کچھ مقرر کر کے دیا کروں گا۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے (ابو جمرہ سے) پوچھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیوں کیا تھا؟ (یعنی مال کس بات پر دینے کے لیے کہا) انہوں نے بیان کیا کہ اسی خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔



١٥٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، قَالَ: "قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ لِي أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ: تَصِيرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيهِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ، وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ: أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا والمروة وَقَصِّرُوا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ،



وَاجْعَلُوا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً، فَقَالُوا: كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟، فَقَالَ: افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ، وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، فَفَعَلُوا". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ أَبُو شِهَابٍ: لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا.

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے ابوشہاب نے کہا کہ میں تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھ کے یوم ترویہ سے تین دن پہلے مکہ پہنچا۔ اس پر مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا اب تمہارا حج مکی ہو گا۔ میں عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہی پوچھنے کے لیے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ حج کیا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لائے تھے (یعنی حجۃ الوداع) صحابہ نے صرف مفرد حج کا احرام باندھا تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ (عمرہ کا احرام باندھ لو اور) بیت اللہ کے طواف اور صفامروہ کی سعی کے بعد اپنے احرام کھول ڈالو اور بال ترشوالو۔ یوم ترویہ تک برابر اسی طرح حلال رہو، پھر یوم ترویہ میں مکہ ہی سے حج کا احرام باندھو اور اس طرح اپنے حج مفرد کو جس کی تم نے پہلے نیت کی تھی، اب اسے تمتع بنالو۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم اسے تمتع کیسے بنا سکتے ہیں؟ ہم تو حج کا احرام باندھ چکے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی کرو۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو خود میں بھی اسی طرح کرتا جس طرح تم سے کہہ رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں اب میرے لیے کوئی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک میرے قربانی کے جانوروں کی قربانی نہ ہو جائے۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ ابوشہاب کی اس حدیث کے سوا اور کوئی مرفوع حدیث مروی نہیں ہے۔

شرح بخاری

قولہ تصیرُ الآن حجتك مكية لوگوں کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر تو مکہ سے نہیں، بلکہ مکہ کے باہر سے احرام باندھ کر آتا تو تیرا حج آفاقی ہوتا، اب تو مکہ سے احرام باندھے گا تو تیرا حج آفاقی نہیں ہو گا بلکہ چھوٹا سا بن جائے گا، اور ثواب بھی کم ہو جائے گا، اگر حج آفاقی ہوتا تو سفر کرنے کی وجہ سے تکلیف زیادہ اٹھاتا اور اجر و ثواب بھی زیادہ ہوتا، یہ ان کا مقصد تھا لیکن جب عطاء سے اس بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے کہا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ حج کے لیے آنے والوں کا حج مکی بنا دیا تھا، لہٰذا یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔

١٥٦٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: "اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالَ عَلِيٌّ: مَا تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد اعور نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے سعید بن مسیب نے کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما عسفان آئے تو ان میں باہم تمتع کے سلسلے میں اختلاف ہوا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس سے آپ کیوں روک رہے ہیں؟ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اپنے حال پر رہنے دو۔ یہ دیکھ کر علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا۔

۳۵۔بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ:

باب: اگر کوئی لبیک میں حج کا نام لے

۱۵۷۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يَقُولُ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ نَقُولُ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، کہا کہ میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تو ہم نے حج کی لبیک پکاری۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہم نے اسے عمرہ بنالیا۔



شرح بخاری

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ لبیک بالحج کہنا جائز ہے، لہٰذا یہ لفظ زبان سے بھی کہا جاسکتا ہے اگرچہ نیت دل میں ہوتی ہے، بعض لوگ نماز کو بھی اس پر قیاس کر لیتے ہیں کہ نماز میں بھی زبان سے الفاظ کہے جاسکتے ہیں، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ نماز کو حج پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حج میں جو لفظ کہے جاتے ہیں ان سے مراد نیت کرنا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی لیے اللهم إني أريدُ الحج کے بعد "وَيَسِّرهُ لِي" کہا جاتا ہے، قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا: وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ "لوگوں میں اس گھر کا حج کرنے کا اعلان کردیں، اس کے جواب میں لبیک بالحج کہا جاتا ہے کہ اے اللہ میں حاضر ہوگیا ہوں۔

۳۶۔بَابُ التَّمَتُّعِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع کا جاری ہونا

۱۵۷۱: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ، عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ الْقُرْآنُ، قَالَ رَجُلٌ: بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا کہا کہ مجھ سے مطرف نے عمران بن حصین سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے تمتع کیا تھا اور خود قرآن میں تمتع کا حکم نازل ہوا تھا۔ اب ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

اس ترجمہ باب سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حج تمتع کرنا ثابت ہے، منسوخ نہیں ہوا، جیسا کہ بعض کا خیال ہے: قولہ تمتّعنا علیٰ عهد رسول الله اس سے مراد متعة الحج ہے، متعة النساء نہیں ہے، امرتسر میں ہوتے ہوئے ایک آدمی آیا جبکہ میں موجود نہیں تھا، اور کہنے لگا حدیث میں آتا ہے کہ عورتوں سے متعہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے: "تمتّعنا على عهد رَسول الله" جس سے یہ سوال ہوا اس نے ترجمہ باب نہیں دیکھا تھا اور نہ حدیث پر غور کیا اور جواب نہ دے سکا۔ بعد میں جب میں آیا تو مجھ سے اس نے کہا کہ فلاں شخص ہم پر یہ اعتراض کر گیا ہے کہ عورتوں سے متعہ کرنا حدیث سے ثابت ہے اور یہ حدیث پیش کی ہے میں نے کہا اس سے مراد متعة الحج یعنی حج تمتع کرنا مراد ہے، متعة النساء مراد نہیں ہے، وہ آدمی داؤ لگا گیا اور متعة الحج کو متعة النساء بنا گیا۔

٣٧۔ بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ}:

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۃ البقرہ میں یہ فرمانا تمتع یا قربانی کا حکم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر والے مسجد الحرام کے پاس نہ رہتے ہوں

١٥٧٢: وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْبَرَّاءُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ، فَقَالَ أَهَلَّ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلُوا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ، وَقَالَ: مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بالبيت، وَبِالصَّفَا، والمروة فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا، وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ، كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى: فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ سورة البقرة آية ١٩٦ إِلَى أَمْصَارِكُمُ الشَّاةُ تَجْزِي فَجَمَعُوا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللهُ: ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ

يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحَجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ. وَالرَّفَثُ: الْجِمَاعُ، وَالْفُسُوقُ: الْمَعَاصِي، وَالْجِدَالُ: الْمِرَاءُ.

اور ابو کامل فضیل بن حسین بصریٰ نے کہا کہ ہم سے ابومعشر یوسف بن یزید براء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عثمان بن غیاث نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہمانے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج میں تمتع کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین انصار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور ہم سب نے احرام باندھا تھا۔ جب ہم مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے احرام کو حج اور عمرہ دونوں کے لیے کر لو لیکن جو لوگ قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے ہیں۔ (وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوں گے) چنانچہ ہم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر لی تو اپنا احرام کھول ڈالا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس گئے اور سلے ہوئے کپڑے پہنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ لے (یعنی قربانی نہ ہو لے) ہمیں (جنہوں نے ہدی ساتھ نہیں لی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھویں تاریخ کی شام کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھ لیں۔ پھر جب ہم مناسک حج سے فارغ ہو گئے تو ہم نے آکر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی، پھر ہمارا حج پورا ہو گیا اور اب قربانی ہم پر لازم ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جسے قربانی کا جانور میسر ہو (تو وہ قربانی کرے) اور اگر کسی کو قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے حج میں اور سات دن گھر واپس ہونے پر رکھے (قربانی میں) بکری بھی کافی ہے۔ تو لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں عبادتیں ایک ہی سال میں ایک ساتھ ادا کیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لیے جائز قرار دیا تھا۔ البتہ مکہ کے باشندوں کا اس سے استثناء ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر والے مسجد الحرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔ اور حج کے جن مہینوں کا قرآن میں ذکر ہے وہ شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ ان مہینوں میں جو کوئی بھی تمتع کرے وہ یا قربانی دے یا اگر مقدور نہ ہو تو روزے رکھے۔ اور «رفث» کا معنی جماع (یا فحش باتیں) اور «فسوق» گناہ اور «جدال» لوگوں سے جھگڑنا۔





آیتِ مذکورہ میں "ذٰلِكَ" کا اشارہ تمتع کی طرف ہے، یعنی حج تمتع ان لوگوں کے لیے جائز ہے جو مسجد حرام کے مقیم نہ ہوں، مسجد حرام کے رہنے والوں کے لیے تمتع کرنا جائز نہیں ہے، آفاقی لوگوں کے لیے جائز ہے، کیونکہ آفاقی کو بار بار آنے میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک "ذٰلِكَ" کا اشارہ قربانی کی طرف ہے، یعنی قربانی کرنا اس شخص کے لیے ہے جو مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو، چونکہ اسے ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں ادا کرنے کی



آسانی اور رخصت حاصل ہوگئی ہے لہٰذا وہ قربانی پیش کرے، لیکن "ذلك لمن لم يكن" میں لام استعمال کرنے سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ اگر ذلك کا اشارہ قربانی کی طرف ہوتا تو لام کی بجائے "عَلٰی" ہونا چاہیے تھا۔

قولہٗ حاضری المسجد الحرام سے مراد مکہ مکرمہ کے رہنے والے لوگ ہیں بعض کہتے ہیں کہ میقات کے اندر رہنے والے تمام لوگ مراد ہیں، لیکن پہلا معنی ظاہر ہے۔

قولہٗ وقال أبو كامل اسماعیلي نے اسے موصول بیان کرتے ہوئے کہا: "حدثنا القاسم المطرز حدثنا احمد بن سنانٍ حدثنا ابو كامل" لیکن اس نے عثمان بن غیاث کی جگہ عثمان بن سعد کہا ہے جو کہ ضعیف ہے، جبکہ عثمان بن غیاث ثقہ ہے،

قولہٗ فلما قدمنا مكة اس سے مراد مکہ کے قریب پہنچنا ہے کیونکہ یہ واقعہ سرف مقام میں پیش آیا تھا،

قولہ وأتينا النساء، اس سے راوی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مستثنیٰ ہیں، کیونکہ وہ ابھی تک بالغ ہی نہیں ہوئے تھے،

قولہٗ الجدال، المراء، یعنی وہاں جھگڑا کرنا جائز نہیں ہے، حتی کہ دینی مسائل میں بھی نہیں جھگڑنا چاہیے۔

٣٨۔ بَابُ الاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ:

باب: مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا

١٥٧٣: حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: "كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طِوًى، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ، وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ".

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہیں ایوب سختیانی نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہوں نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو تلبیہ کہنا بند کر دیتے۔ رات ذی طویٰ میں گزارتے، صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے، اور اس کے چھوڑنے میں کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے، اکثر علماء کے نزدیک صرف وضو کرنا کافی ہے، لہٰذا غسل کرنا فرض نہیں ہے۔

٣٩۔ بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلاً:

باب: مکہ میں رات اور دن میں داخل ہونا

١٥٧٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ

دَخَلَ مَكَّةَ"۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

قولہ حتی اصبح یہ لفظ آپ کے مکہ میں دن کے وقت داخل ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور آپ کا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا عمرۃ جعرانہ میں ثابت ہے کیونکہ اس وقت آپ مکہ مکرمہ میں رات کے وقت آئے تھے اور عمرہ کرکے رات کو ہی واپس ہوگئے تھے اور جعرانہ میں جاکر صبح کی تھی۔

۴۰۔ بَابٌ مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ:

باب: مکہ میں کدھر سے داخل ہو

۱۵۷۵: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، ان سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بلند گھاٹی (یعنی جنت المعلیٰ) کی طرف سے داخل ہوتے اور نکلتے ثنیہ سفلیٰ کی طرف سے یعنی نیچے کی گھاٹی (باب شبیکہ) کی طرف سے۔

نبی اکرم ﷺ بلند گھاٹی یعنی جنۃ المعلیٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے اور نچلی گھاٹی یعنی باب شبیکہ کی طرف سے نکلے تھے، اور یہ چیزیں اتفاقیات سے ہیں، افعال حج میں داخل نہیں ہیں، اگر کوئی شخص ان پر عمل کرے تو بہتر ہے۔ آج کل لوگ گاڑیوں پر جاتے ہیں گاڑیاں جدھر سے لے جائیں جانا پڑتا ہے۔

۴۱۔ بَابٌ مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ:

باب: مکہ سے جاتے وقت کون سی راہ سے جائے

۱۵۷۶: حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ، وَخَرَجَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى"۔ قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهِ، قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: لَوْ أَنَّ مُسَدَّدًا أَتَيْتُهُ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثْتُهُ لَاسْتَحَقَّ

ذَلِكَ، وَمَا أُبَالِي كُتُبِي كَانَتْ عِنْدِي أَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

ہم سے مسدد بن مسرہد بصری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم «الثنية العليا» یعنی مقام کداء کی طرف سے داخل ہوتے جو بطحاء میں ہے اور «الثنية السفلى.» کی طرف سے نکلتے تھے یعنی نیچے والی گھاٹی کی طرف سے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا مسدد اسم با مسمی تھے یعنی مسدد کے معنی عربی زبان میں مضبوط اور درست کے ہیں تو حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے اور میں نے یحییٰ بن معین سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ قطان سے سنا، وہ کہتے تھے اگر میں مسدد کے گھر جا کر ان کو حدیث سنایا کرتا تو وہ اس کے لائق تھے اور میری کتابیں حدیث کی میرے پاس رہیں یا مسدد کے پاس مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ گویا یحییٰ قطان نے مسدد کی بے حد تعریف کی۔

١٥٧٧: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا".

ہم سے حمیدی اور محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو اوپر کی بلند جانب سے شہر کے اندر داخل ہوئے اور (مکہ سے) واپس جب گئے تو نیچے کی طرف سے نکل گئے۔

١٥٧٨: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ".

ہم سے محمود بن غیلان مروزی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا۔ ان سے ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر شہر میں کداء کی طرف سے داخل ہوئے اور کدیٰ کی طرف سے نکلے جو مکہ کے بلند جانب ہے۔

قوله من أعلى مكة یہ لفظ اس سے قبل "دخل عام الفتح من كداء" کا بیان ہے۔

١٥٧٩: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ". قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا،

وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی اور انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ موقع پر داخل ہوتے وقت مکہ کے بالائی علاقہ کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے بیان کیا کہ عروہ اگرچہ کداء اور کدیٰ دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے لیکن اکثر کدیٰ سے داخل ہوتے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

١٥٨٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ، وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ".

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے ہشام سے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوئے تھے۔ لیکن عروہ اکثر کدیٰ کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

١٥٨١: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا، وَكَانَ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبِهِمَا إِلَى مَنْزِلِهِ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: كَدَاءٌ وَكُدًا مَوْضِعَانِ.



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ہشام نے اپنے باپ سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر کداء سے داخل ہوئے تھے۔ عروہ خود اگرچہ دونوں طرف سے (کداء اور کدیٰ) داخل ہوتے لیکن اکثر آپ کدیٰ کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ کداء اور کدیٰ دو مقامات کے نام ہیں۔

٤٢۔بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا:

باب: فضائل مکہ اور کعبہ کی بناء کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ١٢٥ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ



الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ١٢٦ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ١٢٧ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ١٢٨ سورة البقرة آية ١٢٥-١٢٨.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور جب کہ بنادیا ہم نے خانہ کعبہ کو بار بار لوٹنے کی جگہ لوگوں کے لیے اور کر دیا اس کو امن کی جگہ اور (حکم دیا ہم نے) کہ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ وہ دونوں پاک کر دیں میرے مکان کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے۔ اے اللہ! کر دے اس شہر کو امن کی جگہ اور یہاں کے ان رہنے والوں کو پھلوں سے روزی دے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں صرف ان کو، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جس نے کفر کیا اس کو میں دنیا میں چند روز مزے کرنے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب میں کھینچ لاؤں گا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور جب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے (تو وہ یوں دعا کر رہے تھے) «ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم * ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا أمة مسلمة لك وأرنا مناسكنا وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم» اے ہمارے رب! ہماری اس کوشش کو قبول فرما۔ تو ہی ہماری (دعاؤں کو) سننے والا اور (ہماری نیتوں کا) جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک جماعت بنائیو جو تیری فرمانبردار ہو۔ ہم کو احکام حج سکھا اور ہمارے حال پر توجہ فرما کہ تو بہت ہی توجہ فرمانے والا ہے۔ اور بڑا رحیم ہے۔

شرح بخاری

١٥٨٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ، فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: أَرِنِي إِزَارِي، فَشَدَّهُ عَلَيْهِ".

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نبیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ (زمانہ جاہلیت میں) جب کعبہ کی تعمیر ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس رضی اللہ عنہ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنا تہبند اتار کر کاندھے پر ڈال لو (تاکہ پتھر اٹھانے میں تکلیف نہ ہو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تو ننگے ہوتے ہی بیہوش ہو کر آپ زمین پر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں۔ آپ

کہنے لگے مجھے میرا تہبند دے دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مضبوط باندھ لیا۔

١٥٨٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: "أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ، إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر نے انہیں خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو بنیاد ابراہیم کو چھوڑ دیا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! پھر آپ بنیاد ابراہیم پر اس کو کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے بالکل نزدیک نہ ہوتا تو میں بیشک ایسا کر دیتا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (اور یقیناً عائشہ رضی اللہ عنہا سچی ہیں) تو میں سمجھتا ہوں یہی وجہ تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حطیم سے متصل جو دیواروں کے کونے ہیں ان کو نہیں چومتے تھے۔ کیونکہ خانہ کعبہ ابراہیمی بنیادوں پر پورا نہ ہوا تھا۔



یعنی مکہ اور اس کے مکانات کی فضیلت، اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی چند آیات ذکر کی ہیں، ان میں سے بعض آیات میں مکہ شہر کا ذکر ہے اور بعض میں بیت اللہ کا ذکر ہے، اور مکہ کی فضیلت بھی بیت اللہ کی وجہ سے ہی ہے۔

١٥٨٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟، قَالَ: إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ، قُلْتُ: فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟، قَالَ: فَعَلَ ذَلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا



مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ، وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم جعفی نے بیان کیا، ان سے اشعث نے بیان کیا، ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، پھر میں نے پوچھا کہ پھر لوگوں نے اسے کعبے میں کیوں نہیں شامل کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہاری قوم کے پاس خرچ کی کمی پڑ گئی تھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ دروازہ کیوں اونچا بنایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی تمہاری قوم ہی نے کیا تاکہ جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم کی جاہلیت کا زمانہ تازہ تازہ نہ ہوتا اور مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ ان کے دل بگڑ جائیں گے تو اس حطیم کو بھی میں کعبہ میں شامل کر دیتا اور کعبہ کا دروازہ زمین کے برابر کر دیتا۔

شرح بخاری

قولہ عن الجدر، جیم کی فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ، ایک روایت میں "الجدار" آیا ہے، اور مراد اس سے حطیم ہے، اور چھوڑا ہوا حطیم کا حصہ بیت اللہ میں داخل ہے، یہ چھوڑا ہوا حصہ سولہ یا سترہ ہاتھ ہے، ان میں سے چھ یا سات ہاتھ جگہ بیت اللہ کا حصہ ہے، اس ساری جگہ کے گرد دیوار بنائی گئی ہے جس کے ورے سے لوگ طواف کرتے ہیں، اس میں بیت اللہ کا حصہ بھی آجاتا ہے اور اس سے زائد بھی، اس دیوار اور بیت اللہ کے درمیان کچھ شگاف یعنی خالی جگہ چھوڑی ہوئی ہے، یہ غالباً ساڑھے چار ہاتھ ہے۔ حافظ نے ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، میں بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا چاہتی ہوں تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حطیم میں داخل کر دیا اور فرمایا: اس حطیم میں نماز پڑھ لے یہ بیت اللہ کا حصہ ہے۔ لیکن تیری قوم نے جب خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو اسے خانہ کعبہ سے نکال دیا ہے۔[1]

١٥٨٥: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ، ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا". قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، خَلْفًا يَعْنِي بَابًا.

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ

[1] سنن ترمذی: ۸۷۶۔ وسنن نسائی ۲۹۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے ابھی تازہ نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بناتا کیونکہ قریش نے اس میں کمی کر دی ہے۔ اس میں ایک دروازہ اور اس دروازے کے مقابل رکھتا۔ ابومعاویہ نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا۔ حدیث میں «خلف» سے دروازہ مراد ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بیت اللہ کے اوپر سے پرندے نہیں گزرتے، اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں، یہ خیال غلط ہے، بیت اللہ کے اوپر پرندے گزرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں، ہاں جو پرندہ نچلی پرواز پر آتا ہے تو وہ بیت اللہ سے ٹکرانے سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے، کیونکہ بیت اللہ کے اونچا ہونے کی وجہ سے فوراً اُوپر ہونا مشکل ہوتا ہے، لیکن جو پرندہ پیچھے سے ہی اُونچا اڑتا ہوا آئے وہ بیت اللہ کے اوپر سے گزر جاتا ہے۔

١٥٨٦: حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: "يَا عَائِشَةُ، لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ، فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ، فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ". قَالَ يَزِيدُ: وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ، وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ، قَالَ جَرِيرٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟، قَالَ: أُرِيكَهُ الْآنَ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ، فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ، فَقَالَ: هَا هُنَا، قَالَ جَرِيرٌ: فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.



ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن رومان نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ نہ ہوتا، تو میں بیت اللہ کو گرانے کا حکم دے دیتا تاکہ (نئی تعمیر میں) اس حصہ کو بھی داخل کر دوں جو اس سے باہر رہ گیا ہے اور اس کی کرسی زمین کے برابر کر دوں اور اس کے دو دروازے بنا دوں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر اس کی تعمیر ہو جاتی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا کعبہ کو گرانے سے یہی مقصد تھا۔ یزید نے بیان کیا کہ میں اس وقت موجود تھا جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے گرایا تھا اور اس کی نئی تعمیر کر کے حطیم کو اس کے اندر کر دیا تھا۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے پائے بھی دیکھے جو اونٹ کی کوہان کی طرح تھے۔ جریر بن حازم نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا، ان کی جگہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ابھی دکھاتا





ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ حطیم میں گیا اور آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ وہ جگہ ہے۔ جریر نے کہا کہ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ جگہ حطیم میں سے چھ ہاتھ ہو گی یا ایسی ہی کچھ۔

قولہ فحزرت من الحجر ستة أذرع أو نحوها جریر بن حازم نے یزید بن رومان سے کہا حطیم کہاں تک ہے تو یزید نے کہا میں تجھے وہ جگہ دکھاتا ہوں، میں اس کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا تو اس نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ وہ جگہ ہے، جریر نے کہا کہ میں نے چھ ہاتھ یا اس کے قریب حطیم کا اندازہ لگایا، گویا باقی جگہ حطیم میں داخل نہیں ہے، باقی جگہ حطیم گول کرنے کے لیے اس میں ملائی گئی ہے، کیونکہ اگر حطیم کو گول نہ بنایا جاتا تو طواف کرتے ہوئے ٹھوکریں لگنے کا امکان تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اسے ابراہیمی بنیاد پر تعمیر کر دیا تھا، حطیم کو خانہ کعبہ میں شامل کر دیا، اور اس کا دروازہ زمین سے ملا دیا، اور مشرقی اور مغربی دروازے بنا دیئے، اور اسے نبی کریم علیہ السلام کی خواہش کے مطابق تعمیر کر دیا، اس کے بعد عبدالملک بن مروان نے خانہ کعبہ توڑ کر پہلے کی طرح بنا دیا اس نے مغربی دروازہ بند کر دیا اور حطیم کو کعبہ سے نکال دیا، اس نے سمجھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ کام اپنی رائے سے کیا ہے بعد میں اسے جب حدیث کا علم ہوا کہ یہ تو نبی اکرم ﷺ کی خواہش کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا، تب اس نے گرانے پر افسوس کا اظہار کیا، اب اس کی بناوٹ سلیمان کے زمانے کی ہے کیونکہ گرنے کے بعد بنایا گیا تھا، دروازے وغیرہ سعودی حکومت نے نئے لگائے ہیں، اب بیت اللہ کی جگہ بہت نیچی ہے باہر کی سڑکیں اس سے اونچی ہیں، بارش کا پانی نکلنے کے لیے انتظام کیا گیا ہے، اس سے قبل تو حوض بن جاتا تھا، لوگ تیر کر طواف کیا کرتے تھے، لوگوں کے اعتراضات سے بچنے کے لیے اس میں مزید کوئی تبدیلی نہیں کرتے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بیت اللہ کے اوپر سے پرندے نہیں گذرتے، ادھر ادھر ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے، بیت اللہ کے اوپر پرندے گذرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ ہاں جو پرندہ نچلی پرواز پر آتا ہے تو وہ بیت اللہ سے ٹکرانے سے بچنے کے لئے ادھر ادھر ہو جاتا ہے، کیونکہ بیت اللہ کے اونچا ہونے کی وجہ سے فوراً اوپر ہونا مشکل ہوتا ہے، لیکن جو پرندہ پیچھے سے ہی اونچا اڑتا ہوا آئے وہ بیت اللہ کے اوپر سے گذر جاتا ہے۔

۴۳۔ بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ:

باب: حرم کی زمین کی فضیلت

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سورة النمل آية ۹۱. وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ سورة القصص آية ۵۷.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النمل میں) فرمایا مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اس کو حرمت والا بنایا اور ہر چیز اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے اور مجھ کو حکم ہے تابعدار بن کر رہنے کا اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ

قصص میں فرمایا کیا ہم نے ان کو جگہ نہیں دی حرم میں جہاں امن ہے ان کے لیے اور کھنچے چلے آتے ہیں اس کی طرف، میوے ہر قسم کے جو روزی ہے ہماری طرف سے لیکن بہت سے ان میں نہیں جانتے۔

قولہٗ حرمًا امنًا حرم کا تقدس اور اس کے امن وامان کا لحاظ لوگوں کے دلوں میں سرایت کیے ہوئے تھا، یہاں تک کہ اگر کسی شخص کے باپ کا قاتل بھی حرم میں داخل ہو جاتا تھا تو مقتول کے وارث کے ہاتھ یہاں قتل کرنے سے رُک جاتے تھے، اگر کوئی شخص اسے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا تو اس پر سماوی آفت آجاتی تھی، اس لیے وہاں کسی کا تعاقب نہیں کرتے تھے۔

اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے احناف کے نزدیک اگر کوئی شخص دوسرے کا کوئی عضو تلف کرکے حرم میں آجائے تو اسے حرم پناہ نہیں دیتا، اسی طرح اگر کوئی شخص چوری کرکے وہاں آجائے تو اسے بھی پناہ نہیں ملے گی بلکہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، لیکن جو شخص کسی کو ناحق قتل کرکے حرم میں آجائے اسے پناہ مل جائے گی، لہٰذا قاتل اگر حرم سے باہر قتل کرکے بھاگ کر حرم میں داخل ہو جائے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، ہاں حرم کے اندر کوئی کسی کو قتل کردے تو اسے پناہ نہیں ملتی، اس سے قصاص لیا جائے گا، شوافع کے نزدیک عاصی کو حرم پناہ نہیں دیتا، جبکہ کسی کا عضو تلف کرکے آنے والے کو پناہ نہیں ملتی تو کسی کو قتل کرکے حرم میں آنے والے کو پناہ کیسے مل سکتی ہے، لہٰذا کسی کو قتل کرکے بھاگ کر حرم میں داخل ہونے والے سے بھی قصاص لیا جائے گا۔



۱۵۸۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: "إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا".

ہم سے علی بن عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور سے بیان کیا ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر (مکہ) کو حرمت والا بنایا ہے (یعنی عزت دی ہے) پس اس کے (درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جاسکتے یہاں کے شکار بھی نہیں ہنکائے جاسکتے۔ اور ان کے علاوہ جو اعلان کرکے (مالک تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں) کوئی شخص یہاں کی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔

۴۴۔بَابُ تَوْرِيثِ دُورِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا:

باب: مکہ شریف کے گھر مکان میراث ہو سکتے ہیں ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے



خَاصَّةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ

مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ سورة الحج آية ٢٥، اَلْبَادِي: اَلطَّارِي مَعْكُوفًا مَحْبُوسًا.

مسجد الحرام میں سب لوگ برابر ہیں یعنی خاص مسجد میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ الحج) میں فرمایا، جن لوگوں نے کفر کیا اور جو لوگ اللہ کی راہ اور مسجد الحرام سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے تمام لوگوں کے لیے یکساں مقرر کیا ہے۔ خواہ وہ وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو شخص وہاں شرارت کے ساتھ حد سے تجاوز کرے، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ لفظ «بادی» باہر سے آنے والے کے معنی میں ہے اور «معکوفا» کا لفظ رکے ہوئے کے معنی میں ہے۔

١٥٨٨: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ تَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ ؟، فَقَالَ: وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُورٍ، وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ، فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانُوا يَتَأَوَّلُونَ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ سورة الأنفال آية ٧٢".

ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں علی بن حسین نے، انہیں عمرو بن عثمان نے اور انہیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ مکہ میں کیا اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لیے محلہ یا مکان چھوڑا ہی کب ہے۔ (سب بیچ کھوچ کر برابر کر دیئے) عقیل اور طالب، ابوطالب کے وارث ہوئے تھے۔ جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کو وراثت میں کچھ نہیں ملا تھا، کیونکہ یہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور عقیل رضی اللہ عنہ (ابتداء میں) اور طالب اسلام نہیں لائے تھے۔ اسی بنیاد پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ ابن شہاب نے کہا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے دلیل لیتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی، وہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

شرح بخاری

امام ابحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حرم میں کوئی شخص کسی مکان کا مالک نہیں ہوتا، امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حرم میں لوگ اپنے مکانات کے مالک ہیں، اس لیے ان میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے، اور مکانوں کی بیع و شراء بھی جائز ہے، احناف قرآنِ کریم کی آیت بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي

جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ "یعنی مسجد حرام کو سب کے لیے برابر کیا ہے، اس میں آفاقی اور مقیم سب مساوی ہیں، حالانکہ یہ دلیل نہیں بنتی، کیونکہ قرآن میں "مسجد حرام" کا ذکر ہے جس میں سب برابر ہیں، لیکن آیت مذکورہ میں مکہ یا حرم کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا مکہ یا حرم کے مکانات میں ملک اور ان کی بیع و شراء ہو سکتی ہے [1]۔

---

[1] مکہ مکرمہ کے مکانات میں ملک ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ان کی بیع و شراء اور انہیں کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں دو مذاہب مشہور ہیں۔ (ا) حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مکہ کے مکانوں کو اُجرت پر دینا یا ان کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ایک دفعہ مکہ میں مکان کرائے پر لیا، اور مدت پوری ہونے کے بعد وہ بغیر کرایہ دیئے ہی مکان چھوڑ کر چلے گئے، اس کے بعد کبھی مالک مکان سے ملاقات ہوئی اور کرائے پر گفتگو ہوئی تو سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا: "إنَّ رباع مكة لا تؤجرُ" مکہ کے مکانات کا کرایہ نہیں لیا جا سکتا۔

ان کی دوسری دلیل یہ روایت ہے: "روى الأثرم عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده مرفوعاً لا تباع رباع مكة ولا تكرى بيوتها" یعنی مکہ کے مکانات نہ بیچے جا سکتے ہیں اور نہ ہی کرائے پر دیئے جا سکتے ہیں۔

حضرت جابر سے بھی مرفوع مروی ہے "مكة حرام بيع رباعها" مکہ کے مکانات کی بیع و شراء حرام ہے۔ (المستدرک: ۲۳۲۷) ان کی ایک دلیل یہ ہے جو مسند مسدد میں ہے: "روى أن بيوت مكة كانت تدعى السوائب على عهد رسول الله ﷺ سنن دارقطنی: ۳۰۲۱" نبی کریم علیہ السلام کے دور میں مکہ کے مکانات سائبہ کہلاتے تھے، اور سائبہ پر کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ مکہ جبراً اور عنوةً فتح ہوا ہے اور یہ ہمیشہ کے لیے وقف ہے لہٰذا اس کے مکان نہ بیچے جا سکتے ہیں اور نہ ہی کرائے پر دیئے جا سکتے ہیں۔



دوسرا مذہب شافعیہ اور حنابلہ کا ہے اور یہی دلیل کے اعتبار سے قوی ہے کہ مکہ مکرمہ کے مکانات کی خرید و فروخت اور انہیں کرائے پر دینا جائز ہے، اور ان کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے جو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: "أين تنزلُ ؟ في دارك بمكة؟" کیا آپ مکہ میں اپنے گھر میں قیام کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: "وهل ترك عقيل من رباع أو دورٍ" (بخاری: ۱۵۸۸) کیا عقیل نے ہمارا کوئی مکان یا گھر چھوڑا ہے؟ یعنی وہ ہمارے بعد ہمارے مکانوں کو بیچ کھوچ کر کھا گیا ہے، تو آپ نے اس کی بیع کو برقرار رکھا، لہٰذا مکہ کے مکانوں میں بیع و شراء جاری ہوتی ہے۔ ایک دلیل ان کی یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن مکہ کے مکانات کو ان کے مالکوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا تھا: "من دَخَل دارهُ فهو آمنٌ ومن دَخَل دار أبي سفيانَ فهو آمِنٌ" جو شخص اپنے گھر میں بیٹھا رہے اسے امن حاصل ہے اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے بھی امن حاصل ہے (الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۱۷۹) لہٰذا جبکہ اہل مکہ کو اپنے گھروں پر ملک حاصل ہے تو وہ انہیں بیچیں یا اُجرت پر دیں انہیں اس کا اختیار ہے۔ اس مذہب کی تائید صحابہ کرام کے فعل سے بھی ہوتی ہے چنانچہ حکیم بن حزام نے دار الندوۃ فروخت کر دیا تھا (السنن الکبریٰ: ۱۱۱۸۲) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مکہ میں نافع بن عبد الحارث کے ذریعہ جیل خانہ بنانے کے لیے صفوان بن امیہ سے ایک مکان خریدا تھا (الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۱۸۰) دوسرے مذہب والوں کے دلائل قوی اور صحیح ہیں جبکہ پہلے مذہب والوں کی



قولہٗ وَهَل ترك عقيلٌ[1] جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کل اپنے مکان میں ٹھہرو گے آپ نے فرمایا ہمارا مکان کونسا ہے، وہ تو عقیل نے بیچ دیئے ہیں، اس طرح نبی کریم علیہ السلام نے مہاجرین کے مکانوں کے وارثوں کے تصرف کو بحال رکھا ہے، بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال یہ ہے کہ اگر وہ نہ بیچتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں رہتے، اور بیچنے والے کی بیع کو بھی آپ نے جائز قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اپنے ملک کی چیز حرم میں بھی بیچی جاسکتی ہے۔

۴۵۔بَابُ نُزُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کہاں اترے تھے؟

۱۵۸۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حِينَ أَرَادَ قُدُومَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (منیٰ سے لوٹتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر) مکہ آنے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ کل ان شاءاللہ ہمارا قیام اسی خیف بنی کنانہ (یعنی محصب) میں ہوگا جہاں (قریش نے) کفر پر اڑے رہنے کی قسم کھائی تھی۔

شرح بخاری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے واپسی کے وقت خیفِ بنی کنانہ میں اترے تھے، جسے محصب، ابطح اور بطحاء بھی کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ کا یہ نزول اتفاقی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ قصدی نزول تھا، قصدی اس لیے کہ اس جگہ کفار نے حلف اٹھایا تھا کہ بنوہاشم اور بنومطلب سے رشتہ ناطہ اور بیع وشراء بند کردی جائے اور یہاں نزول میں آپ کا مقصد یہ تھا کہ جہاں انہوں نے ہمارے خلاف حلف اٹھائے تھے ہم وہاں اتریں گے، تاکہ اسلام کا بول بالا ہو، اگرچہ یہ نزول قصدی تھا لیکن اس کا حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آپ اس جگہ اتفاقاً

روایات ضعیف ہیں۔ اور یاد رہے کہ یہ اختلاف جو گزرا ہے یہ مشاعر حج کے علاوہ باقی مقامات کے بارہ میں ہے، رہے مشاعر حج اور حج کے مقامات تو ان میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہیں جیسا کہ منٰی، مزدلفہ اور میدانِ عرفات وغیرہ، ان پر کسی کی ملکیت نہیں ہے، لہٰذا ان میں خرید وفروخت اور کرایہ وغیرہ جاری نہیں ہوتا۔

[1] اس حدیث میں ہے کہ اسامہ بن زید نے آپ سے سوال کیا "این تنزلُ فی دارِك بمكة" اس پر حافظ نے کہا ہے کہ فی دارک سے پہلے حرف استفہام محذوف ہے ای أفی دارك بمكة؟ اس پر عینی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا یہ بات وہی شخص کرسکتا ہے جسے عربی زبان کی سمجھ بوجھ نہ ہو، کیونکہ "أينَ" استفہامیہ کے بعد حرفِ استفہام محذوف ماننے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی، لیکن عینی کو بتانا چاہیے کہ حافظ نے زہری کے حوالے سے جو روایت بیان کی ہے: "قيل أين تنزلُ أفي بيوتكم؟" میں بھی "أين" استفہامیہ کے بعد "بیوتکم" سے پہلے ہمزہ استفہام کا ظاہر آگیا ہے، کیا عینی کے بقول یہ سب لوگ عربی زبان سے نابلد ہی تھے؟

اترے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اترنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ارکانِ حج سے ہے، حنفی کہتے ہیں کہ یہ نزول سنت ہے، دیگر علماء کہتے ہیں کہ سنت نہیں ہے، آداب میں سے کہا جاسکتا ہے۔

١٥٩٠: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قال: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قال: قال النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي ذَلِكَ الْمُحَصَّبَ، وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ، وَلَا يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". وَقَالَ سَلَامَةُ: عَنْ عُقَيْلٍ، وَيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، وَقَالَا: بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: بَنِي الْمُطَّلِبِ: أَشْبَهُ:

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ گیارہویں کی صبح کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تھے تو یہ فرمایا تھا کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں قریش نے کفر کی حمایت کی قسم کھائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد محصب سے تھی کیونکہ یہیں قریش اور کنانہ نے بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب یا (راوی نے) بنوالمطلب (کہا) کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ نہ کردیں، ان کے یہاں شادی بیاہ نہ کریں گے اور نہ ان سے خرید و فروخت کریں گے۔ اور سلامہ بن روح نے عقیل اور یحییٰ بن ضحاک سے روایت کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، انہوں نے (اپنی روایت میں) بنوہاشم اور بنوالمطلب کہا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ بنوالمطلب زیادہ صحیح ہے۔



٤٦- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾ الْآيَةَ:

باب: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم میں فرمایا اور جب ابراہیم نے کہا میرے رب! اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے محفوظ رکھیو کہ ہم بتوں کی عبادت



کریں۔ میرے رب! ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان «لعلهم یشکرون» تک۔

٤٧-بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿جَعَلَ اللهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ وَأَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾:

باب: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں فرمایا اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا ہے اور اس طرح حرمت والے مہینہ کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان «وأن الله بکل شیء علیم» تک۔

قولہ قِیَامًا لِلنَّاس چونکہ وہاں منڈیاں لگتی تھیں جو لوگوں کے معاش کا ذریعہ بنتی تھیں لوگ وہاں سے اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیتے تھے، اور لوٹ کھسوٹ بند ہو جاتی تھی، اسی طرح حرمت کے مہینے لوگوں کے قیام اور معاش کا سبب تھے، بعض نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ جب تک کعبہ کا احترام ہوتا رہے گا تب تک دنیا قائم رہے گی، اور جب اس کا احترام چھوڑ دیں گے تو قیامت قائم ہو جائے گی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو لوگوں کے قیام کا سبب بنایا ہے، اور کعبہ کا احترام تب ہی اُٹھے گا جبکہ لوگ بے دین ہو جائیں گے، اور دنیا میں ظلم وستم اور فحاشی اور بدمعاشی عام ہو جائے گی، جب لوگوں کے برے اعمال اُوپر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا غیظ وغضب نازل ہوگا۔

١٥٩١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زیاد بن سعد نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ایک حقیر حبشی تباہ کر دے گا۔

١٥٩٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا) اور مجھ سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رمضان (کے روزے) فرض ہونے سے پہلے مسلمان عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ عاشوراء ہی کے دن (جاہلیت میں) کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان فرض کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔

١٥٩٣: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ". تَابَعَهُ أَبَانُ، وَعِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ". سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللهِ، وَعَبْدُ اللهِ أَبَا سَعِيدٍ.



ہم سے احمد بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے حجاج بن حجاج اسلمی نے، ان سے قتادہ نے، ان سے عبداللہ بن ابی عتبہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ کا حج اور عمرہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔ عبداللہ بن ابی عتبہ کے ساتھ اس حدیث کو ابان اور عمران نے قتادہ سے روایت کیا اور عبدالرحمٰن نے شعبہ کے واسطہ سے یوں بیان کیا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج بند نہ ہو جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ پہلی روایت زیادہ راویوں نے کی ہے اور قتادہ نے عبداللہ بن عتبہ سے سنا اور عبداللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔

یہ احمد بن ابی عمرو ہے اور ابو عمرو کا نام حفص بن عبداللہ ابو عمرو ہے جو قاضی نیشاپور تھے۔

قولہ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ قیامت قائم ہونے سے پہلے ایک ایسا وقت آئے گا کہ لوگ کعبہ کا حج کرنا چھوڑ دیں گے، لیکن یہ وقت یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد آئے گا، بلکہ ان کے خروج کے بعد بھی خانہ کعبہ کا طواف ہوتا رہے گا، پھر کبھی یہ وقت آئے گا۔



٤٨۔بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ:

باب: کعبہ پر غلاف چڑھانا

١٥٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْدَبُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ. ح وحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثنَا سُفْيَانُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: "جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ، قُلْتُ: إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا، قَالَ: هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا".

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے واصل احدب نے بیان کیا اور ان سے ابووائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کی خدمت میں حاضر ہوا(دوسری سند) اور ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے واصل سے بیان کیا اور ان سے ابووائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو شیبہ نے فرمایا کہ اسی جگہ بیٹھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے اسے نہ چھوڑوں (جسے زمانہ جاہلیت میں کفار نے جمع کیا تھا) بلکہ سب کو نکال کر (مسلمانوں میں) تقسیم کر دوں۔ میں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھیوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بھی انہیں کی پیروی کر رہا ہوں (اسی لیے میں اس کے ہاتھ نہیں لگاتا)۔

شرح بخاری

اس باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ کعبہ کو غلاف پہنانا کب شروع ہوا ہے اور یہ جائز ہے یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی کعبے پر غلاف تھا، بلکہ آپ کے متعلق پہنانے کا ذکر بھی آتا ہے، خلفاءِ راشدین کے ادوار میں بھی کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا، بنو امیہ کے دور میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا ہے، اور عباسیوں کے دور میں کعبے کو ریشمی غلاف پہنانا شروع کیا گیا، تبع نے بھی پہنایا۔

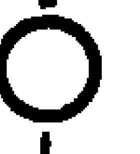
ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جب کعبہ کا غلاف اتار لیا جائے تو اسے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شروع میں حاجب یعنی کعبہ کا دربان جب غلاف اتارتا تو اسے دفن کر دیتا تھا اس بارہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، تو اس نے کہا اگر اسے دفنایا نہ جائے تو حائضہ عورتیں پہن لیتی ہیں اور جنبی لوگ بھی استعمال کرتے ہیں اس لیے اسے دفنا دیا جاتا ہے۔ ام المومنین نے کہا جب وہ کعبے سے اتار لیا گیا تو وہ غلافِ کعبہ نہیں رہتا تو اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تب وہ حاجب اسے فقراء میں تقسیم کر دیتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز وقف شدہ ہو، لیکن وہ اپنی جگہ پر کارآمد نہ رہی ہو تو اسے دوسری جگہ استعمال کرنا جائز ہے، مثال کے طور پر مسجد کے شہتیر یا کھڑکیاں، دروازے اگر اس مسجد

میں استعمال نہ ہوں تو انہیں کسی دوسری مسجد میں بھیجا جاسکتا ہے جہاں وہ استعمال ہوسکیں، یا انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت فی سبیل اللہ صرف کی جاسکتی ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ اس وقف کو وہیں ہی رکھا جائے اگرچہ وہاں ضائع اور برباد ہو جائے، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "واللہ لا یحبُ الفساد"[1] سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ضائع کرنے کی بجائے اسے دوسری جگہ استعمال میں لانا چاہیے تاکہ فساد سے بچا جاسکے۔

قولہ عن أبی وائل۔ یہ شقیق بن سلمہ ہیں اور شیبہ یہ ابن عثمان حجبی ہیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔

قولہ إنّ صاحِبَیْكَ لم یَفْعَلَا۔ صاحبین سے مراد نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب بیت اللہ کے لیے وقف شدہ سونے، چاندی کو مسلمان فقراء میں تقسیم کرنا چاہا تو شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کام نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے داعی موجود ہونے کے باوجود نہیں کیا تو آپ کو بھی نہیں کرنا چاہیے۔ تب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: "هما المرانِ أقْتَدِی بهما" میں ان دو ہستیوں کی پیروی کروں گا، یعنی نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے داعی موجود ہونے کے باوجود جو کام نہیں کیا اب بھی اس کا کرنا جائز نہیں ہے، اور اسے سنت ترکی کہتے ہیں، اس کے خلاف کرنا بدعت ہوتا ہے۔ اور شریعت اسلامیہ میں بدعت کی سخت مذمت کی گئی ہے، لہٰذا جس کام کا داعی نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں موجود ہو اور اس کے کرنے سے کوئی مانع بھی نہ ہو، اور بعد میں کوئی نیا داعی بھی پیدا نہ ہوا ہو، اس کے باوجود نبی کریم علیہ السلام نے وہ کام نہ کیا ہو، بلکہ اسے ترک کیا ہو تو آپ کے بعد اس کام کا کرنا بدعت ہوگا، اور دین میں اضافہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا، جیسا کہ مرنے والے کا تیجہ، ساتہ، چالیسواں کرنا، اذان سے پہلے خود ساختہ صلوٰۃ پڑھنا، میلاد النبی منانا اور قبروں پر عرس رچانا وغیرہ، ایسے تمام کام بدعت ہیں کیونکہ ان کے دواعی نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بھی موجود تھے، لیکن آپ نے یہ کام نہیں کیے بلکہ انہیں ترک کیے رکھا ہے حالانکہ کوئی مانع نہیں تھا، اور بعد میں کوئی نیا داعی بھی پیدا نہیں ہوا جس کی وجہ سے یہ کام کیے جائیں، تو انہیں ترک کرنا ہی سنت ہے جیسا کہ آپ نے انہیں ترک کیا ہے اور ایسے کاموں کا کرنا بدعت مذمومہ ہے، ہاں اگر کسی کام کا داعی نبی اکرم ﷺ کے وقت میں موجود نہیں تھا بلکہ اس کا داعی آپ کے بعد پیدا ہوا ہو تو اسے کرنا بدعت نہیں ہوگا، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکرین زکاۃ سے لڑنا، کیونکہ منکرین زکاۃ بعد میں پیدا ہوگئے تھے، نبی کریم علیہ السلام کے وقت منکرین زکاۃ ناپید تھے لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق کا ان سے لڑنا بدعت نہیں ہوگا، کیونکہ اس لڑائی کا داعی بعد میں پیدا ہوا ہے۔





اسی طرح نماز تراویح باجماعت ادا کرنا بدعت نہیں ہوگا، اگرچہ اس کا داعی نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھا اور لوگوں کو اسے آپ کی اقتداء میں ادا کرنے کا شوق بھی تھا لیکن آپ نے اس کی جماعت ترک کر دی تھی کیونکہ اس وقت مانع پایا جاتا تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا "خشیت أن یکتب علیکم"[2] آپ نے فرمایا، مجھے ڈر ہے کہیں تم پر نمازِ تراویح جماعت سے پڑھنا فرض نہ ہو جائے اس لیے اس کی جماعت کو آپ نے ترک کر دیا تھا، لیکن بعد میں یہ مانع

---

[1] البقرۃ:۲۰۵

[2] صحیح بخاری:۲۲۹۰

اُٹھ گیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد نزولِ وحی کا سلسلہ بند ہوگیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باجماعت نماز تراویح کو جاری کردیا، کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی زندگی میں اس سے جو مانع پایا جاتا تھا وہ اب اٹھ گیا تھا، لہٰذا باجماعت نمازِ تراویح ادا کرنا بدعت نہیں ہوگا، اسی طرح قرآنِ کریم کو نبی کریم علیہ السلام کی زندگی میں ایک مصحف کی صورت میں نہیں لکھا گیا کیونکہ قرآنی آیات بذریعہ وحی نازل ہوتی تھیں اور انہیں سورتوں میں رکھنے میں تقدیم و تاخیر کی ضرورت پیش آتی تھی، اگرچہ قرآن کریم تختیوں، پتھروں، کپڑوں وغیرہ پر لکھا ہوا موجود تھا، لیکن مانع پائے جانے کی بنا پر اسے مصحف کی شکل نہیں دی جاسکتی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں چونکہ یہ مانع اُٹھ گیا تھا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے وحی آنے کا سلسلہ بند ہوگیا تھا، اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم لکھوا کر مصحف کی شکل دے دی، اور اسے بدعت نہیں کہا جائے گا۔

یہاں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بات سمجھ آگئی کہ بیت اللہ کے لیے وقف شدہ سونا، چاندی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی موجود تھا اور اسے غرباء اور فقراء میں تقسیم کرنے کا داعی بھی پایا جاتا تھا بلکہ جہاد جاری تھا، وہاں خرچ کرنے کی سخت ضرورت تھی، اور آپ کے لیے اس کام کے کرنے سے کوئی مانع بھی نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم علیہ السلام نے اسے تقسیم نہیں کیا اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسے تقسیم کیا ہے، تو مجھے بھی اسے تقسیم نہیں کرنا چاہیے اور اپنے تقسیم کے ارادے کو ترک کردیا۔

حافظ نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "لولا حدثان قومك بالكفر لأنفقت كنز الكعبة في سبيل الله"[1] گویا قریش کا عنقریب کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہونا بھی کنزِ کعبہ کی تقسیم سے مانع تھا۔ لیکن یہ مانع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اٹھ چکا تھا تو انہیں چاہیے تھا مانع اُٹھ جانے کی وجہ سے تقسیم کردیتے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہونے والا مانع اُٹھا نہیں ہوگا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ یہ مانع جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود تھا اور جس کے پائے جانے سے آپ نے کنزِ کعبہ کو تقسیم نہیں کیا وہ مانع ابھی تک موجود ہے، اور اگر کنزِ کعبہ کو تقسیم کروں گا تو لوگ اعتراض کریں گے۔

سونے، چاندی کی طرح غلافِ کعبہ بھی وقف تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ کعبہ سے اترا ہوا غلاف استعمال ہوسکتا ہے، کعبے کا خزانہ تو اس لیے تقسیم نہیں کیا کہ مانع موجود تھا، لیکن غلافِ کعبہ کی تقسیم سے کوئی مانع نہیں تھا، آج کل کعبے کے غلاف پر کلمہ طیبہ اور دیگر قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں، لہٰذا اب غلاف کو اتارنے کے بعد پہننا یا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

[1] صحیح مسلم (۴۰۰) ۱۳۳۳۔

۴۹۔ بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ:

باب: کعبہ کے گرانے کا بیان

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ.

اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فوج بیت اللہ پر چڑھائی کرے گی اور وہ زمین میں دھنسا دی جائے گی۔

۱۵۹۵: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا".

ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن اخنس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا میری نظروں کے سامنے وہ پتلی ٹانگوں والا سیاہ آدمی ہے جو خانہ کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔



قیامت کے قریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ خانہ کعبہ گرادیں گے جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم ہوگی، اور اسلام کمزور ہوگا، نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق کعبہ کو گرانے والا حبشی ہوگا جو مغرور اور متکبر ہوگا اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہوں گے جو کعبے کے پتھروں کو اکھاڑ کر سمندر میں پھینک دیں گے، اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کی وفات کے بعد ہوگا۔

شرح بخاری

قولہ أفحج۔ أفحج اسے کہتے ہیں جس کے پاؤں آگے سے نزدیک اور پیچھے ایڑھیوں کی طرف سے بعید ہوں، عموماً چلتے وقت ایڑھیاں قریب اور پنجے بعید ہوتے ہیں، لیکن وہ حبشی اس کے الٹ چلے گا۔

قولہ قالت عائشة۔ یہ کعبہ کے گرائے جانے سے پہلے ہوگا، پہلے ایک لشکر وہاں لڑے گا اور ہلاک کر دیا جائے گا، اور دوسرے معرکہ میں کعبہ کو گرادیا جائے گا۔

۱۵۹۶: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا۔



۵۰-بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الأَسْوَدِ:

باب: حجر اسود کا بیان

حجر اسود کے بارے میں متعدد ایسی روایات ذکر کی جاتی ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں ہیں ان میں سے ایک روایت وہ ہے جو ابو عبید نے غریب الحدیث میں ذکر کی ہے "ان النبی ﷺ أخبر أنه يمين الله"[1] حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کسی سے بیعت دائیں ہاتھ سے کی جاتی ہے اس طرح حجر اسود کو چھونا اور اسے ہاتھ لگانا اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرنا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو پتھر کی صورت میں زمین پر آگیا ہے۔ ایک روایت حجر اسود اور مقام ابراہیم کی فضیلت کے بارے میں آتی ہے عبداللہ بن عمرو سے مرفوع مروی ہے: "إن الحجر والمقام ياقوتتنان من ياقوت الجنة طمس الله نورهما، ولولا ذلك لأضاءتا ما بين المشرق والمغرب"[2] یہ مسند احمد اور ترمذی وغیرہ میں مروی ہے لیکن ترمذی کی سند میں رجاء ابو یحییٰ ضعیف ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اس کی تاویل کی ہے کہ ان کی مثالی شکلیں یاقوت کی طرح ہیں۔ وہاں وہ منور ہیں، زمین پر ان کا ظہور موجودہ شکل میں ہوا ہے۔ اگر وہی مثالی شکل یہاں پیدا ہو جاتی تو مشرق و مغرب روشن ہو جاتے۔

بعض کہتے ہیں اس نور سے غیر مرئی نور مراد ہے، جیسا کہ عابدین کے دلوں پر انوار اترتے ہیں جنہیں وہی دیکھتے ہیں، دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے، اس طرح یہ انوار بعض طواف کرنے والے اب بھی دیکھتے ہیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو پتھر ہی کہا تھا اور فرمایا تھا: "إني أعلم أنك حجر لا تضر ولا تنفع" حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ کعبے میں رکھے ہوئے باقی بت توڑ دیئے گئے ہیں، حجر اسود چھوڑ دیا گیا ہے، اس میں کچھ تاثیر ہوگی اس لیے چھوڑا گیا ہے، اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ تو بھی پتھر ہے، تو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا، بعض کہتے ہیں یہ نفع پہنچا سکتا ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: "يوتى يوم القيامة بالحجر الأسود وله لسان ذلق يشهد لمن استلمه بالتوحيد"[3] لیکن اس روایت کی سند میں ابو ہارون عبدی ہے جس کا نام عمارہ بن جوین ہے یہ انتہائی ضعیف ہے بلکہ کذاب ہے۔ باقی رہی گواہی دینے کی بات تو گواہی تو قیامت کے دن ہر چیز دے گی حتی کہ زمین بھی بولے گی: "يومئذٍ تحدث أخبارها"[4] قبر پرست لوگ حضرت علی کے اس قول کو نقل کر دیتے ہیں جو اس روایت میں ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت عمر کا رد کیا تھا، حالانکہ رد مقصد نہیں تھا، بلکہ سرے سے یہ روایت ہی صحیح ثابت نہیں ہے۔

---

[1] ابن خزیمہ: ۲۷۳۷ (ضعیف)

[2] ترمذی: ۸۷۸، ابن خزیمہ: ۲۷۳۱

[3] المستدرک علی الصحیحین: ۱۶۸۲

[4] الزلزال: ۴

قولہ یقبلك ما قبلتك سنت سمجھ کر اسے چوما تھا یا اس لیے بھی کہ باقی بہت سے پتھر سفید ہیں لیکن حجر اسود سیاہ ہے، اس لیے چوم لیا تاکہ اس کی تحقیر نہ ہو جائے، یا چکر یاد رکھنے کے لیے چوم لیا تاکہ طواف کے چکر یاد رہیں۔ صوفی کہتے ہیں اس سے انوار نکلتے ہیں اور اسے چومنے سے انسان کو بھی اثر ہو جاتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حجر اسود کو سنت سمجھ کر چوما جاتا ہے ورنہ یہ پتھر نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ بلکہ اس سے اتباعِ رسول مقصود ہوتی ہے۔

١٥٩٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ".

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں عابس بن ربیعہ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔



٥١- بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ، وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ:

باب: کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کر لینا اور اس کے ہر کونے میں نماز پڑھنا جدھر چاہے

خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر اور کعبے کا دروازہ بند کر کے جدھر چاہے نماز پڑھی جا سکتی ہے، لیکن اگر دروازہ کھلا ہو تو دروازے کی طرف منہ کرنے سے آگے قبلہ کا کوئی حصہ نہیں ہو گا حالانکہ نماز کی حالت میں قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے دروازہ بند کرنے کی قید ذکر کی ہے۔

شرح بخاری

١٥٩٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: "دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ، فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالَ: نَعَمْ، بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ بن زید اور بلال و عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہم چاروں خانہ کعبہ کے اندر گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ پھر جب دروازہ کھولا تو میں پہلا شخص تھا جو اندر گیا۔ میری ملاقات بلال رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اندر) نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! دونوں یمنی ستونوں



کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

قولہ بین العمودین الیمانیین۔ ایک حدیث میں "بین العمودین المقدمین"[1] آتا ہے اور ایک حدیث میں "عمودین عن یمینہ"[2] آیا ہے کہ دو ستون آپ کے دائیں اور ایک بائیں تھا اور تین ستون پیچھے تھے، اور باب الصلاۃ بین السواری کے تحت ذکر ہونے والی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ ایک ستون آپ کے دائیں اور ایک بائیں تھا، گویا راوی نے اس ستون کو نظر انداز کر دیا ہے جس کے قریب آپ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے دائیں ایک ستون کو ذکر کر دیا ہے۔

۵۲-بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ:

باب: کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

۱۵۹۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوَجْهِ حِينَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ يَمْشِي، حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعٍ فَيُصَلِّي يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ، وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ".

ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ پیٹھ کی طرف چھوڑ دیتے۔ آپ اسی طرح چلتے رہتے اور جب سامنے کی دیوار تقریباً تین ہاتھ رہ جاتی تو نماز پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے جس کے متعلق بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں نماز پڑھی تھی۔ لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کعبہ میں جس جگہ بھی کوئی چاہے نماز پڑھ لے۔

امام مالک کے نزدیک کعبے کے اندر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ باہر پڑھنی چاہیے، لیکن یہ حدیث ان کی تردید کرتی ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے کعبے کے اندر نماز پڑھی ہے جو جواز کی دلیل ہے، اور باب الصلاۃ بین السواری کے تحت ذکر ہونیوالی حدیث میں اس کی صراحت گزر چکی ہے۔

شرح بخاری

---

(1) صحیح بخاری: ۵۰۴

(2) صحیح بخاری: ۵۰۵

۵۳-بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ:

باب: جو کعبہ میں داخل نہ ہو

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيرًا، وَلَا يَدْخُلُ.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر حج کرتے مگر کعبہ کے اندر نہیں جاتے تھے۔

۱۶۰۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: "اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ". فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ؟، قَالَ: لَا.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی، انہیں عبداللہ ابن ابی اوفی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے بتایا کہ نہیں۔



کعبہ کے اندر داخل ہونا مناسک حج میں سے نہیں ہے، امام بخاری ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ دخولِ کعبہ مناسک حج میں سے ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ سنن حج سے بھی نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر کعبے میں داخل نہیں ہوئے، فتح مکہ کے موقع پر داخل ہوئے تھے جبکہ اس میں رکھے ہوئے بتوں کو صاف کیا تھا۔

شرح بخاری

بعض کہتے ہیں کہ آپ حج کے موقع پر بھی کعبہ میں داخل ہوئے تھے، ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ ذکر آتا ہے کہ آپ نے کعبہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے افسوس کرتے ہوئے کہا تھا میں نے کعبے میں داخل ہو کر آنے والی اُمت پر بوجھ ڈال دیا ہے، یعنی بہتر تھا کہ نہ داخل ہوتا، یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا نہیں ہوسکتا، کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ نہیں تھیں، حج کے موقع پر وہ ساتھ تھیں، اس لیے آپ خانہ کعبہ میں حج کے موقع پر داخل ہوئے ہیں۔

194

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ کعبہ میں آپ کا داخل ہونا فتح مکہ سے ہی تعلق رکھتا ہے اگرچہ اس موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ نہیں تھیں لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب آپ مدینہ منورہ میں اپنے گھر آئے تو اس وقت آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے کعبہ میں داخل ہو کر امت پر بوجھ ڈال دیا ہے۔



قولہ اعتمر یہ عمرۃ القضاء کا واقعہ ہے جو ۷ھ میں ہوا ہے اس موقع پر آپ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے کیونکہ کعبہ میں

مشرکوں نے بت رکھے ہوئے تھے، اور کعبے پر مشرکوں کا قبضہ تھا اس لیے آپ انہیں صاف بھی نہیں کر سکتے تھے۔

۵۴۔بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ:

باب: جس نے کعبہ کے چاروں کونوں میں تکبیر کہی

١٦٠١: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا، فَأُخْرِجَتْ فَأَخْرَجُوا صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَاتَلَهُمُ اللهُ، أَمَا وَاللهِ لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ، فَدَخَلَ البيت فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ".

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (فتح مکہ کے دن) تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر جانے سے اس لیے انکار فرمایا کہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ نکالے گئے، لوگوں نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے بت بھی نکالے۔ ان کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر دے رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان مشرکوں کو غارت کرے، اللہ کی قسم انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان بزرگوں نے تیر سے فال کبھی نہیں نکالی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور چاروں طرف تکبیر کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر نماز نہیں پڑھی۔

قولہ وفیہ الالہۃ بتوں پر آلھۃ کا اطلاق مشرکوں کے گمان کے پیش نظر کیا گیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں یہ آلھہ تھے، ورنہ الٰہ تو ایک ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے۔

قولہ الأزلام یہ تیر تھے جو مشرکین نے تراشے ہوئے تھے، ان میں سے کسی پر "افعل" لکھا ہوتا تھا اور کسی پر "لا تفعل" اور کوئی تیر مہمل چھوڑا ہوتا تھا، لہٰذا جب کسی شخص کو سفر کرنے یا نکاح کرنے کی یا کوئی اور ضرورت پیش آتی تو یہ تیر ڈالے جاتے تھے اگر "افعل" والا تیر نکلتا تو وہ کام کرتے تھے، اور اگر "لا تفعل" والا تیر نکلتا تو وہ کام نہیں کرتے تھے، اور اگر خالی تیر نکلتا تو دوبارہ تیر پھینکا کرتے تھے، حتیٰ کہ افعل یا لا تفعل والا نکلتا، یہ تیر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نام پر بنائے ہوئے بتوں کے ہاتھوں میں بھی پکڑائے ہوئے تھے، اور اس سے وہ یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تیروں سے فالیں نکالا کرتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: "قاتلھم اللہ" اللہ تعالیٰ انہیں مارے، انہیں معلوم ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام تیروں سے قسمت آزمائی نہیں کیا کرتے تھے،

قولہ ولم یُصَلِّ فیه "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے کی نفی ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز کو ثابت کیا ہے جو آپ نے کعبہ کے اندر ادا کی تھی، ان میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح حاصل ہے جو کعبے کے اندر آپ کی نماز کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے ساتھ تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ نہیں تھے، انہوں نے نماز کی نفی کو فضل بن عباس کی طرف اور کبھی اسامہ بن زید کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ نہیں تھے، اور جس روایت میں ان کی معیت کا ذکر ہے وہ روایت ہی شاذ ہے، ہوسکتا ہے انہوں نے نماز کی نفی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہو، اور اسامہ واقعی اس موقع پر آپ کے ساتھ تھے، لیکن حضرت بلال کی حدیث کو اسامہ کی حدیث پر ترجیح حاصل ہے کیونکہ بلال کی حدیث کعبے کے اندر آپ کی نماز کو ثابت کرتی ہے جبکہ اسامہ کی حدیث اس کی نفی کرتی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے دونوں احادیث کو یوں جمع کیا ہے کہ کعبہ میں داخل ہو کر وہ دعاء کرنے میں مشغول ہوگئے تھے، اُسامہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعاء کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی ایک گوشے میں ہو کر دعاء میں مشغول ہوگئے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے گوشے میں تھے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے قریب تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی تو بلال نے قریب ہونے کی وجہ سے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، اور کعبے کے اندر آپ کے نماز پڑھنے کو ذکر کیا ہے۔ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ چونکہ دور تھے اور دعاء کرنے میں مشغول تھے اور کعبے کا دروازہ بند کرنے کی وجہ سے اندر اندھیرا بھی تھا اس لیے اسامہ آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اور اسامہ کے درمیان کعبے کا کوئی ستون حائل ہو اس لیے اسامہ نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ سے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی نفی کردی ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ اپنی کسی حاجت کے لیے چلے گئے ہوں، اور آپ کی نماز کو نہ پایا ہو۔

ابن حبان رحمہ اللہ نے دونوں احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان دو احادیث کو دو وقتوں پر محمول کرنا چاہیے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس کا تعلق فتح مکہ سے ہے کہ آپ فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس میں نماز بھی پڑھی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو نفی کی ہے اس کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے موقع پر کعبہ میں داخل نہیں ہوئے اور نہ اس میں آپ نے نماز ادا کی ہے اس طرح دونوں احادیث میں پایا جانے والا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ حافظ نے کہا ہے: "هٰذا جمع حَسَن" یہ تطبیق خوب ہے۔

۵۵۔ بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ:

باب: رمل کی ابتداء کیسے ہوئی؟

۱۶۰۲: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

شرح بخاری

196

وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (عمرۃ القضاء ۷ھ میں) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے ہیں، ان کے ساتھ ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں یثرب (مدینہ منورہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (تیز چلنا جس سے اظہار قوت ہو) کریں اور دونوں یمانی رکنوں کے درمیان حسب معمول چلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ سب پھیروں میں رمل کریں اس لیے کہ ان پر آسانی ہو۔

رمل، راء اور میم کی فتحہ کے ساتھ، اس سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ کے پہلے طواف کے پہلے تین چکروں میں ذرا اکڑ کر کندھے ہلا کر ذرا تیز چلنا، نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ جب عمرۃ القضاء کے لیے آ رہے تھے، تو کفارِ مکہ باتیں بنانے لگے کہ ان ہجرت کرنے والوں کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانا راس نہیں آیا اور یثرب کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا ہے، جب نبی اکرم ﷺ کو ان کی ایسی باتوں کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرو تاکہ کفار دیکھ لیں کہ مسلمان مدینہ منورہ جا کر کمزور نہیں ہوئے، کفارِ مکہ جبل قعیقعان پر بیٹھ گئے، تاکہ مسلمانوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھیں، چونکہ انہیں تین جانب نظر آسکتا تھا اور ایک جانب ان سے مخفی تھی، اس لیے آپ نے صحابہ کرام کو تین جانب رمل کرنے کا حکم دیا اور ایک جانب آہستہ چلنے کی اجازت دی، مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں کو اکڑ کر چلتے ہوئے اور رمل کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے، ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ لوگ کمزور ہو گئے ہیں اور یثرب کی آب و ہوا ان کو راس نہیں آئی، اس کے برعکس یہ لوگ تو ہرنوں کی طرح چلتے ہیں، رمل کی ابتداء اس وجہ سے ہوئی تھی، اس کے بعد رمل کی علت اگرچہ باقی نہیں رہی اور مکہ دار الاسلام بن گیا، لیکن رمل کی سنت اب تک باقی ہے، تاکہ مسلمانوں کو یاد رہے کہ ان کی ابتدائی حالت کیسی تھی، اور اب حالت بدل کر کیا بن گئی ہے، نبی اکرم ﷺ نے چونکہ مکہ فتح ہونے کے بعد بھی رمل کیا ہے جبکہ دیکھنے والے کفار و مشرکین باقی نہیں رہے تھے، اس لیے اس کی علت ختم ہونے سے حکم ختم نہیں ہوا بلکہ رمل کی سنت قیامت تک باقی ہے۔ اس کی مثال جمعہ کے دن غسل کی طرح ہے، جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ لوگوں کے پاس کپڑوں کی فراوانی نہیں ہوتی تھی، وہ جن کپڑوں میں محنت و مزدوری کرتے تھے ان میں ہی جمعہ ادا کرنے آجاتے تھے، جب پسینہ آتا اور تعفن پھیلتا تو اس ہماک کی وجہ سے بڑی تکلیف اٹھانا پڑتی تب نبی کریم علیہ السلام نے حکم دیدیا کہ جو شخص جمعہ کے لیے آئے غسل کر کے آئے، بعد میں کپڑوں میں فراوانی ہو گئی بلکہ لوگوں نے کام کاج کے لیے نوکر چاکر رکھ لیے، اور تعفن پھیلنے کی علت باقی

نہیں رہی لیکن جمعہ کے دن غسل کا استحباب باقی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ رمل کے قائل نہیں تھے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ جس علت کی بنا پر آپ نے اس کا حکم دیا تھا اس علت کی بنا پر اب رمل نہیں کیا جاتا، چونکہ نبی کریم علیہ السلام نے رمل کیا ہے اس لیے کرنا چاہیے۔

٥٦۔بَابُ اسْتِلاَمِ الْحَجَرِ الأَسْوَدِ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ وَيَرْمُلُ ثَلاَثًا:

باب: جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے حجر اسود کو چومے طواف شروع کرتے وقت اور تین پھیروں میں رمل کرے

١٦٠٣: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ".

ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لاتے تو پہلے طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے تھے۔



شرح بخاری

حجر اسود کے سیاہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ گناہوں کا تمثل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بتادیا ہے کہ گناہ ایسے سیاہ ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی وجہ سے انسان کا دل ایسے سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ پہلے سفید تھا پھر چھونے والوں کے گناہوں کی وجہ آہستہ آہستہ سیاہ ہوگیا ہے، اور اس پر گناہوں کا سیاہ رنگ چڑھ گیا ہے۔

٥٧۔بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ:

باب: حج اور عمرہ میں رمل کرنے کا بیان

١٦٠٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ" تَابَعَهُ اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سریج بن نعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے

تین چکروں میں رمل کیا اور بقیہ چار چکروں میں حسب معمول چلے، حج اور عمرہ دونوں میں۔ سریج کے ساتھ اس حدیث کو لیث نے روایت کیا ہے۔ کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقد نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔

١٦٠٥: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ لِلرُّكْنِ: "أَمَا وَاللهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ".

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں ان کے والد نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد آپ نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر فرمایا جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔

شرح بخاری

پہلے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا جائے گا، حج کے موقع پر بھی اور عمرہ میں بھی اور عمرہ میں تو طواف ہی ایک ہوتا ہے۔

١٦٠٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا". قُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں رکن یمانی کو چومتے ہوئے دیکھا میں نے بھی اس کے چومنے کو خواہ سخت حالات ہوں یا نرم نہیں چھوڑا۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں یمنی رکنوں کے درمیان معمول کے مطابق چلتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ معمول کے مطابق اس لیے چلتے تھے تاکہ حجر اسود کو چھونے میں آسانی رہے۔

قولہ کان یمشي لیکون أیسر۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کی جانب آہستہ چلتے تھے تا کہ حجر اسود کو ہاتھ لگانا آسان ہو جائے، اگر کوئی شخص ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ رمل فرض نہیں ہے۔

٥٨۔ بَابُ اسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ:

باب: حجر اسود کو چھڑی سے چھونا اور چومنا

١٦٠٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ" تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ.

ہم سے احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر طواف کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کا استلام ایک چھڑی کے ذریعہ کر رہے تھے اور اس چھڑی کو چومتے تھے۔ اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو دراوردی نے زہری کے بھتیجے سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے چچا (زہری) سے۔



٥٩۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ:

باب: اس شخص سے متعلق جس نے صرف دونوں ارکان یمانی کا استلام کیا

١٦٠٨: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، أَنَّهُ قَالَ: وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ البيت، وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الأَرْكَانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ هَذَانِ الرُّكْنَانِ، فَقَالَ: لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ البيت مَهْجُورًا، وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

اور محمد بن بکر نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو عمرو بن دینار نے خبر دی کہ ابو الشعثاء نے کہا بیت اللہ کے کسی بھی حصہ سے بھلا کون پرہیز کر سکتا ہے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ چاروں رکنوں کا استلام کرتے تھے، اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ ہم ان دو ارکان شامی اور عراقی کا استلام نہیں کرتے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا کوئی جزء ایسا نہیں جسے چھوڑ دیا جائے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے تھے۔



١٦٠٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ البيت،

إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ".

ہم سے ابوالولید طیالسی نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے، ان سے ان کے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دونوں یمانی ارکان کا استلام کرتے دیکھا۔

٦٠۔ بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ:

باب: حجر اسود کو بوسہ دینا

١٦١٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ، أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ، وَقَالَ: "لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ".

ہم سے احمد بن سنان نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہیں ورقاء نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

١٦١١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ، قَالَ: "سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ، قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ، أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ، قَالَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے زبیر بن عربی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے بوسہ دینے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا اگر ہجوم ہو جائے اور میں عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس اگر وگر کو یمن میں جا کر رکھو میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کو بوسہ دیتے تھے۔

قولہ "قلت أرأیت" اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنے "أرایت" کو یمن میں رکھ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی یمنی تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یہ رائے کے ساتھ حدیث کا مقابلہ کرتا ہے اور حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے کو پیش کرنا چاہتا ہے اس لیے آپ نے فرمایا اپنی رائے کو یمن میں ہی چھوڑ اور حدیث کے مقابلہ میں رائے پیش کرنے سے بچا کر۔ گویا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ازدحام کو حجر اسود کے استلام کے

چھوڑنے کا عذر نہیں سمجھا۔

۶۳۔ بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ، قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا:

باب: جو شخص (حج یا عمرہ کی نیت سے) مکہ میں آئے تو اپنے گھر لوٹ جانے سے پہلے طواف کرے پھر دوگانہ طواف ادا کرے پھر صفا پہاڑ پر جائے

١٦١٤ - ١٦١٥: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ، قَالَ: فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ، ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَهُ، وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ، وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا.



ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن حارث نے محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے عروہ سے (حج کا مسئلہ) پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خبر دی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (مکہ) تشریف لائے تو سب سے پہلا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ وضو کیا پھر طواف کیا اور طواف کرنے سے عمرہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح حج کیا۔ پھر عروہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے بھی سب سے پہلے طواف کیا۔ مہاجرین اور انصار کو بھی میں نے اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔ میری والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) نے بھی مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنی بہن (عائشہ رضی اللہ عنہا) اور زبیر اور فلاں فلاں کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ جب ان لوگوں نے حجر اسود کو بوسہ دے لیا تو احرام کھول ڈالا تھا۔



١٦١٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ".





ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی

اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ) آنے کے بعد سب سے پہلے حج اور عمرہ کا طواف کیا تھا۔ اس کے تین چکروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی (رمل) کی اور باقی چار میں حسب معمول چلے۔ پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔

١٦١٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ بِالبيت الطَّوَافَ الْأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَيَمْشِي أَرْبَعَةً، وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا والمروة".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف (یعنی طواف قدوم) کرتے تو اس کے تین چکروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ کر چلتے اور چار میں معمول کے موافق چلتے پھر جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو بطن مسیل (وادی) میں دوڑ کر چلتے۔

شرح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ عمرہ میں صرف طواف کر لینے سے عمرہ ادا نہیں ہوتا، جب تک صفا و مروہ کی سعی نہ کرے، یہ جمہور علماء کا قول ہے اگرچہ ابن عباس سے اس کے خلاف منقول ہے۔

قولہ فلما مسحوا الرکن حلّوا۔ رکن سے مراد حجر اسود ہے۔ یعنی طواف کیا اور حجر اسود کا بوسہ لیا اور صفا اور مروہ کا طواف کرنے کے بعد حلال ہوئے، یہ مراد نہیں ہے کہ صفا و مروہ کے طواف سے پہلے حلال ہو گئے ہوں۔

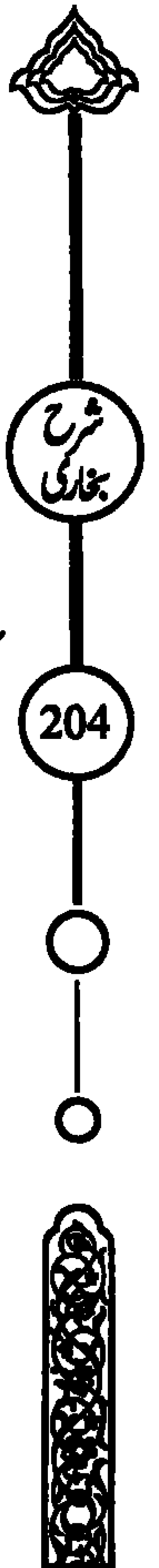
٦٤- بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ:

باب: عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں

١٦١٨: وقال لِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، "إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ، قَالَ: كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ؟ قُلْتُ: أَبَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ، قَالَ: إِي لَعَمْرِي، لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ، قُلْتُ: كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ؟، قَالَ: لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ، كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَطُوفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: انْطَلِقِي عَنْكِ، وَأَبَتْ كُنَّ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ، وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ البيت قُمْنَ حَتَّى يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ، وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ، قُلْتُ: وَمَا حِجَابُهَا، قَالَ: هِيَ

فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ، وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا".

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا اور انہیں عطاء نے خبر دی کہ جب ابن ہشام (جب وہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا) نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کر دیا تو اس سے انہوں نے کہا کہ تم کس دلیل پر عورتوں کو اس سے منع کر رہے ہو؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا تھا۔ ابن جریج نے پوچھا یہ پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد کا واقعہ ہے یا اس سے پہلے کا؟ انہوں نے کہا میری عمر کی قسم! میں نے انہیں پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد دیکھا۔ اس پر ابن جریج نے پوچھا کہ پھر مرد عورت مل جل جاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اختلاط نہیں ہوتا تھا، عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ رہ کر ایک الگ کونے میں طواف کرتی تھیں، ان کے ساتھ مل کر نہیں کرتی تھیں۔ ایک عورت (وقرہ نامی) نے ان سے کہا ام المؤمنین! چلئے (حجر اسود کو) بوسہ دیں۔ تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا تو جا چوم، میں نہیں چومتی اور ازواج مطہرات رات میں پردہ کر کے نکلتی تھیں کہ پہچانی نہ جاتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں۔ البتہ عورتیں جب کعبہ کے اندر جانا چاہتیں تو اندر جانے سے پہلے باہر کھڑی ہو جاتیں اور مرد باہر آ جاتے (تو وہ اندر جاتیں) میں اور عبید بن عمیر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ثبیر (پہاڑ) پر ٹھہری ہوئی تھیں، (جو مزدلفہ میں ہے) ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ اس وقت پردہ کس چیز سے تھا؟ عطاء نے بتایا کہ ایک ترکی قبہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک گلابی رنگ کا کرتہ تھا۔



قولہ تطوف حجرة من الرجال:۔ حجرۃ کا معنی ناحیہ ہے یعنی وہ مردوں سے الگ ہو کر طواف کرتی تھیں، لہٰذا عورتوں کو چاہیے کہ وہ بیت اللہ سے ذرا ہٹ کر طواف کریں تا کہ اختلاط نہ ہو۔

١٦١٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: "شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ: طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ، فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ البيت وَهُوَ يَقْرَأُ: وَالطُّورِ ١ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ ٢ سورة الطور آية ١-٢".

ہم سے اسمٰعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا، ان سے زینب بنت ابی سلمہ

نے، ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی (کہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری پر چڑھ کر اور لوگوں سے علیحدہ رہ کر طواف کر لے۔ چنانچہ میں نے عام لوگوں سے الگ رہ کر طواف کیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم «والطور * وکتاب مسطور» قرآت کر رہے تھے۔

٦٥- بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ:

باب: طواف میں باتیں کرنا

١٦٢٠: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ، أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ، فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: قُدْهُ بِيَدِهِ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، کہا کہ مجھے سلیمان احول نے خبر دی، انہیں طاؤس نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے ہاتھ سے تسمہ یا رسی یا کسی اور چیز سے باندھ رکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسے کاٹ دیا اور پھر فرمایا کہ اگر ساتھ ہی چلنا ہے تو ہاتھ پکڑ کے چلو۔

٦٦- بَابُ إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ:

باب: جب طواف میں کسی کو باندھا دیکھے یا کوئی اور مکروہ چیز تو اس کو کاٹ سکتا ہے

١٦٢١: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے سلیمان احول نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کا طواف رسی یا کسی اور چیز کے ذریعہ کر رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کاٹ دیا۔

٦٧-بَابُ لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ:

باب: بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا آدمی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی مشرک حج کر سکتا ہے

١٦٢٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قال يُونُسُ: قال ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ "أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بالبيت عُرْيَانٌ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھ سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج کے موقع پر جس کا امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنایا تھا۔ انہیں دسویں تاریخ کو ایک مجمع کے سامنے یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج بیت اللہ نہیں کر سکتا اور نہ کوئی شخص ننگا رہ کر طواف کر سکتا ہے۔



قولہ یؤذن فی الناس۔ فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج بن کر گئے تھے۔ اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو چند دیگر افراد کے ساتھ نحر کے دن لوگوں میں اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے حج کے لیے نہ آئے اور نہ ہی کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور ۱۰ھ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا ہے۔

شرح بخاری

٦٨-بَابُ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ:

باب: اگر طواف کرتے کرتے بیچ میں ٹھہر جائے

وَقَالَ عَطَاءٌ: فِيمَنْ يَطُوفُ، فَتُقَامُ الصَّلَاةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِي وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

اگر طواف کرتے کرتے بیچ میں ٹھہر جائے تو کیا حکم ہے؟ ایک ایسے شخص کے بارے میں جو طواف کر رہا تھا کہ نماز کھڑی ہو گئی یا اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیا گیا، عطاء یہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں سے اس نے طواف چھوڑا وہیں سے بناء کرے (یعنی دوبارہ وہیں سے شروع کر دے) ابن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے۔



یعنی جب طواف کرتے ہوئے کسی عذر پیش آنے پر درمیان میں ٹھہر جائے تو کیا طواف منقطع ہو جائے گا یا اسی پر بنا کرلے۔ مثال کے طور پر طواف کے تین چکر کے بعد نماز کی اقامت ہو گئی تو طواف چھوڑ کر نماز میں شامل ہو جائے

اور نماز سے فارغ ہو کر بنا کر لے اور باقی چار چکر نماز کے بعد پورے کر لے، از سر نو طواف دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

قولہ أو یدفع من مکانه۔ یعنی دھکا لگنے سے پیچھے دھکیل دیا جائے تو وہیں آ کر طواف شروع کر دے۔

٦٩۔بَابُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسُبُوعِهِ رَكْعَتَيْنِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کے ساتھ چکروں کے بعد دو رکعتیں پڑھنا

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ: قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: إِنَّ عَطَاءً يَقُولُ: تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ، فَقَالَ: السُّنَّةُ أَفْضَلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں پر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اسماعیل بن امیہ نے کہا کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ عطاء کہتے تھے کہ طواف کی نماز دو رکعت فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سنت پر عمل زیادہ بہتر ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چکر پورے کئے ہوں اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو۔

یعنی نبی اکرم ﷺ طواف کرتے تو سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے تھے، عطاء کی رائے یہ تھی کہ فرضی نماز کی ادائیگی سے بھی دوگانہ طواف ادا ہو جاتا ہے لیکن زہری نے کہا سنت پر عمل کرنا افضل ہے اور سنت یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ طواف کے سات چکروں کے بعد دوگانہ طواف ادا کرتے تھے۔

١٦٢٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، "سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا کوئی عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کعبہ کا طواف سات چکروں سے پورا کیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے میں بہترین نمونہ ہے۔

١٦٢٤: قَالَ: وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ".

عمرو نے کہا کہ پھر میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جائے۔

٧٠۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ، وَلَمْ يَطُفْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى عَرَفَةَ، وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ:

باب: جو شخص پہلے طواف یعنی طواف قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہ جائے اور عرفات میں حج کرنے کے لیے جائے

١٦٢٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا والمروة، وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ".



ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور سات (چکروں کے ساتھ) طواف کیا۔ پھر صفا مروہ کی سعی کی۔ اس سعی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ اس وقت تک نہیں گئے جب تک عرفات سے واپس نہ لوٹے۔

شرح بخاری

اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص پہلے طوافِ قدوم کے بعد کعبہ کے قریب نہ آئے اور عرفات میں حج کرنے کے لیے چلا جائے اور پھر واپس آکر طوافِ زیارت کرلے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا حج ادا کرنے سے پہلے نفلی طواف کرنا ضروری نہیں ہے، کوئی چاہے تو کرسکتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ نفل طواف نہیں کیا کیونکہ آپ کعبہ سے دور محصب میں ٹھہرے تھے اور ہوسکتا ہے کہ اپنے کاموں میں مصروف رہے ہوں، اس لیے آپ کو کعبہ میں آنے اور نفل طواف کرنے کی فرصت نہیں ملی۔

قولہ بعد الطواف الاول طوافِ اول سے مراد طوافِ قدوم ہے۔

٧١۔ بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ:

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے طواف کی دو رکعتیں مسجد الحرام سے باہر پڑھیں



وَصَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ.

عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حرم سے باہر پڑھی تھیں۔

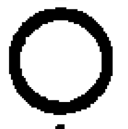
١٦٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ الْغَسَّانِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَهُوَ بمكة وَأَرَادَ الْخُرُوجَ، وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بالبيت وَأَرَادَتِ الْخُرُوجَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوفِي عَلَى بَعِيرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجَتْ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں محمد بن عبدالرحمٰن نے، انہیں عروہ نے، انہیں زینب نے اور انہیں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابومروان یحییٰ ابن ابی زکریا غسانی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے اور وہاں سے چلنے کا ارادہ ہوا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کعبہ کا طواف نہیں کیا اور وہ بھی روانگی کا ارادہ رکھتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب صبح کی نماز کھڑی ہو اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کر لینا۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے باہر نکلنے تک طواف کی نماز نہیں پڑھی۔

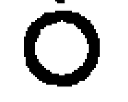


٧٢- بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ:

باب: اس سے متعلق کہ جس نے طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں



١٦٢٧: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بالبيت سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١".



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا انہوں کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا سات چکروں سے



طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا کی طرف (سعی کرنے) گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

٧٣- بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ:

باب: صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ، وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى.

سورج نکلنے سے پہلے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا پھر سوار ہوئے اور (طواف کی) دو رکعتیں ذی طویٰ میں پڑھیں۔

١٦٢٨: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ نَاسًا طَافُوا بالبيت بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوا إِلَى الْمُذَكِّرِ حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوا يُصَلُّونَ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قَعَدُوا حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ قَامُوا يُصَلُّونَ".



ہم سے حسن بن عمر بصری رحمہ اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے حبیب نے، ان سے عطاء نے، ان سے عروہ نے، ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ایک وعظ کرنے والے کے پاس بیٹھ گئے اور جب سورج نکلنے لگا تو وہ لوگ نماز (طواف کی دو رکعت) پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ناگواری کے ساتھ) فرمایا جب سے تو یہ لوگ بیٹھے تھے اور جب وہ وقت آیا کہ جس میں نماز مکروہ ہے تو نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔



مالکی اور حنفی اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنے کو منع سمجھتے ہیں، خواہ طواف کی دو رکعتیں ہوں وہ کہتے ہیں کہ ان اوقات میں طواف کر کے ٹھہر جائے، سورج طلوع یا غروب کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھ لے، بعض کہتے ہیں، وہ طواف کیے جائے اور رکعتیں جمع کرتا جائے، اور بعد میں پڑھ لے۔

شافعی اور حنبلی کہتے ہیں کہ ان اوقات میں طواف کے بعد دو رکعت پڑھ لے، کیونکہ وہ ان اوقات میں دوگانہ طواف پڑھنا منع نہیں سمجھتے۔

قولہ ثم قعدوا إلى المذكر۔ مذکر سے مراد واعظ ہے یعنی کچھ لوگ فجر کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے اور دوگانہ طواف ادا کیے بغیر واعظ کے پاس بیٹھ جاتے اور جب سورج طلوع ہونے لگتا تو نماز پڑھنا شروع کر دیتے، اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، یہ بیٹھے رہتے ہیں اور مکروہ وقت میں نماز پڑھتے ہیں، یہ سورج نکلنے سے پہلے نماز کیوں نہیں پڑھتے، اس سے معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سورج نکلنے سے پہلے اور نمازِ فجر کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھنا مکروہ نہیں سمجھتی تھیں، صرف طلوع اور غروب کے وقت مکروہ جانتی تھیں، کیونکہ ان دو وقتوں کی اہمیت زیادہ ہے، مالکی فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد مکروہ سمجھتے ہیں، شافعی اور حنبلی مکروہ نہیں سمجھتے۔

اس حدیث سے صبح کی نماز کے بعد درس دینے اور وعظ و نصیحت کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

١٦٢٩: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج طلوع ہوتے اور غروب ہوتے وقت نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔

١٦٣٠: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ، قَالَ: "رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَطُوفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

ہم سے حسن بن محمد زعفرانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیدہ بن حمید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ فجر کی نماز کے بعد طواف کر رہے تھے اور پھر آپ نے دو رکعت (طواف کی) نماز پڑھی۔

١٦٣١: قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَّاهُمَا".

عبدالعزیز نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عصر کے بعد بھی دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ بتاتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے گھر آتے (عصر کے بعد) تو یہ دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

۷۴-بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا:

باب: مریض آدمی سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے

١٦٣٢: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ الله عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بالبيت وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ".

ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی (طواف کرتے ہوئے) حجر اسود کے نزدیک آتے تو اپنے ہاتھ کو ایک چیز (چھڑی) سے اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔

اس حدیث میں اگرچہ آپ کے مریض ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن امام بخاری، ابوداؤد کی حدیث کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس میں آتا ہے کہ آپ بیمار تھے وہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "قدم النبی ﷺ مکة وهو یشتکی فطاف علی راحلته"[1] بعض کہتے ہیں کہ جب بیماری کے بغیر سواری پر سوار ہو کر طواف کرنا درست ہے تو بیماری کی حالت میں بطریق اولیٰ درست ہے۔

١٦٣٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ الله بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا، قَالَتْ: "شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ: طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ، فَطُفْتُ وَرَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ البيت وَهُوَ يَقْرَأُ: بِ وَالطُّورِ ۱ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ ۲ سورة الطور آية ١-٢".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے، ان سے عروہ نے بیان کیا، ان سے زینب بنت ام سلمہ نے، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہو گئی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لے۔ چنانچہ میں نے جب طواف کیا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں (نماز کے اندر) «والطور وکتاب مسطور» کی قرآت کر رہے تھے۔

[1] سنن ابی داود: ١٨٨١

٧٥- بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ:

باب: حاجیوں کو پانی پلانا

١٦٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ".

ہم سے عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے پانی (زمزم کا حاجیوں کو) پلانے کے لیے منیٰ کے دنوں میں مکہ ٹھہرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔

١٦٣٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ، اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ، فَأْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا، فَقَالَ: اسْقِنِي، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ، قَالَ: اسْقِنِي، فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا، فَقَالَ: اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ يَعْنِي عَاتِقَهُ، وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ".

ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پلانے کی جگہ (زمزم کے پاس) تشریف لائے اور پانی مانگا (حج کے موقع پر) عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فضل! اپنی ماں کے یہاں جا اور ان کے یہاں سے کھجور کا شربت لا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہر شخص اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کہتے رہے کہ مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا پھر زمزم کے قریب آئے۔ لوگ کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انہیں دیکھ کر) فرمایا کام کرتے جاؤ کہ ایک اچھے کام پر لگے ہوئے ہو۔ پھر فرمایا (اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آئندہ لوگ) تمہیں پریشان کر دیں گے تو میں بھی اترتا اور رسی اپنے اس پر رکھ لیتا۔ مراد آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی شانہ سے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔

٧٦۔بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ:

باب: زمزم کا بیان

١٦٣٦: وَقَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فُرِجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا: افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ

اور عبدان نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں مکہ میں تھا تو میری (گھر کی) چھت کھلی اور جرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اسے انہوں نے میرے سینے میں ڈال دیا اور پھر سینہ بند کر دیا۔ اب وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر آسمان دنیا کی طرف لے چلے۔ آسمان دنیا کے داروغہ سے جرائیل علیہ السلام نے کہا دروازہ کھولو۔ انہوں نے دریافت کیا کون صاحب ہیں؟ کہا جرائیل!۔



١٦٣٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ، قَالَ: "سَقَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ"، قَالَ عَاصِمٌ: فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ، مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلَى بَعِيرٍ.

ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی، انہیں عاصم نے اور انہیں شعبی نے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا، کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کھڑے ہو کر پیا تھا۔ عاصم نے بیان کیا کہ عکرمہ نے قسم کھا کر کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اونٹ پر سوار تھے۔



٧٧۔بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ:

باب: قران کرنے والا ایک طواف کرے یا دو؟

١٦٣٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا، فَقَدِمْتُ بمكة وَأَنَا حَائِضٌ، فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ، فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے۔ ایسے لوگ دونوں کے احرام سے ایک ساتھ حلال ہوں گے۔ میں بھی مکہ آئی تھی لیکن مجھے حیض آ گیا تھا۔ اس لیے جب ہم نے حج کے کام پورے کر لیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلہ میں ہے (جسے تم نے حیض کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا) جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے سعی کے بعد احرام کھول دیا اور دوسرا طواف منٰی سے واپسی پر کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

شرح بخاری

جمہور علماء کے نزدیک قارن کے لیے حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دو طواف اور دو سعی لازم ہیں ایک حج کا اور دوسرا عمرہ کا ہوتا ہے، صحیح احادیث میں ایک ہی آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے حج قران کیا تھا، آپ نے اگرچہ تین طواف کیے تھے لیکن ان میں سے فرض ایک ہی تھا جو آپ نے عید کے دن کیا تھا۔

١٦٣٩: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ، فَقَالَ: "إِنِّي لَا آمَنُ أَنْ يَكُونَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيَصُدُّوكَ عَنِ البيت فَلَوْ أَقَمْتَ، فَقَالَ: قَدْ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ البيت، فَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١، ثُمَّ قَالَ: أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا، قَالَ: ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا".

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لڑکے عبداللہ بن عبداللہ ان کے یہاں گئے۔ حج کے لیے سواری گھر میں کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سال مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو جائے گی اور آپ کو وہ بیت اللہ سے روک دیں گے۔ اس لیے اگر آپ نہ جاتے تو بہتر ہوتا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے تھے (عمرہ کرنے صلح حدیبیہ کے موقع پر) اور کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا تھا۔ اس لیے اگر مجھے بھی روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج (اپنے اوپر) واجب کر لیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ مکہ آئے اور دونوں عمرہ اور حج کے لیے ایک ہی طواف کیا۔

١٦٤٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، "أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١، إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً، ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي، وَأَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ، وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے نافع سے بیان کیا کہ جس سال حجاج عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں لڑنے آیا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اس سال حج کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا کہ مسلمانوں میں باہم جنگ ہونے والی ہے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ آپ کو حج سے روک دیا جائے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ ایسے وقت میں میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے۔ پھر آپ چلے اور جب بیداء کے میدان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی طرح کے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے



اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے۔ آپ نے ایک قربانی بھی ساتھ لے لی جو مقام قدید سے خریدی تھی۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ دسویں تاریخ سے پہلے نہ آپ نے قربانی کی نہ کسی ایسی چیز کو اپنے لیے جائز کیا جس سے (احرام کی وجہ سے) آپ رک گئے تھے۔ نہ سر منڈوایا نہ بال ترشوائے دسویں تاریخ میں آپ نے قربانی کی اور بال منڈوائے۔ آپ کا یہی خیال تھا کہ آپ نے ایک طواف سے حج اور عمرہ دونوں کا طواف ادا کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

٧٨-بَابُ الطَّوَافِ عَلَى وُضُوءٍ:

باب: (کعبہ کا) طواف وضو کر کے کرنا

١٦٤١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُ ذَلِكَ، ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً، ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ، ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً، وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُونَهُ وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا كَانُوا يَبْدَءُونَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوا أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّونَ، وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ، لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ، ثُمَّ إِنَّهُمَا لَا تَحِلَّانِ.

ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل قرشی نے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا تھا، عروہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ معلوم ہے حج کیا تھا۔ مجھے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق خبر دی کہ جب آپ مکہ معظمہ آئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ آپ نے وضو کیا، پھر کعبہ کا طواف کیا۔ یہ آپ کا عمرہ نہیں تھا۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور آپ نے بھی سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا جب کہ یہ آپ کا بھی عمرہ نہیں تھا۔ عمر رضی

اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے آپ نے بھی کعبہ کا طواف کیا۔ آپ کا بھی یہ عمرہ نہیں تھا۔ پھر معاویہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا زمانہ آیا۔ پھر میں نے اپنے والد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی حج کیا۔ یہ (سارے اکابر) پہلے کعبہ ہی کے طواف سے شروع کرتے تھے جب کہ یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کو بھی میں نے دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح کرتے رہے اور ان کا بھی یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ آخری ذات جسے میں نے اس طرح کرتے دیکھا، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ انہوں نے بھی عمرہ نہیں کیا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ابھی موجود ہیں لیکن ان سے لوگ اس کے متعلق پوچھتے نہیں۔ اسی طرح جو حضرات گزر گئے، ان کا بھی مکہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا قدم طواف کے لے اٹھتا تھا۔ پھر یہ بھی احرام نہیں کھولتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما) اور خالہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو بھی دیکھا کہ جب وہ آتیں تو سب سے پہلے طواف کرتیں اور یہ اس کے بعد احرام نہیں کھولتی تھیں۔

أنه اول شئ بدء به حين قدم أنه توضأ ثم طاف کا ترجمہ باب سے تعلق ہے اور یہ استدلال فعل سے ہے جو اتنا قوی نہیں ہے کہ اس سے وجوب ثابت ہو سکے، ہاں "خذوا عنی مناسکم"[1] اور "صلوا کما رأیتمونی أصلي"[2] سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ کا یہ فعل واجب ہے، جبکہ آپ نے باوضو طواف کیا ہے تو طواف کے لیے وضوء ہونا چاہیے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ طواف کے لیے وضوء کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم میں طواف کرنے کا ذکر آیا ہے، وضوء کا ذکر نہیں ہے۔ اور وضوء نماز کے لیے فرض ہے طواف کے لیے نہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک طواف کے لیے وضوء شرط ہے۔



١٦٤٢: وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا".

اور مجھے میری والدہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بہن اور زبیر اور فلاں فلاں (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ عمرہ کیا ہے یہ سب لوگ حجر اسود کا بوسہ لے لیتے تو عمرہ کا احرام کھول دیتے۔

٧٩- بَابُ وُجُوبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ:

باب: صفا اور مروہ کی سعی واجب ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں

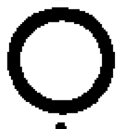
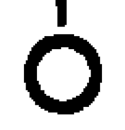
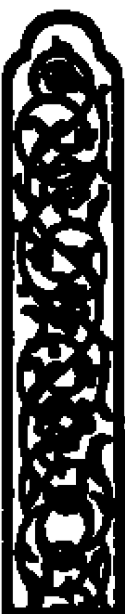
١٦٤٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ: "سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقُلْتُ لَهَا: أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا سورة البقرة آية

[1] السنن الکبری للبیہقی: ٩٥٢٤
[2] صحیح بخاری: ٦٠٠٨

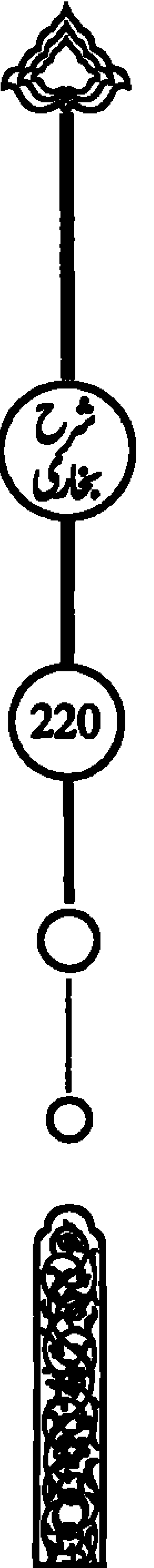
١٥٨ فَوَاللّٰهِ مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ: بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي، إِنَّ هَذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا، وَلَكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ، فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجُ أَنْ يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا أَسْلَمُوا سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ سورة البقرة آية ١٥٨، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الْعِلْمُ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُونَ أَنَّ النَّاسَ إِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ كَانُوا يَطُوفُونَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كُنَّا نَطُوفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ أَنْ نَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ سورة البقرة آية ١٥٨، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَأَسْمَعُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِينَ كَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بِالْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِينَ يَطُوفُونَ، ثُمَّ تَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بِهِمَا فِي الْإِسْلَامِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ".



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی کہ عروہ نے بیان کیا کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے (جو سورۃ البقرہ میں ہے کہ) صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لے جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ قسم اللہ کی پھر تو کوئی حرج نہ ہونا چاہئیے اگر کوئی صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنی چاہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بھتیجے! تم نے یہ بری بات کہی۔ اللہ کا مطلب یہ ہوتا تو قرآن میں یوں اترتا ان کے طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں بات یہ ہے کہ یہ آیت تو انصار کے لیے اتری تھی جو اسلام سے پہلے منات بت کے نام پر جو مشلل میں رکھا ہوا تھا اور جس کی یہ پوجا کیا کرتے تھے، احرام باندھتے تھے۔ یہ لوگ جب (زمانہ جاہلیت میں) احرام

باندھتے تو صفا مروہ کی سعی کو اچھا نہیں خیال کرتے تھے۔ اب جب اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اور کہا کہ یارسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کی سعی اچھی نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں آخر آیت تک۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو پہاڑوں کے درمیان سعی کی سنت جاری کی ہے۔ اس لیے کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اسے ترک کر دے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے اس کا ذکر ابو بکر بن عبد الرحمٰن سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو یہ علمی بات اب تک نہیں سنی تھی، بلکہ میں نے بہت سے اصحاب علم سے تو یہ سنا ہے کہ وہ یوں کہتے تھے کہ عرب کے لوگ ان لوگوں کے سوا جن کا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا جو مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے سب صفا مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے۔ اور جب اللہ نے قرآن شریف میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو وہ لوگ کہنے لگے یارسول اللہ! ہم تو جاہلیت کے زمانہ میں صفا اور مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے اور اب اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر تو فرمایا لیکن صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا صفا مروہ کی سعی کرنے میں ہم پر کچھ گناہ ہوگا؟ تب اللہ نے یہ آیت اتاری۔ صفا مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں آخر آیت تک۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں سنتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فرقوں کے باب میں اتری ہے یعنی اس فرقے کے باب میں جو جاہلیت کے زمانے میں صفا مروہ کا طواف برا جانتا تھا اور اس کے باب میں جو جاہلیت کے زمانے میں صفا مروہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ پھر مسلمان ہونے کے بعد اس کا کرنا اس وجہ سے کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور صفا و مروہ کا نہیں کیا، برا سمجھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کے بعد ان کے طواف کا بھی ذکر فرما دیا۔



قولہ أن يطوف بهما اس میں دو قراتیں ہیں ایک قرات "فلا جناح عليه أن لا يطوف بهما" ہے اس قراءت کا تقاضا یہ ہے کہ صفا، مروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن یہ قراءت شاذ ہے، دوسری قراءت "أن يطوف بهما" بغیر "لَا" کے ہے، اس قراءت سے بھی وجوب ثابت نہیں ہوتا، اس سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ صفا، مروہ کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن حدیث سے وجوب ثابت ہوتا ہے حدیث میں ہے: "إن الله كتب عليكم السعي فاسعوا"[1] اللہ تعالیٰ نے تم پر (صفا و مروہ کی) سعی کو فرض کر دیا ہے لہٰذا ان کی سعی کیا کرو، صفا و مروہ کی سعی فرض ہے، حنفی اسے واجب کہتے ہیں۔

قولہ يتحرج أن يطوف ایک فریق صفا، مروہ کی سعی سے گریز کرتا تھا وہ سمجھتے تھے کہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اس لیے اس میں حرج سمجھتے تھے، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ صفا، مروہ پر دو ایسے بت نصب تھے جن کے متعلق یہ قصہ مشہور تھا کہ یہ دو بت اصل میں دو زانی تھے جنہوں نے آپس میں یہاں زنا کیا تو انہیں مسخ کر دیا گیا، اور عبرت کے لیے

[1] مسند احمد: ۲۷۲۸۱، ۲۷۴۶۳۔

ان کے مسخ شدہ بت یہاں رکھ دیئے گئے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ لوگوں نے انہیں معبود بنالیا تھا، اس بت پرستی کی وجہ سے بعض لوگوں نے صفا و مروہ کی سعی میں حرج سمجھا، اور اللہ تعالیٰ نے صفا، مروہ کو شعائر اللہ قرار دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے یہ تھی کہ صفا، مروہ کی سعی کرنے سے ہی حج پورا ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حج کے موقع پر جو کام کیے ہیں وہ فرض ہونا چاہئیں، ہاں جس کام کے فرض نہ ہونے کی دلیل مل جائے وہ فرض نہیں ہوگا۔

٨٠۔بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ:

باب: صفا اور مروہ کے درمیان کس طرح دوڑے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بنی عباد کے گھروں سے لے کر بنی ابی حسین کی گلی تک دوڑ کر چلے (باقی راہ میں معمولی چال سے)۔

اس باب میں صفا، مروہ کی سعی کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر پیش کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ بنی عباد کے گھروں سے لے کر بنی ابی حسین کی گلی تک دوڑے، یہ جگہیں اس زمانے میں مشہور تھیں۔

١٦٤٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا، وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالمروة". فَقُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ، قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ.

ہم نے محمد بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلا طواف کرتے تو اس کے تین چکروں میں رمل کرتے اور بقیہ چار میں معمول کے مطابق چلتے اور جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو آپ نالے کے نشیب میں دوڑا کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا میں نے نافع سے پوچھا، ابن عمر رضی اللہ عنہما جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو کیا حسب معمول چلنے لگتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ اگر رکن یمانی پر ہجوم ہوتا تو حجر اسود کے پاس آکر آپ آہستہ چلنے لگتے کیونکہ وہ بغیر چومے اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔

١٦٤٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ ؟ فَقَالَ: "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١.

ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کر لے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا، کیا وہ اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے تو آپ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

١٦٤٦: وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ".

ہم نے اس کے متعلق جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے بیوی کے قریب بھی نہ جائے۔



١٦٤٧: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١".

شرح بخاری

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا اور مروہ کی سعی کی۔ اس کے بعد عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی «لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوة حسنة» تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔



١٦٤٨: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " كُنْتُمْ تَكْرَهُونَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا والمروة ؟، قَالَ: نَعَمْ، لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا سورة البقرة آية ١٥٨.





ہم سے احمد بن محمد مروزی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے

کہا کہ ہمیں عاصم احول نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ لوگ صفا اور مروہ کی سعی کو برا سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں! کیونکہ یہ عہد جاہلیت کا شعار تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

١٦٤٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بالبيت وَبَيْنَ الصَّفَا والمروة لِيُرِيَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ" زَادَ الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، سَمِعْتُ عَطَاءً، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی اس طرح کی کہ مشرکین کو آپ اپنی قوت دکھلا سکیں۔ حمیدی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عطاء سے سنا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث سنی۔

٨١۔ بَابٌ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلاَّ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ:

باب: حیض والی عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام ارکان بجالائے

وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ:

اور اگر کسی نے صفا اور مروہ کی سعی بغیر وضو کر لی تو کیا حکم ہے؟

شرح بخاری

اس باب کی احادیث سے ترجمہ باب کا پہلا جزء ثابت ہوتا ہے لیکن دوسرے جزء کا ان میں ذکر نہیں ہے، چونکہ صفا، مروہ کی سعی بیت اللہ کے طواف کے تابع ہے اس لیے بیت اللہ کے طواف کی طرح صفا، مروہ کی سعی بھی بغیر وضوء کے نہیں کرنی چاہیے، امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ اگر عورت بیت اللہ کا طواف کر لے اور اس کے بعد اسے حیض آجائے تو سعی بغیر طہارت کے کر سکتی ہے کیونکہ اس کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔

١٦٥٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: "قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ: فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي".

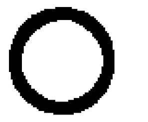
ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہوں نے فرمایا کہ میں مکہ آئی تو اس وقت میں حائضہ تھی۔ اس لیے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی اور نہ صفا مروہ کی سعی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح دوسرے حاجی کرتے ہیں تم بھی اسی طرح (ارکان حج) ادا کر لو ہاں بیت اللہ کا طواف پاک ہونے سے پہلے نہ کرنا۔

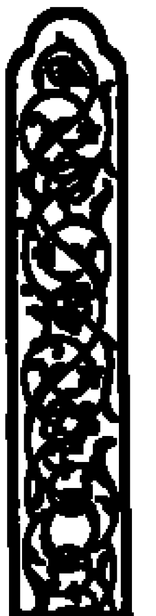
١٦٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ. ح وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ، وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ، فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالُوا: نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ، وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ. فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ".



شرح بخاری

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبیب معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہ کے سوا اور کسی کے ساتھ قربانی نہیں تھی، علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ بھی قربانی تھی۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ (سب لوگ اپنے حج کے احرام کو) عمرہ کا کر لیں۔ پھر طواف اور سعی کے بعد بال ترشوالیں اور احرام کھول ڈالیں لیکن وہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر صحابہ نے کہا کہ ہم منیٰ میں اس طرح جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا، اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں قربانی کا





جانور ساتھ نہ لاتا اور جب قربانی کا جانور ساتھ نہ ہوتا تو میں بھی (عمرہ اور حج کے درمیان) احرام کھول ڈالتا اور عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں) حائضہ ہو گئی تھیں۔ اس لیے انہوں نے بیت اللہ کہ طواف کے سوا اور دوسرے ارکان حج ادا کئے۔ پھر پاک ہو لیں تو طواف بھی کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ سب لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں لیکن میں نے صرف حج ہی کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ انہیں تنعیم لیے جائیں (اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھیں) اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

١٦٥٢: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ: كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: "هَلْ عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ ؟ قَالَ: لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَأَلْنَهَا أَوْ قَالَتْ سَأَلْنَاهَا، فَقَالَتْ: وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَدًا إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي، فَقُلْنَا: أَسَمِعْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا ؟، قَالَتْ: نَعَمْ، بِأَبِي، فَقَالَ: لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى، فَقُلْتُ: آلْحَائِضُ، فَقَالَتْ: أَوَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا".

ہم سے مومل بن ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے حفصہ بنت سیرین نے بیان کیا کہ ہم اپنی کنواری لڑکیوں کو باہر نکلنے سے روکتے تھے۔ پھر ایک خاتون آئیں اور بنی خلف کے محل میں (جو بصرے میں تھا) ٹھہریں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن (ام عطیہ رضی اللہ عنہا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے گھر میں تھیں۔ ان کے شوہر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے اور میری بہن چھ جہادوں میں ان کے ساتھ رہی تھیں۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ ہم (میدان جنگ میں) زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھی۔ میری بہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہمارے پاس چادر نہ ہو تو کیا کوئی حرج ہے اگر ہم عید گاہ جانے کے لیے باہر نہ نکلیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کی

سہیلی کو اپنی چادر اسے اڑھا دینی چاہئے اور پھر مسلمانوں کی دعا اور نیک کاموں میں شرکت کرنا چاہئے۔ پھر جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا خود بصرہ آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی پوچھا یا یہ کہا کہ ہم نے ان سے پوچھا انہوں نے بیان کیا ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو کہتیں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہاں تو میں نے ان سے پوچھا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواری لڑکیاں اور پردہ والیاں بھی باہر نکلیں یا یہ فرمایا کہ پردہ والی دوشیزائیں اور حائضہ عورتیں سب باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعا اور خیر کے کاموں میں شرکت کریں۔ لیکن حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ میں نے کہا اور حائضہ بھی نکلیں؟ انہوں نے فرمایا کہ کیا حائضہ عورت عرفات اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی ہیں؟ (پھر عید گاہ ہی جانے میں کیا حرج ہے)۔

۸۲۔ بَابُ الإِهْلاَلِ مِنَ الْبَطْحَاءِ، وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى مِنًى:

باب: جو شخص مکہ میں رہتا ہو وہ منیٰ کو جاتے وقت بطحاء وغیرہ مقاموں سے احرام باندھے



وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّي بِالْحَجِّ، قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُلَبِّي يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَجَعَلْنَا مكة بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ، وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: عَنْ جَابِرٍ، أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ، وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بمكة أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟، فَقَالَ: لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

اور اسی طرح ہر ملک والا حاجی جو عمرہ کر کے مکہ رہ گیا ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا جو شخص مکہ ہی میں رہتا ہو وہ حج کے لیے لبیک کہے تو انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھویں ذی الحجہ میں نماز ظہر پڑھنے کے بعد جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو لبیک کہتے۔ عبدالملک بن ابی سلیمان نے عطاء سے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حجۃ الوداع میں مکہ آئے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ تک کے لیے ہم حلال ہو گئے۔ اور (اس دن مکہ سے نکلتے ہوئے) جب ہم نے مکہ کو اپنی پشت پر چھوڑا تو حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔ ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کیا کہ ہم نے بطحاء سے احرام باندھا تھا۔ اور عبید بن جریج نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب آپ مکہ میں تھے تو میں نے دیکھا اور تمام لوگوں نے احرام چاند دیکھتے ہی باندھ لیا تھا



لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے آٹھویں ذی الحجہ سے پہلے احرام نہیں باندھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب تک آپ منیٰ جانے کو اونٹنی پر سوار نہ ہو جاتے احرام نہ باندھتے۔

یعنی مکہ کا رہنے والا اور حج کا احرام باندھنے والا بطحاء وغیرہ سے احرام باندھے، اور حج سے مراد حج تمتع کا احرام ہے معلوم ہوا کہ مکہ کا رہائشی اور حج تمتع کرنے والا حج کا احرام مکہ مکرمہ سے ہی باندھے گا، حرم سے باہر جانے کی ضرورت نہیں وادی بطحاء مکہ سے مشرقی جانب ہے جسے خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں جہاں آپ ٹھہرتے تھے۔

۸۳-بَابُ أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ:

باب: آٹھویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کہاں پڑھی جائے

١٦٥٣: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قُلْتُ: "أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ ؟ قَالَ: بِمِنًى، قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالعزیز بن رفیع کے واسطے سے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز آٹھویں ذی الحجہ میں کہاں پڑھی تھی؟ اگر آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد ہے تو مجھے بتایئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ منیٰ میں۔ میں نے پوچھا کہ بارہویں تاریخ کو عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا کہ محصب میں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ جس طرح تمہارے حکام کرتے ہیں اسی طرح تم بھی کرو۔

شرح بخاری

قولہ افعل كما يفعل أمراؤك۔ کیونکہ ایسی چیزیں ارکانِ حج سے نہیں ہوتیں، اس لیے ان میں اپنے اُمراء کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے جیسے کوئی کام کیا ہے ویسے کرنا مستحب ہے۔ لیکن مستحب چیز کی وجہ سے امراء کی مخالفت کرنا اچھا نہیں ہے۔

١٦٥٤: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، لَقِيتُ أَنَسًا. ح وحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: "خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ، فَقُلْتُ: أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ ؟ فَقَالَ: انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے ابوبکر بن عیاش سے سنا کہ ہم سے عبدالعزیز بن رفیع

نے بیان کیا، کہا کہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ملا (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور مجھ سے اسماعیل بن ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز نے کہا کہ میں آٹھویں تاریخ کو منیٰ گیا تو وہاں انس رضی اللہ عنہ سے ملا۔ وہ گدھی پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا دیکھو جہاں تمہارے حاکم لوگ نماز پڑھیں وہیں تم بھی پڑھو۔

۸۴۔بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى:

باب: منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان

١٦٥٥: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ". وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ.

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعات پڑھیں اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے شروع ایام میں (دو) ہی رکعت پڑھتے تھے۔



شرح بخاری

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ منیٰ میں نماز کتنی پڑھی جائے گی، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ منیٰ میں تمام حاجی دوگانہ پڑھیں گے، اور وہ اس کی وجہ نسک بتاتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وجہ کہیں نہیں بتائی دراصل وجہ تو سفر ہے جو لوگ مسافر ہوں تو وہ دوگانہ پڑھ لیں ورنہ پوری پڑھیں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مکہ سے عرفات بارہ میل ہے اور یہی حد سفر ہے ان کے نزدیک مسافر ہونے کی وجہ سے قصر کر سکتے ہیں، بعض احادیث میں بھی آتا ہے کہ مکہ کے لوگوں نے بھی منیٰ میں دو رکعت نماز ادا کی تھی، ائمہ اربعہ کے نزدیک مکے کے رہنے والے لوگ یہاں مسافر نہیں بنتے، کیونکہ وہ اڑتالیس میل کے قائل ہیں، ابن حزم رحمہ اللہ ایک میل کے قائل ہیں اس پر ایک اعتراض آتا ہے کہ مکے کے رہنے والے نحر کے دن مکہ مکرمہ میں آتے ہیں اور مکہ میں آنے سے ان کا سفر ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنے گھر میں آجاتے ہیں، پھر منیٰ میں وہ دو رکعت کیونکر پڑھیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکل کر سفر پر روانہ ہو جائے اور اثناءِ سفر اپنے مکان سے گزرے تو اس کا پہلا سفر ختم نہیں ہوتا۔



١٦٥٦: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ أَكْثَرُ مَا

كُنَّا قَطُّ، وَآمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابواسحاق ہمدانی سے بیان کیا اور ان سے حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ہمیں دو رکعات پڑھائیں، ہمارا شمار اس وقت سب سے زیادہ تھا اور ہم اتنے بے ڈر کسی وقت میں نہ تھے۔ (اس کے باوجود ہم کو نماز قصر پڑھائی)۔

حارثہ بن وہب مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے، اور انہوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعات نماز پڑھی تھی، اگرچہ منیٰ میں مکی کے دوگانہ پڑھنے کا ذکر صراحتاً نہیں آتا۔ لیکن حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھنے سے استدلال کرتے ہیں کہ مکی بھی منیٰ میں دو رکعت نماز ہی پڑھے گا۔ بعض کہہ دیتے ہیں کہ شاید انہیں مسئلہ کا علم نہ ہو، اس لیے انہوں نے دو رکعتیں پڑھی ہوں گی، اس سے مالکی استدلال کرتے ہیں یہ دو رکعتیں انہوں نے نسک کی وجہ سے پڑھی ہیں، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بارہ میل کا قول درست ہے، کہ حد سفر بارہ میل ہے اور انہوں نے مسافر ہونے کی وجہ سے قصر کی تھی، کیونکہ عرب لوگ جب اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر کرتے تھے راستے میں کہیں ٹھہر جاتے اور کبھی چل پڑتے تھے اس طرح بارہ میل ہی سفر کر پاتے تھے۔

١٦٥٧: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ فَيَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ".

ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت، لیکن پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا تو کاش ان چار رکعتوں کے بدلے مجھ کو دو رکعات ہی نصیب ہوتیں جو (اللہ کے ہاں) قبول ہو جائیں۔

٨٥۔ بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ:

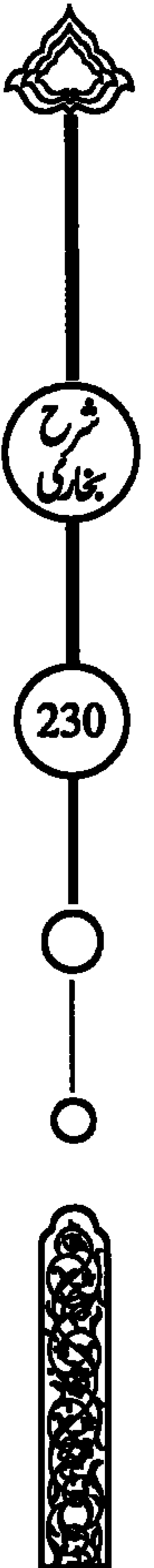
باب: عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

١٦٥٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا سَالِمٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ، "شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ

فَشَرِبَهُ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے سالم ابوالنصر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ام فضل کے غلام عمیر سے سنا، انہوں نے ام فضل رضی اللہ عنہا سے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق شک ہوا، اس لیے میں نے آپ کو پینے کے لیے کچھ بھیجا جسے آپ نے پی لیا۔

سنن ابی داؤد میں حدیث آتی ہے کہ حاجیوں کو عرفہ کا روزہ نہیں رکھنا چاہیے [1]، لیکن وہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں ہے اس لیے وہ حضرت ام فضل سے مروی حدیث لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اس دن روزہ نہیں تھا، لیکن یہاں روزہ رکھنا منع ہے یا نہیں یہ الگ مسئلہ ہے، بعض علماء کے نزدیک متمتع اور قارن کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ اس دن روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ تین روزے احرام کی حالت میں رکھنا پڑتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فمن تمتع بالعمرة إلي الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام فى الحج وسبعة إذا رجعتم، تلك عشرة كاملة" [2] بعض کے نزدیک متمتع منیٰ کے دنوں میں بھی روزہ رکھ سکتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں رکھ سکتا۔



٨٦-بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ:

باب: صبح کے وقت منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے لبیک اور تکبیر کہنے کا بیان

١٦٥٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ، كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟، فَقَالَ: "كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے محمد بن ابی بکر ثقفی سے خبر دی کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ جب کہ وہ دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات جا رہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ لوگ آج کے دن کس طرح کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا: کوئی ہم میں سے لبیک پکارتا ہوتا، اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا اور کوئی تکبیر کہتا، اس پر کوئی انکار نہ کرتا (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی کو اختیار ہے لبیک پکارتا رہے یا تکبیر کہتا رہے)۔

منیٰ سے عرفہ کو جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کی مشروعیت کو ثابت کرنا مقصود ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ باب سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ محرم جب عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ کہنا چھوڑ دے، اور

[1] سنن ابی داؤد: ٢٤٤٠ (ضعیف)

[2] البقرة: ١٩٦

عرفات وہ مقام ہے جہاں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے، اور یہ جمع تقدیم ہوتی ہے اس کے جواز کے احناف بھی قائل ہیں لیکن وہ شرط لگاتے ہیں کہ یہ جمع تب جائز ہے جبکہ جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرے ورنہ اپنے اپنے وقت میں پڑھے، طحاوی اور صاحبین نے اس سے اختلاف کیا ہے، شافعیوں کے نزدیک عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کیا جائے گا اگرچہ اکیلا ہی نماز پڑھے۔

٨٧۔بَابُ التَّهْجِيرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ:

باب: عرفہ کے دن گرمی میں دوپہر کو روانہ ہونا

١٦٦٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: "كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ، فَقَالَ: مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ فَقَالَ الرَّوَاحَ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ، قَالَ: هَذِهِ السَّاعَةَ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْظِرْنِي حَتَّى أُفِيضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجُ، فَنَزَلَ حَتَّى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ، وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ". فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَبْدِ اللهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ، قَالَ: صَدَقَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حج کے احکام میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف نہ کرے۔ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے حجاج کے خیمہ کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ حجاج باہر نکلا اس کے بدن میں ایک کسم میں رنگی ہوئی چادر تھی۔ اس نے پوچھا ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اگر سنت کے مطابق عمل چاہتے ہو تو جلدی اٹھ کر چل کھڑے ہو جاؤ۔ اس نے کہا کیا اسی وقت؟ عبداللہ نے فرمایا کہ ہاں اسی وقت۔ حجاج نے کہا کہ پھر تھوڑی سی مہلت دیجئیے کہ میں اپنے سر پر پانی ڈال لوں یعنی غسل کر لوں پھر نکلتا ہوں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سواری سے) اتر گئے اور جب حجاج باہر آیا تو میرے اور والد (ابن عمر) کے درمیان چلنے لگا تو میں نے کہا کہ اگر سنت پر عمل کا ارادہ ہے تو خطبہ میں اختصار اور وقوف (عرفات) میں جلدی کرنا۔ اس بات پر وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھنے لگا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

قولہ ان كنت تريد السنة۔ یہاں سنت سے مراد سنت رسول ہی ہے، اس کے علاوہ دیگر مقامات میں قرینہ کی بنا پر سنت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

٨٨-بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ:

باب: عرفات میں جانور پر سوار ہو کر وقوف کرنا

١٦٦١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ، "أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے ابوالنضر نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر نے، ان سے ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کے یہاں لوگوں کا عرفات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا، بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عرفہ کے دن) روزے سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، اس لیے انہوں نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے، آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

ایک حدیث میں جانوروں کی پیٹھوں کو منبر کی طرح استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے، ارشادِ نبوی ہے: "لا تتخذوا ظهورها منابر"[1] لیکن بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ حاجیوں کا عرفات میں سواریوں پر ٹھہرنا اس سے مستثنیٰ ہے۔

٨٨م-بَابُ التَّعْجِيلِ إِلَى الْمَوْقِفِ:

باب: وقوف کے لیے جلدی کرنا

شرح بخاری

(اس باب میں حدیث نہیں ہے) اس ترجمہ باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کوئی حدیث نہیں لائے، کیونکہ اس باب کے تحت آنے والی حدیث عنقریب امام بخاری دو اسانید کے ساتھ لا چکے ہیں، ایک عبداللہ بن مسلمہ کی سند کے ساتھ، اور دوسری عبداللہ بن یوسف کی سند سے، دونوں امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، گویا بخاری کے پاس اس حدیث کی دو ہی سندیں تھیں اس لیے تکرار سے بچنے کے لیے انہوں نے اسے اس باب کے تحت دہرانا مناسب نہیں سمجھا! کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ سند یا متن کے کسی فائدے کو بیان کرنے کے لیے کسی حدیث کو دوبارہ لاتے ہیں، اور اس ترجمہ باب کے تحت آنے والی حدیث کی دو ہی سندیں تھیں جنہیں وہ اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں۔

قولہ یزاد فی هٰذا الباب هم ... ہم فارسی لفظ ہے جو بمعنی ایضاً ہے، معلوم ہوتا ہے کہ بغداد میں فارسی لفظ رائج ہو گئے ہوں گے یعنی وہ حدیث بھی یہاں آسکتی ہے۔ معادٌ بمعنی مکرر یعنی تکرار سے بچنے کے لیے نہیں لائے۔ معاد میم کے ضمہ کے ساتھ ہے۔

---

[1] مستدرک حاکم: ٢٦٠٥، مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٩٦٥۔

۸۹-بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ:

باب: عرفات میں دو نمازوں (ظہر اور عصر) کو ملا کر پڑھنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اگر نماز امام کے ساتھ چھوٹ جاتی تو بھی جمع کرتے۔

۱۶۶۲: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَأَلَ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: صَدَقَ، إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ، فَقُلْتُ لِسَالِمٍ: أَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ سَالِمٌ: وَهَلْ تَتَّبِعُونَ فِي ذَلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ.

لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے عُقیل نے ابن شہاب سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ میں اترا تو اس موقع پر اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ عرفہ کے دن وقوف میں آپ کیا کرتے تھے؟ اس پر سالم رحمہ اللہ بولے کہ اگر تو سنت پر چلنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز دوپہر ڈھلتے ہی پڑھ لینا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم نے سچ کہا، صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ظہر اور عصر ایک ہی ساتھ پڑھتے تھے۔ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا؟ سالم نے فرمایا اور کس کی سنت پر اس مسئلہ میں چلتے ہو۔

۹۰-بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ:

باب: میدان عرفات میں خطبہ مختصر دینا

۱۶۶۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، "أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَأْتَمَّ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَأَنَا مَعَهُ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ أَوْ زَالَتْ، فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهِ، أَيْنَ هَذَا؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الرَّوَاحَ، فَقَالَ: الْآنَ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَنْظِرْنِي أُفِيضُ عَلَيَّ مَاءً، فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَتَّى خَرَجَ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقُلْتُ: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تُصِيبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ، وَعَجِّلِ الْوُقُوفَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: صَدَقَ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب

نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے کہ عبدالملک بن مروان (خلیفہ) نے حجاج کو لکھا کہ حج کے کاموں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرے۔ جب عرفہ کا دن آیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا، سورج ڈھل چکا تھا، آپ نے حجاج کے ڈیرے کے پاس آکر بلند آواز سے کہا حجاج کہاں ہے؟ حجاج باہر نکلا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا چل جلدی کر وقت ہو گیا۔ حجاج نے کہا ابھی سے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں۔ حجاج بولا کہ پھر تھوڑی مہلت دے دیجئیے، میں ابھی غسل کر کے آتا ہوں۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنی سواری سے) اتر گئے۔ حجاج باہر نکلا اور میرے اور میرے والد (ابن عمر) کے بیچ میں چلنے لگا، میں نے اس سے کہا کہ آج اگر سنت پر عمل کی خواہش ہے تو خطبہ مختصر پڑھ اور وقوف میں جلدی کر۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم سچ کہتا ہے۔

۹۱-بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ:

باب: میدان عرفات میں ٹھہرنے کا بیان

١٦٦٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، كُنْتُ أَطْلُبُ بَعِيرًا لِي ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: أَضْلَلْتُ بَعِيرًا لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، "فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ، فَقُلْتُ: هَذَا وَاللهِ مِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هَاهُنَا".



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جبیر بن مطعم نے، ان سے ان کے باپ نے کہ میں اپنا ایک اونٹ تلاش کر رہا تھا (دوسری سند) اور ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمر بن دینار نے، انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا کہ ان کے والد جبیر بن مطعم نے بیان کیا کہ میرا ایک اونٹ کھو گیا تھا تو میں عرفات میں اس کو تلاش کرنے گیا، یہ دن عرفات کا تھا، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ میری زبان سے نکلا قسم اللہ کی! یہ تو قریش ہیں پھر یہ یہاں کیوں ہیں۔

قولہ فقلتُ هذا واللہ من الحمس۔ یہ انہوں نے بدعت نکالی ہوئی تھی کہ ہم حرم کے رہنے والے ہیں، اس لئے ہم حرم سے باہر نہیں جائیں گے، مزدلفہ چونکہ حرم میں داخل ہے اس لیے اس سے آگے نہیں جاتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو جب جبیر بن مطعم نے عرفات میں دیکھا تو اس پر تعجب کیا کہ یہ تو قریش میں سے ہیں اور حرم سے باہر عرفات میں کیسے آگئے ہیں کیونکہ عرفات حل میں ہے، اصل میں اللہ تعالیٰ نے "ثُم افیضُوا من حیث افاض



النا سُ"[1] کہہ کر آپ کو پہلے ہی صحیح بات کی توفیق دیدی تھی۔

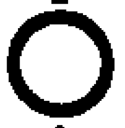
١٦٦٥: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ عُرْوَةُ "كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ، وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ، وَمَا وَلَدَتْ، وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا، فَمَنْ لَمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بالبيت عُرْيَانًا، وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ، وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا، أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ سورة البقرة آية ١٩٩، قَالَ: كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ".

ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حمس کے سوا بقیہ سب لوگ جاہلیت میں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، حمس قریش اور اس کی آل اولاد کو کہتے تھے، (اور بنی کنانہ وغیرہ، جیسے خزاعہ) لوگوں کو (اللہ کے واسطے) کپڑے دیا کرتے تھے۔ (قریش) کے مرد دوسرے مردوں کو تاکہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں اور (قریش کی) عورتیں دوسری عورتوں کو تاکہ وہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں، اور جن کو قریش کپڑا نہیں دیتے وہ بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے۔ دوسرے سب لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے لیکن قریش مزدلفہ ہی سے (جو حرم میں تھا) واپس ہو جاتے۔ ہشام بن عروہ نے کہا کہ میرے باپ عروہ بن زبیر نے مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی کہ پھر تم بھی (قریش) وہیں سے واپس آؤ جہاں سے اور لوگ واپس آتے ہیں (یعنی عرفات سے، سورۃ البقرہ) انہوں نے بیان کیا کہ قریش مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے اس لیے انہیں بھی عرفات سے لوٹنے کا حکم ہوا۔

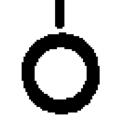


٩٢-بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ:

باب: عرفات سے لوٹتے وقت کس چال سے چلے



١٦٦٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ، "كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ؟ قَالَ: كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ"، قَالَ هِشَامٌ: وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ، قَالَ أَبُو عَبْد الله: فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ، وَالْجَمِيعُ فَجَوَاتٌ





[1] البقرہ:١٩٩

وَفِجَاءٌ، وَكَذٰلِكَ رَكُوَةٌ وَرِكَاءٌ مَنَاصٌ لَيْسَ حِينَ فِرَارٍ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تینسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا (میں بھی وہیں موجود تھا) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس ہونے کی چال کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں اٹھا کر چلتے تھے ذرا تیز، لیکن جب جگہ پاتے (ہجوم نہ ہوتا) تو تیز چلتے تھے، ہشام نے کہا کہ «عنق» تیز چلنا اور «نص» «عنق» سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ «فجوة» کے معنی کشادہ جگہ، اس کی جمع «فجوات» اور «فجاء» ہے جیسے زکوۃ مفرد «زکاء» اس کی جمع اور سورۂ ص میں «مناص» کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی بھاگنا ہے۔

یعنی عرفات سے واپس لوٹتے وقت کس چال چلنا چاہیے، حدیث میں ہے: "کان یسیر العنق" آپ تیز چلتے تھے، "فإذا وَجَدَ فجوۃ نصَّ" جب آپ کشادہ جگہ پاتے تو سواری کو دوڑاتے، نص، عنق سے بڑھ کر ہے۔

قولہٗ مناص ای لیس حین فرار۔ یہ سورۂ ص میں آنے والے لفظ "ولات حین مناص" کا معنٰی ذکر کیا ہے "أَيْ لَيْسَ حِيْنَ فرار" نص کا لفظ مضاعف ہے اور مناص کا لفظ معتل عین ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناص کا معنٰی "فرار" کر کے بتایا ہے کہ یہ لفظ نص سے مشتق نہیں ہے کیونکہ نص کا معنی تو تیز چلنا ہے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بخاری نے مناص کو نص سے مشتق سمجھ لیا ہے یہ ان کی غلطی ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کا مختلف معنٰی کر کے بتا دیا ہے کہ دونوں کا مادہ ایک نہیں ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ امام بخاری دونوں لفظوں میں نون اور صاد کی مناسبت کے لیے اسے لائے ہیں۔

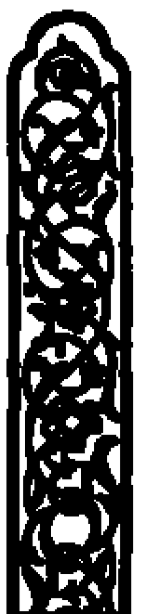


٩٣-بَابُ النُّزُولِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ:

باب: عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا

١٦٦٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُصَلِّي؟ فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحیٰی بن سعید نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (راہ میں) ایک گھاٹی کی طرف مڑے اور وہاں قضائے حاجت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی) نماز پڑھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم



نے فرمایا نماز آگے چل کر پڑھی جائے گی۔ (یعنی عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے قضائے حاجت وغیرہ کے لیے راستہ میں رکنے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

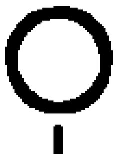
١٦٦٨: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: "كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَدْخُلُ فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں آکر نماز مغرب اور عشاء ملا کر ایک ساتھ پڑھتے، البتہ آپ اس گھاٹی میں بھی مڑتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مڑے تھے۔ وہاں آپ قضائے حاجت کرتے پھر وضو کرتے لیکن نماز نہ پڑھتے، نماز آپ مزدلفہ میں آکر پڑھتے تھے۔

١٦٦٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: "رَدِفْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا، فَقُلْتُ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ".



ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن حرملہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ میں عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ مزدلفہ کے قریب بائیں طرف جو گھاٹی پڑتی ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو بٹھایا پھر پیشاب کیا اور تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلکا سا وضو کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اور نماز؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے۔ (یعنی مزدلفہ میں پڑھی جائے گی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے جب مزدلفہ میں آئے تو (مغرب اور عشاء کی) نماز (ملا کر) پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح (یعنی دسویں تاریخ) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سوار ہوئے۔







١٦٧٠: قَالَ كُرَيْبٌ: فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ، أَنَّ

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ.

کریب نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فضل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برابر لبیک کہتے رہے تا آنکہ جمرہ عقبہ پر پہنچ گئے (اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں ماریں)۔

۹۴-بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الإِفَاضَةِ، وَإِشَارَتِهِ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ:

باب: عرفات سے لوٹتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو سکون واطمینان کی ہدایت کرنا اور کوڑے سے اشارہ کرنا

١٦٧١: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى وَالِبَةَ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلإِبِلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ، وَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالإِيضَاعِ أَوْضَعُوا أَسْرَعُوا خِلَالَكُمْ مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ، وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا بَيْنَهُمَا".



ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سوید نے بیان کیا، کہا مجھ سے مطلب کے غلام عمرو بن ابی عمرو نے بیان کیا، انہیں والبہ کوفی کے غلام سعید بن جبیر نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سخت شور (اونٹ ہانکنے کا) اور اونٹوں کی مار دھاڑ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ لوگو! آہستگی ووقار اپنے اوپر لازم کرلو، (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (سورۃ البقرہ میں) «أوضعوا» کے معنی ریشہ دوانیاں کریں، «خلالکم» کا معنی تمہارے بیچ میں، اسی سے (سورۃ الکہف) میں آیا ہے «وفجرنا خلالهما» یعنی ان کے بیچ میں۔





سکون اور آرام سے چلنے سے مراد یہ ہے کہ دوڑنا نہیں چاہیے، ورنہ نبی اکرم ﷺ ذرا تیز چلا کرتے تھے۔

۹۵-بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ:

باب: مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھنا



١٦٧٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ

،عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: "دَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ، فَنَزَلَ الشِّعْبَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ، فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے کہا، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں کریب نے، انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میدان عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر گھاٹی میں اترے (جو مزدلفہ کے قریب ہے) وہاں پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا (خوب پانی نہیں بہایا ہلکا وضو کیا) میں نے نماز کے متعلق عرض کی تو فرمایا کہ نماز آگے ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ تشریف لائے وہاں پھر وضو کیا اور پوری طرح کیا پھر نماز کی تکبیر کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ ڈیروں پر بٹھا دیئے پھر دوبارہ نماز عشاء کے لیے تکبیر کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت یا نفل) نماز نہیں پڑھی تھی۔

٩٦-بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ:

باب: مغرب اور عشاء مزدلفہ میں ملا کر پڑھنا اور سنت وغیرہ نہ پڑھنا

١٦٧٣: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا، وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا".

ہم سے آدم بن ابی العلاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مزدلفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں تھیں ہر نماز الگ الگ تکبیر کے ساتھ نہ ان دونوں کے درمیان کوئی نفل وسنت پڑھی تھی اور نہ ان کے بعد۔

١٦٧٤: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَطْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ".

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن یزید خطمی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں آکر مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ملا کر پڑھا تھا۔

٩٧-بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا:

باب: جس نے کہا کہ ہر نماز کے لیے اذان اور تکبیر کہنی چاہئے اس کی دلیل

١٦٧٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: حَجَّ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ، فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشَّى، ثُمَّ أَمَرَ أُرَى فَأَذَّنَ وَأَقَامَ. قَالَ عَمْرٌو: لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ، قَالَ: "إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ". قَالَ عَبْدُ اللهِ: هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا، صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ". قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.



ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسحٰق عمرو بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا، آپ کے ساتھ تقریباً عشاء کی اذان کے وقت ہم مزدلفہ میں بھی آئے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اذان اور تکبیر کہی اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر دو رکعت (سنت) اور پڑھی اور شام کا کھانا منگوا کر کھایا۔ میرا خیال ہے (راوی حدیث زہیر کا) کہ پھر آپ نے حکم دیا اور اس شخص نے اذان دی اور تکبیر کہی عمرو (راوی حدیث)۔ نے کہا میں یہی سمجھتا ہوں کہ شک زہیر (عمرو کے شیخ) کو تھا، اس کے بعد عشاء کی نماز دو رکعت پڑھی۔ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (طلوع فجر ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ صرف دو نمازیں (آج کے دن) اپنے معمولی وقت سے ہٹادی جاتی ہیں۔ جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے ساتھ ملا کر) پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز طلوع فجر کے ساتھ ہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔



مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کہی جائے گی۔ یہ بخاری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، کیونکہ مزدلفہ میں دو نمازیں یوں جمع نہیں ہوتیں کہ مغرب کی نماز کے فوراً بعد عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہو، اس طرح اگر دو نمازیں جمع کی جائیں تو دوسری نماز کے لیے اذان کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ دونوں نمازوں کے درمیان کچھ وقفہ ہوتا ہے۔ اور اس وقفہ میں سواریوں سے سامان اتارا جاتا ہے، اس کے بعد وقفے سے عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہے، اس لیے دوسری نماز کے لیے اذان کہنے کی ضرورت ہوتی ہے، بعض علماء تو دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان کے ہی قائل ہیں۔ لیکن بخاری رحمہ اللہ نے مزدلفہ میں دو اذانیں اختیار کی ہیں، اور اقامت دونوں نمازوں کے لیے الگ الگ ہوگی، اگرچہ ایک اذان ہی کہی جائے۔

قولہٗ الا ھذہ الصلاۃ فی ھذا المکان۔ اس سے احناف نمازِ فجر کے لیے غلس کی نفی پر استدلال کرتے ہیں، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ کبھی بھی نماز اس وقت نہیں پڑھی ہاں مزدلفہ میں پڑھی ہے، حالانکہ یہ حدیث غلس کے خلاف نہیں ہے، آپ نے نماز تبین کے بعد پڑھی ہے، اور تبین کے بعد غلس ختم نہیں ہوتا، غلس میں آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت ہوتا ہے، دس بارہ منٹ لیٹ بھی کرلیا جائے تو غلس ہی ہوتا ہے۔

۹۸-بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ، فَيَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُونَ وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ:

باب: عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں آگے منیٰ روانہ کر دینا، وہ مزدلفہ میں ٹھہریں اور دعا کریں اور چاند ڈوبتے ہی چل دیں

۱٦٧٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ، فَيَقِفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُونَ اللهَ مَا بَدَا لَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُونَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَدِمُوا رَمَوُا الْجَمْرَةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: أَرْخَصَ فِي أُولَئِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن یونس نے بیان کیا، اور ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزوروں کو پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس آکر ٹھہرتے اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے ٹھہرنے اور لوٹنے سے پہلے ہی (منیٰ) آجاتے تھے، بعض تو منیٰ فجر کی نماز کے وقت پہنچتے اور بعض اس کے بعد، جب منیٰ پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کے لیے یہ اجازت دی ہے۔

عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ میں تھوڑی دیر ٹھہر کر آگے منیٰ میں چلے جانے کی اجازت ہے۔ ان کے علاوہ باقی لوگوں کو رات مزدلفہ میں رہنا ضروری ہے، جو شخص مزدلفہ میں رات نہ ٹھہرے علقمہ، نخعی، اور شعبی کے نزدیک اس کا حج نہیں ہوگا، عطاء اور زہری کے نزدیک اس پر دم دینا لازم ہے۔ لیکن کمزور لوگ، عورتیں بچے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

١٦٧٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے رات ہی میں منیٰ روانہ کر دیا تھا۔

١٦٧٨: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن ابی یزید نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کے ساتھ مزدلفہ کی رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا۔



١٦٧٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ، عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ، فَقَامَتْ تُصَلِّي، فَصَلَّتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ: يَا بُنَيَّ، هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ: لَا. فَصَلَّتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ: يَا بُنَيَّ، هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْت: نَعَمْ، قَالَتْ: فَارْتَحِلُوا، فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا، فَقُلْتُ لَهَا: يَا هَنْتَاهُ مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا، قَالَتْ: يَا بُنَيَّ، "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ".

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید بن قطان نے، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ ان سے اسماء کے غلام عبداللہ نے بیان کیا کہ ان سے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہ وہ رات ہی میں مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں، کچھ دیر تک نماز پڑھنے کے بعد پوچھا بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا کہ نہیں، اس لیے وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر بعد پھر پوچھا کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا کہ اب آگے چلو (منیٰ کو) چنانچہ ہم ان کے ساتھ آگے چلے، وہ (منیٰ میں) رمی جمرہ کرنے کے بعد پھر واپس آ گئیں اور صبح کی نماز اپنے ڈیرے پر پڑھی میں نے کہا جناب! یہ کیا بات



ہوئی کہ ہم نے اندھیرے ہی میں نماز پڑھ لی۔ انہوں نے کہا بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

قولہ أذِنَ للظُّعنِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل عذر کے لیے سورج نکلنے سے پہلے بھی کنکریاں مار لینا درست ہے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

قولہ یا ھنتاہ أی یا ھٰذہ۔

١٦٨٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمْعٍ، وَكَانَتْ ثَقِيلَةً ثَبْطَةً فَأَذِنَ لَهَا".

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزدلفہ کی رات عام لوگوں سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت چاہی آپ رضی اللہ عنہا بھاری بھر کم بدن کی عورت تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

١٦٨١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتِ امْرَأَةً بَطِيئَةً فَأَذِنَ لَهَا فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ فَلَأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے افلح بن حمید نے، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب ہم نے مزدلفہ میں قیام کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں کے اژدہام سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت دے دی تھیں، وہ بھاری بھر کم بدن کی خاتون تھیں، اس لیے آپ نے اجازت دے دی چنانچہ وہ اژدہام سے پہلے روانہ ہو گئیں۔ لیکن ہم وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اگر میں بھی سودہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیتی تو مجھ کو تمام خوشی کی چیزوں میں یہ بہت ہی پسند ہوتا۔

٩٩- بَابُ مَنْ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ:

باب: فجر کی نماز مزدلفہ ہی میں پڑھنا

١٦٨٢: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ:

حَدَّثَنِي عُمَارَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْعَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً بِغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا".

ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمارہ نے عبدالرحمٰن بن یزید سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ دو نمازوں کے سوا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور کوئی نماز بغیر وقت نہیں پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھیں اور فجر کی نماز بھی اس دن (مزدلفہ میں) معمول کے وقت سے پہلے ادا کی۔

قوله صلى الفجر قبل ميقاتها۔ نماز اپنے وقت پر ہی پڑھی تھی، اور یہاں "میقات" سے مراد میقاتِ معہود ہے یعنی وقت معہود سے پہلے پڑھی، اس جگہ کے علاوہ اتنی جلدی یہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

١٦٨٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى مكة، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُولُ: طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتِمُوا وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ". ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ، فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ.



ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے ابواسحٰق نے، ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے (حج شروع کیا) پھر جب ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہر نماز ایک الگ اذان اور ایک الگ اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان میں کھایا، پھر طلوع صبح کے ساتھ ہی آپ نے نماز فجر پڑھی، کوئی کہتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہو گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ دونوں نمازیں اس مقام سے ہٹادی گئیں ہیں، یعنی مغرب اور عشاء، مزدلفہ میں اس وقت داخل ہوں کہ اندھیرا ہو جائے اور فجر کی نماز اس وقت۔ پھر عبداللہ اجالے تک وہیں مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور کہا کہ اگر



امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت چلیں تو یہ سنت کے مطابق ہوگا۔ (حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ ان کی زبان سے پہلے نکلے یا عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی پہلے شروع ہوئی، آپ دسویں تاریخ تک جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

١٠٠۔ بَابُ مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ:

باب: مزدلفہ سے کب چلا جائے؟

١٦٨٤: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ، يَقُولُ: شَهِدْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: "إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَيَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحٰق نے، انہوں نے عمرو بن میمون کو یہ کہتے سنا کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا، نماز کے بعد آپ ٹھہرے اور فرمایا کہ مشرکین (جاہلیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے کہتے تھے اے ثبیر! تو چمک جا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

شرح بخاری

قولہ أشرق ثبير۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ثبیر مشہور پہاڑ ہے جو مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے بائیں جانب ہے۔ یہاں ثبیر نامی آدمی دفن ہوا تھا اس کے نام پر یہ پہاڑ مشہور ہے، مزدلفہ سے منیٰ کے لیے سورج نکلنے سے پہلے چل پڑنا چاہیے جیسا کہ مسلم میں ہے: " فلم يزل واقفًا حتّٰى اسفر جدًّا فدَفَعَ قبل أن تطلع الشمس "[1] اہل جاہلیت سورج نکلنے کے بعد یہاں سے چلتے تھے، اسلام نے سورج نکلنے سے پہلے اسفار ہونے پر یہاں سے چلنے کا حکم دیا ہے۔

١٠١۔ بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ، حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ، وَالِارْتِدَافِ فِي السَّيْرِ:

باب: دسویں تاریخ کو صبح تک تکبیر اور لبیک کہتے رہنا جمرہ عقبہ کی رمی تک اور چلتے ہوئے (سواری پر کسی کو) اپنے پیچھے بٹھالینا

١٦٨٥: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَ الْفَضْلَ،

[1] صحیح مسلم: ١٢١٨ (١٤٧)

فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ".

ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء نے، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزدلفہ سے لوٹتے وقت) فضل (بن عباس رضی اللہ عنہما) کو اپنے پیچھے سوار کرایا تھا۔ فضل رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

قولہ فلم یزل یلبی حتی رمی الجمرۃ۔ بعض علماء کے نزدیک جمرہ کی طرف پہلا کنکر پھینکنے سے لبیک کہنا بند ہو جاتا ہے، اور بعض کے نزدیک آخری جمرے کی رمی تک لبیک کہی جاسکتی ہے۔ اور دس ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد رمی کی جائے گی۔

١٦٨٦-١٦٨٧: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ: فَكِلَاهُمَا قَالَا: "لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ".



ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے یونس ایلی نے، ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے مزدلفہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے منی جاتے وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی تک مسلسل لبیک کہتے رہے۔

١٠٢-بَابٌ: {فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ}:

باب: (سورۃ البقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں) پس جو شخص تمتع کرے حج کے ساتھ عمرہ کا یعنی حج تمتع کر کے فائدہ اٹھائے تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور اگر کسی کو قربانی میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ایام حج میں اور سات دن کے روزے گھر واپس ہونے پر رکھے، یہ پورے دس دن (کے روزے) ہوئے، یہ آسانی ان لوگوں کے



لیے ہے جن کے گھر والے مسجد کے پاس نہ رہتے ہوں۔

١٦٨٨: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، قَالَ: "سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ، فَأَمَرَنِي بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ، قَالَ: وَكَأَنَّ نَاسًا كَرِهُوهَا فَنِمْتُ، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِي حَجٌّ مَبْرُورٌ وَمُتْعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"، قَالَ: وَقَالَ آدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ وَغُنْدَرٌ: عَنْشُعْبَةَ، عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ وَحَجٌّ مَبْرُورٌ".

ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہیں نضر بن شمیل نے خبر دی، انہیں شعبہ نے خبر دی، ان سے ابوجمرہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے قربانی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تمتع میں ایک اونٹ، یا ایک گائے یا ایک بکری (کی قربانی واجب ہے) یا کسی قربانی (اونٹ، یا گائے بھینس کی) میں شریک ہو جائے، ابوجمرہ نے کہا کہ بعض لوگ تمتع کو ناپسندیدہ قرار دیتے تھے۔ پھر میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے یہ حج مبرور ہے اور یہ مقبول تمتع ہے۔ اب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ تو ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کہا کہ وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے «عمرة متقبلة، وحج مبرور» (اس میں عمرہ کا ذکر پہلے ہے یعنی یہ عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے)۔

جو شخص شوال یا ذی قعدہ یا عشرہ ذی الحجہ میں عمرہ کرلے اور وہیں رہے اور حج بھی کرلے تو یہ متمتع ہوگا اس پر قربانی بھی آجاتی ہے: "ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام" کا حنفی یہ معنی کرتے ہیں کہ مکہ کا رہنے والا حج تمتع نہیں کرسکتا، اور شافعی معنی کرتے ہیں کہ مکی پر قربانی نہیں آتی۔

قولہ فأمرني بها حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حج تمتع کے قائل تھے، وہ کہتے تھے جب کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر آئے اور اس کے پاس قربانی نہ ہو تو مکے میں آکر عمرہ کرکے حلال ہو جائے، حتی کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ طواف کرنے کے بعد ہی حلال ہو جائے، دوسرے صحابہ کرام اس کے خلاف تھے وہ کہتے تھے کہ جو احرام باندھا ہو اسے ہی پورا کرنا چاہیے، امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ حج کا احرام باندھ کر آئے اور قربانی نہ ہو تو عمرہ کرکے حلال ہو جائے جیسا کہ ابوداؤد میں آتا ہے [1]، دوسرے امام کہتے ہیں کہ جو احرام باندھا ہے وہی پورا کرے، اگر مفرد ہے تو حج کرے، اور اگر قارن ہے تو حج قران کرے اور اگر متمتع ہے تو عمرہ کرکے حلال ہو جائے، احناف کے نزدیک اگر اس کے پاس

[1] سنن ابی داود: ١٨٠٥

قربانی نہ ہو تو حلال ہوگا اور اگر قربانی کا جانور اس کے پاس ہے تو احرام کی حالت میں ہی رہے گا۔

۱۰۳۔ بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ:

باب: قربانی کے جانور پر سوار ہونا (جائز ہے)

لِقَوْلِهِ: وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٣٦ لَنْ يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ٣٧ سورة الحج آية ٣٦-٣٧، قَالَ مُجَاهِدٌ: سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا، وَالْقَانِعُ: السَّائِلُ، وَالْمُعْتَرُّ: الَّذِي يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ، وَشَعَائِرُ اسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا، وَالْعَتِيقُ عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، وَيُقَالُ: وَجَبَتْ سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ.

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج میں فرمایا ہم نے قربانیوں کو تمہارے لیے اللہ کے نام کی نشانی بنایا ہے، تمہارے واسطے ان میں بھلائی ہے سو پڑھوان پر اللہ کا نام قطار باندھ کر، پھر وہ جب گر پڑیں اپنی کروٹ پر (یعنی ذبح ہو جائیں) تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے دونوں طرح کے فقیروں کو، اسی طرح تمہارے لیے حلال کر دیا ہم نے ان جانوروں کو تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا خون، لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ، اس طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ تم کو اس نے راہ دکھائی اور بشارت سنا دے نیکی کرنے والوں کو۔ مجاہد نے کہا کہ قربانی کے جانور کو «بدنہ» اس کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، «قانع» سائل کو کہتے ہیں اور «معتر» جو قربانی کے جانور کے سامنے سائل کی صورت بنا کر آ جائے خواہ غنی ہو یا فقیر، «شعائر» کے معنی قربانی کے جانور کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور اسے موٹا بنانا ہے۔ «عتیق» (خانہ کعبہ کو کہتے ہیں) بوجہ ظالموں اور جابروں سے آزاد ہونے کے، جب کوئی چیز زمین پر گر جائے تو کہتے ہیں «وجبت» اسی سے «وجبت الشمس» آتا ہے یعنی سورج ڈوب گیا۔

قولہ سمیت البدن لبدنہا۔ یعنی اونٹوں کے موٹا ہونے کی وجہ سے انہیں "بدن" کہا جاتا ہے۔

قولہ والمعتر معتر وہی ہے جو قربانی کے جانور کے پاس گھومتا رہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر۔

قولہ شعائر اللہ سے مراد قربانی کے جانوروں کو موٹا کرنا اور انہیں اچھا بنانا ہے۔

١٦٨٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: ارْكَبْهَا، فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ: ارْكَبْهَا، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: ارْكَبْهَا،

وَيْلَكَ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جانا۔ اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا افسوس! سوار بھی ہو جاؤ (« ویلک » آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا۔

"بدنۃ" اونٹنی کو کہتے ہیں۔ بعض اس لفظ کو گائے پر بھی استعمال کر لیتے ہیں، لیکن اس کا اکثر اطلاق اونٹ پر ہی ہوتا ہے، لہٰذا جس اونٹ یا اونٹنی کو قربانی کے لیے لے جایا جائے اسے "بدنہ" کہا جاتا ہے، اگر کسی کے پاس سواری نہ ہو تو وہ بدنہ پر سوار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، احناف کے نزدیک اگر وہ اتنا عاجز آ جائے کہ چل نہ سکے تو سوار ہو جائے۔ شافعی کہتے ہیں کہ اگر اس کے پاس دوسری سواری نہ ہو تو سوار ہو سکتا ہے، ورنہ سوار نہ ہو ان کے نزدیک "الجاء" سے یہی مراد ہے کہ اس کے پاس دوسری سواری نہ ہو، احناف کے نزدیک الجاء سے مراد یہ ہے کہ وہ چلنے سے عاجز آ جائے، ابن حزم رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ بدنہ پر سوار ہونا واجب ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونے کا حکم دیا ہے اور آپ نے "وَيْلَكَ" بھی کہا ہے، اس لیے سوار ہونا فرض ہو گیا ہے، اگر آپ نے یہ دعا نہ کی ہوتی کہ اے اللہ اگر میں کسی کے لیے بتقاضائے بشریت بد دعا کر دوں، تو میری اس بد دعا کو اس کے لیے رحمت و قربت میں تبدیل کر دینا[1]، تو وہ شخص ہلاک ہو جاتا، لیکن یہ ان کی ظاہریت ہے۔

١٦٩٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: ارْكَبْهَا، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: ارْكَبْهَا، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: ارْكَبْهَا ثَلَاثًا".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لیے جا رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو جا اس نے پھر عرض کیا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا کہ سوار ہو جا۔

[1] صحیح بخاری: ٦٣٦١

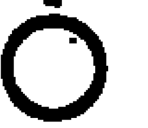
۱۰۴-بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ:

باب: اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے

۱۶۹۱: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "تَمَتَّعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَالَ لِلنَّاسِ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعًا فَرَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ".



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحلیفہ سے اپنے ساتھ قربانی لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کے لیے احرام باندھا، پھر حج کے لیے لبیک پکارا۔ لوگوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے حج کیا، لیکن بہت سے لوگ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے گئے تھے اور بہت سے نہیں لے گئے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کہا کہ جو شخص قربانی ساتھ لایا ہو اس کے لیے حج پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز حلال نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے اوپر (احرام کی وجہ سے) حرام کر لیا ہے لیکن جن کے ساتھ قربانی نہیں ہے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لیں اور صفا اور مروہ کی سعی کر کے بال ترشوا لیں اور حلال ہو جائیں، پھر حج کے لیے (از سر نو آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھیں) ایسا شخص اگر قربانی نہ پائے تو







تین دن کے روزے حج ہی کے دنوں میں اور سات دن کے روزے گھر واپس آکر رکھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا پھر حجر اسود کو بوسہ دیا، تین چکروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل کیا اور باقی چار میں معمولی رفتار سے چلے، پھر بیت اللہ کا طواف پورا کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی سلام پھیر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی کی طرف آئے اور صفا اور مروہ کی سعی بھی سات چکروں میں پوری کی۔ جن چیزوں کو (احرام کی وجہ سے اپنے پر) حرام کر لیا تھا ان سے اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلال نہیں ہوئے جب تک حج بھی پورا نہ کر لیا اور یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں قربانی کا جانور بھی ذبح نہ کر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ واپس) آئے اور بیت اللہ کا جب طواف افاضہ کر لیا تو ہر وہ چیز آپ کے لیے حلال ہو گئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی جو لوگ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

١٦٩٢: وَعَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



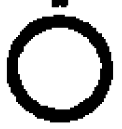
عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کی خبر دی کہ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا تھا، بالکل اسی طرح جیسے مجھے سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی تھی۔

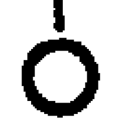
شرح بخاری

١٠٥۔بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيقِ:

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے قربانی کا جانور راستے میں خریدا

١٦٩٣: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِأَبِيهِ: أَقِمْ فَإِنِّي لَا آمَنُهَا أَنْ سَتُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ، قَالَ: إِذًا أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ قَالَ اللهُ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ٢١، فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ. فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنَ الدَّارِ، قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، وَقَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ، ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا".







ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے بیان کیا

کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے کہا (جب وہ حج کے لیے نکل رہے تھے) کہ آپ نہ جائیے کیوں کہ میرا خیال ہے کہ (بدامنی کی وجہ سے) آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر میں بھی وہی کام کروں گا جو (ایسے موقعہ پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے میں اب تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے، چنانچہ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا، انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ نکلے اور جب بیداء پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں تو ایک ہی ہیں اس کے بعد قدید پہنچ کر ہدی خریدی پھر مکہ آ کر دونوں کے لیے طواف کیا اور درمیان میں نہیں بلکہ دونوں سے ایک ہی ساتھ حلال ہوئے۔

اگر کسی شخص کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ کونسا احرام باندھے اس میں اختلاف ہے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اگر قربانی نہ ہو تو عمرہ کا احرام باندھے اور اگر قربانی ہو تو قارن بن سکتا ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک جو چاہے کر سکتا ہے۔

۱۰۶۔ بَابُ مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ:

باب: جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قلادہ پہنایا پھر احرام باندھا!



وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِينَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ يَطْعُنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر جاتے تو ذوالحلیفہ سے اسے ہار پہنا دیتے اور اشعار کر دیتے اس طرح کہ جب اونٹ اپنا منہ قبلہ کی طرف کئے بیٹھا ہوتا تو اس کے داہنے کوہان میں نیزے سے زخم لگا دیتے۔

١٦٩٤-١٦٩٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ، قَالَا: "خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ".

ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، اور ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور مروان نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ سے تقریباً اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ (حج کے لیے نکلے) جب ذی الحلیفہ پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا۔



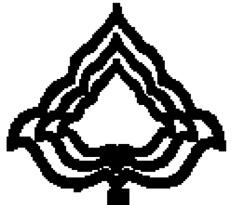
اشعار سے مراد یہ ہے کہ هدی کی کوہان میں چھری کے ساتھ زخم کر کے خون اس کی کوہان اور گردن پر مل دینا۔ اور

یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ بیت اللہ کا جانور ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اشعار نہیں کرنا چاہیے، لیکن طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اشعار کے قائل ہیں صرف گہرا اشعار کرنے سے انہوں نے انکار کیا ہے، جس میں جانور کے بیمار ہونے کا ڈر ہو۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ طحاوی چونکہ اعرف بالمذہب ہے اس کی بات کا اعتبار کرنا چاہیے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو منکر اشعار نہیں بنانا چاہیے۔

١٦٩٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے افلح نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے خود بٹے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہار پہنایا، اشعار کیا، ان کو مکہ کی طرف روانہ کیا پھر بھی آپ کے لیے جو چیزیں حلال تھیں وہ (احرام سے پہلے صرف ہدی سے) حرام نہیں ہوئیں۔

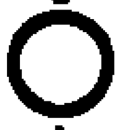
١٠٧۔ بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ:



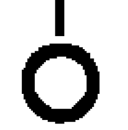
باب: گائے اونٹ وغیرہ قربانی کے جانوروں کے قلاوے بٹنے کا بیان

١٦٩٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ، قَالَ: "إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے کہ مجھے نافع نے خبر دی انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہا میں نے کہا: یارسول اللہ! اور لوگ تو حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بالوں کو جمالیا ہے اور اپنی ہدی کو قلادہ پہنا دیا ہے، اس لیے جب تک حج سے بھی حلال نہ ہو جاؤں میں (درمیان میں) حلال نہیں ہو سکتا۔ (گوند لگا کر سر کے بالوں کا جمالینا اس کو تلبید کہتے ہیں)۔



١٦٩٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وعن عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ".





ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبد الرحمٰن نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ سے ہدی ساتھ لے کر چلتے تھے اور میں ان کے قلادے بٹا کرتی تھی پھر بھی آپ (احرام باندھنے سے پہلے) ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پرہیز کرتا ہے۔

قولہ ثم لا یجتنب شیئًا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح محرم پر بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جیسے شکار کرنا، خوشبو استعمال کرنا، بیوی کے پاس جانا، یہ چیزیں قربانی بھیجنے والے پر حرام نہیں ہوں گی، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہو تو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر ناخن یا بال وغیرہ نہ اتارے [1]، یہ الگ مسئلہ ہے اور اس میں اختلاف ہے اہل ظاہر کے نزدیک یہ بھی حرام ہیں، دیگر علماء کہتے ہیں حرام نہیں بچنا بہتر ہے۔

۱۰۸۔بَابُ إِشْعَارِ الْبُدْنِ:

باب: قربانی کے جانور کا اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ: عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

اور عروہ نے مسور سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہار پہنایا اور اس کا اشعار کیا، پھر عمرہ کے لیے احرام باندھا تھا۔

۱۶۹۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا أَوْ قَلَّدْتُهَا، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى البيت وَأَقَامَ بالمدينة، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ".



ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے قلادے خود بٹے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشعار کیا اور ہار پہنایا، یا میں نے ہار پہنایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے لیے انہیں بھیج دیا اور خود مدینہ میں ٹھہر گئے لیکن کوئی بھی ایسی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرام نہیں ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال تھی۔



حافظ رحمہ اللہ نے اشعار کے فوائد ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اس جانور کے ھدی ہونے کی علامت ہوتی ہے، اگر یہ جانور دیگر جانوروں میں خلط ملط ہو جائے تو اشعار کو دیکھ کر تمیز ہو سکتی ہے اور اگر ھدی گم ہو جائے تو اشعار کے ذریعے سے اسے پہچانا جا سکتا ہے، اور اگر کہیں راستے میں اس ھدی کو کسی وجہ سے ذبح کر کے چھوڑنا پڑے تو غریب اور مسکین لوگ اشعار دیکھ کر اسے پہچان لیں گے کہ یہ ھدی ہے اور اسے استعمال میں لے آئیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں شرع کے شعار کی تعظیم بھی پائی جاتی ہے۔

[1] مسلم (۴۰) ۱۹۷۷

١٠٩- بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ:

باب: اس کے بارے میں جس نے اپنے ہاتھ سے (قربانی کے جانوروں کو) قلائد پہنائے

١٧٠٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ: عَمْرَةُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے خبر دی، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ زیاد بن ابی سفیان نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس نے ہدی بھیج دی اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو ایک حاجی پر حرام ہوتی ہیں تا آنکہ اس کی ہدی کی قربانی کر دی جائے، عمرہ نے کہا کہ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کہا مسئلہ اس طرح نہیں ہے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے قلادے اپنے ہاتھوں سے خود بٹے ہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے ان جانوروں کو قلادہ پہنایا اور میرے والد محترم (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ انہیں بھیج دیا لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کیا جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کی تھی، اور ہدی کی قربانی بھی کر دی گئی۔

قولہ حتی نحر الهدی یہ غایت اس لیے ذکر کی ہے کہ یہ چیزیں ھدی کے نحر ہونے تک ہی حرام ہوتی ہیں، اس کے بعد حرام نہیں رہتیں، ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ ھدی کے نحر کے بعد پھر حرام ہو جائیں۔

١١٠- بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ:

باب: بکریوں کو ہار پہنانے کا بیان

اس سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ بکریوں کو ھدی بنایا جائے تو انہیں بھی قلادہ ڈالا جا سکتا ہے، بعض کہتے ہیں، بکریوں

کو قلادہ نہیں ڈالنا چاہیے، کیونکہ وہ کمزور ہوتی ہیں، حالانکہ حدیث سے یہ ثابت ہے۔

١٧٠١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا".

ہم سے نعیم نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے (بیت اللہ) بکریاں بھیجی تھیں۔

١٧٠٢: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ، وَيُقِيمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے قلادہ خود بٹا کرتی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کو بھی قلادہ پہنایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے گھر اس حال میں مقیم تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلال تھے۔

١٧٠٣: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ. ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ بِهَا، ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا".



ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے حماد نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہیں سفیان نے خبر دی، انہیں منصور نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریوں کے قلادے خود بٹا کرتی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں (بیت اللہ کے لیے) بھیج دیتے اور خود حلال ہی ہونے کی حالت میں اپنے گھر ٹھہر رہتے۔

١٧٠٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي الْقَلَائِدَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ".



ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عامر نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے لیے خود قلادے

بٹے ہیں۔ ان کی مراد احرام سے پہلے کے قلادوں سے تھی۔

۱۱۱-بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ:

باب: اون کے ہار بٹنا

۱۷۰۵: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِي".

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے قاسم نے بیان کیا، ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس جو اون تھی ان کے ہار میں نے قربانی کے جانوروں کے لیے خود بٹے تھے۔

۱۱۲-بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ:

باب: جوتوں کا ہار ڈالنا

۱۷۰۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، قَالَ: ارْكَبْهَا، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: ارْكَبْهَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَايِرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا"، تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں یحییٰ بن ابی کثیر نے، انہیں عکرمہ نے، انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ لیے جا رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا، اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ سوار ہو جا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا ہے اور جوتے (کا ہار) اس اونٹ کے گردن میں ہے۔ اس روایت کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے۔ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، ہم کو علی بن مبارک نے خبر دی، انہیں یحییٰ نے انہیں عکرمہ نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (مثل سابق حدیث کے)۔

شرح بخاری

یہ پرانا رواج چلا آرہا تھا، کیونکہ لوگ عام طور پر بیت اللہ کی طرف ننگے پاؤں جایا کرتے تھے، اس لیے اپنے جوتے اتار کر ھدی کے گلے میں ڈال دیتے تھے، تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ حج کے لیے جا رہا ہے اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ شعار ہی بن گیا، اب بھی شعار ہونے کی بنا پر اس پر عمل کیا جا سکتا ہے، لیکن ننگے پاؤں چل کر جانا

مشروع نہیں ہے۔

۱۱۳۔بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ:

باب: قربانی کے جانوروں کے لیے جھول کا ہونا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ، وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ، ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف کوہان کی جگہ کے جھول کو پھاڑتے اور جب اس کی قربانی کرتے تو اس ڈر سے کہ کہیں اسے خون خراب نہ کردے جھول اتار دیتے اور پھر اس کو بھی صدقہ کر دیتے۔

۱۷۰۷: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا".

ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے مجاہد نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا جن کی قربانی میں نے کر دی تھی۔



قربانی کے جانوروں پر خوبصورت اور رنگدار کپڑے ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب"① اور ان پر خوبصورت کپڑے ڈالنا بھی ایک قسم کی تعظیم ہے۔

قولہ أن أتصدق بجلال البدن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اون یا چمڑا خود بھی استعمال کر سکتا ہے۔ مثلاً کھال کا مصلّی بنا سکتا ہے، لیکن بیچنے سے منع کیا گیا ہے، یعنی کھال وغیرہ بیچ کر فائدہ نہیں اٹھا سکتا اسی طرح قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے، صدقہ بھی کر سکتا ہے، اور ہدیہ بھی دے سکتا ہے، ذخیرہ بھی کر سکتا ہے، لیکن گوشت کو بیچنا جائز نہیں ہے، احناف کے ہاں گوشت بیچ سکتا ہے لیکن پیسوں کے عوض نہ بیچے، دانوں وغیرہ کے عوض بیچ لے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، ہدایہ میں بھی حدیث ذکر کی ہے: "من باع جلد أضحيته فلا أضحية له" گوشت کو پیسوں کے عوض بیچنا تو حنفی بھی منع سمجھتے ہیں، دانوں کے عوض بیچنا جائز سمجھتے ہیں، کیونکہ ایک قسم کا تبادلہ ہو جاتا ہے، چمڑے کے متعلق بھی ان کا قول یہ ہے کہ قائم رہنے والی چیز کے بدلہ میں بیچ سکتا ہے، نمک جیسی چیز کے عوض نہ بیچے، مسند احمد میں آتا ہے، قربانی کا گوشت خود کھاؤ، صدقہ کرو، ذخیرہ کرو، لیکن بیچو نہیں، چمڑے کے متعلق آتا ہے: "استمتعوا بجلودها وتصدقوا ولا تبيعوا"② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں

---

① الحج:۳۲

② مسند احمد:۱۶۲۱۱

آتا ہے کہ وہ قربانی کی کھال بیچ کر اس کی قیمت مسکینوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، ابن حزم کا قول یہ ہے کہ کھال کا بیچنا جائز ہی نہیں ہے، کیونکہ جب اس نے قربانی کر دی تو وہ اس کے ملک سے نکل جاتی ہے، گویا اس نے وہ قربانی اللہ تعالیٰ کو دے دی ہے، اب اللہ تعالیٰ نے جس قدر اجازت دی ہے اتنا ہی تصرف کرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا گوشت کھانے کی اجازت ہے، اور اس کی کھال سے مصلّیٰ بنانے کی اجازت مل گئی ہے، لیکن اس کا گوشت یا چمڑہ بیچنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں "لا تبیعوا"[1] آگیا ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ بیچ کر مساکین کو دیدے وہ "لا تبیعوا" کا معنی یہ کرتے ہیں "أي لا تبیعوا لأنفسکم" یعنی اپنے لیے نہ بیچو، مساکین کے لیے بیچ سکتے ہو، حالانکہ یہ بھی ایک تاویل ہی ہے۔

۱۱۴- بَابُ مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيقِ وَقَلَّدَهَا:

باب: اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ہدی راستہ میں خریدی اور اسے ہار پہنایا

۱۷۰۸: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: "أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُورِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَنَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سورة الأحزاب آية ۲۱، إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ، وَأَهْدَى هَدْيًا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ حَتَّى قَدِمَ فَطَافَ بالبيت وَبِالصَّفَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَقَ وَنَحَرَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَهُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: كَذَلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں حجۃ الحروریہ کے سال حج کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں میں باہم قتل و خون ہونے والا ہے اور ہم کو خطرہ اس کا ہے کہ آپ کو (مفسد لوگ حج سے) روک دیں، آپ نے جواب میں یہ آیت سنائی کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اس وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے، پھر جب آپ بیداء کے بالائی حصہ تک پہنچے تو فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ میں نے حج کو بھی جمع کر لیا ہے، پھر آپ نے ایک ہدی بھی ساتھ لے لی جسے ہار پہنایا گیا تھا۔ آپ

[1] مسند احمد: ۱۶۲۱۱

نے اسے خرید لیا یہاں تک کہ آپ مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جو چیزیں (احرام کی وجہ سے ان پر) حرام تھیں ان میں سے کسی سے قربانی کے دن تک وہ حلال نہیں ہوئے، پھر سر منڈوایا اور قربانی کی وجہ یہ سمجھتے تھے کہ اپنا پہلا طواف کر کے انہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا طواف پورا کر لیا ہے پھر آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

قولہ عام حجة الحرورية۔ اسے حروریہ کا حج مجازاً کہا گیا ہے، ورنہ یہ حروریہ کا حج نہیں تھا، عبدالملک کی طرف سے سرکش حجاج آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا، اس لیے اسے حروریہ کہا گیا ہے کہ خارجی بھی مجرم تھے اور یہ لوگ بھی مجرم تھے، اس مناسبت سے انہیں حروریہ کہا گیا ہے، حجاج اگرچہ خارجی نہیں تھا لیکن اس نے حرم کی حرمت کو پامال کیا ہے اس لیے اس کے حرم پر حملہ کو خارجیوں کے حملہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

١١٥۔بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ:

باب: کسی آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے کی قربانی کرنا



١٧٠٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا والمروة أَنْ يَحِلَّ، قَالَتْ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا ؟ قَالَ: نَحَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ"، قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ: أَتَتْكَ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں یحیٰی بن سعید نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے بتلایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حج کے لیے) نکلے تو ذی قعدہ میں سے پانچ دن باقی رہے تھے ہم صرف حج کا ارادہ لے کر نکلے تھے، جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ جب طواف کر لیں اور صفا و مروہ کی سعی بھی کر لیں تو حلال ہو جائیں گے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ قربانی کے دن ہمارے گھر گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ (لانے والے نے بتلایا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے یہ قربانی کی ہے، یحیٰی نے کہا کہ میں نے عمرہ کی یہ حدیث قاسم سے بیان کی انہوں نے کہا عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک ٹھیک



بیان کیا ہے۔
یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کرے اور ان سے اجازت نہ لی ہو تو یہ حکمی اجازت سمجھی جائے گی اور قربانی کرنا جائز ہوگا، لہٰذا بیوی کی طرف سے بدونِ اذن بھی قربانی ہوسکتی ہے، اگرچہ فرضی قربانی ہو، جیسے حج تمتع یا قران کی قربانی فرض ہوتی ہے، باقی اس بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ دم شکر ہے یا دم جبر ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ دم شکر ہے، کیونکہ قربانی کرنے والا اس میں سے کھاسکتا ہے ورنہ دم جبر سے کھانا جائز نہیں ہوتا۔
قولہ فقلت ما ھذا؟ اس سے ترجمہ باب لیا گیا ہے کہ قربانی ان کی اجازت اور ان سے پوچھے بغیر کی گئی ہے، کیونکہ اگر ان کے علم اور ان کی اجازت سے قربانی ہوتی تو ماھذا، کہہ کر دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔
بخاری رحمہ اللہ نے جو دلیل پیش کی ہے وہ صریح نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ قربانی ان سے اجازت لیکر کی ہو اور انہیں اس کا علم ہو، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تحقیق کے لیے پوچھ لیا ہو کہ یہ اجازت والی قربانی کا گوشت ہے یا اس کے علاوہ کسی جانور کا، اس لیے انہوں نے دریافت کرلیا۔ بہرحال اجازت لینے کا ذکر نہیں آیا، اجازت حکمی ہوسکتی ہے۔

۱۱۶۔بَابُ النَّحْرِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى:

باب: منیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نحر کیا وہاں نحر کرنا

۱۷۱۰: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، "أَنَّ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ"، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: مَنْحَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد بن حارث سے سنا، کہا ہم سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نحر کرنے کی جگہ نحر کرتے تھے، عبیداللہ بن بتایا کہ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نحر کرنے کی جگہ سے تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نحر کا مقام منیٰ میں جمرہ عقبہ کے قریب مسجد خیف کے پاس تھا، ویسے سارا منیٰ ہی منحر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی مقام پر نحر کرتے تھے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کیا تھا۔
قولہ فیھم الحر و المملوك قربانی بھیجنے کے لیے آزاد لوگوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ غلاموں کے ہاتھ بھی بھیجی جاسکتی ہے۔

۱۷۱۱: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، "أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ".

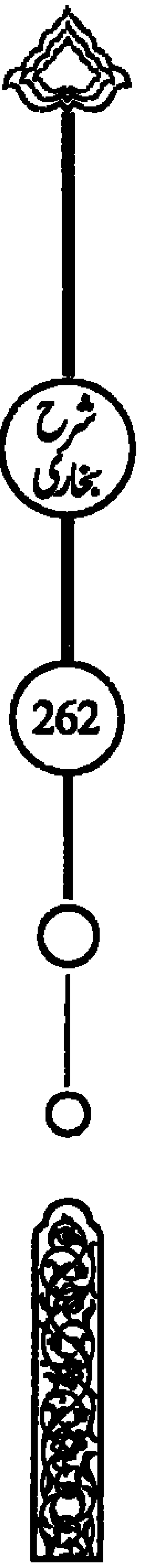
ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کے جانوروں کو مزدلفہ سے آخر رات میں منیٰ بھجوادیتے، یہ قربانیاں جن میں حاجی لوگ نیز غلام اور آزاد دونوں طرح کے لوگ ہوتے، اس مقام میں لے جاتے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نحر کیا کرتے تھے۔

۱۱۷۔بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهِ:

باب: اپنے ہاتھ سے نحر کرنا

۱۷۱۲: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: "وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بالمدينة كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مُخْتَصَرًا".

ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابوقلابہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے مختصر حدیث بیان کی اور یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ کھڑے کرکے اپنے ہاتھ سے نحر کئے اور مدینہ میں دو چتکبرے سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی۔



قولہ ونحر النبی ﷺ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کیے تھے، کچھ اونٹ آپ نے اپنے دست مبارک سے نحر کیے اور کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعاون سے قربان کیے، اب اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آپ نے خود کتنی قربانیاں کیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتنے جانور نحر کیے تھے، بعض جگہ آتا ہے کہ بتیس یا تینتیس خود کیں، اور باقی حضرت علی کے تعاون سے کیں، لیکن مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ تریسٹھ جانور آپ نے خود نحر کیے اور باقی نحر کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے[1]۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ قربانیاں آپ نے خود کی ہیں، اور تریسٹھ تک حضرت علی کے تعاون سے کیں، اور باقی صرف حضرت علی نے کی ہیں، اس حدیث میں سات کو اپنے ہاتھ سے نحر کرنے کا ذکر آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر جماعت کی صورت میں جانور پیش کیے جاتے تھے، کیونکہ ساری کی ساری قربانیاں ایک دفعہ نحر نہیں کی جاسکتیں، ایک دفعہ سات اونٹوں کی جماعت آپ پر پیش کی گئی، جنہیں آپ نے اپنے دستِ مبارک سے نحر کیا۔

۱۱۸۔بَابُ نَحْرِ الإِبِلِ مُقَيَّدَةً:

باب: اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

۱۷۱۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: "رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا،

[1] مسلم (۱۴۷) ۱۲۱۸

قَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ يُونُسَ، أَخْبَرَنِي زِيَادٌ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے زیاد بن جبیر نے کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے جو اپنا اونٹ بٹھا کر نحر کر رہا تھا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے کھڑا کر اور باندھ دے، پھر نحر کر کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ شعبہ نے یونس سے بیان کیا کہ مجھے زیادہ نے خبر دی۔

نحر اور ذبح میں فرق ہے۔ خنجر کو لبے میں مار کر دوسری طرف نکال دینا نحر کہلاتا ہے، اور ذبح یہ ہے کہ لبہ اور گھنڈی کے درمیان والی جگہ میں چھری چلانا۔

قولہ سنة محمد ﷺ یہ علی وجہ الاختصاص منصوب ہے، یا اس سے پہلے "متبعاً" مقدر ہے جس کی وجہ سے منصوب ہے، اگر اس سے قبل "فَإِنَّهَا" مقدر ہو تو اسے مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ حربی کی روایت ہے۔

یعنی اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر اور کھڑا کر کے نحر کرنا سنت ہے، اگرچہ باندھنا ضروری نہیں ہے۔

۱۱۹- بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً:

باب: اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: صَوَافَّ قِيَامًا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورۃ الحج میں) جو آیا ہے «فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف» کے معنی یہی ہیں کہ وہ کھڑے ہوں صفیں باندھ کر۔

۱۷۱۴: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَبَاتَ بِهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ، فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيعًا، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا، وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ".

ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعات۔ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں گزاری، پھر جب صبح ہوئی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تہلیل و تسبیح کرنے لگے۔ جب بیداء پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں (حج و عمرہ) کے لیے ایک ساتھ تلبیہ کہا، جب مکہ پہنچے (اور عمرہ ادا کر لیا) تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے نحر کیے اور مدینہ میں دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے۔

١٧١٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ، فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت اور عصر کی ذو الحلیفہ میں دو رکعات پڑھی تھیں۔ ایوب نے ایک شخص کے واسطہ سے بروایت انس رضی اللہ عنہ کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں رات گزاری۔ صبح ہوئی تو فجر کی نماز پڑھی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے، پھر جب مقام بیداء پہنچے تو عمرہ اور حج دونوں کا نام لے کر لبیک پکارا۔

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہی حدیث مذکور ہے جو شروع میں دیگر سند سے مروی ہے، لہٰذا حدیث سابق کو اس سے ملا کر باب سے تعلق واضح ہے۔



١٢٠-بَابُ لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا:

باب: قصاب کو بطور مزدوری اس قربانی کے جانوروں میں سے کچھ نہ دیا جائے

١٧١٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ، فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُودَهَا". قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى الْبُدْنِ، وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا.

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، کہا مجھ کو ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں مجاہد نے، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے) بھیجا۔ اس لیے میں نے ان کی دیکھ بھال کی،



پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت تقسیم کئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھول اور چمڑے بھی تقسیم کر دیئے۔ سفیان نے کہا کہ مجھ سے عبدالکریم نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کروں اور ان میں سے کوئی چیز قصائی کی مزدوری میں نہ دوں۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قصاب کو قربانی میں سے کچھ نہیں دینا چاہیے، اس سے مراد یہ ہے کہ بطورِ اجرت کے قصاب کو قربانی میں سے کچھ نہیں دینا چاہیے، اگر وہ غریب اور نادار ہو تو اس کی اُجرت کے علاوہ اُسے مستحق ہونے کی بنا پر گوشت وغیرہ دیا جاسکتا ہے، اسی طرح امام مسجد کو قربانی کی کھال اُجرت میں دینا جائز نہیں ہے، اگر نادار ہونے کی بنا پر مستحق سمجھ کر اسے کھال دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۲۱۔ بَابُ يُتَصَدَّقُ بِجُلُودِ الْهَدْيِ:

باب: قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے گی

۱۷۱۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَبْدُ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيُّ، أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُمَا، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا".

ہم سے مسدد نے بیان کیا کہا کہ، ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حسن بن مسلم اور عبدالکریم جزری نے خبر دی کہ مجاہد نے ان دونوں کو خبر دی، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی، انہیں علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کی ہر چیز گوشت چمڑے اور جھول خیرات کر دیں اور قصائی کی مزدوری اس میں سے نہ دیں۔

۱۲۲۔ بَابُ يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ:

باب: قربانی کے جانوروں کے جھول بھی صدقہ کر دیے جائیں

۱۷۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يَقُولُ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: "أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ فَأَمَرَنِي بِلُحُومِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ

بِجُلُودِهَا فَقَسَمْتُهَا".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے سیف بن ابی سلیمان نے بیان کیا، کہا میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) سو اونٹ قربان کئے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کے گوشت بانٹ دیئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جھول بھی تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں نے انہیں بھی تقسیم کیا، پھر چمڑے کے لیے حکم دیا اور میں نے انہیں بھی بانٹ دیا۔

۱۲۳۔ بَابٌ: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾:

باب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب ہم نے بتلا دیا ابراہیم کو ٹھکانا اس گھر کا اور کہہ دیا کہ شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو، اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنے والوں اور کھڑے رہنے والوں، اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے اور پکار لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیدل اور سوار ہو کر، دبلے پتلے اونٹوں پر، چلے آتے راہوں دور دراز سے کہ پہنچیں اپنے فائدوں کی جگہوں پر اور یاد کریں اللہ کا نام کئی دنوں میں جو مقرر ہیں، چوپائے جانوروں پر جو اس نے دیئے ہیں، سو ان کو کھاؤ اور کھلاؤ برے حال فقیر کو، پھر چاہئے کہ دور کریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی نذریں اور طواف کریں اس قدیم گھر (کعبہ) کا، یہ سن چکے اور جو کوئی اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں کی عزت کرے تو اس کو اپنے مالک کے پاس بھلائی پہنچے گی۔



اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کوئی حدیث نہیں لائے ہو سکتا ہے کہ ان کی شرطوں کے مطابق کوئی حدیث نہ ہو جسے یہاں لا سکیں، اس لیے قرآنی آیات کو لانے پر اکتفاء کیا ہے جو متعدد احکام پر مشتمل ہیں اور حج سے متعلق ہیں۔

۱۲۴۔ بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يَتَصَدَّقُ:

باب: قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں اور کیا خیرات کریں

وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ، وَقَالَ عَطَاءٌ: يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اور عبید اللہ نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ احرام میں کوئی شکار کرے اور اس



کا بدلہ دینا پڑے تو بدلہ کے جانور اور نذر کے جانور سے خود کچھ نہ کھائے اور باقی سب میں سے کھالے اور عطاء نے کہا تمتع کی قربانی سے کھائے اور کھلائے۔

۱۷۱۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى، فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كُلُوا وَتَزَوَّدُوا، فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا"، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَقَالَ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ، قَالَ: لَا.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت منیٰ کے بعد تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا کہ کھاؤ بھی اور توشہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ، چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لائے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے، انہوں نے کہا نہیں ایسا نہیں فرمایا۔

۱۷۲۰: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بالبيت، ثُمَّ يَحِلُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقِيلَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ"، قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ: أَتَتْكَ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ.

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا، کہا مجھ سے عمرہ نے بیان کیا، کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ہم مدینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ذی قعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے، ہمارا ارادہ صرف حج ہی کا تھا، پھر جب مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ بیت اللہ کا طواف کر کے حلال ہو جائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس بقر عید کے دن گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس وقت معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے اس حدیث کا قاسم بن محمد سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے ٹھیک ٹھیک حدیث بیان کر دی ہے۔ (ہر دو احادیث سے مقصد باب ظاہر ہے) کہ قربانی

کا گوشت کھانے اور بطور توشہ رکھنے کی عام اجازت ہے، خود قرآن مجید میں «فکلوا منھا» کا صیغہ موجود ہے کہ اسے غرباء مساکین کو بھی تقسیم کرو اور خود بھی کھاؤ۔

۱۲۵۔ بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ:

باب: سر منڈوانے سے پہلے ذبح کرنا

۱۷۲۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ وَنَحْوِهِ فَقَالَ: لَا حَرَجَ لَا حَرَجَ".

ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، ان سے ہشیم بن بشیر نے بیان کیا، انہیں منصور بن زاذان نے خبر دی، انہیں عطا بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی سر منڈوا لے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قباحت نہیں، کوئی قباحت نہیں۔ (ترجمہ اور باب میں موافقت ظاہر ہے)۔



ترجمہ باب سے مناسبت "لا حرج" کہنے سے معلوم ہوتی ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ ذبح، حلق سے پہلے ہو لیکن اگر حلق، ذبح سے پہلے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، دراصل نحر کے دن چار کام ترتیب سے کیے جاتے ہیں، سب سے پہلے جمرہ عقبہ کو رمی کی جاتی ہے، اس کے بعد اگر متمتع یا قارن ہو تو قربانی کی جاتی ہے، اس کے بعد حلق یا قصر ہوتا ہے، حلق کے بعد اس پر سوائے بیوی کے سب مباح چیزیں حلال ہو جاتی ہیں، اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے، اور اگر پہلے سعی نہ کی ہو تو اب طواف بیت اللہ کے بعد سعی بھی کی جاتی ہے، لیکن اگر سعی پہلے کر چکا ہے تو اب سعی نہیں کی جائے گی، مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے حج کا احرام باندھنے کے بعد طواف بیت اللہ کے بعد سعی بھی کر لی تھی تو وہی سعی کافی ہے، ہاں اگر اس نے پہلے عمرے کے لیے سعی کی ہو، تو وہ کافی نہیں ہوگی، اگر حج کے لیے احرام ہو تو پہلی سعی کافی ہو جاتی ہے۔ اگر اس نے پہلے سعی نہ کی ہو تو نحر کے دن سعی بھی کرے۔

مذکورہ کام ترتیب کے ساتھ کیے جاتے ہیں اور اگر ان میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، احناف کے ہاں اگر قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوالے تو دم لازم آجاتا ہے یعنی قربانی دینا پڑتی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ہے: "ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ" اس آیت کریمہ میں ذبح سے پہلے حلق کرانے سے منع کیا گیا ہے، اس کے بعد اس کا فدیہ بھی ذکر کیا گیا ہے: "فمن کان منکم مریضًا أو بہ أذًی من رأسہ ففدیۃ من صیام أو صدقۃ أو نُسُكٍ"[1] لہٰذا ذبح سے پہلے حلق نہیں کرا سکتا۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے: "حتی یبلغ الھدیُ محلہٗ" کا یہ معنٰی اور مطلب نہیں ہے کہ قربانی ہونے کے بعد حلق

[1] البقرۃ:۱۹۶

کرو، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قربانی کرنے کا وقت آجائے اور وہ وقت عید کا دن ہے، اور نبی کریم علیہ السلام سے بھی جب سوال کیا گیا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے حلق کروالیا ہے تو آپ نے فرمایا اب قربانی کرلے کوئی حرج نہیں ہے، ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے: "ولم يأمرهُ بكفارةٍ" آپ نے اسے حلق پہلے کرانے پر کفارہ کا حکم نہیں دیا، احناف کی دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "من قدم شيئًا من حجه أو أخر فليهرق لذلك دمًا"[1] ان کاموں میں تقدیم و تاخیر سے دم آتا ہے، فیض الباری والے نے کہا ہے، حرج نہ ہونے کا معاملہ ابتدائی تھا اس وقت ابھی احکام بتائے جارہے تھے اس وقت جہالت عذر تھا، ہوسکتا ہے اس وقت تقدیم و تاخیر سے قربانی نہیں دینا پڑتی تھی، اب سر پہلے منڈوانے سے قربانی دینا پڑے گی، حالانکہ اب قربانی واجب ہونے پر دلیل ہونی چاہیے، اس پر دلیل کوئی نہیں ہے، بلکہ حدیث میں "ولم يأمرهُ بكفارةٍ" آتا ہے، باقی رہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول "من قدم شيئاأو أخره فعليه دمٌ" اس کے بارہ میں حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ثابت نہیں ہے، اور اس کے عموم کے حنفی بھی قائل نہیں ہیں، وہ بھی ذبح سے پہلے حلق کروانے پر دم کے قائل ہیں، باقی کاموں میں وہ بھی تقدیم و تاخیر پر قربانی کے قائل نہیں ہیں۔

قولہ ولا حرج حنفی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گناہ نہیں ہے، کفارہ کی نفی نہیں ہے، بلکہ کفارہ دینا پڑے گا، حالانکہ اگر کفارہ ہوتا تو آپ بتادیتے، جبکہ ولم يأمرهُ بكفارةٍ سے کفارہ کی نفی ہوتی ہے۔

۱۷۲۲: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ: لَا حَرَجَ، قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟ قَالَ: لَا حَرَجَ، قَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ: لَا حَرَجَ". وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ الرَّازِيُّ: عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ عَفَّانُ: أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ حَمَّادٌ: عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم کو ابوبکر بن عیاش نے خبر دی، انہیں عبدالعزیز بن رفیع نے، انہیں عطا بن ابی رباح نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! رمی سے پہلے میں نے طواف زیارت کر لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۹۵۸

فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، پھر اس نے کہا اور یارسول اللہ! قربانی کرنے سے پہلے میں نے سر منڈوا لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں، پھر اس نے کہا اور قربانی کو رمی سے بھی پہلے کر لیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور عبدالرحیم رازی نے ابن خثیم سے بیان کیا، کہا کہ عطاء نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قاسم بن یحییٰ نے کہا کہ مجھ سے ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے عطاء نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ عفان بن مسلم صفار نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہیب بن خالد سے روایت ہے کہ ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور حماد نے قیس بن سعد اور عباد بن منصور سے بیان کیا، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

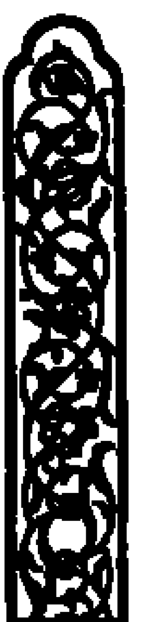
١٧٢٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ؟ فَقَالَ: لَا حَرَجَ. قَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ؟ قَالَ: لَا حَرَجَ".



ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ شام ہونے کے بعد میں نے رمی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ سائل نے کہا کہ قربانی کرنے سے پہلے میں نے سر منڈا لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

شرح بخاری

١٧٢٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ: أَحَجَجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: بِمَا أَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَحْسَنْتَ، انْطَلِقْ فَطُفْ بالبيت وَبِالصَّفَا والمروة، ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ حَتَّى خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَذَكَرْتُهُ لَهُ، فَقَالَ: إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ، فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ".



ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں قیس بن

مسلم نے، انہیں طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بطحاء میں تھے۔ (جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو نے حج کی نیت کی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تو نے احرام کس چیز کا باندھا ہے میں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی طرح باندھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا اب جا۔ چنانچہ (مکہ پہنچ کر) میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی، پھر میں بنو قیس کی ایک خاتون کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جوئیں نکالی۔ اس کے بعد میں نے حج کی لبیک پکاری۔ اس کے بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک اسی کا فتویٰ دیتا رہا پھر جب میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر بھی عمل کرنا چاہئے اور اس میں پورا کرنے کا حکم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر بھی عمل کرنا چاہئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قربانی سے پہلے حلال نہیں ہوئے تھے۔

قولہٗ حتی بلغ الھدی محلهٗ اس جملہ کا ترجمہ باب سے تعلق ہے، کیونکہ اس سے مراد قربانی کا ذبح ہونا ہے لہٰذا ذبح پہلے اور حلق بعد میں ہونا چاہیے۔

۱۲۶۔ بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الإِحْرَامِ وَحَلَقَ:

باب: اس کے متعلق جس نے احرام کے وقت سر کے بالوں کو جما لیا اور احرام کھولتے وقت سر منڈوالیا

۱۷۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، "مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ، وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہوئی کہ اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کر لیا اور حلال نہ ہوئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بال جما لیے تھے اور قربانی کے گلے میں قلادہ پہنا کر میں (اپنے ساتھ) لایا ہوں، اس لیے جب تک میں نحر نہ کر لوں گا میں احرام نہیں کھولوں گا۔

تلبید سے مراد یہ ہے کہ اپنے سر کے بالوں کو گوند وغیرہ لگا کر جما لینا، کیونکہ قربانی موجود ہونے کی صورت میں احرام لمبا ہوتا ہے، اور بالوں کو گوند وغیرہ سے جما لیا جاتا ہے تاکہ لمبے احرام کی وجہ سے بالوں میں گرد و غبار واقع نہ ہو، اور بال پراگندہ بھی نہ ہوں، اور نہ ہی ان میں جوئیں واقع ہو سکیں، پھر اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ تلبید کرنے

والا حلق ہی کروائے گا یا اس کے لیے قصر بھی جائز ہے، جمہور علماء حلق کے قائل ہیں اور اہل الرائے کے نزدیک قصر بھی کراسکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ سے آتا ہے "من لَبَّدَ فليحلق "① نبی اکرم ﷺ نے بھی تلبید کی تھی اور آپ نے حلق کرایا تھا، لیکن قرآن کریم میں دونوں کی اجازت ہے جو چاہے کرالے۔ قرآن کریم میں ہے: "محلقين رؤسكم ومقصرين "②۔

۱۲۷۔بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الإِحْلاَلِ:

باب: احرام کھولتے وقت بال منڈوانا یا ترشوانا

۱۷۲۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "حَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ".

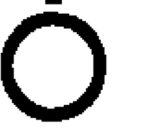
ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنا سر منڈایا تھا۔

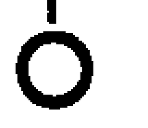


۱۷۲۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ، قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ؟ قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ" وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِينَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، قَالَ: وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ: وَالْمُقَصِّرِينَ.

شرح بخاری

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اور کتروانے والوں پر؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب بھی دعا کی اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کی اور کتروانے والوں پر؟ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کتروانے والوں پر بھی۔ لیث نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ نے سر منڈوانے والوں پر رحم کیا ایک یا دو مرتبہ، انہوں نے بیان کیا کہ عبیداللہ نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ چوتھی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کتروانے والوں پر بھی۔





بعض احناف کے نزدیک سر کے چوتھا حصہ کے بال کٹا دے تو جائز ہے، ابن ہمام نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ



① السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۵۸۷

② الفتح: ۲۷

قیاس بالشبہ ہے، بعض نے جواب دیا ہے کہ یہ قیاس نہیں ہے، بلکہ اس سے یہ بات بتائی گئی ہے کہ اگر کسی چیز کے حکم میں اس کے رُبع پر عمل ہو جائے تو حکم ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بات لغو ہے کیونکہ اگر کوئی شخص تیمم میں چوتھے حصے منہ کا مسح کرلے تو حکم ادا نہیں ہوگا، کہ صرف جبین پر ہی کرلے۔ لہٰذا یہ کوئی قانون نہیں ہے، یا پھر شافعیوں کی طرح حکم کو مطلق لینا چاہیے کہ دو تین بال کٹوانا کافی ہو جائے، اگر مجمل لو تو سارا سر منڈوائے۔

۱۷۲۸: حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ، قَالُوا: وَلِلْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ، قَالُوا: وَلِلْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ: وَلِلْمُقَصِّرِينَ".

ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لیے بھی (یہی دعا فرمایئے) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت کر۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کی بھی! تیسری مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کتروانے والوں کی بھی مغفرت فرما۔

۱۷۲۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: "حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ".

ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے، ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب نے سر منڈوایا تھا لیکن بعض نے کتروایا بھی تھا۔

۱۷۳۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: "قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے حسن بن مسلم نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قینچی سے کاٹے تھے۔

١٢٨۔ بَابُ تَقْصِيرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ:

باب: تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد بال ترشوائے

١٧٣١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بالبيت وَبالصَّفَا والمروة، ثُمَّ يَحِلُّوا وَيَحْلِقُوا أَوْ يُقَصِّرُوا".

ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں کریب نے خبر دی، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیں پھر سر منڈوالیں یا بال کتروالیں۔

یعنی متمتع کے لیے بھی عمرہ کرنے کے بعد حلال ہوتے وقت قصر کروانا جائز ہے، حج تمتع کرنے والا پہلے عمرہ کرتا ہے اس کے بعد آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھ کر حج کے لیے جاتا ہے۔ جبکہ اس کے پاس قربانی نہ ہو۔



١٢٩۔ بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ:

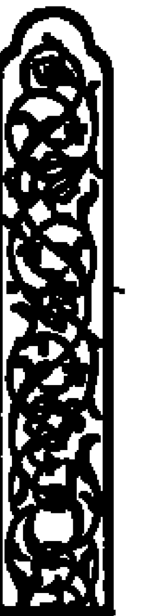
باب: دسویں تاریخ میں طواف الزیارۃ کرنا

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ البيت أَيَّامَ مِنًى.

اور ابوالزبیر نے عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف الزیارۃ میں اتنی دیر کی کہ رات ہو گئی اور ابوحسان سے منقول ہے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف الزیارۃ منی کے دنوں میں کرتے۔

طوافِ زیارت جسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں یہ نحر کے دن ہی کرنا چاہیے۔

قولہ وقال ابو الزبیر عن عائشة وابن عباس... ابو الزبیر کی روایت سنن ابی داود، جامع ترمذی اور مسند احمد میں موصول ذکر ہوئی ہے، حافظ نے کہا ہے کہ ابن قطان فاسی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جو ابن عمر اور جابر نے نبی اکرم ﷺ کے بارہ میں روایت کی ہے اس میں دن کو طواف کرنے کا ذکر ہے: "أنه طاف يوم النحر نهارًا" حافظ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ باب میں ابو حسان کا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول اثر لا کر ان میں جمع و تطبیق کی طرف راہنمائی کی ہے اور وہ یہ کہ ابن عمر اور جابر سے مروی اثر کو پہلے دن کے طواف پر محمول کیا جائے گا کہ وہ دن میں ہوا ہے کہ اور حضرت عائشہ اور ابن عباس کے اثر کو باقی دنوں کے طواف پر



محمول کیا جائے گا کہ طواف زیارت رات کو ہوا ہے۔

۱۷۳۲: وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، «أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَاحِدًا، ثُمَّ يَقِيلُ، ثُمَّ يَأْتِي مِنًى يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ» وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ.

اور ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف ایک طواف الزیارۃ کیا پھر سویرے سے منیٰ کو آئے، ان کی مراد دسویں تاریخ سے تھی، عبدالرزاق نے اس حدیث کا رفع (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک) بھی کیا ہے۔ انہیں عبیداللہ نے خبر دی۔

۱۷۳۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ، فَأَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا مَا يُرِيدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا حَائِضٌ، قَالَ: حَابِسَتُنَا هِيَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: اخْرُجُوا»، وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے اعرج نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو دسویں تاریخ کو طواف الزیارۃ کیا لیکن صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی چاہا جو شوہر اپنی بیوی سے چاہتا ہے، تو میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ حائضہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اس نے تو ہمیں روک دیا پھر جب لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! انہوں نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارۃ کر لیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر چلے چلو۔ قاسم، عروہ اور اسود سے بواسطہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے دسویں تاریخ کو طواف الزیارۃ کیا تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرہ کیا، اور عمرہ کے طواف میں طوافِ قدوم بھی آ گیا، یہ نہیں کہ عمرہ کا طواف اور طواف قدوم الگ الگ کیے ہوں، بعض اس سے طوافِ تحلل مراد لیتے ہیں کہ طوافِ تحلل ایک تھا کیونکہ انہوں نے قربانی کا جانور خریدا تھا اور وہ قارن تھے، بعض اس سے طوافِ فرض مراد لیتے ہیں اور بعض اس طواف سے سعی مراد لیتے ہیں کہ سعی ایک ہی کی ہے، جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

١٣٠-بَابُ إِذَا رَمَى بَعْدَ مَا أَمْسَى أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلاً:

باب: کسی نے شام تک رمی نہ کی یا قربانی سے پہلے بھول کر یا مسئلہ نہ جان کر سر منڈوالیا تو کیا حکم ہے؟

١٧٣٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قِيلَ لَهُ: فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ، فَقَالَ: لَا حَرَجَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کرنے، سر منڈانے، رمی جمار کرنے اور ان سے آگے پیچھے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔



اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شام ہو جانے کے بعد رمی کرلے تو یہ جائز اور درست ہے اس پر دم یا قربانی نہیں آئے گی۔

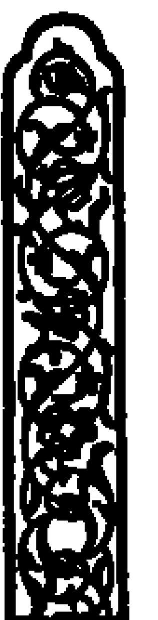
١٧٣٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى، فَيَقُولُ: لَا حَرَجَ، فَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟ قَالَ: اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ، وَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ؟ فَقَالَ: لَا حَرَجَ".

شرح بخاری

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم نحر میں منیٰ میں مسائل پوچھے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے کہ کوئی حرج نہیں، ایک شخص نے پوچھا تھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈالیا ہے تو آپ نے اس کے جواب میں بھی یہی فرمایا کہ جاؤ قربانی کرلو کوئی حرج نہیں اور اس نے یہ بھی پوچھا کہ میں نے کنکریاں شام ہونے کے بعد ہی ماری ہیں، تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

١٣١-بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ:

باب: جمرہ کے پاس سوار رہ کر لوگوں کو مسئلہ بتانا



١٧٣٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ

طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟، قَالَ: اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ، فَجَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ: افْعَلْ وَلَا حَرَجَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عیسیٰ بن طلحہ نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر (اپنی سواری) پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل معلوم کئے جا رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! مجھ کو معلوم نہ تھا اور میں نے قربانی کرنے سے پہلے ہی سر منڈا لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں، دوسرا شخص آیا اور بولا: یارسول اللہ! مجھے خیال نہ رہا اور رمی جمار سے پہلے ہی میں نے قربانی کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں، اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کے آگے پیچھے کرنے کے متعلق سوال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اب کرلو کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث پر بحث اس سے قبل "کتاب العلم" باب الفتيا وهو واقف على الدابة أو غيرها کے تحت گزر چکی ہے، عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی حدیث کے ایک طریق میں "وقف رسول الله ﷺ على ناقته"[1] روایت ہوا ہے لہٰذا باقی احادیث میں آنے والے لفظ "وقف فی حجة الوداع" اور "یخطب یوم النحر" کو بھی اسی کے ساتھ مقید کیا جائے گا أی وقف فی حجة الوداع على ناقته اور یخطب یوم النحر على ناقته اس طرح تینوں احادیث ترجمہ باب کے موافق ہیں۔

شرح بخاری

١٧٣٧: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، ثُمَّ قَامَ آخَرُ، فَقَالَ: كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: افْعَلْ وَلَا حَرَجَ".

ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ

[1] صحیح بخاری:١٧٣٨

عنہما نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسویں تاریخ کو منیٰ میں خطبہ دے رہے تھے تو وہ وہاں موجود تھے۔ ایک شخص نے اس وقت کھڑے ہو کر پوچھا کہ میں اس خیال میں تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے پھر دوسرا کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ فلاں کام فلاں سے پہلے ہے، چنانچہ میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا، رمی جمار سے پہلے قربانی کر لی، اور مجھے اس میں شک ہوا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب کر لو۔ ان سب میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کے دوسرے سوالات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اب کر لو۔

١٧٣٨: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سواری پر سوار ہو کر ٹھہرے رہے پھر پوری حدیث بیان کی۔ اس کی متابعت معمر نے زہری سے روایت کر کے کی ہے۔



١٣٢۔ بَابُ الْخُطْبَةِ أَيَّامَ مِنًى:

باب: منیٰ کے دنوں میں خطبہ سنانا

١٧٣٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَيُّ يَوْمٍ هَذَا ؟، قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا ؟، قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا ؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فَأَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ"، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ، فَلْيُبْلِغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے فضل بن



غزوان نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ دسویں تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ دیا، خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا لوگو! آج کون سا دن ہے؟ لوگ بولے یہ حرمت کا دن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا اور یہ شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا شہر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ مہینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا مہینہ ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس تمہارا خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے، اس کلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے، لہٰذا حاضر (اور جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔

قولہ یوم النحر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو بھی ایام منیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔

١٧٤٠: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ" تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو.

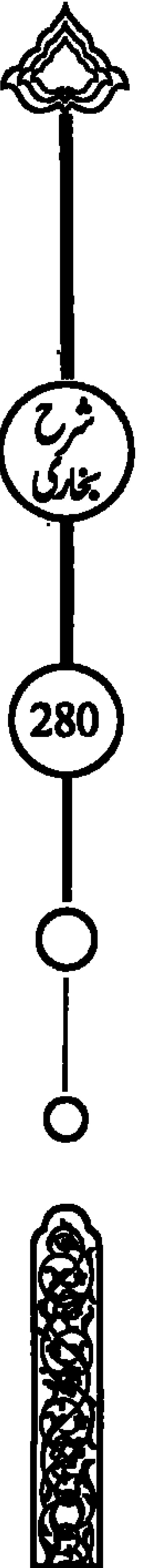
ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن زید سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ میدان عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں نے خود سنا تھا۔ اس کی متابعت ابن عیینہ نے عمرو سے کی ہے۔

قولہ یخطب بعرفات۔ یہ حدیث عرفات کے بارہ میں ہے اور عرفات کا دن نو ذوالحج ہے جو ایام منیٰ میں سے نہیں ہے بلکہ ایام منیٰ سے ایک دن پہلے آتا ہے، تو اس حدیث کو اس ترجمہ باب کے تحت لانے کی وجہ یہ ہے کہ جیسے یوم النحر کو خطبہ دیا جاتا ہے ویسے یوم عرفات کو خطبہ دیا جاتا ہے اور دونوں خطبوں کے الفاظ ایک جیسے ہوتے ہیں۔

١٧٤١: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَرَجُلٌ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟، قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ

؟، قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا ؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ: أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ، قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: أَيُّ بَلَدٍ هَذَا، قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ ؟، قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعامر نے بیان کیا، ان سے قرہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اور ایک اور شخص نے جو میرے نزدیک عبدالرحمٰن سے بھی افضل ہے یعنی حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو منیٰ میں خطبہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا لوگو! معلوم ہے آج یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خاموش ہوگئے اور ہم نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں۔ ہم بولے ہاں ضرور ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ مہینہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ اس مرتبہ بھی خاموش ہوگئے اور ہمیں خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کا نام کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم بولے کیوں نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ شہر کون سا ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح خاموش ہوگئے کہ ہم نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت کا شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی کیوں نہیں ضرور ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بس تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں ہے، تاآنکہ تم اپنے رب سے جاملو۔ کہو کیا میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہنا اور ہاں! یہاں موجود غائب کو پہنچاویں کیونکہ بہت سے لوگ جن تک یہ پیغام پہنچے گا سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یاد رکھنے والے ثابت ہوں گے اور میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردنیں مارنے لگو۔



قولہٗ خطبنا النبی ﷺ یوم النحر اس حدیث میں نحر کے دن کے خطاب پر بھی خطبہ کا لفظ بولا گیا ہے جیسا کہ

عرفات کے دن خطبہ دیا جاتا ہے، بعض احناف اسے خطبہ سے نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ وصایا عامہ تھیں حالانکہ وصایا عامہ تو دونوں خطبوں میں پائی جاتی ہیں تو دونوں کو خطبہ کہنا چاہیے، ایک کو خطبہ کہنا اور دوسرے کو خطبہ نہ کہنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

قولہٗ قلنا اللہ ورسولہ اعلم اس حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کے سوال کے جواب میں اللہ ورسولہ اعلم کہا، بعض احادیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے جواب دیا تھا، تو دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ مجمع عام تھا، اس حدیث کا راوی جس مجمع میں موجود تھا اس مجمع نے جواب نہیں دیا بلکہ اللہ ورسولہٗ اعلم کہہ دیا، لیکن دوسرے مجمع والوں نے جواب دیا۔

یا یہ کہا جائے کہ صحابہ نے جو "بَلٰي" کا لفظ بولا تھا یہ جواب ہی ہے، آپ نے پوچھا: "أليس يوم النحر؟" انہوں نے کہا "بلٰي" یعنی یہ یوم نحر ہی ہے، یہی جواب ہے، اس صورت میں یہ روایت بالمعنیٰ ہوگی۔

١٧٤٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى: "أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا ؟، قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ: فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُونَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: بَلَدٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا ؟، قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا". وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا، وَقَالَ: هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ وَوَدَّعَ النَّاسَ، فَقَالُوا: هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، کہا ہم کو عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی، انہیں ان کے باپ نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا کہ تم کو معلوم ہے! آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت کا دن ہے اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت کا شہر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے، لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت کا مہینہ ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون! تمہارا مال اور عزت ایک دوسرے پر (ناحق) اس طرح حرام کر دی ہیں جیسے اس دن کی حرمت

اس مہینہ اور اس شہر میں ہے۔ ہشام بن غاز نے کہا کہ مجھے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں دسویں تاریخ کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ دیکھو! یہ («یوم النحر») حج اکبر کا دن ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانے لگے کہ اے اللہ! گواہ رہنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر چونکہ لوگوں کو رخصت کیا تھا۔ (آپ سمجھ گئے کہ وفات کا زمانہ آن پہنچا) جب سے لوگ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔

قولہ یوم الحج الاکبر حج اکبر سے مراد یوم النحر ہے، اور اسے عمرہ کے مقابلہ میں حج اکبر کہتے ہیں، لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ حج اکبر وہ ہوتا ہے جو جمعہ کے دن ہو اگرچہ نبی کریم ﷺ نے جس دن حج کیا تھا، وہ جمعہ کا دن ہی تھا، لیکن یہ حج اکبر کی وجہ تسمیہ نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: "وأذان من الله ورسوله إلي الناس يوم الحج الأكبر"[1] اور یہ اعلان جمعہ کے دن نہیں ہوا تھا حج کا مخصوص عمل عرفہ یا منیٰ کا ہوتا ہے اس میں اعلان ہوا تھا اس کو یوم الحج الاکبر کہا گیا ہے، اور اسے حج اکبر عمرہ کے مقابلہ میں کہا گیا ہے کیونکہ عمرہ حج اصغر ہے۔

۱۴۳- بَابُ هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى:

باب: منیٰ کی راتوں میں جو لوگ مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا اور کچھ کام کرتے ہیں وہ مکہ میں رہ سکتے ہیں



۱۷۴۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے محمد بن عبید بن میمون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

شرح بخاری

۱۷۴۴: ح حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ.

(دوسری سند) اور ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن بکر نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں عبید اللہ نے، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

۱۷۴۵: ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيتَ بمكة لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ



[1] التوبہ:۳

لَهُ" تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو ضَمْرَةَ.

اور ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں (حاجیوں) کو پانی پلانے کے لیے مکہ میں رہنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ اس روایت کی متابعت محمد بن عبداللہ کے ساتھ ابواسامہ عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ نے کی ہے۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ ایام منیٰ کی راتیں منیٰ میں گزارنا واجب ہے، لیکن نبی اکرم ﷺ نے عذر والوں کو منیٰ کی راتیں منیٰ سے باہر گزارنے کی اجازت دی جیسا کہ حاجیوں کو پانی پلانے والے اور جانور چرانے والوں کو آپ نے رخصت دی ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ رخصت ان کے ساتھ ہی مخصوص ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ رخصت عام ہے، کوئی بیماری کی وجہ سے نہ جاسکتا ہو تو نہ جائے، اس کے لیے بھی رخصت ہے۔

۱۳۴۔ بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ:

باب: کنکریاں مارنے کا بیان

وَقَالَ جَابِرٌ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَرَمَى بَعْدَ ذَلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کو چاشت کے وقت کنکریاں ماری تھیں اور اس کے بعد کی تاریخوں میں سورج ڈھل جانے پر۔

١٧٤٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ؟، قَالَ: إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهْ، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ، قَالَ: كُنَّا نَتَحَيَّنُ، فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے وبرہ نے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کنکریاں کس وقت ماروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا امام مارے تو تم بھی مارو، لیکن دوبارہ میں نے ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم انتظار کرتے رہتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو کنکریاں مارتے۔

دس ذوالحج کو ایک ہی جمرہ کو رمی کی جاتی ہے اور وہ جمرہ عقبہ ہے جسے زوال سے پہلے دوپہر کو رمی کی جاتی ہے اور باقی تین دنوں میں تینوں جمرات کو زوال کے بعد رمی کی جاتی ہے اور رمی کے حکم میں اختلاف ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ رمی کرنا واجب ہے اسے چھوڑنے سے دم دینا پڑتا ہے، مالکی کہتے ہیں کہ رمی کرنا سنت مؤکدہ ہے، اور دم دینے سے اس کا جبر ہوتا ہے، اور بعض علماء کے نزدیک جمرہ عقبہ کی رمی حج کا رکن ہے، اس رمی کو چھوڑنے سے حج باطل ہو جاتا

ہے، اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ رَمی جمار تکبیریں کہنے کے لیے ہے اگر رَمی چھوڑ دے اور اللہ اکبر کہہ لے تو بھی کافی ہو جاتا ہے، ترمذی شریف میں حدیث آتی ہے: "إنما جعل الطواف بالبيت وبين الصفا والمروة ورمي الجمار لإقامة ذكر الله"[1] ذکر اللہ اگرچہ زبان سے ہوتا ہے لیکن ہاتھ سے رَمی بھی کرنی چاہیے، کیونکہ قول اور عمل جب دونوں جمع ہو جائیں تو اس کا قلب پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔

١٣٥-بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي:

باب: رمی جمار وادی کے نشیب سے کرنے کا بیان

١٧٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: "رَمَى عَبْدُ اللهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّ نَاسًا يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا، فَقَالَ: وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا.

محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے اور ان سے عبدالرحمٰن بن زید نے بیان کیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وادی کے نشیب (بطن وادی) میں کھڑے ہو کر کنکری ماری تو میں نے کہا، اے ابو عبدالرحمٰن! کچھ لوگ تو وادی کے بالائی علاقہ سے کنکریاں مارتے ہیں، اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہی (بطن وادی) ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے (رمی کرتے وقت) جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔



عبداللہ بن ولید نے بیان کیا کہ ان سے سفیان ثوری نے اور ان سے اعمش نے یہی حدیث بیان کی۔

جمرہ عقبہ کو بطن وادی سے رمی کرنا سنت ہے، بطن وادی کے علاوہ کسی بھی جگہ سے رَمی ہو سکتی ہے کیونکہ لوگ زیادہ ہوتے ہیں، صرف بطن وادی سے ہی رَمی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

١٣٦-بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ:

باب: رمی جمار سات کنکریوں سے کرنا



ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔



١٧٤٨: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى،

---

[1] سنن ابی داود: ١٨٨٨

جَعَلَ البيت عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، وَرَمَى بِسَبْعٍ، وَقَالَ: هَكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عتبہ نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچے تو کعبہ کو اپنے بائیں طرف کیا اور منیٰ کو دائیں طرف، پھر سات کنکریوں سے رمی کی اور فرمایا کہ جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے بھی اسی طرح رمی کی تھی۔(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۱۳۷۔بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ:

باب: اس شخص کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف کیا

۱۷۴۹: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، "أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، فَجَعَلَ البيت عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عتبہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے دیکھا جمرہ عقبہ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کے وقت آپ نے بیت اللہ کو تو اپنی بائیں طرف اور منی کو دائیں طرف کر لیا پھر فرمایا کہ یہی ان کا بھی مقام تھا جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۳۸۔بَابُ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ:

باب: اس بیان میں کہ (حاجی کو) کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہئے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

۱۷۵۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ، وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ:

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ" حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ، حَتَّى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ: مِنْ هَا هُنَا، وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد مصری نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے حجاج سے سنا، وہ منبر پر سورتوں کا یوں نام لے رہا تھا وہ سورۃ جس میں بقرہ (گائے) کا ذکر آیا ہے، وہ سورۃ جس میں آل عمران کا ذکر آیا ہے، وہ سورۃ جس میں نساء (عورتوں) کا ذکر آیا ہے، اعمش نے کہا میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو وہ ان کے ساتھ تھے، اس وقت وہ وادی کے نشیب میں اتر گئے اور جب درخت کے (جو اس وقت وہاں پر تھا) برابر نیچے اس کے سامنے ہو کر سات کنکریوں سے رمی کی ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا قسم ہے اس کی کہ جس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ ذات بھی کھڑی ہوئی تھی جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی۔



اعمش، حجاج بن یوسف سے روایت نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ حجاج اس کا اہل نہیں ہے کہ اس سے روایت لی جائے بلکہ وہ حجاج کی غلطی واضح کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اعمش نے حجاج سے سنا جبکہ وہ منبر پر خطاب کر رہا تھا، اور وہ کسی سورت کو اس کے نام کی طرف مضاف کرنا جائز نہیں سمجھتا تھا، اور وہ سورۃ البقرہ، سورۃ النساء کہنے کے خلاف تھا اور السورة التي يذكر فيها البقرة، السورة التي يذكر فيها ال عمران، السورة التي يذكر فيها النساء، کہنے کا قائل تھا تو اعمش نے اس کی یہ بات ابراہیم نخعی کے پاس ذکر کی، تو انہوں نے اسے برا بھلا کہا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ذکر کر کے حجاج کی رائے کو رد کیا[1]۔

شرح بخاری

[1] قرآن کریم کی سورتوں کو ان کے ناموں کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں، اور بعض لوگ اس کی ممانعت کے قائل ہیں، اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو طبرانی نے الاوسط میں رقم ۵۷۵۵ اور ابن قانع نے فوائد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "لا تقولوا سورة البقرة ولا سورة ال عمران، ولا سورة النساء و كذلك القران كله" لیکن اس روایت کی سند میں "عبيس بن ميمون" ضعیف راوی ہے، ابن الجوزی رحمہ اللہ نے تو اسے "الموضوعات" میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ یہ حدیث منکر ہے۔

مسلم میں اعمش سے مروی ہے کہ میں نے حجاج سے منبر پر خطاب کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا: ألفوا القرآن كما ألفه جبريل، السورة التي تذكر فيها البقرة والسورة التي تذكر فيها ال عمران، فلقيت ابراهيم فسبه پھر انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ۱۲۹۶۔ حکیم ترمذی کا قول یہ ہے: إن من حرمة القران



۱۳۹۔بَابُ مَنْ رَمَی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ:

باب: اس کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اور وہاں ٹھہرا نہیں

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔(یہ حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے)۔

۱۴۰۔بَابُ إِذَا رَمَی الْجَمْرَتَيْنِ يَقُومُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ:

باب: جب حاجی دونوں جمروں کی رمی کر چکے تو ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑا ہو جائے

۱۷۵۱: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ، فَيَقُومَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، وَيَقُومُ طَوِيلًا ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُولُ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ".

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے طلحہ بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے یونس نے زہری سے بیان کیا، ان سے سالم نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر «اللہ اکبر» کہتے تھے، پھر آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اسی طرح دیر تک کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کرتے، پھر بائیں طرف بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے، یہاں بھی دیر تک

أن لا يقال: سورة كذا وكذا بل يقال۔ السورة التي يذكر فيها كذا وكذا۔ لیکن حکیم ترمذی کے اس قول کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ اس بارہ میں مروی حدیث ہی سخت ضعیف ہے، اس کے برعکس امام بخاری رحمہ اللہ نے جواز کے موقف کو ثابت کرتے ہوئے اپنی صحیح میں کتاب فضائل القرآن میں یہ باب قائم کیا ہے: "باب من لم یر بأسًا أن يقول: سورة البقرة وسورة كذا وكذا۔ اس کے بعد وہ اس باب کے تحت تین احادیث لائے ہیں جن سے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ سورتوں کو اپنے ناموں کی طرف مضاف کرنا اور سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء کہنا نبی اکرم ﷺ سے اور صحابہ کرام سے ثابت ہے امام نووی رحمہ اللہ نے جمہور کے موقف کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے: وهو قول جماهير علماء المسلمين من سلف الأمة وخلفها والأحاديث فيه عن رسول الله ﷺ أكثر من أن تحصر، وكذلك عن الصحابة فمن بعدهم، الأذكار للنووی ص ۹۲۔

کھڑے کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے رہتے، اس کے بعد والے نشیب سے جمرہ عقبہ کی رمی کرتے اس کے بعد آپ کھڑے نہ ہوتے بلکہ واپس چلے آتے اور فرماتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

۱۴۱۔بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى:

باب: پہلے اور دوسرے جمرہ کے پاس جا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

۱۷۵۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا "كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى، كَذَلِكَ فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، وَيَقُولُ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ".

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے بھائی (عبدالحمید) نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر «اللہ اکبر» کہتے تھے، اس کے بعد آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، دعائیں کرتے رہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر جمرہ وسطی کی رمی میں بھی اسی طرح کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک نرم زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، بہت دیر تک اسی طرح کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کی رمی بطن وادی سے کرتے لیکن وہاں ٹھہرتے نہیں تھے، آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔



رفع یدین سے مراد جمرہ دنیا اور وسطی کے پاس دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا ہے، بغیر دعاء کے ہاتھ اٹھانا مراد نہیں ہے، لیکن ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے یہاں ہاتھ اٹھانے کا انکار نقل کیا ہے اس لیے بخاری یہ باب لائے ہیں۔

۱۴۲۔بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ:

باب: دونوں جمروں کے پاس دعا کرنے کے بیان میں

۱۷۵۳: وَقَالَ مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى يَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا



يَدَيْهِ يَدْعُو، وَكَانَ يُطِيلُ الْوُقُوفَ ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا". قَالَ الزُّهْرِيُّ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ مِثْلَ هَذَا، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

اور محمد بن بشار نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہیں یونس نے خبر دی اور انہیں زہری نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ کی رمی کرتے جو منی کی مسجد کے نزدیک ہے تو سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر «اللہ اکبر» کہتے، پھر آگے بڑھتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے پھر جمرہ ثانیہ (وسطی) کے پاس آتے یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ «اللہ اکبر» کہتے، پھر بائیں طرف نالے کے قریب اتر جاتے اور وہاں بھی قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے اور یہاں بھی سات کنکریوں سے رمی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ «اللہ اکبر» کہتے، اس کے بعد واپس ہو جاتے یہاں آپ دعا کے لیے ٹھہرتے نہیں تھے۔ زہری نے کہا کہ میں نے سالم سے سنا وہ بھی اسی طرح اپنے والد (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے اور یہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

۱۴۳۔ بَابُ الطِّيبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ:

باب: رمی جمار کے بعد خوشبو لگانا اور طواف الزیارۃ سے پہلے سر منڈانا

۱۷۵٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ، وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: "طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ حِينَ أَحْرَمَ، وَلِحِلِّهِ حِينَ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ، وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے، جب آپ نے احرام باندھنا چاہا، خوشبو لگائی تھی اسی طرح کھولتے وقت بھی جب آپ نے طواف الزیارۃ سے پہلے احرام کھولنا چاہا تھا (آپ نے ہاتھ پھیلا کر خوشبو لگانے کی کیفیت بتائی)۔

۱۴۴۔ بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ:

باب: طواف وداع کا بیان

۱۷۵۵: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں کو اس کا حکم تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو (یعنی طواف وداع کریں) البتہ حائضہ سے یہ معاف ہو گیا تھا۔

۱۷۵۶: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ". تَابَعَهُ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي خَالِدٌ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن وہب نے خبر دی، انہیں عمرو بن حارث نے، انہیں قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھی، پھر تھوڑی دیر محصب میں سو رہے، اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور وہاں طواف زیارۃ عمرو بن حارث کے ساتھ کیا، اس روایت کی متابعت لیث نے کی ہے، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے سعید نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

شرح بخاری

290

۱۴۵۔ بَابُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ:

باب: اگر طواف افاضہ کے بعد عورت حائضہ ہو جائے؟



۱۷۵۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَحَابِسَتُنَا هِيَ، قَالُوا إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ قَالَ فَلَا إِذًا".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ صفیہ

بنت حی رضی اللہ عنہا (حجۃ الوداع کے موقع پر) حائضہ ہو گئیں تو میں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو یہ ہمیں روکیں گی، لوگوں نے کہا کہ انہوں نے طواف افاضہ کر لیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کوئی فکر نہیں۔

١٧٥٨-١٧٥٩: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، "أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ، ثُمَّ حَاضَتْ ؟، قَالَ لَهُمْ: تَنْفِرُ، قَالُوا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ: إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَسَلُوا، فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَسَأَلُوا، فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيْمٍ، فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ"، رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے عکرمہ نے کہ مدینہ کے لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق پوچھا کہ جو طواف کرنے کے بعد حائضہ ہو گئی تھیں، آپ نے انہیں بتایا کہ (انہیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں بلکہ) چلی جائیں۔ لیکن پوچھنے والوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے کہ آپ کی بات پر عمل تو کریں اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کی بات چھوڑ دیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ تو یہ مسئلہ وہاں (اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے) پوچھنا۔ چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو پوچھا، جن اکابر سے پوچھا گیا تھا ان میں ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور انہوں نے (ان کے جواب میں وہی) صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی۔ اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے بھی عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

شرح بخاری

قولہ ونذع قول زید۔ اس سے مراد حضرت زید بن ثابت ہیں، یہ لا تنفر کے قائل تھے کہ اگر عورت کو طوافِ افاضہ کے بعد حیض آجائے تو وہ طوافِ وداع کیے بغیر نہ جائے بلکہ انتظار کرے اور پاک ہونے کے بعد طوافِ وداع کر کے کوچ کرے، اس لیے اہل مدینہ نے کہا کہ ہم ابن عباس کے قول کو نہیں لیں گے اور حضرت زید کے قول کو نہیں چھوڑیں گے اور یہ فطری چیز ہے کہ جہاں کوئی شخص نشو ونما پاتا ہے وہاں کے لوگوں کی نیکی اور بزرگی سے متاثر ہو جاتا ہے، اور ان سے عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی یہ عقیدت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ان کی تقلید تک پہنچا دیتی ہے۔

١٧٦٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ.

ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عورت کو اس کی اجازت ہے کہ اگر وہ طواف افاضہ (طواف زیارت) کر چکی ہو اور پھر (طواف وداع سے پہلے) حیض آجائے تو (اپنے گھر) واپس چلی جائے۔

١٧٦١: قَالَ: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ".

کہا میں نے ابن عمر کو کہتے سنا کہ اس عورت کے لیے واپسی نہیں۔ اس کے بعد میں نے ان سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

١٧٦٢: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَحِلَّ، وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا، فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ لَيْلَةُ النَّفْرِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِي، قَالَ: مَا كُنْتِ تَطُوفِينَ بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا؟، قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا، فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَقْرَى حَلْقَى، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا، أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَلَا بَأْسَ، انْفِرِي، فَلَقِيتُهُ مُصْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ، وَقَالَ: مُسَدَّدٌ قُلْتُ: لَا "تَابَعَهُ جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، فِي قَوْلِهِ لَا.



ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ کے ساتھ قربانی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے اور دیگر اصحاب نے بھی طواف کیا اور جن کے ساتھ قربانی نہیں تھیں انہوں نے (اس طواف وسعی کے بعد) احرام کھول دیا لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئی تھیں، سب نے اپنے حج کے تمام مناسک ادا کر لیے تھے، پھر جب لیلۃ حصبہ یعنی روانگی کی رات آئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ساتھی حج اور عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں صرف میں عمرہ سے محروم ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے اچھا جب ہم آئے تھے تو تم (حیض کی



وجہ سے) بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکی تھیں؟ میں نے کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (اور عمرہ کر) ہم تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے، چنانچہ میں اپنے بھائی (عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تنعیم گئی اور وہاں سے احرام باندھا۔ اسی طرح صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا بھی حائضہ ہو گئی تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (ازراہ محبت) فرمایا «عقری حلقی»، تو، تو ہمیں روک لے گی، کیا تو نے قربانی کے دن طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ وہ بولیں کہ کیا تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں، چلی چلو۔ میں جب آپ تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بالائی علاقہ پر چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں چڑھ رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتر رہے تھے۔ مسدد کی روایت میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر) ہاں کے بجائے نہیں ہے، اس کی متابعت جریر نے منصور کے واسطہ سے نہیں کے ذکر میں کی ہے۔

۱۴۶۔بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالأَبْطَحِ:

باب: اس سے متعلق جس نے روانگی کے دن عصر کی نماز ابطح میں پڑھی

۱۷۶۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟، قَالَ: بِمِنًى، قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟، قَالَ: بِالأَبْطَحِ، افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ".

ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحٰق بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، مجھے وہ حدیث بتائیے جو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد ہو کہ انہوں نے آٹھویں ذی الحجہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی، انہوں نے کہا منیٰ میں، میں نے پوچھا اور روانگی کے دن عصر کہاں پڑھی تھی انہوں نے فرمایا کہ ابطح میں اور تم اسی طرح کرو جس طرح تمہارے حاکم لوگ کرتے ہوں۔ (تاکہ فتنہ واقع نہ ہو)۔

انسان جب تیرہ ذوالحجہ کو رمی جمار کے بعد کوچ کرے تو ابطح میں سنت پر عمل کرتے ہوئے ٹھہر جائے اور عصر کی نماز وہاں پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ وہاں اتفاقاً ٹھہرے تھے۔

۱۷۶۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، "عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ".

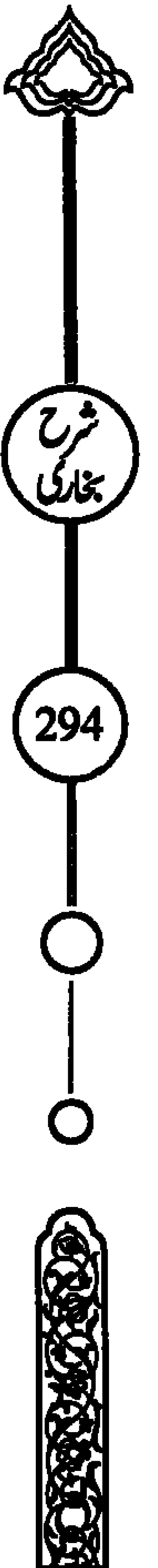
ہم سے عبدالمتعال بن طالب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اور تھوڑی دیر کے لیے محصب میں سو رہے، پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہو کر گئے اور طواف کیا۔ (یہاں طواف الزیارۃ مراد ہے)۔

۱۴۷۔بَابُ الْمُحَصَّبِ:

باب: وادی محصب کا بیان

۱۷۶۵: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُونَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ يَعْنِي بِالْأَبْطَحِ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے کوچ کر کے یہاں محصب میں اس لیے اترے تھے تا کہ آسانی کے ساتھ مدینہ کو نکل سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ابطح میں اترنے سے تھی۔



محصب منیٰ اور مکہ کے درمیان میدان تھا اسی کو ابطح، بطحاء اور خیف بنی کنانہ کہتے ہیں، یہاں ٹھہرنا حج کا رکن نہیں ہے، بلکہ یہ ٹھہرنا مستحب ہے، اسی لیے آپ کے بعد شیخین یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی یہاں ٹھہرا کرتے تھے یہ وہ جگہ ہے جہاں کفارِ مکہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف قسمیں اٹھائی تھیں کہ جب تک یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے ان سے بائیکاٹ رہے گا، اس لیے جب آپ عمرہ کے لیے مکہ میں آئے تھے تو یہیں ٹھہرے تھے جہاں ان کفار نے آپ کے خلاف بائیکاٹ کا اعلان کیا تھا، گویا آپ یہاں قصداً ٹھہرے تھے بعض کہتے ہیں کہ آپ کا یہاں ٹھہرنا اتفاقی تھا، حضرت ابن عباس کا قول ہے: "التحصیب لیس بشیئ"[1] ان کے خیال میں آپ یہاں اس لیے ٹھہرے تھے تا کہ یہاں سے مدینہ کو روانگی آسان ہو جائے۔

۱۷۶۶: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ محصب میں اترنا حج کی کوئی عبادت نہیں ہے، یہ تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی جگہ تھی۔

---

[1] سنن دارمی: ۱۹۱۲

١٤٨-بَابُ النُّزُولِ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ، وَالنُّزُولِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ:

باب: مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں قیام کرنا اور مکہ سے واپسی میں ذی الحلیفہ کے کنکریلے میدان میں قیام کرنا

١٧٦٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، "أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبِيتُ بِذِي طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ، وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ فَيَبْدَأُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَبْعًا ثَلَاثًا سَعْيًا وَأَرْبَعًا مَشْيًا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ جاتے وقت ذی طویٰ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان رات گزارتے تھے اور پھر اس پہاڑی سے ہو کر گزرتے جو مکہ کے اوپر کی طرف ہے اور جب مکہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھنے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے دروازہ پر لا کر بٹھاتے پھر حجر اسود کے پاس آتے اور یہیں سے طواف شروع کرتے، طواف سات چکروں میں ختم ہوتا جس کے شروع میں رمل کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے، طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے پھر ڈیرہ پر واپس ہونے سے پہلے صفا اور مروہ کی دوڑ کرتے۔ جب حج یا عمرہ کر کے مدینہ واپس ہوتے تو ذو الحلیفہ کے میدان میں سواری بٹھاتے، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (مکہ سے مدینہ واپس ہوتے ہوئے) اپنی سواری بٹھایا کرتے تھے۔

شرح بخاری

ذو طوی جگہ بھی مکہ مکرمہ کے قریب ہے، یہاں آپ ٹھہرے تھے تاکہ یہاں سے مکہ میں آرام سے داخل ہو سکیں،
قولہ والنزول بالبطحاء یہاں بطحاء سے مراد سنگریزوں والی زمین ہے، ابطح یا محصب اس سے مراد نہیں ہے،
قولہ کان یصلي بها یعني المحصب ہو سکتا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ نے محصب کو ذی طوی سمجھا ہو اس لیے یہ حدیث یہاں لائے ہیں۔

١٧٦٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، قَالَ: سُئِلَ عُبَيْدُ اللهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ، فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: "نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَعَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

كَانَ يُصَلِّي بِهَا يَعْنِي الْمُحَصَّبَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، أَحْسِبُهُ قَالَ: وَالْمَغْرِبَ، قَالَ خَالِدٌ: لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ وَيَهْجَعُ هَجْعَةً" وَيَذْكُرُ ذَٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبیداللہ سے محصب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے محصب میں قیام فرمایا تھا۔ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محصب میں ظہر اور عصر پڑھتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مغرب (پڑھنے کا بھی) ذکر کیا، خالد نے بیان کیا کہ عشاء میں مجھے کوئی شک نہیں۔ اس کے پڑھنے کا ذکر ضرور کیا پھر تھوڑی دیر کے لیے وہاں سو رہتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

۱۴۹۔بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ:

باب: اس سے متعلق جس نے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے ذی طویٰ میں قیام کیا

۱۷۶۹: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ، وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ.



اور محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے مکہ آتے تو ذی طویٰ میں رات گزارتے اور جب صبح صادق ہوتی تو مکہ میں داخل ہوتے۔ اسی طرح مکہ سے واپسی میں بھی ذی طویٰ سے گزرتے اور وہیں رات گزارتے اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۱۵۰۔بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ:

باب: زمانہ حج میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کا بیان

۱۷۷۰: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظٌ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذَٰلِكَ، حَتَّى نَزَلَتْ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ سورة البقرة آية ۱۹۸ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ".



ہم سے عثمان بن ہیثم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالمجاز اور عکاظ عہد جاہلیت کے بازار

تھے جب اسلام آیا تو گویا لوگوں نے (جاہلیت کے ان بازاروں میں) خرید و فروخت کو برا خیال کیا اس پر (سورۃ البقرہ کی) یہ آیت نازل ہوئی تمہارے لیے کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو، یہ حج کے زمانہ کے لیے تھا۔

جاہلیت کے زمانہ میں یہ چار منڈیاں مشہور تھیں، عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ اور حباشہ، حباشہ منڈی چونکہ موسم حج میں نہیں بلکہ رجب کے مہینے میں لگتی تھی اس لیے اسے ذکر نہیں کیا جاتا، اسلام آنے کے بعد مسلمانوں نے ان مقامات میں خرید و فروخت کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی، مسلمان حج کے ایام میں ان میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھتے تھے کیونکہ حج جیسی عبادت میں وہ سمجھتے تھے کہ غیر عبادت کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا فضل قرار دیا اور اس کی اجازت دی ہے۔

١٥١-بَابُ الإِدْلاَجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ:

باب: (آرام کر لینے کے بعد) وادی محصب سے آخری رات میں چل دینا

١٧٧١: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ، فَقَالَتْ: مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَقْرَى حَلْقَى، أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قِيلَ: نَعَمْ، قَالَ: فَانْفِرِي". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ.

ہم سے عمرو بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مکہ سے روانگی کی رات صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں، انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے میں ان لوگوں کے روکنے کا باعث بن جاؤں گی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «عقری حلقی» کیا تو نے قربانی کے دن طواف الزیارۃ کیا تھا؟ اس نے کہا کہ جی ہاں کر لیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر چلو۔

شرح بخاری

ادلاج، دال کے سکون کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ شروع رات میں چلنا ہے اور یہ دال کی تشدید کے ساتھ ہو تو اس سے مراد پچھلی رات کو چلنا ہے، حدیث میں دونوں کا ثبوت مل جاتا ہے، آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کے ساتھ بھیجا تھا، تاکہ وہ عمرہ کر لے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی رات تنعیم کی طرف گئی تھیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ ادا کیا تھا، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی رات نکلے تھے۔

١٧٧٢: حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ. فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَلْقَى عَقْرَى، مَا أُرَاهَا إِلَّا حَابِسَتَكُمْ، ثُمَّ قَالَ:

كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ ؟، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَانْفِرِي، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَمْ أَكُنْ حَلَلْتُ، قَالَ: فَاعْتَمِرِي مِنَ التَّنْعِيمِ، فَخَرَجَ مَعَهَا أَخُوهَا فَلَقِينَاهُ مُدَّلِجًا، فَقَالَ: مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا".

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا، محمد بن سلام نے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے محاضر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حجتہ الوداع) میں مدینہ سے نکلے تو ہماری زبانوں پر صرف حج کا ذکر تھا۔ جب ہم مکہ پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں احرام کھول دینے کا حکم دیا (افعال عمرہ کے بعد جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی) روانگی کی رات صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا «عقری حلقی» ایسا معلوم ہوتا کہ تم ہمیں روکنے کا باعث بنو گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا قربانی کے دن تم نے طواف الزیارۃ کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر چلی چلو! (عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق کہا کہ) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے احرام نہیں کھولا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھ لو (اور عمرہ کر لو) چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بھائی گئے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) فرمایا کہ ہم رات کے آخر میں واپس لوٹ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم تمہارا انتظار فلاں جگہ کریں گے۔

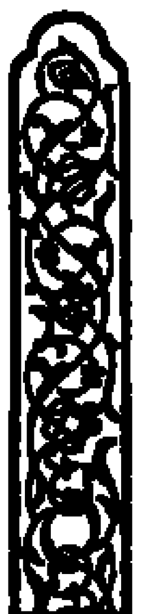


قولہ لم أکن حللت۔ ای لم أکن طفت۔ یعنی میں نے طواف نہیں کیا، چونکہ پہلا طواف کر کے حلال ہو جاتا تھا اس لیے طواف کو حلال ہونے سے تعبیر کیا ہے۔

شرح بخاری







كتاب العمرة

کتاب عمرہ کے مسائل کا بیان

۱-بَابُ وُجُوبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا:

باب: عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّهَا لَقَرِينَتُهَا فِي كِتَابِ اللهِ: وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ سورة البقرة آية ١٩٦.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (صاحب استطاعت) پر حج اور عمرہ واجب ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں عمرہ حج کے ساتھ آیا ہے اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے۔

عمرة اعتمار سے ہے جس کا معنیٰ زیارت کرنا ہے، بعض کہتے ہیں کہ عمرة "عمارة المسجد الحرام" سے مشتق ہے، یعنی مسجد حرام کی زیارت کرنا، یہ اس کا لغوی معنیٰ ہے اور شرع میں عمرہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حرمت والے گھر کی مخصوص شرطوں کے ساتھ زیارت کرنا ہے۔

اس بارہ میں اختلاف ہے کہ عمرہ فرض ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک عمرہ کرنا فرض ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل کا مذہب بھی وجوب کا ہے، مالکی عمرہ کو تطوع کہتے ہیں اور یہی احناف کی رائے ہے، ان کا استدلال ترمذی کی روایت سے ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "أتى أعرابي النبي ﷺ فقال: يا رسول الله أخبرني عن العمرة أواجبة هي؟ فقال: لا: وأن تعتمروا هو افضل "[1] لیکن اس کی سند میں حجاج بن أرطاة راوی ضعیف ہے، اور حضرت جابر کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ کرنا واجب ہے اور حضرت عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود بھی وجوب کے قائل ہیں، اور یہی صحیح ہے، کیونکہ قرآنِ کریم میں "أتموا الحج والعمرة لله"[2] میں اس کے لیے اَمر کا صیغہ آیا ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے، سنن دار قطنی میں عمرہ کو ارکانِ اسلام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک آنے والا آیا جس پر سفر کا کوئی اثر نہیں تھا، اور اس نے کہا: "يا محمد ما الإسلام؟ فقال: الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله وتقيم الصلاة وتؤتي الزكاة وتحج وتعتمر"[3] وقال

[1] سنن ترمذی: ۹۳۱

[2] البقرہ: ۱۹۶

[3] سنن دارقطنی: ۲۷۰۸

الدارقطنی: هذا إسنادٌ ثابتٌ صحیح۔

قوله وقال ابن عمر: یہ معلق ہے جسے ابن خزیمہ اور دارقطنی وغیرہ نے موصول ذکر کیا ہے: "ان ابن عمر کان یقول: لیس من خلق الله أحد إلا علیه حجة وعمرة واجبتانِ من استطاع سبیلاً"

قوله وقال ابن عباس اس تعلیق کو شافعی اور سعید بن منصور نے موصول بیان کیا ہے طاؤس کہتے ہیں: سمعت ابن عباس یقول: والله إنها لقرینتها فی کتاب الله، وأتموا الحج والعمرة لله۔

١٧٧٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ"۔

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی نے خبر دی، انہیں ابوصالح سمان نے خبر دی اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔



قوله والحج المبرور۔ اس کے متعدد معانی کیے گئے ہیں۔ یہ برّ یبرّ سے ہے جس کا معنیٰ قبول ہونا ہے تو حج مبرور سے مراد حج مقبول ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے۔ یا وہ حج مبرور ہے جس میں کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہ ہو یا وہ حج جس میں ریاء اور سمعہ اور لغو کام نہ ہو یا وہ حج جس کے بعد انسان کوئی گناہ نہ کرے اور پہلے سے اس کی حالت بدل جائے۔

شرح بخاری

٢۔ بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ:

باب: اس شخص کا بیان جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

١٧٧٤: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ، سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ، قَالَ عِكْرِمَةُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ "اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ"، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مِثْلَهُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ.



ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا

کوئی حرج نہیں، عکرمہ نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ ہی کیا تھا اور ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا، ان سے عکرمہ بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا پھر یہی حدیث بیان کی۔ ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، ان سے ابوعاصم نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، ان سے عکرمہ بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا پھر یہی حدیث بیان کی۔

٣-بَابُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے ہیں؟

١٧٧٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، "وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ، فَقَالَ: بِدْعَةٌ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: كَمِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر سے ان لوگوں کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بدعت ہے، پھر ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ چار، ایک ان میں سے رجب میں کیا تھا، لیکن ہم نے پسند نہیں کیا کہ ان کی اس بات کی تردید کریں۔

شرح بخاری

قولہ بدعة حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ مسجد نبوی میں صلاۃِ ضحی پڑھ رہے تھے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس نماز کو بدعت کہا، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُم ہانی کے گھر میں صلاۃِ ضحی پڑھنا ثابت ہے، ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں یہ ثابت نہ ہو، اس لیے انہوں نے اسے بدعت کہا ہے، یا مسجد میں اس نماز کے لیے اکٹھ کرنے اور اس کے اظہار کو بدعت کہا ہو،

قولہ ما اعتمر فی رجب قط حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو غلطی لگی ہے حالانکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہا ہے، آپ نے رجب کے مہینے میں کوئی عمرہ نہیں کیا، آپ کے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہوئے ہیں، یا ایک عمرہ ذوالحجہ میں ہوا ہے، جو آپ نے حج کے ساتھ کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں موجود تھے اس وقت آپ نے ماہِ رجب میں عمرہ کیا ہو، تو عبداللہ بن عمر نے مکہ والا عمرہ ملا کر چار کہہ دیئے

ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ شاید وہ مدینہ منورہ سے کیے ہوئے عمرے مراد لیتا ہے اور ان میں سے ایک کو رجب میں شمار کرتا ہے اس لیے اس کی تردید کی ہے، ان چار عمروں میں سے ایک حدیبیہ کا عمرہ ہے، حالانکہ آپ نے کافروں کے روک دینے کی وجہ سے یہ عمرہ کیا نہیں ہے لیکن چونکہ اس کا احرام باندھا تھا اور قربانیاں بھی کیں جس کا اجر وثواب حاصل ہوگیا۔ حصولِ اجر کی وجہ سے عمرہ حدیبیہ کو شمار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد عمرۃ القضاء ہے جس کے بارہ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر فیصلہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کرنے کے لیے آئیں تو آپ نے اگلے سال ۷ھ میں یہ دوسرا عمرہ کیا تھا، اس کے بعد جب مکہ مکرمہ آپ نے فتح کرلیا تو آپ نے جعرانہ سے عمرہ کیا، آپ رات کو گئے اور رات کو ہی واپس آگئے تھے، بعض لوگوں سے یہ مخفی رہ گیا تھا، اور چوتھا عمرہ وہ ہے جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج کے ساتھ ادا فرمایا تھا، بعض علماء حج والے عمرہ کو شمار نہیں کرتے، کیونکہ وہ حج میں ہی مدغم ہوگیا ہے، اور بعض پہلے عمرۃ حدیبیہ کو بھی شمار نہیں کرتے، کیونکہ یہ آپ نے بالفعل نہیں کیا، صرف اس کا اجر مل گیا ہے، اس طرح دو عمرے ہی بنتے ہیں، اور تین یا چار بھی کہے جاسکتے ہیں۔

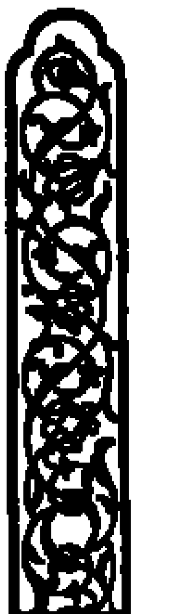
١٧٧٦: قَالَ: وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ عُرْوَةُ: يَا أُمَّاهُ، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟، قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قَالَ: يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ".



مجاہد نے بیان کیا کہ ہم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے ان کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے پوچھا اے میری ماں! اے ام المؤمنین! ابوعبدالرحمٰن کی بات آپ سن رہی ہیں؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ خود موجود نہ رہے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں تو کبھی عمرہ ہی نہیں کیا۔

١٧٧٧: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔



١٧٧٨: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "كَمْ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَرْبَعٌ عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُونَ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعِرَّانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ أُرَاهُ حُنَيْنٍ، قُلْتُ: كَمْ حَجَّ؟ قَالَ: وَاحِدَةً".

ہم سے حسان بن حسان نے بیان کیا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ چار، عمرہ حدیبیہ ذی قعدہ میں جہاں پر مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا تھا، پھر آئندہ سال ذی قعدہ ہی میں ایک عمرہ قضاء جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے صلح کی تھی اور تیسرا عمرہ جعرانہ جس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً حنین کی غنیمت تقسیم کی تھی، چوتھا حج کے ساتھ میں نے پوچھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کتنے کئے؟ فرمایا کہ ایک۔

قولہ واحِدَةً۔ اس سے مراد وہ حج ہے جو آپ نے ہجرت کے بعد کیا ہے اور وہ ایک ہی ہے، ہجرت سے پہلے ترمذی میں آتا ہے کہ آپ نے دو حج کیے ہیں، انصار نے آپ کو تین حج کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور حافظ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آپ ہر سال حج کرتے تھے، کیونکہ مکہ والوں کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر سال حج کیا کرتے تھے۔

١٧٧٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ "اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوهُ وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ".

ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ وہاں کیا جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے واپس کر دیا تھا اور دوسرے سال (اسی) عمرہ حدیبیہ (کی قضاء) کی تھی اور ایک عمرہ ذی قعدہ میں اور ایک اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

قولہ ومن القابل عمرة الحديبية۔ یہ راوی کی غلطی ہے کہ اس نے آئندہ سال کے عمرہ کو عمرۃ حدیبیہ کہہ دیا ہے ورنہ آئندہ سال عمرۃ القضاء ہوا ہے، عمرۃ الحدیبیہ تو پہلا عمرہ ہے، ذوالقعدہ میں جو عمرہ دوسرے سال ہوا ہے وہ عمرۃ القضاء ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہاں عمرہ جعرانہ کو ذکر نہیں کیا۔ شاید جعرانہ کے عمرے کو انہوں نے حدیبیہ کا عمرہ کہہ دیا ہے ورنہ یہ راوی کے وہم پر محمول کیا جائے گا۔

١٧٨٠: حَدَّثَنَا هُدْبَةُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، وَقَالَ: اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، إِلَّا الَّتِي

اعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ جو عمرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا اس کے سوا تمام عمرے ذی قعدہ ہی میں کئے تھے۔ حدیبیہ کا عمرہ اور دوسرے سال اس کی قضاء کا عمرہ تھا۔ (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا تھا اور حجۃ الوداع سے متعلق ہے) اور جعرانہ کا عمرہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین کی غنیمت تقسیم کی تھی۔ پھر ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

١٧٨١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلْتُ مَسْرُوقًا، وَعَطَاءً، وَمُجَاهِدًا، فقالوا: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، وَقَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ مَرَّتَيْنِ".



ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابواسحٰق نے بیان کیا کہ میں نے مسروق، عطاء اور مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو ان سب حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے ذی قعدہ ہی میں عمرے کئے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذی قعدہ میں حج سے پہلے دو عمرے کئے تھے۔

۴۔ بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ:

باب: رمضان میں عمرہ کرنے کا بیان

١٧٨٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اسْمَهَا: "مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّينَ مَعَنَا؟"، قَالَتْ: كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُو فُلَانٍ وَابْنُهُ لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا، وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ".



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحیٰی بن قطان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء بن

ابی رباح نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون (ام سنان رضی اللہ عنہا) سے (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا نام بتایا تھا لیکن مجھے یاد نہ رہا) پوچھا کہ تو ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتی؟ وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا، جس پر ابوفلاں (یعنی اس کا خاوند) اور اس کا بیٹا سوار ہو کر حج کے لیے چل دیئے اور ایک اونٹ انہوں نے چھوڑا ہے، جس سے پانی لایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے یا اسی جیسی کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

یعنی رمضان کے مہینے میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے، بعض احادیث میں "عمرة فی رمضان تعدلُ حجة"[1] آتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ حج میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک بیت اللہ کا طواف، اور دوسری چیز عرفات میں لوگوں کا اجتماع ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اسی طرح رمضان کے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو ہوتا ہی ہے، اور عرفات میں رحمت کے نزول کا بدل روزے بن جاتے ہیں جو ماہِ رمضان میں رکھے جاتے ہیں، کیونکہ روزوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، اس طرح ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے، لیکن رمضان کے عمرہ سے فرضی حج ادا نہیں ہوگا۔ وہ فریضہ باقی رہے گا۔

٥- بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا:

باب: محصب کی رات عمرہ کرنا یا اس کے علاوہ کسی دن بھی عمرہ کرنے کا بیان

١٧٨٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ لَنَا: مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، قَالَتْ: فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَظَلَّنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ارْفُضِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي".

ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے نکلے تو ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی حج کا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ١٣٠٢٨۔ مسند احمد: ٢٨٠٨

احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ حج کا باندھ لے اور اگر کوئی عمرہ کا باندھنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کا باندھ لے۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم میں بعض نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، لیکن عرفہ کا دن آیا تو میں اس وقت حائضہ تھی، چنانچہ میں نے اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول دے اور اس میں کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔ (میں نے ایسا ہی کیا) جب محصب میں قیام کی رات آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن کو میرے ساتھ تنعیم بھیجا، وہاں سے میں نے عمرہ کا احرام اپنے اس عمرہ کے بدلہ میں باندھا (جس کو توڑ ڈالا تھا)۔

٦-بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ:

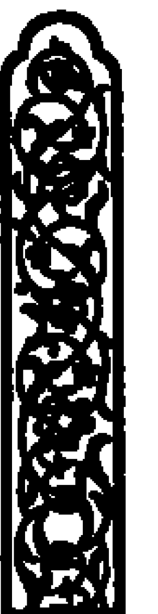
باب: تنعیم سے عمرہ کرنا

١٧٨٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُرْدِفَ عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ"، قَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً سَمِعْتُ عَمْرًا، كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو.



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے عمرو بن اوس سے سنا، ان کو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر لے جائیں اور تنعیم سے انہیں عمرہ کرا لائیں۔ سفیان بن عیینہ نے کہیں یوں کہا میں نے عمرو بن دینار سے سنا، کہیں یوں کہا میں نے کئی بار اس حدیث کو عمرو بن دینار سے سنا۔

اہل مکہ عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے دو مقامات میں جاتے ہیں ایک تنعیم ہے جہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے جاتے ہیں، یہ ادنی حل ہے جو کہ تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اور دوسری جگہ جعرانہ ہے جو دور پڑتی ہے۔ اگر تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جائے تو وہاں کے لوگ اسے چھوٹا عمرہ کہتے ہیں اور اگر احرام جعرانہ سے باندھا گیا ہو تو اسے بڑا عمرہ کہتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنیمتیں تقسیم کرنے کے بعد جعرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ کیا تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کرایا تھا، بہرحال عمرہ کرنے کے لیے حل سے احرام باندھنا ضروری ہے خواہ ادنیٰ حل کی طرف چلا جائے یا ابعد حل سے احرام باندھ لے، عمرہ کے لیے حل میں جانا ضروری ہے، اور حج کے لیے مکہ مکرمہ سے ہی احرام باندھا جا سکتا ہے۔



١٧٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ حَبِيبٍ

الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَطَاءٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ، وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً يَطُوفُوا بالبيت، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا، إِلَّا مَنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالُوا: نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى، وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ، وَأَنَّ عَائِشَةَ حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بالبيت، قَالَ: فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتَنْطَلِقُونَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحَجَّةِ، وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيهَا، فَقَالَ: أَلَكُمْ هَذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالوہاب بن عبدالمجید نے، ان سے حبیب معلم نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا قربانی کسی کے پاس نہیں تھی۔ ان ہی دنوں میں علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو ان کے ساتھ بھی قربانی تھی۔ انہوں نے کہا کہ جس چیز کا احرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے میرا بھی احرام وہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو (مکہ میں پہنچ کر) اس کی اجازت دے دی تھی کہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیں اور بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے بال ترشوالیں اور احرام کھول دیں، لیکن وہ لوگ ایسا نہ کریں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم منیٰ سے حج کے لیے اس طرح سے جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بات اب ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو (افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد) میں بھی احرام کھول دیتا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں) حائضہ ہو گئی تھیں اس لیے انہوں نے اگرچہ تمام مناسک ادا کئے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ پھر جب وہ پاک ہو گئیں اور طواف کر لیا تو عرض کی یارسول اللہ! سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس پر عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ انہیں ہمراہ لے کر تنعیم جائیں اور عمرہ کرالائیں، یہ عمرہ حج کے بعد ذی الحجہ کے ہی مہینہ میں ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جمرہ عقبہ کی رمی کر رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا یہ (عمرہ اور حج کے درمیان احرام کھول دینا) صرف آپ ہی کے لیے ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

قولہ وذكر أحدنا يقطر۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ احرام باندھ کر منیٰ کو جانے کا زمانہ جماع کے زمانے کے قریب ہوگا اور یہ اچھی بات نہیں ہے اس لیے پہلے طواف اور سعی کے بعد احرام کھول کر بیویوں سے میل ملاپ کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، اس سے بعد میں بھی جاری رہنے والی تقطیر مراد نہیں ہے، جیسا کہ منکرین حدیث اور چکڑالوی وغیرہ باتیں بناتے ہیں کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ ان کی تقطیر بعد میں بھی جاری رہتی تھی، انہوں نے اس کا غلط معنیٰ مراد لے لیا ہے، بلکہ جماع کے وقت جو تقطیر ہوتی ہے قریب العہد ہونے کی وجہ سے اسے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

قولہ بل للأبد۔ اس وقت لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے، اسلام نے ان کی اس عادت کو اُٹھا دیا، اور ہمیشہ کے لیے حج کے ساتھ عمرہ کرنے کی اجازت دے دی، بعض کہتے ہیں کہ یہ فسخ حج کی طرف اشارہ ہے، یعنی اب فسخ حج کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ میقات سے ہی عمرہ کا احرام باندھ لے، کیونکہ اب احکام متعین ہوگئے ہیں اب فسخ کی ضرورت نہیں ہے۔

٧۔بَابُ الِاعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ:

باب: حج کے بعد عمرہ کرنا اور قربانی نہ دینا

١٧٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ، فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: دَعِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَرْدَفَهَا، فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا، وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحیٰ بن قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی کہا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے حج کے لیے چلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا باندھ لے اور جو حج کا باندھنا چاہے وہ حج کا باندھ لے، اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا ہی احرام باندھتا، چنانچہ بہت سے لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بہتوں نے حج کا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر میں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حائضہ ہوگئی، عرفہ کا دن آگیا اور ابھی میں حائضہ ہی تھی، اس کا رونا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول لے اور کنگھا کرلے پھر حج کا احرام باندھ لینا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد جب محصب کی رات آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ عبدالرحمٰن کو تنعیم بھیجا وہ مجھے اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر لے گئے وہاں سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرے کے بجائے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی حج اور عمرہ دونوں ہی پورے کر دیئے نہ تو اس کے لیے انہیں قربانی لانی پڑی نہ صدقہ دینا پڑا اور نہ روزہ رکھنا پڑا۔

اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ جو شخص حج کرنے کے بعد عمرہ کرے اس پر قربانی نہیں آئے گی، کیونکہ حج کے بعد عمرہ کرنے والا متمتع نہیں ہوتا، بلکہ متمتع وہ ہوتا ہے جو حج سے پہلے حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اس پر ھدی یعنی قربانی آتی ہے۔

شرح بخاری

قولہ و کنت ممن أهل بعمرة۔ اس بارہ میں تمام احادیث کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان کا حج کا ارادہ تھا مکہ مکرمہ کے قریب جا کر نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان ہوگیا کہ جس کے پاس ھدی نہیں ہے وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے تو وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام بنالیا، لیکن حیض شروع ہو جانے کی وجہ سے وہ عمرہ نہ کرسکیں، عرفہ کے دن انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا کہ میں عمرہ نہیں کرسکی تو آپ نے فرمایا کہ تو عمرہ کو چھوڑ دے اور حج کا احرام باندھ لے [1] شافعی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ کو پہلی حالت پر رہنے دے اور اس پر حج کو داخل کرلے، کیونکہ اس کے بعد یہ لفظ آتے ہیں، طوافك بالبيت وبين الصفا والمروة يكفيك لحجتك وعمرتك" [2] لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا احرام حج قران کا تھا، اور قران میں دو طواف فرض نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی طواف ہوتا ہے، حنفی کہتے ہیں کہ ان کا احرام افراد کا تھا لہٰذا وہ مفردہ تھیں، عمرہ کا پہلا احرام توڑ دیا گیا تھا اور حج کا نیا احرام باندھ لیا گیا تھا، پہلے عمرہ نہ کرنے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مطمئن نہیں تھیں، اس لیے آپ

---

[1] صحیح بخاری:١٥٥٦

[2] سنن ابی داود:١٨٩٧

نے انہیں حج کے بعد عمرہ کرادیا، اب شوافع اور احناف سب کے نزدیک قربانی آئے گی، احناف کے نزدیک اس لیے قربانی آئے گی، کہ پہلا احرام توڑا گیا ہے اور احرام توڑنے کی وجہ سے قربانی آئے گی، اور شوافع کے نزدیک احرام توڑا نہیں گیا بلکہ قران بن گیا ہے۔ اور حج قران میں قربانی آتی ہے، ابن حزم نے کہا ہے کہ قران میں قربانی نہیں آتی۔ قربانی صرف متمتع پر آتی ہے، اس نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قارنہ تھیں لیکن ان کے پاس قربانی نہیں تھی۔

٨۔بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ:

باب: عمرہ میں جتنی تکلیف ہو اتنا ہی ثواب ہے

١٧٨٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، قَالَا: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: يَا رَسُولَ اللهِ، يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ، وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ، فَقِيلَ لَهَا: انْتَظِرِي، فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي، ثُمَّ ائْتِينَا بِمَكَانِ كَذَا، وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ".



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور دوسری (روایت میں) ابن عون، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اسود سے، انہوں نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! لوگ تو دو نسک (حج اور عمرہ) کر کے واپس ہو رہے ہیں اور میں نے صرف ایک نسک (حج) کیا ہے؟ اس پر ان سے کہا گیا کہ پھر انتظار کریں اور جب پاک ہو جائیں تو تنعیم جا کر وہاں سے (عمرہ کا) احرام باندھیں، پھر ہم سے فلاں جگہ آملیں اور یہ کہ اس عمرہ کا ثواب تمہارے خرچ اور محنت کے مطابق ملے گا۔

یعنی عمرہ کا اجر و ثواب تکلیف اٹھانے کی بقدر ہے، لہٰذا دور سے جانے والے کا اجر قریب سے جانے والے کی بنسبت زیادہ ہوگا، بہرحال فرض ادا ہو جائے گا۔

قوله على قدر نفقتك أو نصبك۔ یعنی تیرا عمرہ ادا ہو گیا ہے، لیکن اس میں نفقہ اور مشقت کم ہے اس لیے اس میں اجر و ثواب بھی دوسروں سے کم ہے، اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تسلی نہ ہوئی، لہٰذا انہیں آپ نے بعد میں عمرہ کرادیا، احناف کہتے ہیں کہ "یکفیك" سے مراد یہ ہے کہ تجھے نیت کی وجہ سے اجر و ثواب حاصل ہو گیا ہے، لیکن فرض عمرہ ادا نہیں ہوا۔



٩-بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ:

باب: (حج کے بعد) عمرہ کرنے والا عمرہ کا طواف کر کے مکہ سے چل دے تو طواف وداع کی ضرورت ہے یا نہیں ہے

١٧٨٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا سَرِفَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا، وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ذَوِي قُوَّةٍ الْهَدْيُ، فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُمْرَةً فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ؟، قُلْتُ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ لِأَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ: وَمَا شَأْنُكِ؟ قُلْتُ: لَا أُصَلِّي، قَالَ: فَلَا يَضِرْكِ، أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ عَسَى اللهُ أَنْ يَرْزُقَكِهَا، قَالَتْ: فَكُنْتُ حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِنًى، فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: اخْرُجْ بِأُخْتِكَ الْحَرَمَ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا أَنْتَظِرْكُمَا هَا هُنَا، فَأَتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، فَقَالَ: فَرَغْتُمَا، قُلْتُ: نَعَمْ، فَنَادَى بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ، وَمَنْ طَافَ بالبيت قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ".

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حج کے مہینوں اور آداب میں ہم حج کا احرام باندھ کر مدینہ سے چلے اور مقام سرف میں پڑاؤ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ چاہے کہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ میں بدل دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے بعض مقدور والوں کے ساتھ قربانی تھی، اس لیے ان کا (احرام صرف) عمرہ کا نہیں رہا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے تو میں رو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ رو کیوں رہی ہو؟ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے جو کچھ فرمایا میں سن رہی تھی، اب تو میرا عمرہ رہ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی (حیض کی وجہ سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، تو بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے، اور جو ان

سب کے مقدر میں لکھا ہے وہی تمہارا بھی مقدر ہے۔ اب حج کا احرام باندھ لے شاید اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ بھی نصیب کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھ لیا پھر جب ہم (حج سے فارغ ہو کر اور) منیٰ سے نکل کر محصب میں اترے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن کو بلایا اور ان سے کہا کہ اپنی بہن کو حد حرم سے باہر لے جا (تنعیم) تاکہ وہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لیں، پھر طواف و سعی کرو ہم تمہارا انتظار یہیں کریں گے۔ ہم آدھی رات کو آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ بیت اللہ کا طواف وداع کرنے والے لوگ صبح کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہو گئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔

اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ جو شخص حج کرنے کے بعد عمرہ کرے یعنی بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے، کیا اس کا یہی طواف، طوافِ وداع کے لیے کافی ہو جائے گا یا اسے طوافِ وداع الگ کرنا پڑے گا، اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، عمرہ کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے طوافِ وداع الگ کرنے کا ذکر نہیں آیا، اس لیے امام بخاری نے ترجمہ باب میں "هَلْ" کا لفظ لا کر توقف کیا ہے کہ اس حدیث سے استدلال درست ہے یا نہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ طوافِ وداع، تحیۃ المسجد کی طرح ہے، اور تحیۃ المسجد سے مقصود یہ ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعت پڑھ کر مسجد میں بیٹھے، تاکہ مسجد عبادت سے خالی نہ ہو، لیکن اگر کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جبکہ فرض نماز کی جماعت شروع ہو تو وہ فرض نماز میں شامل ہو جائے تحیۃ المسجد فرضی نماز میں ہی ادا ہو جائے گی۔ تحیۃ المسجد اس صورت میں الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح مسجد میں آ کر اگر سنت نماز ادا کر لیتا ہے تو تحیۃ المسجد الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اسی طرح طوافِ وداع کا مقصد یہ ہے کہ حج کے لیے آنے والے کا آخری عہد بیت اللہ کے ساتھ ہونا چاہیے، لیکن جب کوئی شخص حج کے بعد عمرہ کرے گا تو اس کا آخری عہد بیت اللہ کے ساتھ ہو جائے گا، اب وہ جا سکتا ہے اسے طوافِ وداع الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

١٠- بَابُ يَفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ:

باب: عمرہ میں ان ہی کاموں کا پرہیز ہے جن سے حج میں پرہیز ہے

١٧٨٩: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، يَعْنِي عَنْ أَبِيهِ، "أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوقِ أَوْ قَالَ: صُفْرَةٌ، فَقَالَ: كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَوَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَقَالَ عُمَرُ: تَعَالَ أَيَسُرُّكَ

أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُنْزِلَ اللهُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، قُلْتُ: نَعَمْ، فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ، وَأَحْسِبُهُ قَالَ: كَغَطِيطِ الْبَكْرِ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ اخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوقِ عَنْكَ، وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ".

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے عطا بن ابی رباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جبہ پہنے ہوئے اور اس پر خلوق یا زروی کا نشان تھا۔ اس نے پوچھا مجھے اپنے عمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑا ڈال دیا گیا، میری بڑی آرزو تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہو تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہاں آؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہو رہی ہو، اس وقت تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے آرزو مند ہو؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کپڑے کا کنارہ اٹھایا اور میں نے اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ زور زور سے خراٹے لے رہے تھے، میرا خیال ہے کہ انہوں نے بیان کیا جیسے اونٹ کے سانس کی آواز ہوتی ہے پھر جب وحی اترنی بند ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوچھنے والا کہاں ہے جو عمرہ کے بارے میں پوچھتا تھا؟ اپنا جبہ اتار دے، خلوق کے اثر کو دھو ڈال اور (زعفران کی) زروی صاف کر لے اور جس طرح حج میں کرتے ہو اسی طرح اس میں بھی کرو۔

مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ جو محرمات حج کے احرام کے ہیں وہی عمرہ کے احرام کے محرمات ہیں دونوں کے احرام کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

١٧٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ، "أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا سورة البقرة آية ١٥٨، فَلَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا والمروة، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ،

فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا سورة البقرة آية ١٥٨". زَادَ سُفْيَانُ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامٍ، مَا أَتَمَّ اللهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا والمروة.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جب کہ ابھی میں نوعمر تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا۔ یہ سن کر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ اگر مطلب یہ ہوتا جیسا کہ تم بتا رہے ہو پھر تو ان کی سعی نہ کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں تھا، لیکن یہ آیت تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو منات بت کے نام کا احرام باندھتے تھے جو قدید کے مقابل میں رکھا ہوا تھا وہ صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں سفیان اور ابو معاویہ نے ہشام سے یہ زیادتی نکالی ہے کہ جو کوئی صفا مروہ کا پھیرا نہ کرے تو اللہ اس کا حج اور عمرہ پورا نہ کرے گا۔



اس ترجمہ باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ کیا عمرہ کرنے والا طواف اور سعی کر کے حلال ہو یا سعی سے پہلے بھی حلال ہو سکتا ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عمرہ کرنے والا بیت اللہ کا طواف کر کے حلال ہو سکتا ہے، انہوں نے سعی کو ذکر نہیں کیا، بعض کہتے ہیں کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا جب بیت اللہ کا طواف کر لے تو سعی اس کے تابع ہے، لہٰذا سعی کر کے حلال ہو، سعی سے پہلے حلال نہ ہو، اور یہی بات صحیح ہے کہ طواف اور سعی کر کے حلال ہونا چاہیے۔

١١- بَابُ مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ:

باب: عمرہ کرنے والا احرام سے کب نکلتا ہے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا.

اور عطاء بن ابی رباح نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دیں اور طواف (بیت اللہ اور صفا و مروہ) کریں پھر بال ترشوا کر احرام سے نکل جائیں۔



١٧٩١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي

أَوْفَى، قَالَ: "اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ، وَأَتَى الصَّفَا والمروة وَأَتَيْنَاهَا مَعَهُ، وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَرْمِيَهُ أَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ صَاحِبٌ لِي: أَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟، قَالَ: لَا.

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جریر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے عبداللہ بن ابی اوفی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ بھی کیا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کیا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے (بیت اللہ کا) طواف کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے بھی طواف کیا، پھر صفا اور مروہ آئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ والوں سے حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں کوئی کافر تیر نہ چلا دے، میرے ایک ساتھی نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں اندر داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

۱۷۹۲: قَالَ: فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِيجَةَ، قَالَ: بَشِّرُوا، خَدِيجَةَ بِبَيْتٍ مِنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ".

کہا انہوں نے پھر پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کچھ فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک موتی کے گھر کی بشارت ہو، جس میں نہ کسی قسم کا شور و غل ہو گا نہ کوئی تکلیف ہو گی۔

۱۷۹۳: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟، فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف تو کرتا ہے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا، کیا وہ (صرف بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے ہمبستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا، پھر مقام ابراہیم علیہ السلام کے قریب دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

١٧٩٤: قَالَ: وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ".

انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔

١٧٩٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيخٌ، فَقَالَ: أَحَجَجْتَ؟، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: بِمَا أَهْلَلْتَ؟، قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَحْسَنْتَ، طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَحِلَّ، فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ، فَقَالَ: إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ".



ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر بن محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے بیان کیا، ان سے طارق بن شہاب نے بیان کیا، اور ان سے ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطحاء میں حاضر ہوا آپ وہاں (حج کے لیے جاتے ہوئے اترے ہوئے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارا حج ہی کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اور احرام کس چیز کا باندھا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسی کا احرام باندھا ہے، جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا کیا، اب بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کر لے پھر احرام کھول ڈال، چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر میں بنو قیس کی ایک عورت کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جوئیں نکالیں، اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا۔ میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) اسی کے مطابق لوگوں کو مسئلہ بتایا کرتا تھا، جب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر عمل کرنا چاہیے کہ اس میں ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا چاہیے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام نہیں کھولا تھا جب تک ہدی کی قربانی نہیں ہو گئی تھی۔ لہٰذا ہدی ساتھ لانے والوں کے واسطے ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔



١٧٩٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ،

أَنَّ عَبْدَ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ، تَقُولُ: كُلَّمَا مَرَّتْ بِالحَجُونِ صَلَّى اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَا هُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيلٌ ظَهْرُنَا قَلِيلَةٌ أَزْوَادُنَا، فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَلَمَّا مَسَحْنَا البيت أَحْلَلْنَا، ثُمَّ أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ".

ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہیں ابوالاسود نے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ نے ان سے بیان کیا، انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے سنا تھا، وہ جب بھی حجون پہاڑ سے ہو کر گزرتیں تو یہ کہتیں رحمتیں نازل ہوں اللہ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہیں قیام کیا تھا، ان دنوں ہمارے (سامان) بہت ہلکے پھلکے تھے، سواریاں اور زادراہ کی بھی کمی تھی، میں نے، میری بہن عائشہ رضی اللہ عنہا نے، زبیر اور فلاں فلاں رضی اللہ عنہم نے عمرہ کیا اور جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو (صفا اور مروہ کی سعی کے بعد) ہم حلال ہو گئے، حج کا احرام ہم نے شام کو باندھا تھا۔

قولہ فلما مسحنا البیت أھللنا مسحنا البیت سے مراد بیت اللہ کا طواف کرنا ہے، اور سعی طواف کے تابع ہوتی ہے اس لیے اسے ذکر نہیں کیا، یعنی طواف اور سعی کے بعد حلال ہو گئے اور شام کو حج کا احرام باندھا۔

١٢- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ:

باب: حج، عمرہ یا جہاد سے واپسی پر کیا دعا پڑھی جائے؟

١٧٩٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ، ثُمَّ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج و عمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ کا چڑھاؤ ہوتا تو تین مرتبہ «اللہ اکبر» کہتے اور یہ دعا پڑھتے «لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، آيبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون، صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده» اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور حمد اسی کے

لیے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم واپس ہو رہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کی حمد کرتے ہوئے، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور سارے لشکر کو تنہا شکست دے دی۔ (فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے)۔

۱۳۔بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ:

باب: مکہ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین آدمیوں کا ایک سواری پر چڑھنا

۱۷۹۸: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ".

ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو بنو عبد المطلب کے چند بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو (اپنی سواری کے) آگے بٹھا لیا اور دوسرے کو پیچھے۔

شرح بخاری

یہ ترجمہ باب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ اس میں "القادمین" جمع کا صیغہ ہے اور "الحاج" اسم جنس ہے جو واحد اور جمع دونوں کو شامل ہے، اور القادمین اس کی صفت ہے، یعنی آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا۔ اور اس صورت میں والثلاثة علی الدابة دوسرا جزء الگ ہو جائے گا، یعنی تین افراد بھی ایک سواری پر سوار ہو سکتے ہیں، اور یہ تب ہے جبکہ سواری اس کی متحمل ہو، ایک روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے اور یہ تب ہے جبکہ سواری تین افراد کی متحمل نہ ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "القادمین" تثنیہ کا صیغہ ہو، اس صورت میں "والثلاثة" کا اس پر عطف ہو گا اور ترجمہ باب ایک جزء پر ہی مشتمل ہو گا یعنی دو آنے والے یا تین آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا جائز ہے۔

۱۴۔بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ:

باب: (مسافر کا اپنے) گھر میں صبح کے وقت آنا

۱۷۹۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بذي الحليفة بِبَطْنِ الْوَادِي، وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ".

ہم سے احمد بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لے جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے۔ اور جب واپس ہوتے تو ذو الحلیفہ کی وادی کے نشیب میں

نماز پڑھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک ساری رات وہیں رہتے۔

١٥۔بَابُ الدُّخُولِ بِالْعَشِيِّ:

باب: شام میں گھر کو آنا

١٨٠٠: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر سے) رات کو گھر نہیں پہنچتے تھے یا صبح کے وقت پہنچ جاتے یا دوپہر بعد (زوال سے لے کر غروب آفتاب تک کسی بھی وقت تشریف لاتے)۔

١٦۔بَابُ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ:

باب: آدمی جب اپنے شہر میں پہنچے تو گھر میں رات کو نہ جائے

١٨٠١: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلًا".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر سے) گھر رات کے وقت اترنے سے منع فرمایا۔

شرح بخاری

یہاں مدینہ سے مراد ہر وہ شہر ہے جس میں داخل ہونے کا ارادہ ہو، یعنی جب انسان اپنے شہر کے قریب آجائے تو رات کو داخل نہ ہو، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر انسان رات کو اچانک آئے اور اس کی بیوی تیار نہ ہو تو ایسی حالت میں دیکھنے سے بعض دفعہ نفرت پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ خاوند سفر پر ہو تو عورتیں زینت لگانا ترک کر دیتی ہیں، اگر پہلے اطلاع دی ہوئی ہو تو رات کو بھی آسکتا ہے۔

١٧۔بَابُ مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ:

باب: جس نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر اپنی سواری تیز کر دی (تاکہ جلد سے جلد اس پاک شہر میں داخلہ نصیب ہو)

١٨٠٢: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ

سَفَرٍ فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ نَاقَتَهُ، وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا". قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ جُدُرَاتٍ: تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ.

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے حمید طویل نے خبر دی انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے مدینہ واپس ہوتے اور مدینہ کے بالائی علاقوں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹنی کو تیز کر دیتے، کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اسے بھی ایڑ لگاتے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے یہ لفظ زیادہ کئے ہیں کہ مدینہ سے محبت کی وجہ سے سواری تیز کر دیتے تھے۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے (درجات کے بجائے) «جدرات» کہا، اس کی متابعت حارث بن عمیر نے کی۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ کے قریب آتے تو مدینے کی محبت کی وجہ سے اپنی سواری کو تیز کر دیتے تھے،

قولہ زاد الحارث بن عمير، اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موصول بیان کیا ہے: "ان النبي ﷺ كان إذا قدم من سفر فنظر إلي جدرات المدينة أوضع ناقته، وإن كان على دابة حركها من حبها"[1]

١٨- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾:

باب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو

١٨٠٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا كَانَتْ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوا فَجَاءُوا لَمْ يَدْخُلُوا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ وَلَكِنْ مِنْ ظُهُورِهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذَلِكَ، فَنَزَلَتْ: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا سورة البقرة آية ١٨٩".

ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ انصار جب حج کے لیے آتے تو (احرام کے بعد) گھروں میں دروازوں سے نہیں جاتے بلکہ دیواروں سے کود کر (گھر کے اندر) داخل ہوا کرتے تھے پھر (اسلام لانے کے بعد) ایک انصاری شخص آیا اور دروازے سے گھر میں داخل ہو گیا اس پر لوگوں نے لعنت ملامت کی تو یہ وحی نازل ہوئی کہ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھروں میں پیچھے سے

[1] صحیح بخاری: ١٨٨٦، مسند احمد: ١٢٦٢٣

(دیواروں پر چڑھ کر) آؤ بلکہ نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔

احرام باندھ لینے کے بعد اگر کسی شخص کو گھر جانے کی ضرورت پڑ جاتی تھی تو وہ گھر میں دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ گھر کے پچھواڑے سے سیڑھی لگا کر داخل ہوتے تھے حرف قریش کے اُحمس قبیلے کو دروازے سے داخل ہونے کی اجازت تھی دیگر لوگوں کو اس کی اجازت نہیں تھی۔ اسلام نے ان کی اس رسم کو توڑ دیا۔

١٩۔بَابُ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ:

باب: سفر بھی گویا عذاب کا ایک حصہ ہے

١٨٠٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے سمی نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، آدمی کو کھانے پینے اور سونے (ہر ایک چیز) سے روک دیتا ہے، اس لیے جب کوئی اپنی ضرورت پوری کر چکے تو فوراً گھر واپس آجائے۔

شرح بخاری

یعنی سفر چونکہ باعث مشقت ہوتا ہے اس لیے انسان کو چاہیے کہ سفر میں اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد جلدی اپنے گھر واپس آجائے۔

٢٠۔بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ

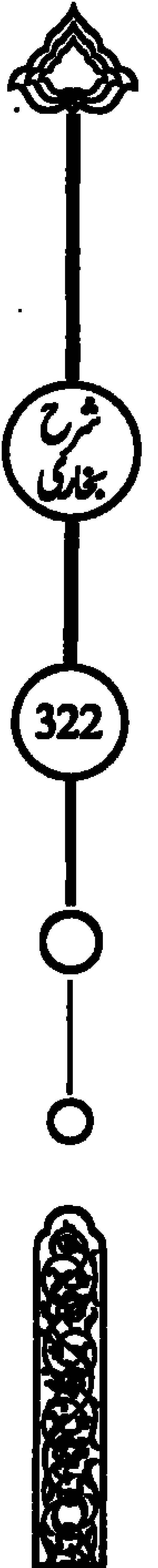
باب: مسافر جب جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو اور اپنے اہل میں جلد پہنچنا چاہیے

١٨٠٥: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: "إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ، وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا".

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا کہ انہیں (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی خبر ملی اور وہ نہایت تیزی

سے چلنے لگے، پھر جب سرخی غروب ہو گئی تو سواری سے نیچے اترے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب جلدی چلنا ہوتا تو مغرب میں دیر کر کے دونوں (عشاء اور مغرب) کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

یعنی مسافر کو جب جلدی چلنا در پیش ہو اور وہ اپنے گھر جلدی پہنچنا چاہتا ہو تو سفر میں دو نمازوں کو جمع کر سکتا ہے، پہلی نماز کو پچھلی کے وقت میں ملا کر پڑھ لے یا پچھلی نماز کو پہلی کے وقت پڑھ لے دونوں طرح جائز ہے [1]۔



(1) سنن ابی داود: ۱۲۰۸، ترمذی: ۵۵۵

کتاب المحصر

کتاب محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں

١-بَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ:

باب: محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ سورة البقرة آية ١٩٦، وَقَالَ عَطَاءٌ: الْإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: حَصُورًا لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس تم اگر روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو وہ مکہ بھیجو اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ (یعنی احرام نہ کھولو) جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (یعنی مکہ پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے) اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا کہ جو چیز بھی روکے اس کا یہی حکم ہے۔

شرح بخاری

محصر، اسم مفعول کا صیغہ ہے، جو احصار سے مشتق ہے جس کا معنی رکاوٹ ہے۔ یعنی کسی شخص کو بیماری نے یا دشمن نے بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا ہے۔ جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر کفارِ مکہ نے مسلمانوں اور نبی اکرم ﷺ کو بیت اللہ میں جانے سے روک دیا تھا، یا خطا اور غلطی کی بنا پر پیچھے رہ جائے۔ یعنی اسے دن کا پتہ نہیں چلا اور وہ ایک دن بعد میں پہنچا ہے، تو وہ کیا کرے؟ یہ احصار کی صورتیں ہوسکتی ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں احصار دشمن کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے عطاء کا قول ذکر کر کے اس کے عموم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ احصار ہر روکنے والی چیز سے ہوسکتا ہے خواہ مرض ہو یا دشمن یا کسر عضو یا موت وغیرہ، لہٰذا جو شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو اور راستے میں کسی رکاوٹ کے پیش آنے سے محصر ہو جائے تو وہ قربانی کر کے حلال ہو جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ میں ہی قربانی کی تھی، یا قربانی کا جانور کسی کے ہاتھ بھیج دے، اور لے جانے والے سے دن معین کر لے اور جس دن قربانی بیت اللہ میں پہنچ جائے اس دن یہ حلال ہو جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى ولا تحلقوا رؤسكم حتى يبلغ الهدىُ محله"[1] نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام کا احصار دشمن کے روکنے کی وجہ سے تھا تو آپ نے وہیں قربانیاں کر دی تھیں، آج کل حدیبیہ کی حد بندی ہوئی ہے۔ اس کا کچھ حصہ حرم میں آتا ہے اور کچھ حصہ حرم سے باہر ہے، اور یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ حرم کے اندر یا باہر اترے تھے۔

[1] البقرة:١٩٦

احناف کے ہاں وہ جگہ حرم میں ہے دیگر علماء کے نزدیک جہاں بھی ہو حلال ہوسکتا ہے، کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے: "إن محلي حيث حبستني "[1] بعض کے نزدیک یہ شرط کرنے سے قربانی دینے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن بعض علماء کے نزدیک قربانی بہر صورت دینی پڑتی ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بیمار ہونے سے انسان محصر نہیں ہوتا، کیونکہ بیماری وقتی چیز ہے، بیماری کی صورت میں اتنی دیر تک وہ علاج کراسکتا ہے، سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے جبکہ سردی وغیرہ کی تکلیف ہو اس کے بعد قربانی دے گا لیکن حلال نہیں ہوسکتا، یعنی اس پر محرمات حرام ہی رہیں گے، یعنی خوشبو نہیں لگا سکتا، شکار نہیں کرسکتا، نہ بیوی سے میل ملاپ کرے اور نہ ہی حجامت بنوائے اگرچہ متعدد مہینوں تک بیٹھا رہے، جب صحیح ہو تو عمرہ کرلے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بیماری کی وجہ سے بھی محصر ہوگا لہٰذا احلال ہوسکتا ہے۔

قولہٗ وجزاء الصيد۔ احرام کی حالت میں یا حرم کی حدود میں جو شخص شکار کرے اسے اس کی جزاء دینا پڑتی ہے، احناف کے ہاں پہلے اس شکار کی قیمت لگائی جائے گی، اگر وہ قیمت قربانی تک پہنچ جائے تو اس کی قربانی خرید لے اور اگر چاہے تو اس کی قیمت مساکین میں تقسیم کردے، ہر مسکین کو دو، دو مُد دیدے، شوافع کے نزدیک ہر مسکین کو ایک ایک مُد دے گا، یا جتنی مدیں ہوں اتنے روزے رکھ لے، یعنی وہ ایک مُد کا ایک روزہ رکھ سکتا ہے۔



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص ہرنی کا شکار کرے تو اس کے بدلے میں بکری آئے گی، ان کے نزدیک اہل عدل مثل صوری کا فیصلہ کریں گے، ہرنی کے بدلہ میں بکری اور وحشی گائے کے بدلہ میں گائے کا اور شتر مرغ کے بدلہ میں اونٹ دینے کا فیصلہ کریں گے، امام شافعی بھی مثل صوری کے قائل ہیں مثل معنوی کے نہیں، لیکن احناف مثل معنوی یعنی قیمت کا فیصلہ کرنے کے قائل ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول عجیب سا ہے، وہ کہتے ہیں اگر ہرن کا شکار کیا ہے، اور اس کے بدلہ میں اہل عدل نے بکری کا فیصلہ کیا ہے، تو وہ بکری کے عوض میں تین روزے رکھ سکتا ہے، کیونکہ قرآنِ کریم میں آتا ہے: " ففدية من صيام أو صدقة أو نسك "[2] اور نسک سے مراد "شأة فما فوقها" ہے اور اس کے عوض تین روزے ہوتے ہیں یا تین صاع دینا پڑتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جس شکار میں بکری آئے وہاں تین روزے رکھنا کافی ہیں اور اگر کسی شکار میں گائے آئے تو اس کے عوض میں بیس روزے رکھ لے اور اگر اونٹ آیا ہے تو تیس روزے رکھ لے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول ہے۔

ایک معنی ابن حزم رحمہ اللہ نے کیا ہے، وہ کہتا ہے: "فجزاءٌ مثل قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديًا بالغ الكعبة أو كفارةٌ طعام مساكين او عدل ذٰلك صياما "[3] کے بارہ میں ابن حزم کا قول یہ ہے کہ طعام مساکین سے مراد یہ ہے کہ اس بکری کا گوشت کتنے مساکین پُر ہو کر کھاسکتے ہیں، جتنے مساکین اسے کھاسکتے

[1] سنن نسائی: ۲۷۶۶، مسند احمد: ۳۱۱۷
[2] البقرۃ: ۱۹۶
[3] المائدۃ: ۹۵

ہیں وہ اتنے روزے رکھ لے گا، ابن حزم نے ایسی باتیں اس لیے کی ہیں کہ وہ صحابہ کرام کے اقوال کو حجت نہیں سمجھتا، اگر کسی آیت کی تفسیر پر ان کا اجماع ہو تو اسے تسلیم کرلیتا ہے اور اگر ان کے اقوال مختلف ہوں تو وہاں وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے۔

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ کیا شکار کرنے والا بھی "ذوا عدل" میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ بھی ذوا عدل میں داخل ہوسکتا ہے کہ شکار کی جزاء کا فیصلہ کرنے میں ایک وہ خود ہو جائے اور ایک دوسرے آدمی کو بلالے، دونوں مل کر فیصلہ کریں کہ اس شکار کی جزاء کیا ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک اس کے علاوہ دو عادل آدمی ہونے چاہئیں جو فیصلہ کریں۔

قولہ حصورًا لا یأتی النساء۔ ترجمہ باب میں آنے والے لفظ "محصر" کی مناسبت سے سورۃ اٰل عمران میں آنے والے لفظ "حصورًا" کا معنی بیان کردیا ہے، اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ لفظ کسی ایک چیز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عورتوں سے رک جانے والے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

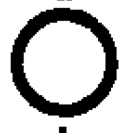
۱م۔بَابُ إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ:

باب: اگر عمرہ کرنے والے کو راستے میں روک دیا گیا تو (وہ کیا کرے)



۱۸۰۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، حِينَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ، قَالَ: "إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ، صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فساد کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لیے جب مکہ جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے کعبہ شریف پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگوں نے کیا تھا، چنانچہ آپ نے بھی صرف عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے سال صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔



اس ترجمہ باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ عمرہ کے احرام میں بھی احصار ہوسکتا ہے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ عمرہ میں احصار نہیں ہوتا، کیونکہ عمرہ ہر وقت ہی ادا ہوسکتا ہے، جبکہ حج کا وقت معین ہے، اس میں احصار ہوسکتا ہے۔ عمرہ میں بیماری وغیرہ لاحق ہوجائے تو صحیح ہونے پر اور عذر زائل ہونے پر عمرہ کیا جاسکتا ہے۔



لیکن نبی اکرم ﷺ کا احرام عمرہ کا تھا اور آپ حدیبیہ میں روک دیئے گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ میں بھی احصار ہے، اگرچہ یہاں احصار بیماری کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ کفارِ قریش نے آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، قرآنِ کریم کی احصار سے متعلق آیات بھی عمرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں، مگر حج میں احصار کا بھی یہی حکم ہے۔

١٨٠٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ، وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَقَالَ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ، وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ إِنْ شَاءَ اللهُ أَنْطَلِقُ، فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ: أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي، فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ، وَأَهْدَى، وَكَانَ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوفَ طَوَافًا وَاحِدًا يَوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ".

ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ جن دنوں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حجاج کی لشکر کشی ہو رہی تھی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا (کیونکہ آپ مکہ جانا چاہتے تھے) کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روک نہ دیا جائے۔ آپ بولے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے اور کفار قریش ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں حائل ہو گئے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی نحر کی اور سر منڈا لیا، عبداللہ نے کہا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے بھی ان شاءاللہ عمرہ اپنے پر واجب قرار دے لیا ہے۔ میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے کا راستہ مل گیا تو طواف کروں گا، لیکن اگر مجھے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، میں اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا چنانچہ آپ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا پھر تھوڑی دور چل کر فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہیں، اب میں بھی تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج بھی اپنے اوپر واجب قرار دے لیا ہے، آپ نے حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ فارغ ہو کر ہی دسویں ذی الحجہ کو احرام کھولا اور قربانی کی۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تک حاجی مکہ پہنچ کر ایک طواف زیارت نہ کر لے پورا احرام نہ کھولنا چاہئے۔





١٨٠٨: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللهِ، قَالَ لَهُ: لَوْ أَقَمْتَ بِهَذَا.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا ان سے نافع نے کہ عبداللہ رضی اللہ

عنہ کے کسی بیٹے نے ان سے کہا تھا کاش آپ اس سال رک جاتے (تو اچھا ہوتا اسی اوپر والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے)۔

۱۸۰۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "قَدْ أُحْصِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَلَقَ رَأْسَهُ، وَجَامَعَ نِسَاءَهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ، حَتَّى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا".

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب حدیبیہ کے سال مکہ جانے سے روک دیئے گئے تو آپ نے حدیبیہ ہی میں اپنا سر منڈوایا اور ازواج مطہرات کے پاس گئے اور قربانی کو نحر کیا، پھر آئندہ سال ایک دوسرا عمرہ کیا۔

۲۔ بَابُ الإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ:

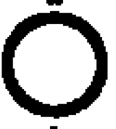
باب: حج سے روکے جانے کا بیان

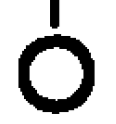


۱۸۱۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ "إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا، وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا"، وَعَنْ عَبْدِ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، نَحْوَهُ.

شرح بخاری

ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی، کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے کہ اگر کسی کو حج سے روک دیا جائے، ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف کرلے اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے، یہاں تک کہ وہ دوسرے سال حج کرلے پھر قربانی کرے، اگر قربانی نہ ملے تو روزہ رکھے، عبداللہ سے روایت ہے کہ ہمیں معمر نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی پہلی روایت کی طرح بیان کیا۔







امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ احصار عمرہ میں واقع ہوا ہے لیکن علماء نے حج کو بھی

عمرہ پر قیاس کیا ہے [1]۔

۳-بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ:

باب: رُک جانے کے وقت سر منڈوانے سے پہلے قربانی کرنا

۱۸۱۱: حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ".

ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور انہیں مسور رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قربانی سر منڈوانے سے پہلے کی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیا تھا۔

۱۸۱۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ، قَالَ: وَحَدَّثَ نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ، وَسَالِمًا، كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: "خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِرِينَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ".



ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابوبدر شجاع بن ولید نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر بن محمد عمری نے بیان کیا اور ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ اور سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی، (کہ وہ اس سال مکہ نہ جائیں) تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر گئے تھے اور کفار قریش نے ہمیں بیت اللہ سے روک دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو نحر کیا اور سر منڈایا۔

---

[1] قوله في حديث عبدالله بن عمر "خرجنا مع النبي ﷺ معتمرين" یہ احرام عمرہ کا تھا جس میں کفارِ قریش حائل ہوگئے اور آپ کو عمرہ نہ کرنے دیا۔ اور آپ یہیں قربانیاں کرکے واپس آگئے تھے۔ قربانی اگرچہ حج تمتع اور قران میں واجب ہے لیکن مفرد اور معتمر کا قربانی کرنا بھی مستحب ہے، علامہ نواب صدیق الحسن خاں لکھتے ہیں: "واتفق أهل العلم على أن الهدى مستحب للحاج المفرد والمعتمر المفرد و واجبٌ على المتمتع والقارن وعلى من وجب عليه جزاء العدوان على الإحرام" (الروضة الندية ج۱، ص۲۶۸) اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ہدی اور قربانی کرنا حج مفرد کرنے والے اور صرف عمرہ کرنے والے کے لیے مستحب ہے، لیکن حج تمتع اور قران کرنے والے پر قربانی کرنا واجب ہے اسی طرح اس شخص پر بھی ہدی واجب ہے جس پر احرام میں تعدی کی جزاء واجب ہو چکی ہو۔



۴- بَابُ مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ:

باب: جس نے کہا کہ روکے گئے شخص پر قضاء ضروری نہیں

یعنی اگر کوئی شخص محصر ہو جائے اور احصار کی وجہ سے حج یا عمرہ کا احرام کھول دے، تو اسے اس کی قضاء نہیں دینی پڑتی، جبکہ وہ پہلے فرض ادا کر چکا ہو، اور احصار نفلی حج میں پیش آیا ہو تو اب اسے از سر نو حج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک جب شروع کر لیا ہے تو توڑنے پر دوبارہ کرنا پڑے گا کیونکہ ان کے نزدیک شروع کرنے سے فرض ہو جاتا ہے، مالکیوں کی بھی یہی رائے ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک احصار کی صورت میں قضاء دینا ضروری نہیں ہے، جبکہ یہ حج یا عمرہ نفلی ہو۔

وَقَالَ رَوْحٌ، عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ، فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ، أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ، فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ، وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ، إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ، وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ". وَقَالَ مَالِكٌ، وَغَيْرُهُ: يَنْحَرُ هَدْيَهُ وَيَحْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ، وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوا، وَحَلَقُوا، وَحَلُّوا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ، وَقَبْلَ أَنْ يَصِلَ الْهَدْيُ إِلَى الْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَقْضُوا شَيْئًا، وَلَا يَعُودُوا لَهُ، وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِنَ الْحَرَمِ.

اور روح نے کہا، ان سے شبل بن عباد نے، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قضاء اس صورت میں واجب ہوتی ہے جب کوئی حج میں اپنی بیوی سے جماع کر کے نیت حج کو توڑ ڈالے لیکن کوئی اور عذر پیش آ گیا یا اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو وہ حلال ہوتا ہے، قضاء اس پر ضروری نہیں اور اگر ساتھ قربانی کا جانور تھا اور وہ محصر ہوا اور حرم میں اسے نہ بھیج سکا تو اسے نحر کر دے، (جہاں پر بھی قیام ہو) یہ اس صورت میں جب قربانی کا جانور (قربانی کی جگہ) حرم شریف میں بھیجنے کی اسے طاقت نہ ہو لیکن اگر اس کی طاقت ہے تو جب تک قربانی وہاں ذبح نہ ہو جائے احرام نہیں کھول سکتا۔ امام مالک وغیرہ نے کہا کہ (محصر) خواہ کہیں بھی ہو اپنی قربانی وہیں نحر کر دے اور سر منڈا لے۔ اس پر قضاء بھی لازم نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے حدیبیہ میں بغیر طواف اور بغیر قربانی کے بیت اللہ تک پہنچے ہوئے نحر کیا اور سر منڈایا اور وہ ہر چیز سے حلال ہو گئے، پھر کسی نے ذکر نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی قضاء کا یا کسی بھی چیز کے دہرانے کا حکم دیا ہو اور حدیبیہ حد حرم سے باہر ہے۔

شرح بخاری

قولہ بالتلذذ۔ یعنی بیوی سے جماع کر کے حج کو فاسد کر دے تو اس کے ذمہ اس کی قضاء آئے گی۔

قولہ ولا یعودوا لہ یعنی حدیبیہ میں حلال ہونے والوں کو آپ نے قضاء کا اور کسی چیز کو دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ اور

اگلے سال کئے ہوئے عمرہ کو عمرۃ القضاء اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فیصلے کے تحت ہوا تھا یہ قضاء سے نہیں بلکہ مقاضاۃ سے ہے جو ان سے صلح کے تحت ہوا تھا، حنفی قضاء کا معنیٰ ہی کرتے ہیں۔

١٨١٣: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "حِينَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ، إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ، فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ. فَالْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، وَرَأَى أَنَّ ذَلِكَ مُجْزِيًا عَنْهُ وَأَهْدَى".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ فتنہ کے زمانہ میں جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے ارادے سے چلے تو فرمایا کہ اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو (حدیبیہ کے سال) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے سال عمرہ ہی کا احرام باندھا تھا۔ پھر آپ نے کچھ غور کر کے فرمایا کہ عمرہ اور حج تو ایک ہی ہے، اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے بھی یہی فرمایا کہ یہ دونوں تو ایک ہی ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ اب حج بھی اپنے لیے میں نے واجب قرار دے لیا ہے پھر (مکہ پہنچ کر) آپ نے دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ کافی ہے اور آپ قربانی کا جانور بھی ساتھ لے گئے تھے۔



قولہ ثم طاف لهما طوافا واحدًا نبی اکرم ﷺ نے حج قران کیا تھا اور آپ نے تین طواف کیے تھے ایک بیت اللہ میں جا کر طوافِ قدوم کیا تھا، دوسرا نحر کے دن طوافِ زیارت کیا، تیسرا آخری دن طواف کیا جسے طوافِ وداع کہا جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے آپ پر فرض طواف ایک تھا، حنفی کہتے ہیں کہ دو طواف فرض ہیں کہ ایک عمرہ کا اور ایک حج کا، لیکن باقی تینوں اماموں کے نزدیک ایک ہی طواف فرض ہوتا ہے جبکہ قارن ہو۔ یہاں طوافِ واحد سے یہی مراد ہے کہ عمرہ اور قدوم کا الگ الگ طواف نہیں کیا بلکہ ایک ہی طواف کیا ہے۔

بعض اس کا معنیٰ طوافِ تحلل کرتے ہیں یعنی آپ نحر کے دن ایک ہی طواف سے حلال ہوئے ہیں، جبکہ متمتع دو دفعہ حلال ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ عمرہ کر کے حلال ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ حج کا طواف کر کے حلال ہوتا ہے، لیکن نبی اکرم ﷺ عید کے دن ایک ہی طواف کر کے حلال ہوئے تھے، طوافِ واحد کے یہ مختلف معانی کیے جاتے ہیں۔



٥. بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ}، وَهُوَ مُخَيَّرٌ، فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں (جوؤں کی) کوئی تکلیف ہو تو اسے روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ دینا چاہئے یعنی اسے اختیار ہے اور اگر روزہ رکھنا چاہے تو تین دن روزہ رکھے

وَهُوَ مُخَيَّرٌ، فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلاَثَةُ أَيَّامٍ.

یعنی اسے اختیار ہے اور اگر روزہ رکھنا چاہے تو تین دن روزہ رکھے۔

١٨١٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "لَعَلَّكَ آذَاكَ هَوَامُّكَ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ، أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید بن قیس نے، انہیں مجاہد نے، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، غالباً جوؤں سے تم کو تکلیف ہے، انہوں نے کہا کہ جی ہاں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنا سر منڈا لے اور تین دن کے روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری ذبح کر۔

٦- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {أَوْ صَدَقَةٍ}، وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِينَ:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان یا صدقہ (دیا جائے) یہ صدقہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے

١٨١٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَيْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ حَدَّثَهُ، قَالَ: "وَقَفَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَأْسِي يَتَهَافَتُ قَمْلًا، فَقَالَ: يُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاحْلِقْ رَأْسَكَ، أَوْ قَالَ: احْلِقْ، قَالَ: فِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ سورة البقرة آية ١٩٦ إِلَى آخِرِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صُمْ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوِ انْسُكْ بِمَا تَيَسَّرَ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مجاہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا، ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو جوئیں میرے سر سے برابر گر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا یہ جوئیں تو تمہارے لیے تکلیف دہ ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر سر منڈا لے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ لفظ فرمایا کہ منڈا لے۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی کہ اگر تم میں کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو آخر آیت تک، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دن کے روزے رکھ لے یا ایک فرق غلہ سے چھ مسکینوں کو کھانا دے یا جو میسر ہو اس کی قربانی کر دے۔

قولہ وقف علیّ بعض احادیث میں آتا ہے کہ مجھے لوگ اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کے پاس لے گئے، حافظ رحمہ اللہ نے دونوں احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ پہلے نبی اکرم ﷺ کعب بن عجرہ کی منزل پر گئے پھر جہاں آپ ٹھہرے تھے وہاں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لے گئے۔

٧-بَابُ الإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ:

باب: فدیہ میں ہر فقیر کو آدھا صاع غلہ دینا

١٨١٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ، فَقَالَ: "نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً، وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً، حُمِلْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي، فَقَالَ: مَا كُنْتُ أُرَى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى، أَوْ مَا كُنْتُ أُرَى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى تَجِدُ شَاةً؟ فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ: فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ، لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ".



ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن اصبہانی نے، ان سے عبداللہ بن معقل نے بیان کیا کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے فدیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ (قرآن شریف کی آیت) اگرچہ خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم تم سب کے لیے ہے۔ ہوا یہ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو جوئیں سر سے میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر فرمایا) میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہیں اتنی زیادہ تکلیف ہو گی یا (آپ نے یوں فرمایا کہ) میں نہیں سمجھتا تھا کہ جہد (مشقت) تمہیں اس حد تک ہو گی، کیا تجھ میں بکری (بطور فدیہ) دینے کی طاقت ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تین دن کے روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا، ہر مسکین کو آدھا صاع کھلانا۔



٨-بَابُ النُّسُكُ شَاةٌ:

باب: قرآن مجید میں «نسک» سے مراد بکری ہے

١٨١٧: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ، وَأَنَّهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ، فَقَالَ: أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللهُ الْفِدْيَةَ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ".

ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے روح نے بیان کیا، ان سے شبل بن عباد نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ان جوؤں سے تمہیں تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اپنا سر منڈا لیں۔ وہ اس وقت حدیبیہ میں تھے۔ (صلح حدیبیہ کے سال) اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ حدیبیہ ہی میں رہ جائیں گے بلکہ سب کی خواہش یہ تھی کہ مکہ میں داخل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ چھ مسکینوں کو ایک فرق (یعنی تین صاع غلہ) تقسیم کر دیا جائے یا ایک بکری کی قربانی کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔

١٨١٨: وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ، مِثْلَهُ.

اور محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ ہم کو ورقاء نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرہ پر گر رہی تھی، پھر یہی حدیث بیان کی۔

٩-بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {فَلَا رَفَثَ}:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورۃ البقرہ میں) کہ حج میں شہوت کی باتیں نہیں کرنی چاہیے

رفث سے مراد شہوانی باتیں کرنا ہے جن کا جماع سے تعلق ہوتا ہے یہ لفظ جماع کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ

قرآن کریم میں ہے: "احل لکم لیلة الصیام الرفث إلي نساء کم"[1] لیکن یہاں فحش باتوں کے معنی میں ہے،

قولہ لیوم ولدتہ أمہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ صغائر و کبائر سب معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔

١٨١٩: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس گھر (کعبہ) کا حج کیا اور اس میں نہ «رفث» یعنی شہوت کی بات منہ سے نکالی اور نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

١٠- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: {وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ}:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورۃ البقرہ میں) کہ حج میں گناہ اور جھگڑا نہ کرنا چاہئے



١٨٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شہوت کی فحش باتیں کیں، نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

[1] البقرة:١٨٧

کتاب جزاء الصید

کتاب شکار کے بدلے کا بیان

١-بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: {لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ}

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورۃ المائدہ میں) کہ احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور جو کوئی تم میں سے اس کو جان کر مارے گا تو اس پر اس مارے ہوئے شکار کے برابر بدلہ ہے مویشیوں میں سے، جو تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کر دیں اس طرح سے کہ وہ جانور بدلہ کا بطور نیاز کعبہ پہنچایا جائے یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر روزے تا کہ اپنے کئے کی سزا چکھے، اللہ تعالیٰ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس سے لے گا اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے، حالت احرام میں دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے کے واسطے حلال ہوا اور سب مسافروں کے لیے۔ اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے۔

قولہ وأنتم حرمٌ یہ حرامٌ کی جمع ہے اور اس کے دو معانی ہو سکتے ہیں ایک معنی محرمون ہے اور دوسرا وانتم داخلون فی الحرم پہلے معنی سے مراد یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا منع ہے، اور حرم میں شکار کی ممانعت کے لیے دوسری دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور وہ مشہور حدیث ہے کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے اس میں شکار کو متنفر کرنے سے روکا گیا ہے، احادیث میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں شکار کرنے پر بھی جزاء دینی پڑتی ہے، احناف مدینہ کے حرم ہونے کے قائل نہیں ہیں، حالانکہ حدیث میں آتا ہے:

"المدينة حرم من كذا إلي كذا"[1] دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "حرم ما بين لا بتى المدينة على لسانی"[2] بہرحال "وأنتم حرم" عام ہے، محرم اور داخل فی الحرم دونوں کو شامل ہے۔

قولہ ومن قتلہ منکم متعمدًا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص شکار کو عمداً قتل کرے اس پر جزاء آتی ہے، ابن کثیر نے اس بارہ میں ایک قول نقل کیا ہے لیکن یہ قول شاذ ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ شکار کرنے والا خواہ عمداً شکار کرے یا خطأ شکار کرے، دونوں صورتوں میں اس پر جزاء آئے گی، عمداً شکار کرنے کی جزاء قرآن کریم میں آگئی ہے اور سہواً یا خطأ شکار مارنے کی جزاء حدیث نبوی میں ذکر ہوئی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ متعمداً سے مراد یہ ہے کہ وہ شکار عمداً کرے اگرچہ اسے اپنے محرم ہونے کا علم نہ رہے احرام کو بھول کر شکار کرے، اس صورت میں اس کا شکار کرنے کا فعل تو عمداً ہوتا ہے، لہٰذا جزاء آئے گی، بعض نے اس کے برعکس یہ کہا ہے کہ عمداً شکار کرنا بہت بڑا جرم ہے اور اس کی جزاء ہی نہیں ہے، لیکن یہ قول بھی شاذ ہے۔

قولہ فجزاء مثل ما قتل من النعم لفظ "جزاء" کی "مثل" کی طرف اضافت سے بھی پڑھا گیا ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت "فجزاءہ" ہے اور "من النعم" مثل کا بیان ہے، اور مراد اس سے اونٹ گائے، بکری ہے، شوافع مثل صوری کے قائل ہیں اور کبوتر کا شکار کرنے میں بکری بطورِ جزاء دینے کے قائل ہیں کیونکہ ادنیٰ جزاء بکری ہے، جبکہ احناف مثل معنوی کے قائل ہیں، ان کے نزدیک جزاء میں قیمت دی جائے گی، ان کا مذہب اس لحاظ سے واضح ہے کہ جن چیزوں کی مثل نعم یعنی چوپایوں میں نہیں پائی جاتی وہاں قیمت سے جزاء دی جائے گی، کبوتر یا چڑیا کو مارنے سے بکری تو نہیں آسکتی، قیمت ہی آئے گی۔

قولہ ومن عاد فینتقم اللہ منہ ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ عائد پر کفارہ نہیں ہے اسے بس یہ کہہ دیا جائے گا، "ینتقم اللہ منك" جبکہ جمہور کے نزدیک عائد پر جزاء آئے گی۔

قولہ صید البحر "شوافع" صید کا معنی "ما اصطید" کرتے ہیں یعنی جسے انسان خود پکڑے۔

قولہ وطعامہ متاعاً لکم طعام سے مراد ہے "ما لفظہ البحر" یا "ما جزر عنہ الماء" یعنی جسے سمندر باہر پھینک دے اور وہ وہاں مر جائے یا پانی اس سے پیچھے ہٹ جائے اور مچھلی وغیرہ وہیں پڑی رہیں، اور خشکی میں مر جائے تو اسے طعام کہتے ہیں۔

طافی کے بارہ میں اختلاف ہے کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے، احناف کے ہاں طافی حرام ہے وہ ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں "ما طفا فلا تأکلوہ"[3] لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ طافی حلال ہے، اور وہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہیں، اس آیت میں "طعامہ" کا لفظ طافی کو اور ما لفظہ البحر اور "ما

---

1. صحیح بخاری: ۱۸۶۷
2. صحیح بخاری: ۱۸۶۹
3. مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ ج ۸، ص ۳۹۹۹، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ج ۵، ص ۱۲۹

جزر عنه الماءٗ" سب کو شامل ہے، اور طعام حلال ہے۔ حنفیوں کے نزدیک مصید البر حرام نہیں ہے، محرم کے لیے خود شکار کرنا حرام ہے، اگر کوئی دیگر آدمی شکار کر کے لے آئے تو ان کے نزدیک جائز ہے، اگرچہ اسی شخص کے لیے ہی اس نے شکار کیا ہو، محدثین کرام کا صحیح مذہب یہ ہے "صید البر حلال لکم مالم تصیدوہ أو یصدلکم" مطلق صید البر کو کسی نے حرام نہیں کیا۔

٢۔بَابُ إِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ:

باب: اگر بے احرام والا شکار کرے اور احرام والے کو تحفہ بھیجے تو وہ کھا سکتا ہے

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا وَهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ نَحْوُ الإِبِلِ، وَالْغَنَمِ، وَالْبَقَرِ، وَالدَّجَاجِ، وَالْخَيْلِ، يُقَالُ عَدْلُ ذَلِكَ مِثْلُ، فَإِذَا كُسِرَتْ عِدْلُ فَهُوَ زِنَةُ ذَلِكَ قِيَامًا قِوَامًا يَعْدِلُونَ يَجْعَلُونَ عَدْلًا.

اور انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم (محرم کے لیے) شکار کے سوا دوسرے جانور مثلاً اونٹ، بکری، گائے، مرغی اور گھوڑے کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن میں لفظ «عدل» (بفتح عین) مثل کے معنی میں بولا گیا ہے اور «عدل» (عین کو) جب زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو وزن کے معنی میں ہو گا، «قیاما» «قواما» (کے معنی میں ہے، «قیم») «یعدلون» کے معنی میں مثل بنانے کے۔

١٨٢١: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: "انْطَلَقَ أَبِي عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ، وَحُدِّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَدُوًّا يَغْزُوهُ، فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِهِ تَضَحَّكَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ، فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَطَعَنْتُهُ، فَأَثْبَتُّهُ وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي، فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ، فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ شَأْوًا، فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، قُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهَنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ، إِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يُقْتَطَعُوا دُونَكَ فَانْتَظِرْهُمْ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، "أَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ، وَعِنْدِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ؟ فَقَالَ لِلْقَوْمِ: كُلُوا وَهُمْ مُحْرِمُونَ".

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ ابن کثیر نے، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا کہ میرے والد صلح حدیبیہ کے موقع پر (دشمنوں کا پتہ لگانے) نکلے۔ پھر ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا لیکن (خود انہوں نے ابھی) نہیں باندھا تھا (اصل میں) نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو کسی نے یہ اطلاع دی تھی کہ مقام غیقہ میں دشمن آپ کی تاک میں ہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابوقتادہ اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی تلاش میں) روانہ کیا میرے والد (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے (میرے والد نے بیان کیا کہ) میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک جنگلی گدھا سامنے ہے۔ میں اس پر جھپٹا اور نیزے سے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد چاہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا، پھر ہم نے گوشت کھایا۔ اب ہمیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) دور نہ ہو جائیں، چنانچہ میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا کبھی اپنے گھوڑے تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ، آخر رات گئے بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں آپ سے جدا ہوا تو آپ مقام تعھن میں تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیا میں پہنچ کر دوپہر کا آرام کریں گے۔ غرض میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتے ہیں۔ انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ بہت پیچھے نہ رہ جائیں۔ اس لیے آپ ٹھہر کر ان کا انتظار کریں، پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا تھا اور اس کا کچھ بچا ہوا گوشت اب بھی میرے پاس موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کھانے کے لیے فرمایا حالانکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے۔



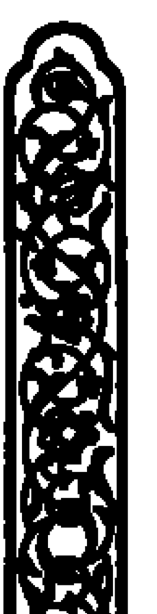
یہاں دو مسئلے ذکر ہوئے ہیں، ایک یہ کہ کوئی حلال آدمی شکار کر کے محرم کو ہدیہ دے تو وہ کھا سکتا ہے، جیسا کہ احناف کا خیال ہے، دیگر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر حلال آدمی نے محرم کے لیے شکار کیا ہو تو پھر وہ نہیں کھا سکتا، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ محرم وحشی جانوروں کے علاوہ باقی جانوروں کو ذبح کر سکتا ہے، جیسا کہ ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ وہ شکار کے علاوہ اونٹ، گائے بکری، مرغی اور گھوڑے کو ذبح کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، وحشی جانوروں کو ذبح نہیں کر سکتا۔

قولہ عدل ذلك کسی چیز کے برابر اور اس کے ہم وزن کو "عدل" کہتے ہیں۔

قولہ ولم یحرم یعنی حضرت ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا اور وہ میقات سے بغیر احرام کے گزر گئے، اس لیے کہ مواقیت کا ابھی تعین نہیں ہوا تھا، اس کے بعد مواقیت کی تعیین کی گئی ہے۔

اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں نہیں جاتا بلکہ مکہ سے پیچھے ہی کہیں جانے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ اتفاقاً بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کر سکتا ہے۔

لیکن اس نے مکہ مکرمہ میں جانا ہے تو احناف کے نزدیک وہ میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہیں کر سکتا، اگرچہ حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو بہر صورت وہ میقات سے احرام باندھ کر گزرے۔ ہاں جو داخل میقات ہو وہ بغیر احرام کے جا سکتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے آئندہ آنے والے باب دخول الحرم ومكة بغير احرام مکہ میں جو لکڑیاں بیچنے



والوں کا ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں یہ لوگ داخل حرم ہی ہوتے ہیں۔

احناف کے علاوہ دیگر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص حج یا عمرے کی نیت سے میقات سے گزرے اس پر احرام باندھنا ضروری ہے۔ لیکن جو شخص حج یا عمرہ کے لیے نہیں بلکہ تجارت یا زیارت یا کسی دیگر کام کے لیے جارہا ہو اس پر میقات سے احرام باندھنے کی پابندی نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے: "هن لهن ولكل اتٍ أتى عليهن من غيرهم ممن أراد الحج والعمرة"[1]

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ دشمن کی جاسوسی کے لیے جارہے تھے اس لیے انہوں نے احرام نہیں باندھا تھا، ان کے علاوہ باقی لوگوں نے احرام باندھ لیا تھا۔

قولہ فاكلنا من لحمه ابو قتادہ اکیلے تھے انہوں نے صرف اپنے لیے ہی شکار نہیں کیا تھا بلکہ ان کا مقصد سب کے لیے شکار کرنے کا ہوگا، حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کے لیے شکار کیا گیا ہو تو اسے نہیں کھانا چاہیے، لیکن یہ واقعہ ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت سے پہلے کا ہو، بعد میں آپ نے منع کر دیا ہو جیسا کہ ایک حدیث میں ممانعت کا ذکر آتا ہے۔

قولہ إن أهلك يقرءون عليك السلام اس حدیث میں صحابہ کرام کے لیے أهل کا لفظ بولا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی آپ کے اہل ہیں۔

قولہ فقال للقوم كلوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شکار کرنے والے نے جس شخص کے لیے شکار کا ارادہ نہ کیا ہو وہ کھا سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے بہرحال نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ قرآن کریم میں مطلق طور پر حرام کیا گیا ہے، اور ابو قتادہ کی حدیث میں جو دیگر صحابہ کے کھانے کا واقعہ ہے ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے کا ہو۔

لیکن دوسری حدیث میں "مالم تصيدوه أو يصد لكم"[2] آتا ہے یعنی جس کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو وہ کھا سکتا ہے۔ اس لیے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کسی کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو تو وہ کھا سکتا ہے، اور اگر شکار کرنے والے نے کسی شخص کے لیے شکار کیا ہو اور وہ محرم ہو تو نہیں کھا سکتا۔ بخاری رحمہ اللہ جواز کا قائل ہے کہ جس کے لیے شکار کیا گیا ہے وہ کھا سکتا ہے خواہ محرم ہو، باقی رہی حدیث "مالم تصيدوه او يصد لكم" تو یہ تنزیہ پر محمول ہے، حرام نہیں ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے، "إنا لم نرده عليك إلا أنا حرم"[3] یہاں آپ نے سمجھا ہوگا کہ اس نے شکار میرے لیے ہی کیا ہے، یہ لوٹانا تنزیہ کی بنا پر ہوگا، سمندر کا شکار محرم کے لیے حلال ہے قرآن کریم میں ہے:

---

[1] صحیح بخاری: ۱۸۴۵

[2] جامع ترمذی: ۸۴۶۔ مسند احمد: ۱۴۸۹۴

[3] صحیح بخاری: ۱۸۲۵

"أحل لكم صيد البحر"[1] لہٰذا محرم سمندر کا شکار کرسکتا ہے اور کھا بھی سکتا ہے۔

٣-بَابُ إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُونَ صَيْدًا فَضَحِكُوا فَفَطِنَ الْحَلاَلُ:

باب: احرام والے لوگ شکار دیکھ کر ہنس دیں اور بے احرام والا سمجھ جائے پھر شکار کرے تو وہ احرام والے بھی کھا سکتے ہیں

١٨٢٢: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: "انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ، فَأُنْبِئْنَا بِعَدُوٍّ بِغَيْقَةَ فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ، فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارِ وَحْشٍ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ، فَطَعَنْتُهُ، فَأَثْبَتُّهُ، فَاسْتَعَنْتُهُمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ عَلَيْهِ شَأْوًا، فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهَنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا، فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوا يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ وَبَرَكَاتِهِ، وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يَقْتَطِعَهُمُ الْعَدُوُّ دُونَكَ فَانْظُرْهُمْ، فَفَعَلَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا اصَّدْنَا حِمَارَ وَحْشٍ وَإِنَّ عِنْدَنَا فَاضِلَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: كُلُوا وَهُمْ مُحْرِمُونَ".









ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے، کہا ان سے ان کے باپ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا تھا لیکن ان کا بیان تھا کہ میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ ہمیں غیقہ میں دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ملی اس لیے ہم ان کی تلاش میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق) نکلے پھر میرے ساتھیوں نے گورخر دیکھا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے میں نے جو نظر اٹھائی تو اسے دیکھ لیا گھوڑے پر (سوار ہو کر) اس پر جھپٹا اور اسے زخمی کر کے ٹھنڈا کر دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ امداد چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر ہم سب نے اسے کھایا اور اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (پہلے) ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور نہ رہ جائیں اس لیے میں کبھی اپنا گھوڑا

[1] المائدة:٩٦

تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ آخر میری ملاقات ایک بنی غفار کے آدمی سے آدھی رات میں ہوئی میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعہن نامی جگہ میں الگ ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمکا ارادہ یہ تھا کہ دوپہر کو مقام سقیامیں آرام کریں گے پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کے اصحاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور انہیں ڈر ہے کہ کہیں دشمن آپ کے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو جائے اس لیے آپ ان کا انتظار کیجئے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا، میں نے یہ بھی عرض کی کہ یارسول اللہ! میں نے ایک گورخر کا شکار کیا اور کچھ بچا ہوا گوشت اب بھی موجود ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کے کھاؤ حالانکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے۔

یہ ان کا ہنسنا طبعا تھا۔ ابو قتادہ کو شکار کے بارہ میں بتانے کے لیے ہنسی نہیں تھی، لہٰذا یہ ہنسی شکار کرنے پر اعانت نہیں سمجھی جائے گی، اور نہ ہی یہ شکار کرنے پر اشارہ ہی شمار ہو گا۔

۴-بَابُ لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ:

باب: شکار کرنے میں احرام والا غیر محرم کی کچھ بھی مدد نہ کرے

۱۸۲۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى ثَلَاثٍ. ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ، وَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ، فَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ، فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ يَعْنِي وَقَعَ سَوْطُهُ، فَقَالُوا: لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ إِنَّا مُحْرِمُونَ. فَتَنَاوَلْتُهُ فَأَخَذْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِمَارَ مِنْ وَرَاءِ أَكَمَةٍ، فَعَقَرْتُهُ فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كُلُوا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَأْكُلُوا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَمَامَنَا، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: كُلُوهُ حَلَالٌ"، قَالَ لَنَا عَمْرٌو: اذْهَبُوا إِلَى صَالِحٍ فَسَلُوهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ، وَقَدِمَ عَلَيْنَا هَاهُنَا.

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، ان سے ابو محمد نے، ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے غلام نافع نے، انہوں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے تین منزل دور مقام قاحہ میں تھے۔ (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے) کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، ان سے ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی

اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام قاحہ میں تھے، بعض تو ہم میں سے محرم تھے اور بعض غیر محرم۔ میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی ایک دوسرے کو کچھ دکھا رہے ہیں، میں نے جو نظر اٹھائی تو ایک گورخر سامنے تھا، ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا کوڑا گر گیا، (اور اپنے ساتھیوں سے اسے اٹھانے کے لیے انہوں نے کہا)، لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محرم ہیں) اس لیے میں نے وہ خود اٹھایا اس کے بعد میں اس گورخر کے نزدیک ایک ٹیلے کے پیچھے سے آیا اور اسے شکار کیا، پھر میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لایا، بعض نے تو یہ کہا کہ (ہمیں بھی) کھا لینا چاہئے لیکن بعض نے کہا کہ نہیں کھانا چاہیے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ ہم سے آگے تھے، میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے بتایا کہ کھالو یہ حلال ہے۔ ہم سے عمرو بن دینار نے کہا کہ صالح بن کیسان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس حدیث اور اس کے علاوہ کے متعلق پوچھ سکتے ہو اور وہ ہمارے پاس یہاں آئے تھے۔

٥-بَابُ لَا يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ:

باب: غیر محرم کے شکار کرنے کے لیے احرام والا شکار کی طرف اشارہ بھی نہ کرے



١٨٢٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوا مَعَهُ، فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنْهُمْ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ، فَقَالَ: خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْتَقِيَ، فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا أَحْرَمُوا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ، فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا، وَقَالُوا: أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ، فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا، وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلْنَا فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا، ثُمَّ قُلْنَا: أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا، قَالَ: أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا، أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا".





ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے عثمان بن موہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد ابو قتادہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حج کا) ارادہ کر کے نکلے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ ہدایت دے کر راستے سے واپس بھیجا کہ تم لوگ دریا کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ (اور دشمن کا پتہ لگاؤ) پھر ہم سے آ ملو۔ چنانچہ یہ جماعت دریا کے کنارے کنارے چلی، واپسی میں سب نے احرام باندھ لیا تھا لیکن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ قافلہ چل رہا تھا کہ کئی گورخر دکھائی دیئے، ابوقتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک مادہ کا شکار کر لیا، پھر ایک جگہ ٹھہر کر سب نے اس کا گوشت کھایا اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت بھی کھا سکتے ہیں؟ چنانچہ جو کچھ گوشت بچا وہ ہم ساتھ لائے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یارسول اللہ! ہم سب لوگ تو محرم تھے لیکن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا پھر ہم نے گورخر دیکھے اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر کے ایک مادہ کا شکار کر لیا، اس کے بعد ایک جگہ ہم نے قیام کیا اور اس کا گوشت کھایا پھر خیال آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ اس لیے جو کچھ گوشت باقی بچا ہے وہ ہم ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنے کے لیے کہا تھا؟ یا کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ سب نے کہا نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر بچا ہوا گوشت بھی کھا لو۔

٦-بَابٌ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ:

باب: اگر کسی نے محرم کے لیے زندہ گورخر تحفہ بھیجا ہو تو اسے قبول نہ کرے

١٨٢٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ، "أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ، أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ، قَالَ: إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ، إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ ابواء یا ودان میں تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخر کا تحفہ دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا تھا، پھر جب آپ نے ان کے چہروں پر ناراضگی کا رنگ دیکھا تو آپ نے فرمایا واپسی کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔

قولہ انا لم نردہ علیك إلا أنا حرمٌ آپ نے جو چیز رد کی تھی اس کے بارہ میں اختلاف مروی ہے کسی روایت میں آتا ہے کہ یہ گوشت تھا جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور کہیں آتا ہے کہ حمار وحشی پیش کیا گیا تھا، بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آپ کے لیے زندہ حمار وحشی پیش کیا گیا تھا جسے آپ نے رد کر دیا، کیونکہ

محرم وحشی جانور کو ذبح نہیں کرسکتا، اس لیے آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ مسلم کی حدیث میں گوشت پیش کرنے کا ذکر آتا ہے۔ حافظ نے تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ پہلے انہوں نے سالم حمار وحشی پیش کیا تو آپ نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ واپس کردیا، اس کے بعد انہوں نے اسے ذبح کر کے گوشت پیش کیا۔ پھر بھی آپ نے قبول نہیں کیا، اور آپ نے سمجھا کہ انہوں نے میرے لیے کیا ہے، اس لیے رد کردیا۔ بخاری تو اس کے لیے کیا گیا ہو تب بھی اس کا کھانا جائز جانتے ہیں، ان کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے زندہ حمار وحشی قبول نہیں کیا، ان کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے، باقی لحم پیش کرنے کی روایات کو بخاری مرجوح سمجھتے ہیں۔

٧۔ بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ:

باب: احرام والا کون کون سے جانور مار سکتا ہے

١٨٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں محرم کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔



وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ.

(دوسری سند) اور امام مالک نے عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جو اوپر مذکور ہوا)۔

دواب جمع ہے دابہ کی، اور "ما یدب علی الأرض" کو دابہ کہتے ہیں، لیکن یہاں دابہ سے مراد جانور ہے، کیونکہ ان پانچ جانوروں میں کوے اور چیل کو بھی ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یہ جانور زمین پر نہیں چلتے۔

امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے، انہیں محرم مار سکتا ہے، لیکن وہ حلال جانوروں کو نہیں مار سکتا، کیونکہ انہیں اگر مارے گا تو کھانے کے لیے مارے گا، اور شکار کرنا محرم کے لیے منع ہے۔ حرام جانوروں کو ان کی اذیٰ کی وجہ سے مارا جاتا ہے، کھانے کے لیے نہیں کیونکہ وہ حرام ہیں، اس مسئلہ میں حنفی اہل ظاہر کی طرح ہوگئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، جن کا حدیث میں ذکر آیا ہے صرف انہی کو مارا جاسکتا ہے، حدیث میں "خمس من الدواب" آیا ہے۔ اور سانپ کو کتے کے حکم میں داخل کرتے ہیں، اور بھیڑیا بھی جنگلی کتا ہے اس لیے اسے بھی مارا جاسکتا ہے، زفر کے نزدیک شیر یا چیتے کو مارے گا تو ان کی جزاء دینا پڑے گی، زفر کے علاوہ باقی کہتے ہیں کہ حدیث میں آنے والا "کلب" کا لفظ عام ہے اس کے عموم میں شیر اور چیتا بھی آجاتا ہے لہٰذا ان کو مارنے سے جزاء نہیں آئے



گی، نبی اکرم ﷺ نے ابولہب کے لڑکے کے بارہ میں فرمایا تھا: "اللھم سلط علیه کلباً من کلابک"[1] اور اسے شیر کھا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ کلب کا اطلاق شیر پر بھی ہوتا ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ ان جانوروں کو مارنے کی علت ایذاء ہے، لہٰذا حرم میں ہر موذی جانور کو مارا جاسکتا ہے، ان کا قول زیادہ قرین قیاس ہے، شوافع کا یہ کہنا کہ حدیث میں ان جانوروں کے بارہ میں "فاسق" کا لفظ آیا ہے، اور فسق کا معنی خروج ہے یعنی یہ پانچ جانور حلال جانوروں کے حکم سے خارج ہیں۔ لہٰذا حرم میں حرام جانوروں کو مارا جاسکتا ہے، جن کا گوشت حرام ہے، یہ بڑا بعید معنی ہے، امام مالک ان کی علت ایذاء مانتے ہیں اور ایذاء کی مختلف صورتیں ہیں، چیل کے جھپٹنے میں اذیٰ ہے، لہٰذا اس میں صقرہ بھی آجائے گا، عقرب (بچھو) میں ایذاء ڈسنا ہے۔ تو اس میں سانپ اور ٹھواں بھی آجائیں گے جو ڈسنے والے ہیں، چوہا غلہ وغیرہ کو خراب کرنے والا ہے اس میں نیولا بھی آجائے گا، اس طرح ان پانچ میں دیگر جانور بھی آجاتے ہیں جنہیں حرم میں مارا جاسکتا ہے، حنفی پانچ جانوروں کے قائل ہیں پھر انہیں لغوی لحاظ سے عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن وہ یہاں علت کا لحاظ نہیں کرتے۔

قوله الغراب اس سے مراد مردار کھانے والا کوا ہے بعض روایات میں "ترمیه ولا تقتله" یعنی اسے کنکر مار کر بھگا دو، قتل نہ کرو، اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ غراب عام ہے، ابن القیم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جن جانوروں کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے وہ حرام ہیں، حلال نہیں ہیں، اس پر شوکانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حرام ہونے کی دلیل نہیں ہے، بعض روایات میں الغراب کے ساتھ "الأبقع" اور "الأبلق" یعنی سیاہ، سفید داغوں والا بھی آیا ہے۔ کوے کے بارہ میں احناف کا فتویٰ یہ ہے کہ جو کوا مردار نہیں کھاتا وہ حلال ہے، اور مردار کھانے والا حرام ہے۔ اگرچہ اس کے بارہ میں ایک قول حلت کا بھی ہے، لیکن مردار نہ کھانے والا ان کے ہاں بلاشبہ حلال ہے، کنز الدقائق میں ہے کہ دانے کھانے والا حلال اور مردار کھانے والا حرام ہے، اور جو کوا دونوں کام کرتا ہے اس کے بارہ میں دو قول ہیں، ایک قول حلال کا اور دوسرا قول حرام ہونے کا ہے، گھریلو کوا جو عام گھروں پر رہتا ہے یہ دونوں کام کرلیتا ہے۔

۱۸۲۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "حَدَّثَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ".

(تیسری سند) اور ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے زید بن جبیر نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم (پانچ جانوروں کو) مار سکتا ہے۔ (جن کا ذکر آگے آرہا ہے)۔

۱۸۲۸: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۰۵۲۔

ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَتْ حَفْصَةُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ: الْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ".

(چوتھی سند) اور ہم سے اصبغ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا، کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں کوئی گناہ نہیں کوا، چیل، چوہا، بچھو اور کاٹ کھانے والا کتا۔

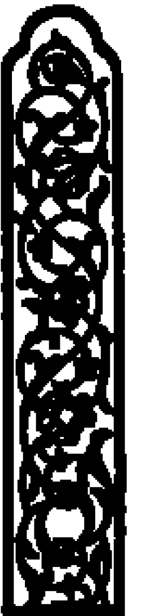
۱۸۲۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ: الْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ".

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جو سب کے سب موذی ہیں اور انہیں حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔



۱۸۳۰: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ بِمِنًى، إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ: وَالْمُرْسَلَاتِ، وَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا، وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْتُلُوهَا، فَابْتَدَرْنَاهَا، فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا".

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے اسود سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ والمرسلات نازل ہونی شروع ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت کرنے لگے اور میں آپ کی زبان سے اسے سیکھنے لگا، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت ختم بھی نہیں کی تھی کہ ہم پر ایک سانپ گرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مار ڈالو چنانچہ ہم اس کی طرف لپکے لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس پر نبی کریم صلی



اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح سے تم اس کے شر سے بچ گئے وہ بھی تمہارے شر سے بچ کر چلا گیا۔
(ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ منیٰ حرم میں داخل ہے اور صحابہ نے حرم میں سانپ مارنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا)۔

۱۸۳۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِلْوَزَغِ: فُوَيْسِقٌ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهَذَا أَنَّ مِنًى مِنَ الْحَرَمِ، وَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَأْسًا.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو موذی کہا تھا لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اسے مارنے کا بھی حکم دیا تھا۔

قولہ ولم أسمعهُ امر بقتلہ چھپکلی یعنی کرلی کو مارنے کے بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہو، لیکن وہ اسے مار دیا کرتی تھیں، حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر صحابہ نے اسے قتل کرنے کے بارہ میں سنا ہے، اور اسے روایت بھی کیا ہے، مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "من قتل وزغة فی أول ضربة فلہ کذا وکذا حسنة"[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چھپکلیوں یعنی کرلیوں کو مارنے کے لیے لاٹھی رکھی ہوئی تھی، بعض سام ابرص (کرلیوں) کو وزغ میں داخل کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اسے قتل کرنا جائز ہے کیونکہ یہ زہریلی ہوتی ہے اگر کھانے، پینے کی چیز میں گر جائے تو وہ کھانا زہریلا ہو جاتا ہے، بعض احادیث میں آتا ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونکیں ماری تھیں[2]۔ اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے پھونکیں مارنے سے کیا فرق پڑتا ہے دوسرا اعتراض یہ کہ اسے کیا معلوم تھا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں یا کون ہے؟ تیسرا اعتراض یہ کہ وہ پھونکیں مارنے والی تو مر چکی ہے۔ اب اسے کیوں مارا جاتا ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ اس کو مارنا پھونکوں کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس کے پھونکیں مارنے کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ بتایا جائے کہ یہ شیطان ملعون کی آلہ کار بن جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک چوہیا نے آکر چراغ کی بتی منہ میں دبا کر آپ کی چٹائی پر ڈال دی تو آپ نے فرمایا شیطان ان سے اس طرح کے کام کرواتا ہے[3]۔ لہٰذا بعض جانور چونکہ شیطان کے آلہ کار بنتے ہیں اس لیے انہیں مارنے کا حکم ہے۔

① صحیح مسلم (۱۴۰) ۲۲۴۰
② مسند احمد: ۲۵۶۴۳
③ سنن ابی داود: ۵۲۴۷

٨-بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ:

باب: اس بیان میں کہ حرم شریف کے درخت نہ کاٹے جائیں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ.

(اور) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ حرم کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔

١٨٣٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ: ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ، أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِي، وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ، إِنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ: مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا، وَلَا فَارًّا بِدَمٍ، وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ خُرْبَةُ بَلِيَّةٌ".



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید مقبری نے، ان سے ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہ جب عمرو بن سعید مکہ پر لشکر کشی کر رہا تھا تو انہوں نے کہا امیر اجازت دے تو میں ایک ایسی حدیث سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی، اس حدیث مبارک کو میرے ان کانوں نے سنا، اور میرے دل نے پوری طرح اسے یاد کر لیا تھا اور جب آپ ارشاد فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد اور اس کی ثنا بیان کی، پھر فرمایا کہ مکہ کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے لوگوں نے نہیں! اس لیے کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز اور حلال نہیں کہ یہاں خون بہائے اور کوئی یہاں کا ایک درخت بھی نہ کاٹے لیکن اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال (فتح مکہ کے موقع پر) سے اس کا جواز نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اجازت دی تھی، لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی تھوڑی سی دیر کے لیے اجازت ملی تھی پھر دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی قائم ہو گئی جیسے پہلے تھی اور ہاں جو موجود ہیں وہ غائب کو (اللہ کا یہ پیغام) پہنچا دیں، ابوشریح سے کسی نے پوچھا کہ پھر عمرو بن سعید نے (یہ حدیث سن کر) آپ کو کیا جواب





دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا ابو شریح! میں یہ حدیث تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں مگر حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کر کے اور نہ کسی جرم کر کے بھاگنے والے کو پناہ دیتا ہے۔ «خربة» سے مراد «خربة بلية» ہے۔

قولہ وهو يبعث البعوث جب یزید حاکم بنا تو اس نے مدینہ کے امیر کی طرف بیعت لینے کے لیے خط لکھا، یزید کی بیعت سوائے چار شخصیات کے سب نے کرلی تھی اور یہ چار آدمی اہل حل و عقد تھے، یہ عبداللہ بن زبیر تھے جو مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ اور امام حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکر تھے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کا اثر کچھ زیادہ تھا، اس لیے سوائے چار کے سب نے اس کی بیعت کرلی تھی۔ اس سے قبل یزید امیر جہاد رہ چکا تھا، جب قسطنطنیہ پر حملہ ہوا تو رومیوں سے سخت مقابلہ تھا، اس وقت امیر معاویہ نے کہا کون ہے جو جانے والے لشکر کا امیر ہو؟ لوگوں نے کہا آپ دوسروں کی بیویوں کو بیوہ بناتے ہو، اپنے لڑکے کو کیوں نہیں بھیجتے، اس پر انہوں نے یزید کو امیر بنا کر بھیجا، ان کے تابع لشکر میں امام حسین بھی تھے، اس وقت انہوں نے اپنے آپ کو امارت کے لیے پیش نہیں کیا، حالانکہ اعلان بھی کیا گیا تھا، وہ یزید کے ماتحت ہو کر کام کرنے کے قائل تھے، لہٰذا یزید کے طرفدار زیادہ تھے کیونکہ امیر معاویہ اپنی زندگی میں ان سے کام لیتے رہے تھے، اور اس طرح یزید میں کام کی اہلیت پیدا ہو چکی تھی۔ بہر حال ان چار آدمیوں نے بیعت سے انکار کیا، ان میں سے عبدالرحمن تو امیر معاویہ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے، اور عبداللہ بن عمر نے بعد میں بیعت کرلی۔ انہوں نے پہلے اس لیے بیعت نہیں کی، کہا کہ میں ایک وقت میں دو آدمیوں کی بیعت نہیں کرسکتا، ایک امیر معاویہ کی بیعت کروں اور دوسری یزید کی بیعت کروں یہ نہیں ہوسکتا، امیر معاویہ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت کرلی، اس کے بعد دو اہل حل و عقد رہ گئے، جنہوں نے بیعت نہیں کی، ایک عبداللہ بن زبیر اور دوسرے امام حسین تھے، عبداللہ بن زبیر مکہ مکرمہ چلے گئے تھے، مدینہ کا امیر عمرو بن سعید ان سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کر رہا تھا۔ ابو شریح صحابی تھے انہوں نے امیر کو نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث سنائی کہ مکہ مکرمہ حرم ہے، وہاں لشکر بھیج کر حملہ کرنا جائز نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ کو بھی فتح مکہ کے موقع پر کچھ وقت کے لیے وہاں لشکر کشی کی اجازت دی گئی تھی تاکہ مکہ سے کفار کے تسلط کو ختم کر کے اسے دارالاسلام بنایا جائے آپ کے بعد کسی کو اجازت نہیں ہے کہ مکہ پر لشکر کشی کرے مکہ کے دارالاسلام بننے کے بعد کافروں کا اس پر قبضہ نہیں ہوسکتا، اور جو مسلمان ہو کر وہاں لشکر کشی کرے گا وہ باغی قرار دیا جائے گا، اور اگر وہاں باغیوں کا تسلط ہو جائے تو صحیح یہ ہے کہ ان سے لڑائی اور جنگ کے ساتھ مقابلہ نہ کیا جائے، بلکہ ان کا مقاطعہ کر کے انہیں تنگ کیا جائے تاکہ وہ اپنا تسلط چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں، جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے۔ لیکن عمرو بن سعید نے حضرت ابو شریح سے کہا میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں، حالانکہ ابو شریح صحابی تھے اور یہ تابعین بالاحسان میں سے بھی نہیں تھا تو یہ صحابی سے زیادہ جاننے والا کیسے ہوسکتا ہے۔

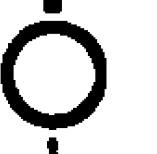
قولہ ان مكة حرمها الله یعنی مکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرم بنا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے "إن إبراهيم حرم

مکة" ان دونوں دلائل میں تطبیق یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کو حرم اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی تحریم کا اعلان کرنے والے ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: "رب اجعل هٰذا بلداً أمنا"[1] ان کی دعا قبول ہوگئی اور مکہ حرم بن گیا، ورنہ مکہ کو حرم بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے، ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے: "إن الله حرم مكة حين خلق السموات والارض"[2] اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی خلقت کے وقت ہی مکہ کو حرم بنایا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی خلقت کے وقت اس کا حرم ہونا لکھ دیا تھا، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارہ میں فرمایا: "إني عند الله مكتوب خاتم النبيين وإن أدم لمنجدلٌ في طينته"[3] اس سے مراد بھی یہی ہے کہ آپ کی ختم نبوت اس وقت لکھ دی گئی تھی، بعض کہتے ہیں کہ اس جگہ کا حرم ہونا قدیم سے چلا آرہا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تجدید کی ہے، اور ان کی دعا کا تعلق برکت سے ہے، اس کا حرم ہونے سے تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: "اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة"[4] مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کا گھر یعنی خانہ کعبہ ہے جس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے مساوی ہے، معیشت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو معیشت مدینہ منورہ کی بہتر ہے، اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہے۔


قوله کحرمتها بالأمس أمس کا اطلاق کبھی پرسوں پر بھی ہوتا ہے یہاں یہی معنی مراد ہے ورنہ کل گزشتہ تو مکہ حلال تھا۔

٩-بَابُ لاَ يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ:

باب: حرم کے شکار ہانکے نہ جائیں



١٨٣٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا، إِلَّا لِمُعَرِّفٍ". وَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا، فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: هَلْ تَدْرِي مَا لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ أَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.





1. البقرة:١٢٦
2. صحیح بخاری:١٨٣٤
3. صحیح ابن حبان:٦٤٠٤
4. صحیح بخاری:١٨٨٥

ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا اس لیے میرے بعد بھی وہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ میرے لیے صرف ایک دن گھڑی بھر حلال ہوا تھا اس لیے اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور نہ وہاں کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (تاکہ اصل مالک تک پہنچادے) عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! اذخر کی اجازت دیجئیے کیونکہ یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لیے کام آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔ خالد نے روایت کیا کہ عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر کہیں کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھگا کر خود وہاں قیام نہ کرے۔

قولہ ولا ینفر صیدھا یعنی حرم کے شکار کو ڈرانا، دھمکانا جائز نہیں ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ہرن یا دیگر جانور درخت کے سایہ میں ٹھہرا ہو تو اس کی طرف کسی کا جانا بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح وہ جانور ڈر کر بھاگ جائے گا، اور یہ حرم میں یا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

١٠- بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ:

باب: مکہ میں لڑنا جائز نہیں ہے

وَقَالَ أَبُو شُرَيْحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا.

اور ابو شریح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ وہاں خون نہ بہایا جائے۔

١٨٣٤: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ: "لَا هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا، فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا". قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ، قَالَ: قَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح

مکہ کے دن فرمایا اب ہجرت فرض نہیں رہی لیکن (اچھی) نیت اور جہاد اب بھی باقی ہے اس لیے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو تیار ہو جانا۔ اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطا کی تھی جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اس لیے یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حرمت کی وجہ سے محترم ہے یہاں کسی کے لیے بھی مجھ سے پہلے لڑائی جائز نہیں تھی اور مجھے بھی صرف ایک دن گھڑی بھر کے لیے (فتح مکہ کے دن اجازت ملی تھی) اب ہمیشہ یہ شہر اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرمت والا ہے پس اس کا کانٹا کاٹا جائے نہ اس کے شکار ہانکے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر (ایک گھاس) کی اجازت تو دیجئے کیونکہ یہاں یہ کاری گروں اور گھروں کے لیے ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔

قولہ لا ھجرۃ یعنی مکہ فتح ہونے کے بعد دارالاسلام بن گیا ہے اب مکہ سے ہجرت کرنا ختم ہوگیا ہے اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ جو علاقہ بھی فتح ہو جائے وہاں سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، باقی جگہوں میں جہاں ارکانِ اسلام ادا نہیں کر سکتا، وہاں سے ہجرت باقی ہے اور اگر صبر کر سکتا ہے تو وہاں ہی تکمیل کرے۔



١١-بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ:

باب: محرم کا پچھنا لگوانا کیسا ہے؟

وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَيَتَدَاوَى مَالَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ.

اور محرم ہونے کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے لڑکے کے داغ لگایا تھا اور ایسی دوا جس میں خوشبو نہ ہو اسے محرم استعمال کر سکتا ہے۔

شرح بخاری

قولہ و کوی ابن عمر کوی سے مراد داغنا ہے، اس میں لوہے کو تپا کر مرض والی جگہ پر داغا جاتا ہے تو داغنے سے بال جل جاتے ہیں، لیکن یہ ضرورت کے لیے جائز ہے۔ یا ایسی جگہ سینگی وغیرہ لگائی جائے جہاں بال نہیں ہیں تو الگ بات ہے، بعض کہتے ہیں احرام کی حالت میں سینگی لگوانے سے دم دینا پڑتا ہے لیکن اس کا ذکر کہیں نہیں آیا۔

قولہ مالم یکن فیہ طیب اور اگر طبیب کے کہنے سے خوشبو والی دوائی استعمال کرے تو اس کا فدیہ دیدے۔

١٨٣٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ"، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ: لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا.



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے بیان کیا پہلی بات میں نے جو عطاء بن ابی رباح سے سنی تھی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب محرم تھے اس وقت آپ نے پچھنا لگوایا تھا۔ پھر میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ شاید انہوں نے ان دونوں حضرات سے یہ حدیث سنی ہو گی (متکلم عمرو ہیں اور دونوں حضرات سے مراد عطاء اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہما ہیں)۔

۱۸۳۶: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ".

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے علقمہ بن ابی علقمہ نے، ان سے عبدالرحمٰن اعرج نے اور ان سے ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے اپنے سر کے بیچ میں مقام لحی جمل میں پچھنا لگوایا تھا۔

قولہ فی وسط رأسہ لحی جمل مقام میں آپ نے سر کے درمیان سینگی لگوائی، حالانکہ وسط راس میں بال ہوتے ہیں یہاں سینگی لگوانے سے بال باقی نہیں رہتے، لیکن یہ ذکر نہیں ہوا کہ آپ نے کفارہ دیا ہو، معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے لیے سینگی لگوانے سے کفارہ نہیں آئے گا، بعض علماء کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں کفارہ دینا چاہیے، کیونکہ قرآن کریم میں ہے: "من كان منكم مريضاً أو به أذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك"[1]

۱۲- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ:
باب: محرم نکاح کر سکتا ہے

۱۸۳۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ".

ہم سے ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے۔

کیا محرم احرام کی حالت میں نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور علماء کے نزدیک احرام کی حالت میں محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ جائز سمجھتے ہیں، یہی مذہب احناف کا ہے وہ کہتے ہیں کہ محرم لونڈی خرید سکتا ہے تو نکاح بھی کر سکتا ہے۔ حافظ نے کہا ہے کہ یہ نص کے خلاف قیاس ہے جو قابلِ قبول نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک اور امام احمد منع سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں محرم نکاح نہیں کر سکتا، خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور قاصد ابو رافع کہتے ہیں کہ آپ

[1] البقرة:۱۹۶

حلال تھے جب آپ نے نکاح کیا تھا، مشکوٰۃ میں ہے "قال الشيخ الإمام محي السنة رحمه الله، والأكثرون على أنه تزوجها حلالاً وَظهر أمر تزويجها وهو محرم ثم بنى بها وهو حلالٌ بِسَرِف في طريق مكة" یعنی امام محی السنۃ نے کہا ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حلال ہونے کی صورت میں کیا تھا لیکن اس نکاح کا معاملہ تب ظاہر ہوا تھا جبکہ آپ ﷺ محرم تھے۔ پھر آپ ﷺ نے مکہ کے راستہ میں سرف مقام میں حلال ہونے کی حالت میں اُن سے بناء کی تھی۔ ابن القیم رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ نکاح مکہ میں ہوا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے میمونہ سے نکاح سرف میں کیا اور بناء بھی سرف میں کی، اور حضرت میمونہ فوت بھی سرف میں ہوئیں، لیکن یہ مختلف سفروں پر محمول ہے، جاتے ہوئے آپ نے نکاح کیا اور واپس آتے ہوئے وہاں ولیمہ کیا اور کسی دیگر سفر میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا وہیں فوت ہوئیں، ابن قیم رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ نکاح مکہ میں ہوا ہے اور جو سرف میں نکاح کا ذکر آتا ہے اس سے مراد بناء ہے، بخاری کی رائے یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس چونکہ حضرت عباس کے بیٹے ہیں، اور حضرت عباس کی معرفت نکاح ہوا ہے لہٰذا عبداللہ بن عباس کی بات زیادہ معتبر ہے، ابن قیم نے ابن عباس کی حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ "وهو محرم" سے مراد یہ ہے کہ آپ حرم میں داخل ہونے والے تھے، اور اگر جاتے ہوئے سرف میں نکاح ہوا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ اشہر حرم میں تھے، کیونکہ "أحرم الرجل" کا معنی اشہر حرم میں داخل ہونا اور داخل فی الحرم کا معنی آتا ہے، یہ اگرچہ تاویل ہے مگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ پہلے کا ہے یعنی عمرۃ القضاء کا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس وقت محرم کا نکاح کرنا جائز ہو جیسا کہ عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح محرم ہونے کی صورت میں کیا ہے، لیکن بعد میں احرام کی حالت میں نکاح کرنا حرام کر دیا گیا ہو جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے: "لا ينكح المحرم ولا ينكح ولا يخطب"[1] اگر یہ صیغہ خبر ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ محرم نکاح کرنے کے لیے نہیں آتا بلکہ وہ عمرہ یا حج کرنے کے لیے آتا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ "لا ينكح" صیغہ نہی ہے، خبر کا صیغہ نہیں ہے کہ تاویل ہوسکے، ہاں بخاری یا حنفی یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہی ہے، کیونکہ آپ نے احرام کی حالت میں نکاح کر کے بتا دیا کہ یہ حرام نہیں ہے، لیکن اس عمل میں بھی بڑا اختلاف ہے، خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرا نکاح حلال ہونے کی صورت میں ہوا ہے، یزید بن اصم جو ابن عباس کی طرح ان کا بھانجا ہے وہ بھی اسی کا قائل ہے کہ نکاح حل میں ہوا ہے، ابو رافع بھی یہی کہتا ہے۔ اس لیے ترجیح اسی بات کو حاصل ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح حلال ہونے کی حالت میں ہوا ہے[2]۔





① صحیح مسلم (۴۱) ۱۴۰۹

② حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ابو رافع کی حدیث کی ترجیح کی کئی وجوہات ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ ابو رافع اس نکاح کے وقت بالغ تھے۔ اور عبداللہ بن عباس دس سال کے قریب البلوغ تھے تو ابو رافع اس واقعہ کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ابو رافع اس نکاح میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت میمونہ کے درمیان قاصد تھے اور ان کے ذریعہ سے ہی یہ ساری

بعض تابعین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس کو غلطی لگی ہے، جو کہتے ہیں کہ آپ کا نکاح احرام کی حالت میں ہوا ہے، اور اگر اسے تسلیم کرلیں کہ احرام کی حالت میں نکاح ہوا ہے تو ہوسکتا ہے کہ بعد میں آپ نے حرام کردیا ہو، احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح نہ کیا جائے۔

۱۳۔ بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ:

باب: احرام والے مرد اور عورت کو خوشبو لگانا منع ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَا تَلْبَسِ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْزَعْفَرَانٍ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محرم عورت ورس یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

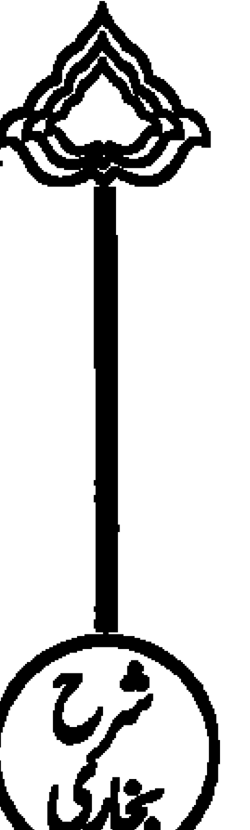
۱۸۳۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، "مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ، وَلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ"، تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: وَلَا وَرْسٌ، وَكَانَ يَقُولُ: لَا تَتَنَقَّبُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ، وَقَالَ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: لَا تَتَنَقَّبُ الْمُحْرِمَةُ، وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور

بات چیت ہوئی ہے تو یہ ابن عباس سے اس واقعہ کو زیادہ جاننے والے ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس اس عمرۃ القضاء میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں تھے اور حضرت میمونہ سے نکاح اسی عمرہ کے سفر میں ہوا ہے۔ ابن عباس اس میں موجود نہیں تھے انہوں نے کسی سے سن کر یہ بات ذکر کی ہے چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اس عمرۃ میں احرام باندھ کر آئے اور مکہ میں داخل ہوتے ہی بیت اللہ کا طواف کیا، اور صفا و مروہ کی سعی کی اور حلال ہوگئے، آپ نے طواف سے پہلے یا دورانِ طواف نکاح نہیں کیا تو ابو رافع کی بات صحیح ہوئی پانچویں وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے ابن عباس کی غلطی ذکر کی ہے ابو رافع کو کسی نے غلط نہیں کہا۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ ابو رافع کا قول نبی کریم کی حدیث "لا ینکح المحرم ولا ینکح" کے موافق ہے اور ابن عباس کا قول اس کے خلاف ہے، لہٰذا ابو رافع کی بات ہی راجح ہے کہ حضرت میمونہ سے آپ کا نکاح حلال ہونے کی حالت میں ہوا ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ہی بھانجا یزید بن اصم بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت میمونہ سے نبی اکرم ﷺ کا نکاح حلال ہونے کی حالت میں ہوا ہے۔ (زاد المعاد ج ۴، ص ۶)

ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا یارسول اللہ! حالت احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قمیص پہنو نہ پاجامے، نہ عمامے اور نہ برنس۔ اگر کسی کے جوتے نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ اسی طرح کوئی ایسا لباس نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہو۔ احرام کی حالت میں عورتیں منہ پر نقاب نہ ڈالیں اور دستانے بھی نہ پہنیں۔ لیث کے ساتھ اس روایت کی متابعت موسیٰ بن عقبہ اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں کے ذکر کے سلسلے میں کی ہے۔ عبیداللہ رحمہ اللہ نے «ولاورس» کا لفظ بیان کیا وہ کہتے تھے کہ احرام کی حالت میں عورت منہ پر نہ نقاب ڈالے اور نہ دستانے استعمال کرے اور امام مالک نے نافع سے بیان کیا اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ احرام کی حالت میں عورت نقاب نہ ڈالے اور لیث بن ابی سلیم نے مالک کی طرح روایت کی ہے۔

احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا جائز نہیں ہے، احرام باندھنے سے پہلے لگائی ہو تو احرام کے بعد قائم رہ سکتی ہے۔ مالکی کہتے ہیں کہ پہلے لگی ہوئی خوشبو بعد میں قائم نہیں رہ سکتی۔ اسے دھونا چاہیے۔



قولہ ولا تنتقب المرأۃ المحرمۃ بعض کہتے ہیں کہ احرام کی حالت میں عورت کا چہرہ ننگا ہونا چاہیے اس لیے نقاب سے روکا ہے، بعض کہتے ہیں یہ کپڑا زینت کا باعث بنتا ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے، عورت کو احرام کی حالت میں پردہ کرنا چاہیے، اگر کپڑا منہ سے مس بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ازواجِ مطہرات احرام کی حالت میں لوگوں کو دیکھ کر کپڑا چہروں پر لٹکا دیتی تھیں اور جب لوگ گزر جاتے تو اٹھا دیتی تھیں۔

۱۸۳۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک محرم شخص کے اونٹ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی گردن (گرا کر) توڑ دی اور اسے جان سے مار دیا، اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں غسل اور کفن دے دو لیکن ان کا سر نہ ڈھکو اور نہ خوشبو لگاؤ کیونکہ (قیامت میں) یہ لبیک کہتے ہوئے اٹھے گا۔

۱۴-بَابُ الاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ:

باب: محرم کو غسل کرنا کیسا ہے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ. وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ، وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم (غسل کے لیے) حمام میں جا سکتا ہے۔ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بدن کو کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۱۸۴۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْعَبَّاسِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ؟ وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ أَسْأَلُكَ، "كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ، فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اصْبُبْ: فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابراہیم بن عبداللہ بن حنین نے، انہیں ان کے والد نے کہ عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے یہاں (مسئلہ پوچھنے کے لیے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کنوئیں کے دو لکڑیوں کے بیچ غسل کر رہے تھے، ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا میں نے پہنچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں، آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لیے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک کس طرح دھوتے تھے۔ یہ سن کر انہوں نے کپڑے پر (جس سے پردہ تھا) ہاتھ رکھ کر اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا تھا، جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا، اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لیے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھ سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لے گئے اور پھر پیچھے لائے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

قولہ اختلفا بالا بواء۔ ان کا غسل کرنے یا سر دھونے میں اختلاف اس لیے ہوا کہ سر دھوتے ہوئے سر کے بعض بال جھڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ سر دھوتے ہوئے یا سر میں خارش کرتے ہوئے کوئی بال جھڑ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، شریعت نے احرام کی حالت میں حلق یا قصر سے روکا ہے۔ خارش کرنے یا سر دھونے اور غسل کرنے سے نہیں روکا۔

١٥- بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ:

باب: محرم کو جب جوتیاں نہ ملیں تو وہ موزے پہن سکتا ہے

١٨٤١: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ: "مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا، فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ لِلْمُحْرِمِ".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہوں نے جابر بن زید سے سنا، انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے سنا تھا کہ جس کے پاس احرام میں جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ پاجامہ پہن لے۔

قولہ من لم یجد النعلین اگر جوتا میسر نہ ہو تو موزے پہن لے، لیکن کیا اس صورت میں فدیہ دینا پڑے گا یا نہیں؟ احناف کے ہاں فدیہ دینا پڑے گا، ان کے علاوہ باقی علماء کے نزدیک فدیہ نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں موزے پہننے پر فدیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، صحیح بات یہی ہے کہ جوتا نہ ملنے پر موزے پہننے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن فدیہ کو ذکر نہیں کیا۔ "والسکوتُ فی معرض البیان بیان" لہٰذا فدیہ نہیں آئے گا۔ اگر ضرورت کے لیے محرم موزے پہنے تو کیا انہیں ٹخنوں کے پاس سے کاٹنا چاہیے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل کے نزدیک کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے، بغیر کاٹے پہن لے، لیکن امام شافعی کہتے ہیں کاٹ کر پہنے، تاکہ کاٹنے سے جوتوں کی شکل بن جائے، کاٹنے سے وہ موزہ نہیں رہے گا، جوتا ہی بن جائے گا۔

١٨٤٢: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ فَقَالَ: لَا يَلْبَسِ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ، وَلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ".

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص، عمامہ، پاجامہ اور برنس (کن ٹوپ یا باران کوٹ) نہ پہنے اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران یا ورس لگی ہو اور اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے، البتہ اس طرح کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

قولہٗ ولیقطعهما... اس حدیث میں موزوں کو کاٹنے کا ذکر ہے امام احمد کاٹنے کے قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں یہ روایت جس میں کاٹنے کا ذکر ہے، یہ مقید روایت پہلے کی ہے اور مطلق روایت بعد کی ہے جبکہ مطلق، مقید سے بعد میں ہے تو مطلق سے مقید کی قید منسوخ ہو گئی ہے، امام شافعی کہتے ہیں کہ مقید پر ہی عمل کرنا چاہیے خواہ وہ پہلے کی ہو یا بعد کی ہو، ان کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

١٦- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ:

باب: جس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ پاجامہ پہن سکتا ہے

١٨٤٣: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ: مَنْ لَمْ يَجِدِ الإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے جابر بن زید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو میدان عرفات میں وعظ سنایا، اس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو احرام کے لیے تہبند نہ ملے تو وہ پاجامہ پہن لے اور اگر کسی کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔

احناف کے ہاں ازار نہ ملے تو سراویل یوں پہن سکتا ہے کہ نیچے سے اسے ادھیڑ دے، ورنہ فدیہ دینا پڑے گا ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کو یہ حدیث نہ ملی ہو جس میں ازار نہ ہونے کی صورت میں سراویل کی اجازت دی گئی ہے، فیض الباری میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ جب کسی کو ازار نہ ملے تو کیا وہ سراویل پہن سکتا ہے؟ کہا نہیں، بلکہ ازار ہی پہنے، اس نے کہا میں کہتا ہوں کہ اس کے پاس ازار نہیں ہے، سراویل ہے تو کیا کرے، کہا ازار ہی پہنے، اس نے کہا وہ ازار کہاں سے لائے، کہا سراویل کسی کو دیکر ازار لے لے، اس شخص نے یہ حدیث سنائی جس میں ازار نہ ہونے کی صورت میں سراویل پہننے کی اجازت دی گئی ہے، تو امام صاحب نے کہا ہم نے تو یہ حدیث کبھی نہیں سنی ثابت ہوا کہ ان کو حدیث نہیں ملی اس لیے بہر حال ازار پہننے کا قول اختیار کیا ہے، یہ ممکن ہے کہ حدیث نہ ملنے کی صورت میں اس کے خلاف فتویٰ دیا ہو، لیکن حدیث ملنے کے بعد اس پر عمل کرنا چاہیے تھا معلوم ہوتا ہے کہ

حدیث میں ان کو اتنی دسترس نہیں تھی، اس لیے کہا کہ ہم نے یہ حدیث کبھی نہیں سنی، حالانکہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

١٧-بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ:

باب: محرم کا ہتھیار بند ہونا درست ہے

وَقَالَ عكرمةُ: إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى، وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر دشمن کا خوف ہو اور کوئی ہتھیار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہیے لیکن عکرمہ کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ فدیہ دے۔

١٨٤٤: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ، يَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتَّى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ".



ہم سے عبیداللہ بن موصلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسحاق نے بیان کیا اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا تو مکہ والوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، پھر ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ ہتھیار نیام میں ڈال کر مکہ میں داخل ہوں گے۔

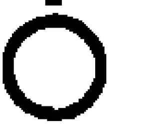
١٨-بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ:

باب: حرم اور مکہ شریف میں بغیر احرام کے داخل ہونا

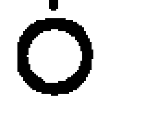
شرح بخاری

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ، وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْحَطَّابِينَ وَغَيْرِهِمْ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کے بغیر داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کا حکم ان ہی لوگوں کو دیا جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں۔ لکڑی بیچنے کے لیے آنے والوں اور دیگر لوگوں کو ایسا حکم نہیں دیا۔



١٨٤٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ، ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ، قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ، وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ، فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ".





ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات بنایا، نجد والوں کے

لیے قرن المنازل کو اور یمن والوں کے لیے یلملم کو۔ یہ میقات ان ملکوں کے باشندوں کے لیے ہے اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے ہو کر مکہ آئیں اور حج اور عمرہ کا بھی ارادہ رکھتے ہوں، لیکن جو لوگ ان حدود کے اندر ہوں تو ان کی میقات وہی جگہ ہے جہاں سے وہ اپنا سفر شروع کریں یہاں تک کہ مکہ والوں کی میقات مکہ ہی ہے۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ حرم میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا، ان کے علاوہ دیگر علماء کے نزدیک احرام باندھنا تب ضروری ہے جبکہ حج یا عمرہ کے ارادے سے داخل ہو، کیونکہ حدیث میں ہی "ممن أراد الحج والعمرة" آیا ہے، یعنی میقات سے احرام باندھنا ان لوگوں کے لیے ہے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔

١٨٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ، جَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: اقْتُلُوهُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے آکر خبر دی کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس وقت آپ نے اتارا تو ایک شخص نے خبر دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔

قولہ وعلی رأسه المغفر... امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال اس جملہ سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھی، اگر آپ نے احرام باندھا ہوتا تو ننگے سر داخل ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے علاوہ کسی کام کے لیے مکہ میں داخل ہو تو اس کے لیے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حنفی اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کے لیے مکہ حلال کر دیا گیا تھا اور آپ کے لیے مکہ میں لڑائی کرنا جائز تھا۔ اس لیے آپ کے لیے بغیر احرام کے داخل ہونا بھی حلال کر دیا گیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ لڑائی کے لیے ایک ساعت کے لیے حلت تو تھی اور وہ ساعت کفارِ مکہ سے لڑائی کے وقت تھی اس سے پہلے یہ ساعت احرام باندھتے وقت موجود نہیں تھی تو چاہیے تھا کہ میقات سے احرام باندھ کر گزرتے، جبکہ آپ نے میقات سے احرام نہیں باندھا کیونکہ آپ فتح مکہ کے لیے داخل ہو رہے تھے، حج یا عمرہ کے لیے داخل نہیں ہوئے، اس لیے آپ نے احرام نہیں باندھا۔

قولہ إن ابن خطل متعلق... جب آپ نے مکہ فتح کر لیا تو آپ نے چند مرد اور کچھ عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، مردوں میں سے عکرمہ اور صفوان مسلمان ہو جانے کی وجہ سے قتل سے بچ گئے تھے، ابن خطل کا نام عبداللہ تھا۔ جاہلیت میں اس کا نام عبدالعزی تھا، جب مسلمان ہوا تو اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسے نبی ﷺ نے عامل بنا کر بھیجا اس کے

ساتھ ایک خادم تھا جس پر ناراض ہو کر اس نے اسے قتل کر دیا تھا اس کے بعد یہ مرتد ہو گیا اور شرکیہ مذہب میں لوٹ گیا، اس نے نبی اکرم ﷺ کی ہجو کے لیے دو لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں، اس لیے آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا، کیونکہ یہ قاتل تھا اور مرتد ہو گیا تھا۔

١٩۔بَابٌ إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلاً وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ:

باب: اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کرتہ پہنے ہوئے احرام باندھے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا تَطَيَّبَ، أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا، أَوْ نَاسِيًا، فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا ناواقفیت میں یا بھول کر اگر کوئی محرم شخص خوشبو لگائے، سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

١٨٤٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ، فِيهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، أَوْ نَحْوُهُ كَانَ عُمَرُ، يَقُولُ لِي: تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ فَنَزَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.



ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا ہم سے عطاء نے بیان کیا، کہا مجھ سے صفوان بن یعلیٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص جو جبہ پہنے ہوئے تھا حاضر ہوا اور اس پر زردی یا اسی طرح کی کسی خوشبو کا نشان تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہا کرتے تھے کیا تم چاہتے ہو کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگے تو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکو؟ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرہ میں بھی کرو۔

شرح بخاری

١٨٤٨: وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".



ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں دانت سے کاٹا تھا، دوسرے نے جو اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا دانت اکھڑ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی بدلہ نہیں دلوایا۔

٢٠۔بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ:

باب: اگر محرم عرفات میں مر جائے



وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں کیا کہ حج کے باقی ارکان اس کے طرف سے ادا کئے جائیں۔

۱۸۴۹: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ: فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، أَوْ قَالَ: ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میدان عرفات میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے غسل دو اور احرام ہی کے دو کپڑوں کا کفن دو لیکن خوشبو نہ لگانا نہ اس کا سر چھپانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

۱۸۵۰: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمَسُّوهُ طِيبًا، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس نے اس کی گردن توڑ دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے غسل دے کر دو کپڑوں (احرام والوں ہی میں) کفنا دو لیکن خوشبو نہ لگانا، نہ سر چھپانا اور نہ حنوط لگانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔

۲۱۔ بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ:

باب: جب محرم وفات پا جائے تو اس کا کفن دفن کس طرح مسنون ہے

۱۸۵۱: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا تَمَسُّوهُ بِطِيبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا".

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابوبشر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں تھا کہ اس کے اونٹ نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی۔ وہ شخص محرم تھا اور مر گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی کہ اسے پانی اور بیری کا غسل اور (احرام کے) دو کپڑوں کا کفن دیا جائے البتہ اس کو خوشبو نہ لگاؤ نہ اس کا سر چھپاؤ کیونکہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

۲۲-بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ:

باب: میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا اور مرد کسی عورت کے بدلہ میں حج کر سکتا ہے

۱۸۵۲: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: "إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً، اقْضُوا اللهَ، فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے ابوبشر جعفر بن ایاس نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تو حج کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔



اگر کسی شخص پر واجب الاداء حج ہو، یا اس نے حج کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی لیکن وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کے وارث کو چاہیے کہ وہ اس کی طرف سے حج ادا کرے۔

قولہ والرجل یحج عن المرأۃ یعنی آدمی کسی عورت کی طرف سے حج کر سکتا ہے، حالانکہ مرد، عورت کے احرام میں اختلاف پایا جاتا ہے، عورتیں احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہیں، مرد سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا،

اس سے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید وہ ایک دوسرے کے نائب نہیں ہوسکتے، اس لیے یہاں ذکر کیا ہے کہ احرام میں فرق پائے جانے کے باوجود وہ ایک دوسرے کے نائب ہوسکتے ہیں۔

احناف کے ہاں جس شخص کو حج کرنے کی مالی طاقت ہو لیکن اسے بدنی طاقت نہ ہو تو وہ کسی سے اپنا حج کروا سکتا ہے، اور اسے حج کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ نفقہ کا ثواب ملے گا، کیونکہ یہ بدنی عبادت ہے اس میں نیابت درست نہیں ہے اسی کے بارہ میں "وأن ليس للإنسان إلا ما سعى"[1] وارد ہے، نیابت عبادت مالی میں ہوتی ہے، کیونکہ اس میں فقیر کی رفع حاجت مقصود ہوتی ہے، اور رفع حاجت نائب کے ذریعہ بھی ہوسکتی ہے، جبکہ بدنی عبادت میں اتعابِ نفس مقصود ہوتا ہے، اور اتعابِ نفس دوسرے کے کرنے سے نہیں ہوسکتا، بدنی عبادت میں امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام مالک نیابت کے قائل نہیں ہیں، امام احمد اس کے قائل ہیں، تینوں امام نیابت کے قائل نہیں ہیں، لیکن اھداءِ ثواب کے سب قائل ہیں، حالانکہ اس کا ثبوت ہی نہیں ہے۔ مالکیوں کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اھداءِ ثواب جائز ہے دوسرا یہ کہ جائز نہیں ہے، کیونکہ کسی بھی عمل کا اجر وثواب تو قیامت کو ملے گا، اب جبکہ اس کا ثواب ملا ہی نہیں ہے تو ہبہ کون سی چیز کرتا ہے؟ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اھداءِ ثواب جائز نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ثواب اس کی ملک نہیں ہے کہ ہبہ کرسکے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، حنفی اور شافعی اھداءِ ثواب کے جواز پر متفق ہیں، حالانکہ یہ نیابت کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا، روزہ نہیں رکھ سکتا، اس لیے کہ یہ بدنی عبادتیں ہیں اور بدنی عبادتوں میں نیابت جائز نہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ مرنے والے پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے ولی روزے رکھ لے[2] لیکن وہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس سے مراد کھانا کھلانا ہے اور یہ خود ساختہ معنی ہے، ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اہل سنت سے مراد حنفیوں کا ماتریدیہ فرقہ ہے، باقیوں کو اہل سنت سے نکال دیا، امام شافعی ہر جگہ اھداءِ ثواب کے قائل نہیں ہیں، قرآن کا ثواب پہنچانے کے وہ قائل نہیں ہیں، ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نیابت اور اھداءِ ثواب میں کوئی فرق نہیں ہے، جبکہ نیابت کے بارہ میں احادیث ہیں تو اھداءِ ثواب بھی اس کی مثل ہے، یہ فرق ضرور ہے کہ نیابت کی صورت میں نائب بننے والا ابتداء سے ہی اس کی طرف سے نیت کرتا ہے کہ میں یہ عمل فلاں کی طرف سے کرتا ہوں یا روزے اس کی طرف سے رکھتا ہوں، اور اھداءِ ثواب میں ایک عمل کر کے مثلاً روزے رکھ کر کہتا ہے کہ اے اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچانا۔ حالانکہ ایک یہ فرق بھی واضح ہے کہ نیابت میں دوسرے کی طرف سے فرض اداء ہوتا ہے اور اھداءِ ثواب میں فرض اداء نہیں ہوتا، بلکہ اجر وثواب پہنچتا ہے، ابن قیم رحمہ اللہ نے اس فرق کو نظر انداز کردیا ہے۔

زندوں کے میت کو نفع پہنچانے کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں، کسی کا میت کے لیے بخشش کی دعا کرنا اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ میت کی نمازِ جنازہ اس کے لیے بخشش کی دعائیں کرنے کے لیے ادا کی جاتی ہے۔ قرآنِ کریم میں ایسی دعاؤں کو

---

1. النجم:٣٩
2. صحیح مسلم (١٥٣)١١٤٧

ذکر کیا گیا ہے جیسے "ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان" اگرچہ منافق کا جنازہ پڑھنے سے روکا گیا ہے، اور دعا زندہ کے لیے بھی کی جاسکتی ہے جیسے میت کے لیے کی جاسکتی ہے ہاں مرنے والے سے دعاء نہیں کروائی جاسکتی، ایسا تصور ہی غلط ہے کیونکہ کسی کے مرنے کے بعد اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: "إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله"[1] اس عمل سے مراد عمل تکلیف ہے، یعنی انسان اپنی زندگی میں جن اعمال کا مکلف ہوتا ہے اور ان کے نہ کرنے سے گناہگار ہوتا ہے۔ موت آنے سے یہ اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ جن احادیث میں برزخ میں نماز پڑھنے کا ذکر آتا ہے وہ بحکم تفویض ہے بحکم تکلیف نہیں ہے، جیسا کہ جو کام فرشتوں کے ذمہ لگائے گئے جیسے جان کندنی اور بارش برسانے کا کام ہے یہ بھی بحکم تفویض ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص قبر پر آکر قبر والے سے کہے کہ میرے لیے دعا کریں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لیکن اسے شرک بھی نہیں کہیں گے۔ اگر جائز ہوتا تو نبی اکرم ﷺ بتا دیتے کہ میری وفات کے بعد مجھ سے دعا کرانا، قرآن کریم میں آپ کی زندگی میں دعا کرانے کا ذکر آتا ہے: "ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول"[2] اگر موت کے بعد بھی یہ جائز ہوتا تو اسے ذکر کر دیا جاتا، لیکن ایسا نہیں ہے میت کی طرف سے حج کرنا اور اس کی نذر اداء کرنا ثابت ہے لیکن وہ نذر اولاد اداء کرے یا میت کے عصبہ، یا کوئی اجنبی بھی ہوسکتا ہے، مالکیہ کا قول ہے کہ اولاد اداء کرے گی، کیونکہ حدیث میں اولاد کا ذکر آیا ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث إلا من صدقة جارية أو ولد صالح يدعو له او علم ينتفع به"[3] بعض کہتے ہیں کہ مرنے والے کی نذر اس کے عصبہ کو پوری کرنی چاہیے، کیونکہ اس کے روزے رکھنے کے بارہ میں ولی کا ذکر آیا ہے اور ولی میت کا لڑکا بھی ہوسکتا ہے، اگر ولی سے مراد اس کا لڑکا یا اولاد ہو تو دونوں احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، محدثین کے نزدیک اجنبی بھی نائب بن سکتا ہے، کیونکہ میت کا قرض اجنبی بھی ادا کر سکتا ہے لہٰذا وہ نائب بھی ہوسکتا ہے، اس حدیث میں "اقضوا الله" کے لفظ سے باب کا دوسرا جزء ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لفظ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔

۲۳۔ بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ:

باب: اس کی طرف سے حج بدل جس میں سواری پر بیٹھے رہنے کی طاقت نہ ہو

۱۸۵۳: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً. ح.

ہم سے ابوعاصم نے ابن جریج سے بیان کیا، انہوں نے کہا ان سے ابن شہاب نے، ان سے سلیمان بن

---

1. صحیح مسلم (۱۴) ۱۶۳۱
2. النساء: ۶۴
3. صحیح مسلم (۱۴) ۱۶۳۱

یسار نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے فضل بن عیاض رضی اللہ عنہم نے کہ ایک خاتون۔۔۔(حدیث نمبر ۱۸۵۴ دیکھیں)

۱۸۵۴: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ، أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

(دوسری سند سے امام بخاری رحمہ اللہ نے) کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اور عرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ حج جو اس کے بندوں پر ہے اس نے میرے بوڑھے باپ کو پالیا ہے لیکن ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ سواری پر بھی بیٹھ سکیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

۲۴۔بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ:

باب: عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

۱۸۵۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ: "إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابن شہاب زہری نے، ان سے سلیمان بن یسار نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی۔ فضل رضی اللہ عنہ اس کو دیکھنے لگے اور وہ فضل رضی اللہ عنہ کو دیکھنے لگی۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے، اس عورت نے کہا کہ اللہ کا فریضہ (حج) نے میرے بوڑھے والد کو اس حالت میں پالیا ہے کہ وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی

ہوں، آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

۲۵-بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ:

باب: بچوں کا حج کرنا

۱۸۵۶: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "بَعَثَنِي، أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ".

ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ کی رات منیٰ میں سامان کے ساتھ آگے بھیج دیا تھا۔

یعنی بچے کا احرام اور اس کا حج صحیح ہے، مسلم میں صریح حدیث آتی ہے کہ ایک عورت بچہ کو اٹھائے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس لائی اور کہا اے اللہ کے رسول کیا اس کا بھی حج ہے فرمایا ہاں اور تیرے لیے اجر ہے[1] لیکن یہ حج نفل ہی رہے گا فرض حج اس سے ساقط نہیں ہوگا۔ ترجمہ باب کی حدیث میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حج کرنے کا ذکر ہے جو نابالغ تھے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک بچے کا احرام ہی صحیح نہیں ہوتا اور محظوراتِ احرام سے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی، ہاں اسے حج کا طریقہ سکھانے کے لیے حج کرایا جاسکتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے اس کا حجۃ الاسلام بھی ادا ہو جاتا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اس کا حج ہو جاتا ہے لیکن اس سے اس کا فرض ادا نہیں ہوگا۔

۱۸۵۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ أَسِيرُ عَلَى أَتَانٍ لِي، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى، حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ، فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"، وَقَالَ يُونُسُ: عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

ہم سے اسحٰق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے ان کے بھتیجے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے، خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر (منیٰ میں آیا) اس وقت میں جوانی کے قریب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صف کے ایک

[1] صحیح مسلم (۴۰۹)۱۳۳۶

حصہ کے آگے سے ہو کر گزرا پھر سواری سے نیچے اتر آیا اور اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہو گیا، یونس نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا کہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کا واقعہ ہے۔

١٨٥٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: "حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ".

ہم سے عبدالرحمن بن یونس نے بیان کیا، ان سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے محمد بن یوسف نے اور ان سے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا۔

١٨٥٩: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، يَقُولُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهِ فِي ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".



ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں قاسم بن مالک نے خبر دی، انہیں جعید بن عبدالرحمن نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سنا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے سائب رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ (یعنی بال بچوں میں) حج کرایا گیا تھا۔

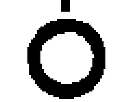
٢٦- بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ:

باب: عورتوں کا حج کرنا

١٨٦٠: وَقَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الْأَزْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: "أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ".



امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد نے کہا کہ ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو حج کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔





عورتوں پر حج فرض ہونے میں ایک شرط یہ ہے کہ اس کا محرم یا خاوند اس کے ساتھ ہو، لیکن اگر محرم نہ ہو تو کیا ان پر حج فرض ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ حج ان پر فرض ہے، اور بعض فرض نہ ہونے کے قائل ہیں۔

قولہ أذِنَ عُمر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے ازواج مطہرات کو حج کرنے سے روک دیا تھا، کیونکہ وہ فرضی حج ادا کر چکی تھیں پھر آخری سال اجازت دیدی اور ان کے جانے کا انتظام بھی کیا۔

١٨٦١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: لَكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ حَجٌّ مَبْرُورٌ". فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے حبیب بن عمرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عائشہ بنت طلحہ نے بیان کیا اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بھی کیوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد اور غزووں میں جایا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کے لیے سب سے عمدہ اور سب سے مناسب جہاد حج ہے، وہ حج جو مقبول ہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن لیا ہے حج کو میں کبھی چھوڑنے والی نہیں ہوں۔



١٨٦٢: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ". فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا، وَامْرَأَتِي تُرِيدُ الْحَجَّ، فَقَالَ: اخْرُجْ مَعَهَا.

شرح بخاری

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابومعبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہاں ذی محرم موجود نہ ہو۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں فلاں لشکر میں جہاد کے لیے نکلنا چاہتا ہوں، لیکن میری بیوی کا ارادہ حج کا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جا۔







١٨٦٣: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهِ، قَالَ لِأُمِّ سِنَانٍ الْأَنْصَارِيَّةِ: مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ؟ قَالَتْ: أَبُو فُلَانٍ تَعْنِي

زَوْجِهَا، كَانَ لَهُ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا، وَالْآخَرُ يَسْقِي أَرْضًا لَنَا، قَالَ: إِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً، أَوْ حَجَّةً مَعِي". رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، کہا ہم کو حبیب معلم نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سنان انصاریہ عورت رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ تو حج کرنے نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کی کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے ایک پر تو خود حج کو چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے، اس روایت کو ابن جریج نے عطاء سے سنا، کہا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور عبید اللہ نے عبدالکریم سے روایت کیا، ان سے عطاء نے ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

١٨٦٤: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ، وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، قَالَ: أَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ: يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي، "أَنْ لَا تُسَافِرَ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا، أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے عبدالملک بن عمر نے، ان سے زیاد کے غلام قزعہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں یا یہ کہ وہ یہ چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے اور کہتے تھے کہ یہ باتیں مجھے انتہائی پسند ہیں یہ کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی ذورحم محرم نہ ہو، نہ عید الفطر اور عید الاضحی کے روزے رکھے جائیں نہ عصر کی نماز کے

بعد غروب ہونے کے پہلے اور نہ صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز پڑھی جائے اور نہ تین مساجد کے سوا کسی کے لیے کجاوے باندھے جائیں مسجد الحرام، میری مسجد اور مسجد الاقصیٰ۔

۲۷۔ بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

باب: اگر کسی نے کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی منت مانی؟

۱۸۶۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: مَا بَالُ هَذَا؟ قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، قَالَ: إِنَّ اللهَ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ".

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہمیں مروان فزاری نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لیے چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔

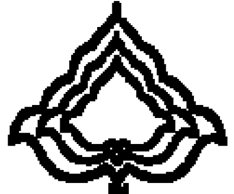
جو شخص کعبہ کی طرف چل کر جانے کی نذر مانے اس پر امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک حج فرض ہو جاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اگر اس کا ارادہ حج کا ہو تو حج اس پر لازم ہو جائے گا اگر ارادہ چل کر جانے کا ہے تو اس پر چل کر جانا کوئی ضروری نہیں۔ جبکہ امام مالک کہتے ہیں کہ چل کر ہی جائے گا، اور جہاں عاجز آجائے وہاں سواری پر سوار ہو جائے، اور آئندہ سال پھر وہاں سے چلے جہاں سوار ہوا تھا۔ اس طرح ایک مرتبہ سارا سفر چل کر طے کرے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک چل کر جانا کوئی ضروری نہیں ہے۔

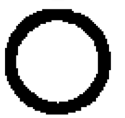
اگر اس نے چل کر جانے کی نذر مانی تھی اور اب سوار ہو جائے تو کیا اس پر کفارہ آئے گا یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ سوار ہونے کی وجہ سے اس پر کفارہ آئے گا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ھدی دیدے اور بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس پر کفارہ نہیں آئے گا۔

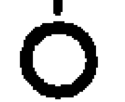
۱۸۶۶: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: "نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ، وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُهُ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ"، قَالَ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ، قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ،

فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی، انہیں یزید بن حبیب نے خبر دی، انہیں ابوالخیر نے خبر دی، کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ یزید نے کہا کہ ابوالخیر ہمیشہ عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے۔









كتاب فضائل المدينة

کتاب مدینہ کے فضائل کا بیان

١-بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ:

باب: مدینہ کے حرم کا بیان

١٨٦٧: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيهَا حَدَثٌ مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابوعبدالرحمٰن احول عاصم نے بیان کیا، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔

شرح بخاری

یہ حدیث اس بارہ میں واضح ہے کہ مدینہ منورہ بھی حرم ہے اس میں شکار کرنا یا درخت اور گھاس کاٹنا جائز نہیں ہے، احناف مدینہ کے حرم ہونے کے قائل نہیں ہیں، وہ ان احادیث کی تاویل کرتے ہیں جن میں مدینہ کے درخت کاٹنے سے روکا گیا ہے، وہ کہتے ہیں یہ اس لیے روکا گیا ہے تاکہ مدینہ سرسبز نظر آئے اور اس کی آبادی بڑھ جائے، لیکن یہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم نہیں ہے، دیگر علماء مدینہ کے حرم ہونے کے قائل ہیں۔

قولہ من كذا إلي كذا دوسری حدیث میں من كذا إلي كذا کی جگہ "من عير إلي ثور" آتا ہے یعنی عیر پہاڑ سے لے کر ثور پہاڑ تک مدینہ کا حرم ہے، اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ثور پہاڑ مکہ میں ہے جس میں غارِ ثور مشہور ہے، یہ مدینہ کا پہاڑ نہیں ہے اور عیر کا پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے، تو حرم کیسے ہو سکتا ہے اسی لیے تو بخاری نے من عير الي ثور کو حذف کر کے "من كذا إلي كذا" کہہ دیا ہے۔ لہٰذا مدینہ حرم نہیں ہے، اس سے مراد مکہ ہی ہے کیونکہ ثور پہاڑ وہاں ہے، اور عیر بھی وہیں ہوگا، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چند روایات ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جبل احد کے پیچھے ایک ٹیلہ ہے جسے ثور کہتے ہیں، اور اس کی دوسری طرف عیر ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے مدینہ کا حرم ہونا ہی مراد ہے، اور مدینہ کا حرم بارہ میل تک ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں لوگوں نے تحقیق کر کے حد حرم کی دیواریں بنوادی تھیں، تاکہ ہر طرف سے حرم کا پتہ چل سکے، مرور زمانہ سے وہ دیواریں مٹ گئیں، شریف مکہ کے دور میں مَیں حج کرنے کے لیے گیا تو وہاں ایک آدمی سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا کہ میں نے حرم کا

جغرافیہ تیار کیا ہے، ہر طرف سے زمین کھود کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ کی حدود معلوم کرلی ہیں، اور اسے شائع کیا جائے گا۔

ایک مرتبہ مدینہ یونیورسٹی کے طالب علم نے شکار کرلیا تو علماء اکٹھے ہوئے تاکہ دیکھا جائے کہ اس نے حرم کی حدود میں شکار کیا ہے یا حرم سے باہر، اور دیکھا جائے کہ اسے فدیہ دینا چاہیے یا نہیں، گویا مدینہ بھی حرم ہے اور وہاں شکار کرنے پر فدیہ بھی آتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ مدینہ حرم تو ہے لیکن مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ میں شکار کرنے سے فدیہ نہیں آتا۔ حالانکہ جب مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ بھی حرم ہے[1] تو جیسے حرم کی میں شکار وغیرہ سے فدیہ آتا ہے مدینہ منورہ میں بھی شکار وغیرہ سے فدیہ آنا چاہیے۔

١٨٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُونِي، فَقَالُوا: لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللهِ، "فَأَمَرَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ".

ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ (ہجرت کرکے) تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو نجار تم (اپنی اس زمین کی) مجھ سے قیمت لے لو لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے متعلق فرمایا اور وہ اکھاڑی دی گئیں، ویرانہ کے متعلق حکم دیا اور وہ برابر کر دیا گیا، کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے اور وہ درخت قبلہ کی طرف بچھا دیئے گئے۔

قولہ وبالنخل فقطع... اس سے احناف کا استدلال ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی کھجوروں کے درخت کٹوا دیئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ حرم نہیں ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حرم میں خود رو درختوں کا کاٹنا منع ہے لیکن جو درخت خود رو نہیں، لوگوں کے لگائے ہوئے ہیں انہیں کاٹا جاسکتا ہے، وہاں کوئی شخص سبزی وغیرہ لگائے تو کاٹ سکتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا کھجوروں کے درختوں کو کاٹنا یہ ابتدائی معاملہ ہے جبکہ مدینہ حرم نہیں بنا تھا، جبکہ حرم مدنی کا اعلان آپ نے بعد میں ۷ھ میں کیا تھا جب آپ خیبر فتح کرکے واپس تشریف لائے تھے۔

١٨٦٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي". قَالَ: وَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى

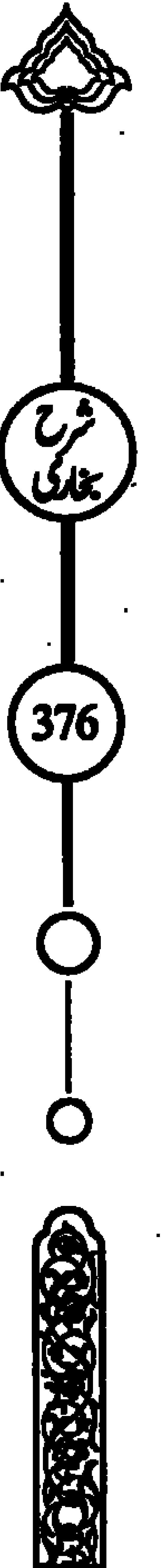
[1] صحیح بخاری: ٦٧٥٥

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي حَارِثَةَ، فَقَالَ: أَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ، ثُمَّ الْتَفَتَ، فَقَالَ: بَلْ أَنْتُمْ فِيهِ.

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے عبیداللہ نے، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے وہ میری زبان پر حرم ٹھہرائی گئی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا بنو حارثہ! میرا خیال ہے کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو گئے ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کہ نہیں بلکہ تم لوگ حرم کے اندر ہی ہو۔

قولہ لا بتی المدینۃ یہ تثنیہ ہے لابۃ کا، اور یہ حرہ کے معنی میں ہے، مدینہ کے مشرقی اور مغربی جانب دو پتھریلے میدان تھے، اور یہ سارا علاقہ حرم مدنی ہے، اور دو جانب پہاڑ ہیں اور مدینے کی نرم زمین میں باغات اور فصلیں ہوتی ہیں۔

١٨٧٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلَّا كِتَابُ اللهِ، وَهَذِهِ الصَّحِيفَةُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ، حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ، وَلَا عَدْلٌ، وَقَالَ: "ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ، وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ". قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: عَدْلٌ فِدَاءٌ.



ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ان کے والد یزید بن شریک نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحیفہ کے سوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ہے اور کوئی چیز (شرعی احکام سے متعلق) لکھی ہوئی صورت میں نہیں ہے۔ اس صحیفہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ عائر پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے، جس نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے، نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے کسی کا بھی عہد کافی ہے اس لیے اگر کسی مسلمان کی (دی ہوئی امان میں دوسرے

مسلمان نے) بدعہدی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل، اور جو کوئی اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو مالک بنائے، اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے، نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل۔

۲-بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ، وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ:

باب: مدینہ کی فضیلت اور بیشک مدینہ (برے) آدمیوں کو نکال باہر کرتا ہے

۱۸۷۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى، يَقُولُونَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِينَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں یحیٰی بن سعید نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوالحباب سعید بن یسار سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شہر (میں ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کو کھالے گا۔ (یعنی سب کا سردار بنے گا) منافقین اسے یثرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

شرح بخاری

قولہ تأکل القریٰ...ای تغلب اور غالب آنے کو کھا جانے سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ کھانا کھانے والا کھائے جانے والے کھانے پر غالب ہوتا ہے، یعنی یہ قریہ باقی آبادیوں کو فتح کرلے گی، عرب لوگ جب کسی آبادی پر غلبہ حاصل کرلیتے ہیں تو کہتے ہیں "اکلنا بلد کذا" حدیث مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے ایسی بستی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو دیگر بستیوں پر غالب آنے والی ہے۔

۳-بَابُ الْمَدِينَةُ طَابَةُ:

باب: مدینہ کا ایک نام طابہ بھی ہے

۱۸۷۲: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: هَذِهِ طَابَةُ".

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو بن یحیٰی نے بیان کیا، ان سے عباس بن سہل بن سعد نے اور ان سے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ ہم غزوہ تبوک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس ہوتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے

تو آپ نے فرمایا کہ یہ طابہ آ گیا۔

۴-بَابُ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ:

باب: مدینہ کے دونوں پتھریلے میدان

۱۸۷۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: "لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِينَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے، انہیں سعید بن مسیب نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں مدینہ میں ہرن چرتے ہوئے دیکھوں تو انہیں کبھی نہ چھیڑوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی زمین دونوں پتھریلے میدانوں کے بیچ میں حرم ہے۔

۵-بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِينَةِ:

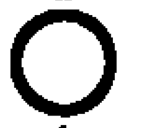
باب: جو شخص مدینہ سے نفرت کرے



۱۸۷۴: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ، يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ، وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا، فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا".

شرح بخاری

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے پھر وہ ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ پھر وہاں وحشی جانور، درند اور پرند بسنے لگیں گے اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک لے جائیں لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے آخر ثنیۃ الوداع تک جب پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔





۱۸۷۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "تُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ

فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الشَّأْمُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ یمن فتح ہو گا تو لوگ اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو ان کی بات مان جائیں گے سوار کر کے مدینہ سے (واپس یمن کو) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا اور عراق فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور جو ان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (عراق واپس) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا۔

٦-بَابُ الإِيمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ:

باب: اس بارے میں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا

١٨٧٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے قریب) ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آجایا کرتا ہے۔

قولہ إن الإیمان لیارز إلی المدینة بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کا زمانہ ہے، جبکہ خارجِ مدینہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے، اور متعدد متنبی اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنے پیروکار بنالیا تھا، مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا اور بنو حنیفہ کے لوگ اس کے پیروکار بن گئے اور اسود عنسی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو یمن کے لوگ اس کے پیچھے لگ گئے، اور بعض لوگ مرتد ہی ہو گئے، بعض

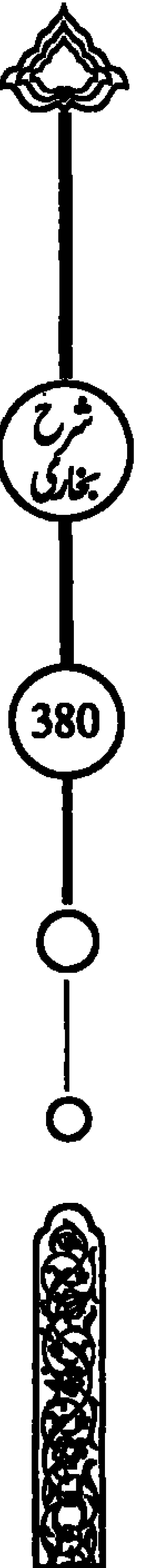
نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور بعض نے زکاۃ کی فرضیت کا انکار کر دیا تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کی سرکوبی کی، اس وقت ایمان و اسلام مدینہ میں سمٹ آئے گا، اور اسلام مدینہ میں ہی رہ جائے گا، اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ لوگ مدینہ کی طرف علم کا شوق لے کر آئیں گے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس وقت مدینہ منورہ کے عالم جیسا کوئی عالم نہیں ہوگا[1]۔ اس سے مراد امام مالک رحمہ اللہ کا زمانہ ہے، جیسا کہ بعض نے کہا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ زمانہ آنے والا ہے اور یہ حدیث دونوں زمانوں پر محمول کر سکتے ہیں۔

۷۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ:

باب: جو شخص مدینہ والوں کو ستانا چاہے اس پر کیا وبال پڑے گا

۱۸۷۷: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ، عَنْ جُعَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ هِيَ بِنْتُ سَعْدٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ، كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ".

ہم سے حسین بن حرث نے بیان کیا، کہا ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی، انہیں جعید بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک میں پانی گھل جایا کرتا ہے۔



قولہ انماع كما ينماع الملح ... یہ سزا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینے والوں کو تکلیف دینے والوں کی ہے لیکن دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سزا کا تعلق آخرت سے ہے حضرت سعد سے مروی ہے۔ "لا يريد احدٌ أهل المدينة بسوءٍ إلا أذابه الله في النار ذوب الرصاص أو ذوب الملح في الماء"[2] عیاض نے کہا ہے کہ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ ان کا حکم آخرت کے بارہ میں ہے، جیسا کہ حافظ نے نقل کیا ہے۔

۸۔ بَابُ آطَامِ الْمَدِينَةِ:

باب: مدینہ کے محلوں کا بیان

۱۸۷۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، سَمِعْتُ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى ؟ إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ". تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب

---

[1] مسند حمیدی ۱۱۸۱، ترمذی: ۲۶۸۰

[2] سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۴

زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے محلات میں سے ایک محل یعنی اونچے مکان پر چڑھے پھر فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تمہیں نظر آرہا ہے؟ میں بوندوں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں پر فتنوں کے نازل ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس روایت کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے زہری کے واسطہ سے کی ہے۔

اطام جمع أطم کی، اس سے مراد مدینہ کے محلات ہیں جو مربع صورت میں ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں مکانوں کے چھت ہوتے ہیں، کیونکہ کئی چھت ایسے △ ہوتے ہیں انہیں أطم نہیں کہتے۔

٩۔بَابُ لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ:

باب: دجال مدینہ میں نہیں آسکے گا

١٨٧٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ".

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے اور ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ پر دجال کا رعب بھی نہیں پڑے گا اس دور میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

شرح بخاری

اس سے مراد یہ ہے کہ جب دجال کا ظہور ہوگا تب وہ مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، اس کے ظہور سے پہلے دجال داخل ہوسکتا ہے جیسا کہ ابن صیاد دجال من الدجاجلہ تھا، یہ نبوت کا دعویٰ کرتا تھا، کہتا تھا نبی علیہ السلام نے کہا ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا جبکہ میں تو مدینہ میں رہتا ہوں لوگ مجھے دجال کہتے ہیں اور یہ بھی کہتا تھا کہ مجھے دجال کے ماں، باپ کا علم ہے، جب یہ مرگیا تو لوگوں کو دکھایا گیا تاکہ لوگ اسے دجال نہ سمجھیں، لیکن اس بارہ میں آنے والی روایات صحیح نہیں ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ابن صیاد غائب ہوگیا تھا، بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تمیم داری نے جسے بحر شام کے جزیرہ میں دیکھا تھا وہ یہی ابن صیاد تھا جو دجال تھا، اور یہ جن تھا جو ایک یہود ن عورت کے رحم میں داخل ہوگیا تھا، چند ماہ بعد نکل آیا اور فوراً کھجور کے درخت پر چڑھ گیا، اس کے بعد غائب ہوگیا۔

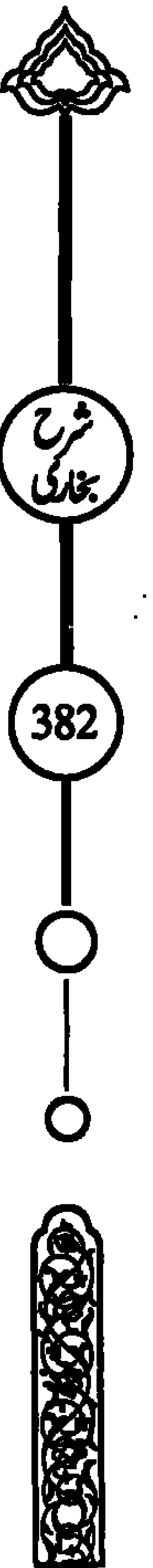
ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ ایران کی فتوحات میں ایک شہر تھا، جو فتح نہیں ہو رہا تھا، لوگ کہنے لگے تم اس شہر کو چھوڑ دو اسے دجال فتح کرے گا، ابن صیاد کو لایا گیا اس نے لات مار کر دروازہ توڑ دیا، اس شہر کا قلعہ فتح ہوگیا، معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اسے دجال سمجھتے تھے، اگرچہ دجال اکبر نہیں، لیکن دجالوں میں سے ایک دجال تھا بعض کہتے ہیں یہی دجال

اکبر ہے پہلے وہ صلاحیت کا دعویٰ کرے گا، پھر نبوت کا، اور پھر خدائی کا دعویٰ کردے گا، اس وقت اس کی ایک آنکھ ہو جائے گی، اور وہ اسے درست نہیں کر سکے گا، اور یہ اس کے کذاب ہونے کی دلیل ہوگی کہ اگر واقعی خدا ہو تو اپنی آنکھ درست کرلے۔

دجال یہودیوں میں سے ہوگا یہودی کہتے ہیں مسیح آئے گا تو ہماری حکومت بحال کرے گا، اس لیے پرانے یہودی فلسطین پر یہودیوں کے قبضہ کو اچھا نہیں سمجھتے، وہ کہتے ہیں یہ جعلی حکومت قائم کرنا درست نہیں ہے، جب مسیح آئے گا تو وہ غیبی حکومت قائم کرے گا۔

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ دجال یہودیوں کی شرارت کا ہیکل مثالی ہے، گویا وہ ایک شیطان ہے جو مجسمہ شرور ہے، وہی قیامت کے قریب شہادی شکل اختیار کرکے اتر آئے گا اور بڑے بڑے کرشمے دکھائے گا۔ یہ شاہ ولی اللہ کی رائے ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چار کبار تابعین سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: "إن الدجال ليس بإنسان بل هو شيطان أو ثقه سليمان النبي أو غيره يوشك أن يخرج ويوضع له منبر من نحاس ويتبعه قبائل من الجن"[1] جب دجالِ اکبر ظاہر ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو بھیجیں گے اور وہ اسے قتل کریں گے، یہودی مسیح کے منتظر ہیں، اور دجال اپنے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا لیکن وہ مسیح صادق نہیں بلکہ مسیح کاذب ہوگا، اس لیے اسے مسیح دجال کہا گیا ہے، وہ کرشمے دکھائے گا تو لوگ اس کے پیروکار بن جائیں گے۔



١٨٨٠: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ، وَلَا الدَّجَّالُ".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نعیم بن عبداللہ المجمر نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں نہ اس میں طاعون آسکتا ہے نہ دجال۔

قولہ "لا يدخلها الطاعون ولا الدجال... طاعون سے مراد خاص بیماری ہے، اس کی حقیقت یہ معلوم ہوئی ہے کہ یہ چوہوں سے پھیلتی ہے، طاعون چوہوں کو پڑتی ہے اور جب طاعون زدہ چوہا مرتا ہے تو اس کے پسو جو اس کا خون چوستے ہیں ان میں زہریلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے، چوہے کے مرنے کے بعد وہ ہوا اور فضا میں پھیل جاتے ہیں، اور وہ ہوا میں پھیلے ہوئے ذرات کی طرح ہلکے ہوتے ہیں یہ پسو جب انسانوں کے کھلے اور ننگے اعضاء کو کاٹتے ہیں تو قریب کی نرم جگہ میں گلٹی بن جاتی ہے مثلاً ہاتھوں پر کاٹیں تو بغل میں گلٹی بن جاتی ہے، منہ پر کاٹیں تو گردن میں، پاؤں پر کاٹیں تو کنج ران میں گلٹی بن جاتی ہے اور وہ گلٹی متورم ہو جاتی ہے، اس ورم کا نام طاعون ہے، اسے بدن میں نہ پھیلنے دینا

[1] فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ، ج۱۳، ص۳۲۸

علاج ہے، اور چوہوں کے استیصال سے طاعون نہیں پڑتی، اسی لیے چوہوں کو حل اور حرم میں مار دینے کا حکم ہے۔

١٨٨١: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، إِلَّا مَكَّةَ، وَالْمَدِينَةَ لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ يَحْرُسُونَهَا، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، ان سے ولید نے بیان کیا، ان سے ابوعمرو اوزاعی نے بیان کیا، ان سے اسحٰق نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شہر نہیں ملے گا جسے دجال پامال نہ کرے گا، سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان کے ہر راستے پر صف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر کر دے گا۔

١٨٨٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا بِهِ، أَنْ قَالَ: "يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ، أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ، هَلْ تَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ: حِينَ يُحْيِيهِ، وَاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَقْتُلُهُ، فَلَا أُسَلَّطُ عَلَيْهِ".

ہم سے یحیٰی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبیداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں یہ بھی فرمایا تھا کہ دجال مدینہ کی ایک کھاری شور زمین تک پہنچے گا اس پر مدینہ میں داخلہ تو حرام ہو گا۔ (مدینہ سے) اس دن ایک شخص اس کی طرف نکل کر بڑھے گا، یہ لوگوں میں ایک بہترین نیک مرد ہو گا یا (یہ فرمایا کہ) بزرگ ترین لوگوں میں سے ہو گا وہ شخص کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع

دی تھی دجال کہے گا کیا میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر ڈالوں تو تم لوگوں کو میرے معاملہ میں کوئی شبہ رہ جائے گا؟ اس کے حواری کہیں گے نہیں، چنانچہ دجال انہیں قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا۔ جب دجال انہیں زندہ کر دے گا تو وہ بندہ کہے گا بخدا اب تو مجھ کو پورا حال معلوم ہو گیا کہ تو ہی دجال ہے دجال کہے گا لاؤ اسے پھر قتل کر دوں لیکن اس مرتبہ وہ قابو نہ پا سکے گا۔

قولہ هو خير الناس... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں لوگ ان کو ہی خیر الناس سمجھتے رہے، ان کی وفات تک دجال ظاہر نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بہترین شخص گمنام ہی ہوگا، اور وہ "حدثنا رسول الله" کہے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس سے مراد بلا واسطہ سننے والا ہو، بلکہ "حدثنا" سے مراد ہے کہ رسول اللہ نے تیرے متعلق ایسا فرمایا ہے۔

قولہ فيقتله ثم يحييه اس میں اختلاف ہے کہ اس کا اس بہترین شخص کو پہلی دفعہ قتل کرنا حقیقتاً ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء ہوگا یا اس کا اسے قتل کرنا بظاہر دیکھنے کے اعتبار سے ہوگا، جیسا کہ اس قسم کے کرشمے مداری قسم کے لوگ جادو کے ذریعے سے دکھاتے ہیں حالانکہ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ مولوی احمد نے بتایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک مداری آیا جو لوگوں کو سحر کر دیتا تھا، اس نے ایک مکان کو منہ لگایا اور ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سارا مکان ہی کھا گیا ہے۔ یہ لوگوں پر جادو کر دینے کی وجہ سے ایسا دکھائی دے رہا تھا، اسی دوران ایک آدمی درخت پر چڑھ کر دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا کرتا ہے، اس پر اس کے جادو کا اثر نہ ہوا، اس نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ اس نے مکان کو صرف منہ لگایا ہوا ہے، مکان کو کھانے کا دعویٰ جھوٹ ہے، اب مداری نے اُدھر توجہ کی اور اسے بھی جادو کر دیا، اب درخت پر چڑھے ہوئے آدمی کو ایسے معلوم ہونے لگا جیسے بارش شروع ہو گئی ہے اور اتنی بارش ہو گئی ہے کہ بارش کا پانی اس آدمی کے قریب پہنچ گیا ہے، اس آدمی نے درخت سے نیچے چھلانگ لگا دی اور نیچے زمین پر گرنے سے اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں، کیونکہ نیچے پانی نہیں تھا جو اسے جادو کی وجہ سے نظر آ رہا تھا۔

فارابی نے بھی ایک قصہ بیان کیا ہے کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا، مجھے کھانے کی حاجت محسوس ہوئی تو میں ایک تنور پر روٹیاں پکانے والے کے پاس گیا۔ اس نے مجھے پہچان لیا، اور کہنے لگا، اے فارابی، اگر تجھے حکومت مل جائے تو کیا آدھی حکومت مجھے دیدے گا، فارابی نے اسے کہا، روٹیاں لگا، فضول باتیں نہ کر، اس نے اصرار کیا کہ بتائیے آدھی حکومت مجھے دے گا؟ کہا ہاں دیدوں گا۔ اس نے ایسی توجہ کی کہ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ فارابی تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور نوکر چاکر اس کے ارد گرد جمع ہیں اور حکومت مل گئی ہے، اس نے کہا اب وعدہ پورا کریں، اور آدھی حکومت مجھے دیں اور حکومت کی تقسیم شروع ہو گئی، ایک بڑا جوہر تھا اس نے کہا اسے بھی آدھا آدھا کریں، فارابی نے کہا اس طرح تو یہ جوہر خراب ہو جائے گا ہم میں ایک آدمی اسے رکھ لے، یہ جھگڑا ہو رہا تھا کہ اچانک اس نے تنور پر روٹی لگا دی، دیکھا تو تنور تھا جس پر میں بیٹھا ہوا تھا۔

اسی طرح دجال بھی شیطان ہوگا جس کے جن تابع ہوں گے لوگوں کو ایسے معلوم ہوگا جیسا کہ واقعی اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ ابن حزم رحمہ اللہ کی رائے ہے، دیگر علماء کے نزدیک دجال کا اس بہترین آدمی کو قتل کرنا حقیقتاً ہوگا۔

علماء نے انسانوں سے خرقِ عادت صادر ہونے والی چیزوں کی چند قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک معجزہ ہے[1] جو

---

[1] خرقِ عادت صادر ہونے والی اشیاء کی متعدد اقسام ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ المعجزة: هِيَ أمرٌ خارق للعادة يظهره الله سبحانه وتعالي علی يد النبي تصديقًا لهٗ في دعواهُ علی وجهٍ يعجز المنكرين عن الاتيان بمثله یعنی معجزہ ایسے خلافِ عادت کام کو کہتے ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نبی کے ہاتھ پر اس کے دعویٰ نبوت میں اس کی تصدیق کے لیے ایسے ظاہر کرتے ہیں کہ نبی کی نبوت کا انکار کرنے والے اس کی مثل لانے سے عاجز ہوتے ہیں۔

معجزات کی چند قسمیں ہیں (۱) فعلی: نبی اور رسول سے ایسا کام صادر ہو کہ دیگر لوگ اس پر قادر نہ ہوں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنا۔

۲۔ قولی، جیسے قرآن کریم آپ کا قولی معجزہ ہے، اسی طرح آپ کا وحی کے ذریعے بعض غیبات کی خبر دینا۔

۳۔ ترکی: جیسے آگ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلانا۔

۲۔ دوسری قسم کرامت ہے جس کی تعریف حسب ذیل ہے: "هِيَ أمرٌ خارقٌ للعادة يظهره الله تعالي علی يد عبد صالح غير مدع للنبوة" ایسا خلافِ عادت کام جسے اللہ تعالیٰ نیک بندے کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے جو نبوت کا دعوے دار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ دو صحابی رات تادیر نبی کریم علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھے رہے جب واپس ہوئے تو اندھیری رات میں ان کی لاٹھیاں روشنی دینے لگیں۔

۳۔ الإرهاص: هِيَ أمرٌ خارق للعادة يظهره الله تعالي علی النبي قبل بعثته، ارھاص کا لغوی معنی بنیاد ڈالنا ہے اور اصطلاح میں وہ خلافِ عادت کام جو ہونے والے نبی پر اس کی نبوت اور بعثت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کیا جائے، جیسے نبوت سے پہلے بادلوں کا نبی علیہ السلام پر سایہ کرنا، یا نبوت سے پہلے مکہ میں ایک پتھر کا آپ کے وہاں سے گزرتے ہوئے آپ کو سلام کہنا جیسا کہ مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔

۴۔ المعونة: هي أمر خارق للعادة يظهرهُ الله تعالیٰ علی يد بعض العوام تخليصًا له عن الشدةِ۔ ایسا خلافِ عادت کام جسے اللہ تعالیٰ کسی عام انسان پر اسے کسی مصیبت سے نجات دینے کے لیے ظاہر کرتا ہے، اس کی مثال مفسر ابن کثیر نے آیت: "أمن يجيب المضطر إذا دعاه" کے تحت ذکر کی ہے۔

۵۔ الإهانة: هي امر خارق للعادة يظهره الله تعالي علی يد كاذب مدع للنبوة: ایسا خلاف عادت کام جسے اللہ تعالیٰ جھوٹے نبوت کے دعویدار کے ہاتھ پر اس کی توہین کے لیے ظاہر کرتے ہیں اہانت کہلاتا ہے جیسے مسیلمہ کذاب نے اپنے مرید کی دکھتی آنکھ میں تھوک لگایا تو اس کی صحیح سلامت آنکھ بھی اندھی ہوگئی۔

۶۔ الاستدراج: أمر خارق للعادة يظهره الله تعالیٰ علی يد كاذب مدع للألوهية۔ یعنی ایسا خلاف عادت کام جسے اللہ تعالیٰ جھوٹے خدائی کے دعویدار کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے استدراج کہلاتا ہے، جیسے دجال کا اپنے ظہور کے وقت خرقِ عادت کرشمے دکھانا۔

۷۔ السحرُ: قواعدُ يقتدر بها صاحبها علی أفعالٍ غريبةٍ بالنظر لمن يجهل هٰذه القواعد التي

مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر کسی نیک آدمی ولی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں، جادوگر سے صادر ہو تو اسے سحر کہتے ہیں۔ اگر کافر کے ہاتھ سے ظاہر تو اس کا نام استدراج ہے، لہٰذا دجال سے خرقِ عادت ظاہر ہونے والی چیزوں کا نام بھی استدراج ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سحر انسانی قوت سے یا شیاطین کی مدد سے ہوتا ہے، معجزہ یا کرامت ایسا کام ہے کہ جس پر انسان قادر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی جن یا شیطان قادر ہوتا ہے، اگر کوئی شخص یہاں ہو اور مکہ پہنچ جائے یہ کرامت نہیں ہے یہ کام جنوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ معراج کے واقعہ میں آپ کا مکہ سے بیت المقدس تک جانا معجزہ نہیں ہے، اگرچہ آپ کا بیت المقدس جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا لیکن اسے معجزہ کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کر سکتے، اس کے بعد آسمانوں پر جانا اعجازی کام ہے، کیونکہ یہ کام کسی جن یا انسان کی طاقت میں نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب النبوات میں اس پر کافی بحث کی ہے اور متکلمین کی تردید کی ہے جنہوں نے ان سب کو ایک ہی چیز بنا دیا ہے۔

دجال کے خیر الناس کو قتل کرنے کو ابن حزم نے حقیقت پر محمول نہیں کیا، تاکہ معجزہ سے اشتباہ لازم نہ آئے، کیونکہ احیاءِ موتیٰ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، کسی اور کا یہ کام نہیں ہے، لیکن بعض علماء کہتے ہیں یہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ہاتھوں پر ظاہر ہوگا، اور یہ لوگوں کے ابتلاء اور امتحان کے لیے ہوگا۔

١٠-بَابُ الْمَدِينَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ:

باب: مدینہ برے آدمی کو نکال دیتا ہے

١٨٨٣: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُومًا، فَقَالَ: أَقِلْنِي، فَأَبَى ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ: الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا".

ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی، دوسرے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میری بیعت توڑ دیجئے! تین بار اس نے یہی کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا پھر فرمایا کہ مدینہ کی مثال بھٹی کی سی

یمکن تعلمها۔ سحر اور جادو ایسے قواعد کو کہتے ہیں جن کے ذریعے سے ساحر اور جادوگر ایسے غریب کام کر سکتا ہے، جو ان قواعد سے ناواقف لوگوں کی نگاہ میں انوکھے کام ہوتے ہیں حالانکہ ان قواعد کا سیکھنا ان کے لیے بھی ممکن ہوتا ہے۔

٨۔ الشعوذة: هي خفة اليد بواسطتها يرى الشخص أشياء على أنها حقيقة وهي في الواقع وهم وخيال۔

ہے کہ میل کچیل کو دور کر کے خالص جوہر کو نکھار دیتی ہے۔

یہ حدیث نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے، یا یہ مہدی کے زمانہ میں ہوگا، دونوں معانی ہوسکتے ہیں۔

قولہٗ وینصع طیبھا... یَنْصَعُ لازم ہے لیکن یہاں متعدی استعمال ہورہا ہے اگر یہ بابِ افعال سے ہو تو معنیٰ درست ہے، ورنہ طیبھا تمیز ہوگی جیسا کہ "سَفِهَ نفسَه" میں نفسہ تمیز ہے اور تمیز کبھی خلافِ قیاس معرفہ بھی آجاتی ہے، یہ تمیز ہوگی اور محول عن الفاعل ہوگی، یعنی خالص ہو جائے گا اس کا طیب۔

١٨٨٤: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَتْ فِرْقَةٌ: نَقْتُلُهُمْ، وَقَالَتْ فِرْقَةٌ: لَا نَقْتُلُهُمْ، فَنَزَلَتْ: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ سورة النساء آية ٨٨، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ، كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا کہ میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے لیے نکلے تو جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگ واپس آگئے (یہ منافقین تھے) پھر بعض نے تو یہ کہا کہ ہم چل کر انہیں قتل کر دیں گے اور ایک جماعت نے کہا کہ قتل نہ کرنا چاہیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی «فما لکم فی المنافقین فئتین» اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ (برے) لوگوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ میل کچیل دور کر دیتی ہے۔

قولہ فمالکم فی المنافقین فئتین یہ جنگ احد کا واقعہ ہے آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر اپنا دفاع کیا جائے یا باہر میدان میں نکل کر کفار کا مقابلہ کیا جائے۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر لڑائی کی جائے، لیکن نوجوانوں کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر میدان میں مقابلہ کیا جائے وہ کہتے تھے کہ ہم تو شہادت کی تمنا لیے ہوئے ہیں، ابن ابی کی رائے بھی نبی کریم علیہ السلام والی تھی کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے جب میدان میں جانے لگے۔ تو ابن ابی منافق نے کہا میری بات نہیں مانی گئی نوجوانوں کی بات تسلیم کر لی گئی ہے، وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو راستے سے ہی واپس لے آیا۔ اس آیت میں انہیں منافق کہا گیا ہے۔ اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنگ احد کے موقع پر راستے سے واپس آگئے تھے، لیکن اگلے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مراد نہیں ہیں، کیونکہ اس سے آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فلا تتخذوا منهم اولياء حتى يهاجروا فى سبيل الله" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے باہر کے لوگ مراد ہیں جو مدینہ میں آکر اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے اور اپنی ضرورت ذکر کرتے تو لوگ ان کی امداد کر دیتے تھے، لیکن وہ واپس گھروں میں جا کر ویسے ہو جاتے جیسے

پہلے ہوتے تھے "حتی یھاجروا" سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، بعض لوگ "یھاجروا" کو "یخرجوا فی سبیل اللہ" کے معنی میں کرتے ہیں یعنی وہ باہر جہاد کے لیے نکلیں، لیکن اگلا سیاق اس کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ آگے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فإن تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم" نبی ﷺ نے یہ معاملہ ان کے ساتھ نہیں کیا، اس کے بعد "إلا الذین یصلون إلی قوم بینکم وبینھم میثاق" آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باہر کے لوگ مراد ہیں، ان کی قسمیں بیان کی گئی ہیں کہ بعض کو قتل کرنا ہے اور بعض کو نہیں مارنا۔ ایسی صورتِ حال میں علماء نے کہا ہے کہ شانِ نزول کبھی جزئی ہوتا ہے اور کبھی نظیر ہوتا ہے اور یہاں اس آیت میں بھی نظیر کی مثال ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "کل فاعلٍ مرفوع کالمبتدأ" اور مبتدا اس کی جزئی نہیں ہے بلکہ اس کی نظیر ہے، اور اگر کہا جائے "کل فاعل مرفوع کزید فی جاء زید" تو یہ جزئی ہوگی، آیت کریمہ "وإذا قرئ القران فاستمعوا له وأنصتوا"[1] کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں اگرچہ انفرادی طور پر سب میں کچھ کلام ہے، لیکن مجموعہ سے قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ مقتدی مراد ہے، حالانکہ تذکرہ کفار کا ہو رہا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ کبھی عمومِ علت کی بناء پر بھی اسے عام کرلیا جاتا ہے، خاموش رہنے کی علت قرآن کی قراءت سننا ہے، تاکہ قرآن کریم سمجھا جائے، یہ حکم جس طرح کفار کو ہے مسلمانوں کو بھی یہ حکم ہے، اسی طرح "فمالکم فی المنافقین فئتین" میں ان کے ساتھ معاملہ کی علت نفاق ہے اور نفاق ان میں بھی پایا جاتا ہے، لہٰذا عمومِ علت کی بناء پر جنگ احد کے منافق بھی اس میں داخل ہیں۔

۱۰ام۔ بَابٌ:

باب:۔۔۔

۱۸۸۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ". تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ يُونُسَ.

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے یونس بن شہاب سے سنا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! جتنی مکہ میں برکت عطا فرمائی ہے مدینہ میں اس سے دگنی برکت کر۔ جریر کے ساتھ اس روایت کی متابعت عثمان بن عمر نے یونس کے واسطہ کے ساتھ کی ہے۔

قولہ من البرکة برکت سے مراد یہ ہے کہ تھوڑی چیز زیادہ کو کفایت کر جائے، مدینہ میں مکہ کی بنسبت پیداوار زیادہ ہے، مدینہ کے لوگ بھی مکہ والوں کی بنسبت نرم مزاج ہیں، اسی طرح صاع کا بڑا ہونا برکت نہیں ہے جیسا کہ احناف کا

---

[1] الاعراف: ۲۰۴

خیال ہے وہ کہتے ہیں ہمارا صاع بڑا ہے، حالانکہ برکت سے مراد یہ ہے کہ تھوڑی چیز زیادہ کو کفایت کر جائے۔

یہ باب بلا ترجمہ ہے اور یہ فصل کے قائم مقام ہے اور اس کے تحت آنے والی دونوں احادیث کا تعلق اس سے پہلے باب "المدینة تنفی الخبث" کے ساتھ ہے، پہلی حدیث کا نفی خبث کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے مکہ سے دُگنی برکت کی دعا کی ہے، اور برکت کی کثرت اس کے مخالف کی قلت کو چاہتی ہے، اور یہ چیز نفی خبث کے مناسب ہے۔

اور دوسری حدیث کا نفی خبث سے تعلق یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا مدینہ منورہ سے محبت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدینہ طیب ہے اور خبث اور شر سے پاک ہے۔

١٨٨٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز فرمادیتے اور اگر کسی جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے ایڑ لگاتے۔



١١۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ:

باب: مدینہ کا ویران کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار تھا

١٨٨٧: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ، وَقَالَ: يَا بَنِي سَلِمَةَ، أَلَا تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ، فَأَقَامُوا".

ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے خبر دی اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو سلمہ نے چاہا کہ اپنے دور والے مکانات چھوڑ کر مسجد نبوی سے قریب اقامت اختیار کر لیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہ کیا کہ مدینہ کے کسی حصہ سے بھی رہائش ترک کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنو سلمہ! تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے، چنانچہ بنو سلمہ نے (اپنی اصلی اقامت گاہ میں) رہائش باقی رکھی۔

قولہ فکرہ رسول اللہ ﷺ نبی اکرم ﷺ کا اس سے مقصد یہ تھا کہ مدینہ کے گرد جو آبادیاں ہیں، انہیں ختم نہ کیا جائے، تاکہ ہر طرف سے مدینہ محفوظ رہے، اور ان آبادیوں والے آنے والے دشمن کی فوراً اطلاع دے دیا کریں، اور امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ مدینہ کی اقامت ترک کرنا پسندیدہ کام نہیں ہے۔



۱۲-بَابٌ:

باب:...

۱۸۸۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان (والی جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض (کوثر) پر ہو گا۔

یہ باب بھی بلا ترجمہ ہے اور فصل کے معنی میں ہے، اس باب کے تحت دو احادیث ذکر ہوئی ہیں اور ایک اثر آیا ہے اور ان احادیث کا تعلق اس کے قبل آنے والے باب کراہیۃ النبی ﷺ کے ساتھ ہی ہے، پہلی حدیث "ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة" میں مدینہ منورہ کی رہائش اختیار کرنے کی ترغیب پائی جاتی ہے، تاکہ مدینہ خالی نہ ہو جائے اور نبی اکرم ﷺ کو مدینہ کا خالی کرنا پسند نہیں تھا، اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے "اللهم صححها" کہہ کر مدینہ کے وباء سے سلامت رہنے کی دعاء کی ہے۔ اور اس میں برکت کی دعا کی ہے، اور اس سے مراد بھی مدینہ کی رہائش کی ترغیب دینا ہے تاکہ لوگ مدینہ کو خالی نہ کریں۔ اور مدینہ کو خالی چھوڑنا آپ کو ناپسند تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں وفات کی دعا کرنا بھی اس بارہ میں واضح ہے۔

قوله روضة من رياض الجنة، أي كروضة من رياض الجنة.. حافظ نے اس جملہ کے تین معانی ذکر کیے ہیں۔ ایک یہ کہ نبی اکرم ﷺ کے گھر اور آپ کے منبر کے درمیان والی جگہ نزول رحمت اور حصولِ سعادت میں جنت کے باغ کی مثل ہے یا اس جگہ میں عبادت کرنے والا جنت میں داخل ہو جائے گا یا یہ جگہ حقیقتاً جنت میں داخل کر دی جائے گی، نبی اکرم ﷺ کے گھر اور منبر کے درمیان چونکہ آپ کی آمد و رفت زیادہ ہوتی تھی آپ کے قدموں کی وجہ سے یہ جگہ مبارک بن گئی ہے اور اس کا نام روضۃ من ریاض الجنۃ رکھا گیا ہے۔

۱۸۸۹: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ، وَبِلَالٌ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى، يَقُولُ: كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمَّى يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ، يَقُولُ: أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلٌ وَهَلْ

أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ قَالَ: اللَّهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ. اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا. وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ". قَالَتْ: وَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللهِ. قَالَتْ: فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِي نَجْلًا تَعْنِي مَاءً آجِنًا.

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہو گئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ جب بخار میں مبتلا ہوئے تو یہ شعر پڑھتے: ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ اس کی موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا تو آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے: کاش! میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (گھاس) ہوتیں۔ کاش! ایک دن میں مجنہ کے پانی پر پہنچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل (پہاڑوں) کو دیکھ سکتا۔ کہا کہ اے میرے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف مردودوں پر لعنت کر۔ انہوں نے اپنے وطن سے اس وبا کی زمین میں نکالا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کر دے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ! اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لیے صحت خیز کر دے یہاں کے بخار کو جحفہ میں بھیج دے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ آئے تو یہ اللہ کی سب سے زیادہ وبا والی سرزمین تھی۔ انہوں نے کہا مدینہ میں بطحان نامی ایک نالہ سے ذرا ذرا بدمزہ اور بدبودار پانی بہا کرتا تھا۔



١٨٩٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عُمَرَ، نَحْوَهُ وَقَالَ هِشَامٌ: عَنْ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ، سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے خالد بن یزید نے، ان سے سعید بن ابی ہلال نے، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے جو

فرمایا کرتے تھے اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کر اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مقدر کر دے۔ ابن زریع نے روح بن قاسم سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے اپنی والدہ سے، انہوں نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح سنا تھا، ہشام نے بیان کیا، ان سے زید نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا پھر یہی حدیث روایت کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے: "اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد رسولك" بعد میں یہ بھی کہتے۔ افسوس ہے کہ جہاد اور لڑائی کہاں ہو رہی ہے اور میں کہاں رہتا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول کرلیں، ایک مجوسی کافر کے حملہ سے شہید ہوگئے، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں آپ کے ساتھ دفن ہوئے۔

کتاب الصوم

کتاب روزے کے مسائل کا بیان

صوم کا لغوی معنی کسی چیز سے رُک جانا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: صام الفرس گھوڑا گھاس کھانے سے یا چارہ کھانے سے رک گیا، اور قرآن کریم میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے قوم سے کہا: "إنی نذرت للرحمن صومًا فلن أکلم الیوم إنسیا"[1] میں نے رحمن کے لیے کلام سے رُک جانے کی نذر مانی ہے، اس لیے آج میں کسی سے بات نہیں کروں گی، اور شرعی لحاظ سے صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے سے اور جماع وغیرہ سے عبادت کی نیت کے ساتھ بند رہنا صوم ہے، اگر نیت کے بغیر ان چیزوں سے بند رہے تو روزہ نہیں ہوگا۔[2]

---

[1] مریم:۲۶

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کا آغاز بدء الوحی سے کیا ہے، کیونکہ تمام عقائد و اعمال کی بنیاد وحی پر ہے، اس کے بعد کتاب الایمان لائے ہیں، کیونکہ ایمان ہر عمل کے قبول ہونے کے لیے شرط ہے، اور ایمان کا ہونا تمام اعمال سے مقدم ہے، اور ایمان دو چیزوں پر مشتمل ہے، علم اور عمل، اور علم مقدم ہے عمل سے، اسی لیے بخاری کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو لائے ہیں، اور اعمال میں سے نماز کو کتاب العلم کے بعد لائے ہیں اور نماز کے لیے چونکہ طہارت اور وضوء شرط ہے، اس لیے کتاب الصلاۃ سے پہلے کتاب الوضوء لائے ہیں، اس کے بعد عبادات کو لائے ہیں جو بندوں کے عمل سے تعلق رکھتی ہیں، اور عبادات میں سے وجودی عبادات کو مقدم کیا ہے جن میں اثبات پایا جاتا ہے، اور وجودی عبادات میں سے بعض مفرد ہیں اور بعض مرکب ہیں، چونکہ نماز محض بدنی عبادت ہے اس لیے اسے پہلے لائے ہیں، اس کے بعد زکوۃ کو لائے ہیں جو محض مالی عبادت ہے ان مفرد عبادات کو ذکر کر کے پھر مرکب عبادت کو ذکر کیا ہے جو کہ حج ہے اور وہ ان دونوں (بدنی اور مالی) عبادتوں سے مرکب ہے، ان وجودی عبادات کو ذکر کرنے کے بعد ترکی عبادت کو لائے ہیں اور وہ صوم یعنی روزہ ہے جس میں کھانے پینے کا اور دیگر مفطرات کا عدم اور ان کا ترک پایا جاتا ہے۔

روزے کی دو قسمیں ہیں: (۱) صوم اصغر اور یہ بدن کا روزہ ہے جس میں صبح صادق سے لے کر غروب شمس تک تقربِ الٰہی کی نیت سے کھانے پینے اور دیگر شہوات کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ روزہ سورج غروب ہونے پر کھجور سے یا کسی بھی حلال چیز سے افطار کیا جاتا ہے، اور یہ روزے دار کے لیے خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ (۲) دوسری قسم صوم اکبر ہے، جو انسان کے بالغ ہونے سے لے کر اس کی موت تک جاری رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فرائض اور مامورات کو بجالانے اور اس کے تمام منہیات کو چھوڑے رکھنے کا نام صوم اکبر ہے، اور صوم اکبر حوضِ کوثر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پانی پی کر اور جنت میں مچھلی کا زائد جگر کھا کر افطار ہوگا، اور اس وقت انسان کی خوشی کی انتہاء ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ نے صوم اصغر کو صوم اکبر کا وسیلہ اور ذریعہ بتایا ہے اور کفار کا روزے کی ان دونوں قسموں میں کوئی حصہ نہیں ہے اس لیے وہ جانوروں جیسے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔

١-بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ:

باب: رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ سورة البقرة آية ١٨٣.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم گناہوں سے بچو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ماہِ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے پر قرآنِ کریم کی آیت پیش کی ہے، بخاری رحمہ اللہ اس آیت کا شانِ نزول صومِ رمضان مانتے ہیں اور یہی صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول: "كما كتب على الذين من قبلكم" سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی روزہ رکھنا فرض تھا، لیکن آج کل کے یہودی اور عیسائی روزے کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اسے مستحب چیز سمجھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام روزے رکھا کرتے تھے مگر ان کے دور کے حواری روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اب بھی یہودی اور عیسائی روزے کو فرض نہیں سمجھتے لیکن قرآنِ کریم کی آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے ان پر فرض کیے گئے تھے اور اب یہودیوں، عیسائیوں نے تحریف کرلی ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ پہلی امتوں کے مسلمانوں پر روزہ ایسا فرض نہیں تھا کہ ضرور رکھا جائے بلکہ واجب مخیر کی صورت تھی کہ جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے فدیہ دیدے، بہرحال مذکورہ آیت صومِ رمضان کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ عام مفسرین نے کہا ہے۔

انور شاہ نے کہا ہے کہ دراصل یہ آیت ایام بیض کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ رمضان کے روزوں سے پہلے ایام بیض کے روزے فرض تھے اور فدیہ دینے کا حکم ایام بیض کے متعلق ہے اور کہا ہے کہ مجھے بڑی محنت کے بعد یہ بات حاصل ہوئی ہے، حالانکہ یہ بات لغو اور فضول ہے، صحیح بات وہی ہے جو اکثر مفسرین نے ذکر کی ہے کہ یہ آیت صیام رمضان کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ بھی اس آیت کو یہاں اسی لیے لائے ہیں۔

١٨٩١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ، فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا، فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ: شَهْرَ رَمَضَانَ، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا، فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ؟ فَقَالَ: فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ، قَالَ: وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سہیل نے، ان سے ان کے والد مالک نے اور ان سے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا: یارسول اللہ! بتایئے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں، یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو، پھر اس نے کہا بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روزے کتنے فرض کئے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینے کے، یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفلی روزے اور بھی رکھ لو، پھر اس نے پوچھا اور بتایئے زکوٰۃ کس طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرع اسلام کی باتیں بتادیں۔ جب اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی نہ میں اس میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ مراد کو پہنچا یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) اگر سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔

۱۸۹۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشُورَاءَ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ"، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَصُومُهُ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رکھنے کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابتداء اسلام میں حکم دیا تھا، جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ بطور فرض چھوڑ دیا گیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آن پڑتا۔

۱۸۹۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، أَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے اور ان سے عراک بن مالک نے بیان کیا، انہیں عروہ نے خبر دی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ کا

حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے یوم عاشورہ کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

قولہ وأمر بصیامہ... أَمَرَ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا، بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم دینا تاکید کے لیے تھا، کیونکہ بعض سنن کی ادائیگی میں بھی تاکید ہوتی ہے۔ اس طرح عاشوراء کا روزہ بھی سنت موکدہ تھی، اس کے بعد ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے، تو آپ نے عاشوراء کے روزہ میں اختیار دیدیا کہ جو چاہے رکھ لے جو چاہے چھوڑ دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشوراء کا روزہ فرض تھا۔

ماہِ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد یہ سنت ہو گیا، منسوخ نہیں ہوا، بلکہ اس کی فرضیت منسوخ ہوئی ہے، جبکہ پہلے فرض ہو تو اب فرضیت منسوخ ہو گئی اور اگر پہلے موکد ہو تو رمضان کی فرضیت کے بعد اس کی تاکید ختم ہو گئی، عاشوراء کا روزہ ایک سال ہی فرض رہا، کیونکہ دو ہجری میں رمضان کے روزے فرض ہو گئے تھے، اب عاشوراء کا روزہ اختیاری ہو گیا، نبی اکرم ﷺ عاشوراء کا روزہ رکھتے حتیٰ کہ آپ نے آخری سال فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا[1]۔ تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو جائے، لہٰذا اب یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نویں، دسویں کا یا دسویں، گیارہویں کا روزہ رکھنا چاہیے، یا نویں، دسویں اور گیارہویں، تینوں دن کا روزہ رکھ لے، اس طرح بھی یہود کی مخالفت ہو جائے گی۔

٢-بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ:

باب: روزہ کی فضیلت کا بیان

١٨٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَجْهَلْ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ، وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي الصِّيَامُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے ایک ڈھال ہے اس لیے (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک

[1] مسلم (١٣٤) ١١٣٤، سنن ابی داؤد: ٢٤٤٥

کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔

قولہ لخلوف فم الصائم... جب روزے دار کا معدہ خالی ہوتا ہے تو اس کے منہ سے بھاک سی آتی ہے اسے بدبو نہیں کہہ سکتے، یہ بھاک اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی عمدہ ہے۔

قولہ من ريح المسك اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کستوری دے اور اسے کستوری خرچ کرنے پر جس قدر اجر و ثواب ملتا ہے، تو روزے دار کو اس خلوف پر اس قدر اجر و ثواب حاصل ہو جاتا ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے اس خلوف کو ایسے پسند کرتے ہیں جیسے تم کستوری کو پسند کرتے ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا خلوف کو پسند کرنا مراد نہیں ہے۔

قولہ قاتله أو شاتمه اس لفظ پر اعتراض یہ ہے کہ قَاتَلَ اور شَاتَمَ باب مفاعلہ سے ہیں جو مشارکت کے لیے ہوتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جواب میں ایک دو گالیاں دے کر پھر "إني صائم" کہہ دے، حالانکہ روزے دار کا جواب میں بھی گالی دینا یا لڑنا جائز نہیں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں گالی دینا یا لڑائی کرنا مراد نہیں ہے بلکہ گالی یا لڑائی پر ابھارنا مراد ہے، یعنی وہ لڑ کر یا گالی دے کر اسے بھی گالی دینے یا لڑنے پر برانگیختہ کرتا ہے، تو یہ "إني صائم" کہہ دے، یہ لفظ زبان سے کہے یا دل میں کہہ کر اپنے آپ کو سمجھائے، بعض کہتے ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے اور زبان سے یہ لفظ کہے، کیونکہ دل کو سمجھانا کلام نفسی ہے، اور قال، یقول کلام لفظی پر بولا جاتا ہے کلام نفسی پر بولنے کے لیے کسی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا روزے دار زبان سے "إني صائم" کہے۔

قولہ الصيامُ لِي روزہ میرے لیے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی کھاتے پیتے نہیں اور روزے دار بھی روزے کی حالت میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے، گویا نہ کھانا نہ پینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لیے فرمایا: "الصيام لي"۔

یا مراد یہ ہے کہ روزے دار، روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی رکھتا ہے حتیٰ کہ زمانہ ماضی میں بھی لوگوں نے روزہ غیر اللہ کے لیے نہیں رکھا، اس لیے "الصيام لي" فرمایا لیکن حافظ نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ لوگ غیر اللہ کے لیے روزہ رکھتے رہے ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ روزہ میں ریاء کاری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ریاء یہ ہے کہ کسی کو دکھا کر کوئی فعل کیا جائے اور روزہ فعل نہیں ہے بلکہ ترک ہے، لہٰذا اس سے ریاء کا تعلق نہیں ہے۔

قولہ وأنا أجزي به... اور میں ہی اس کی جزاء اور بدلہ دوں گا، حالانکہ جزاء اور بدلہ ہر کام کا اللہ تعالیٰ ہی دیں گے اور روزے کے بارہ میں أنا اجزیٰ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی جزاء اللہ تعالیٰ زیادہ دیں گے، شاہ ولی اللہ نے کہا ہے کہ جب بندے کے اعمال کو فرشتے درج کرتے ہیں تو ایک عمل دس درجات کا لکھا جاتا ہے، اور کسی کے عمل کو اس سے زیادہ بھی لکھ لیتے ہیں کیونکہ فرشتے، بندہ کی نیت اور اس کے ماحول سے واقف ہو جاتے ہیں کہ اسے اس کے عمل کا اجر و ثواب کتنا ملنا چاہیے، لہٰذا ان کے ہاں بندے کا عمل دس گنا سے لے کر سات سو تک چلا جاتا ہے، اور اس سے زائد

بھی ہو جاتا ہے، لیکن روزے کے اجر و ثواب کی فرشتوں کے ہاں کوئی تحدید نہیں ہے، کیونکہ فرشتوں کو یہ علم نہیں ہوتا کہ روزے دار کو کھانے، پینے کے اور جماع کے چھوڑنے پر کتنی تکلیف اٹھانا پڑی ہے، لہٰذا وہ روزے کے بارہ میں متوقف ہو جاتے ہیں اس لیے انہیں حکم ہوتا ہے کہ تم روزہ ہی لکھ لو۔ اس کا بدلہ اور جزا میں ہی دوں گا۔

۳۔بَابُ الصَّوْمُ كَفَّارَةٌ:

باب: روزہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے

۱۸۹۵: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا جَامِعٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ يَحْفَظُ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ، قَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا سَمِعْتُهُ، يَقُولُ: "فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ، وَمَالِهِ، وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ، وَالصِّيَامُ، وَالصَّدَقَةُ". قَالَ: لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذِهِ، إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ، قَالَ: وَإِنَّ دُونَ ذَلِكَ بَابًا مُغْلَقًا، قَالَ: فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ، قَالَ: يُكْسَرُ، قَالَ: ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلْهُ: أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ اللَّيْلَةَ.



ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے جامع بن راشد نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انسان کے لیے اس کے بال بچے، اس کا مال اور اس کے پڑوسی فتنہ (آزمائش و امتحان) ہیں جس کا کفارہ نماز روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا میری مراد تو اس فتنہ سے ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح امنڈ آئے گا۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ (یعنی آپ کے دور میں وہ فتنہ شروع نہیں ہو گا) عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ دروازہ کھل جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ توڑ دیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو پائے گا۔ ہم نے مسروق سے کہا آپ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے، چنانچہ مسروق نے پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! بالکل اس طرح (انہیں علم تھا) جیسے رات کے بعد دن کے آنے کا علم ہوتا ہے۔





قولہ تکفرها الصلاة والصيام... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی طرح روزہ بھی کفارہ بنتا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ ایک حدیث اس کے خلاف آتی ہے اور وہ ہے: "كل العمل كفارة إلا الصوم"[1] سوائے روزے کے ہر



[1] مسند احمد: ۱۰۰۲۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۶۰۷

عمل کفارہ بنتا ہے، اور حافظ نے اس ظاہری تعارض کا جواب یہ دیا ہے کہ باقی اعمال کفارہ بنتے ہیں لیکن روزہ صرف کفارہ نہیں بنتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ روزہ رفع درجات کا سبب بھی بنتا ہے گویا روزے میں کفارے کے علاوہ رفع درجات کی زیادتی بھی پائی جاتی ہے۔

قولہ التی تموج کما یموج البحر فتنے اگرچہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں یہاں ملکی فتنہ مراد ہے کہ ملک میں دھڑے بندی ہو جائے اور آپس میں لڑائی شروع ہو جائے، جیسا کہ سیاسی فتنہ ہوتا ہے۔

قولہ إن دون ذلك بابا ایک حدیث میں ہے: "بينك وبينها بابٌ" ای بينك وبين حياتك اور یہ باب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود تھا۔

۴۔بَابُ الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ:

باب: روزہ داروں کے لیے ریان (نامی ایک دروازہ جنت میں بنایا گیا ہے اس کی تفصیل کا بیان)

۱۸۹۶: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا، يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ ؟ فَيَقُومُونَ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ".

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ ابن دینار نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا، پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہے؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا۔

۱۸۹۷: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللهِ، هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ". فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا، قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ.

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے معین بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہو گا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا جو مجاہد ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے جو روزہ دار ہو گا اسے «باب الریان» سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو گا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔



ریان اصل میں ریوان تھا فعلان کا وزن رَوِیَ یَرْوٰی سے ہے، سید کے قاعدہ سے ریان ہوا ہے۔

قولہ من انفق زوجین یہ تثنیہ ہے زوج کا یہ تثنیہ کا لفظ آیا ہے حالانکہ زوج بھی جوڑے کے معنی میں ہوتا ہے، خاوند اور بیوی کو زوجین کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک زوج ہی ہوتا ہے، زوجین سے مراد دو جوڑے نہیں ہیں دو زوج تو چار ہو جائیں گے، بلکہ زوجین سے مراد دو چیزیں ہی ہیں۔

شرح بخاری

قولہ أرجو أن تکون منھم جنت کے ہر دروازے سے بلایا جانا تکریم اور تشریف کے لیے ہو گا ورنہ مقصود تو ایک دروازے سے داخل ہونا ہے۔

400

٥۔ بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا:

باب: رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟ اور جن کے نزدیک دونوں لفظوں کی گنجائش ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَقَالَ: لَا تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان سے آگے روزہ نہ رکھو۔

١٨٩٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ".



ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سہیل نافع بن مالک نے، ان

سے ان کے والد نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ ضعیف ہے، جسے ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ہے [1] اور اسے ابو معشر نجیح نے سعید مقبری اور اس نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوع بیان کیا ہے: "لا تقولوا رمضان فإن رمضان اسم من أسماء اللہ ولكن قولوا شهر رمضان" [2] لیکن یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ اس میں ابو معشر ضعیف الحدیث ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ رمضان کے لفظ کو بغیر "شہر" کے لفظ کے استعمال کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور یہی مذہب جمہور کا ہے، ویسے بعض وہ مہینے جن کے ناموں کے شروع میں "را" آتی ہے ان کے شروع میں عموماً "شہر" کا لفظ لایا جاتا ہے جیسے شہر رمضان، شہر ربیع الاول، شہر رجب وغیرہ۔

قولہ ابواب الجنة ایک حدیث میں "ابواب السماء" آیا ہے بلکہ ابواب الرحمۃ کا لفظ بھی آتا ہے ان سب کا مطلب ایک ہی ہے، اور ان دروازوں کے کھلنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو اس مہینے میں خیر اور نیکی کے کاموں کی

---

[1] حافظ نے یہ ضعیف روایت الکامل لابن عدی کے حوالے سے ذکر کی ہے، لیکن عینی یہاں بھی اپنے فکر کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ پر ٹھونسنا چاہتے ہیں، وہ کہتے ہیں اس قائل نے یہ کلام صاحب "التلويح" سے لی ہے اور اس نے الکامل لابن عدی سے اخذ کی ہے، لیکن عینی کو بتانا چاہیے تھا کہ صاحب تلویح کی بجائے حافظ ابن حجر کے ابن عدی کی الکامل سے اخذ کرنے میں کونسا مانع پایا جاتا ہے، عینی کو اگر الکامل لابن عدی تک رسائی حاصل نہیں ہے تو اس میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کیا قصور ہے۔ حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر الکامل لابن عدی کی روایت "لا تقولوا رمضان فان رمضان اسم من أسماء اللہ" کی تردید کی طرف اشارہ کیا ہے، عینی رحمہ اللہ نے اس پر بھی اعتراض کر دیا اور کہا: "فإن لفظ الترجمة "هل يقال رمضان أو شهر رمضان من أين يدل على هذا بخاری کا ترجمہ باب "هل يقال رمضان أو شهر رمضان" کہاں سے اس کی تردید کرتا ہے؟ عینی کا مقصد یہ ہے کہ بخاری کا ترجمہ باب اس ضعیف روایت کی تردید نہیں کرتا، حالانکہ ترجمہ باب کا جو لفظ اس ضعیف روایت کی تردید کرتا ہے عینی نے اس پر ہاتھ رکھ کر چھپالیا ہے، اور وہ لفظ "ومن رأى كله واسعًا" ہے، جو بخاری کے ترجمہ باب میں ذکر ہے، لیکن عینی اپنے اعتراض میں اس لفظ کو ہضم کر گئے ہیں، اور تردید یوں پائی جاتی ہے کہ الکامل لابن عدی کی روایت میں ہے کہ تم رمضان کا لفظ بغیر "شہر" کے لفظ کے نہ کہا کرو، کیونکہ "رمضان" اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ لہٰذا جب ماہ رمضان مراد ہو تو شہر کے اضافہ کے ساتھ "شہر رمضان" کہا کرو، امام بخاری اس ضعیف روایت کی تردید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: "یہ باب ان علماء کے بارہ میں جو کہتے ہیں کہ رمضان کا استعمال شہر کے اضافہ کے ساتھ اور بغیر "شہر" کے اضافے کے دونوں طرح جائز ہے، اس کے بعد انہوں نے اس پر احادیث ذکر کی ہیں جن میں سے بعض میں "شہر" کا لفظ ہے بعض میں نہیں ہے، اور یہی مراد ہے "ومن رأى كله واسعًا" سے۔

[2] السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۹۰۴

توفیق ملتی ہے، روزہ رکھ کر انسان نفسانی خواہشات پر کنٹرول کرتا ہے اور ضبط نفس کے بعد شیطان داؤ نہیں لگا سکتا، روزے دار روزہ رکھ کر اپنی شہوت پر قابو پالیتا ہے لہٰذا شیطان شہوت کی وجہ سے بھی داؤ نہیں لگا سکتا۔

١٨٩٩: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ".

مجھ سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ مجھے بنو تیمم کے مولیٰ ابو سہیل بن ابی انس نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔

قولہ غلقت أبواب جهنم اس سے مراد بھی یہی ہے کہ انسان کو نیکی کی توفیق مل جاتی ہے اور وہ شر اور برائی سے رک جاتا ہے، شاہ ولی اللہ نے کہا ہے کہ یہ چیز مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہی روزے رکھتے ہیں۔

قولہ وسلسلت الشياطين ایک حدیث میں "مردة الشياطين" بھی آتا ہے۔ یعنی بڑے بڑے سرکش شیطان اس مہینے میں شرارت اس قدر نہیں کر سکتے جس قدر اس مہینے کے علاوہ کرتے ہیں کیونکہ وہ شہوات کے ذریعے لوگوں کو بہکاتے ہیں جبکہ لوگوں نے روزے رکھ کر شہوات پر قابو پالیا ہوتا ہے، اس طرح گویا شیاطین کے ہاتھ اور پاؤں شل ہو جاتے ہیں اور وہ ایسے ہو جاتے ہیں جیسے زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے ہیں، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ وسوسے بھی نہیں ڈالتے، وہ وسوسے ماہِ رمضان میں ڈالتے رہتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں تھے آپ کے پاس ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ملاقات کے لیے آئیں، آپ کے ساتھ باتیں کرتی رہیں، جب وہ واپس جانے لگیں تو نبی اکرم ﷺ بھی آپ کے ساتھ چلے، جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو آپ کے پاس سے دو انصاری آدمی گزرے انہوں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے انہیں روک کر فرمایا۔ یہ صفیہ بنت حیی ہے کوئی غیر نہیں، انہوں نے تعجب سے "سبحان اللہ" کہا تو آپ نے فرمایا شیطان انسان میں خون کی طرح سرایت کر جاتا ہے اور مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط وسوسہ نہ ڈال دے[1] اس لیے میں نے یہ وضاحت کی ہے۔



بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ جب شیاطین جکڑے ہوئے ہیں تو لوگ گناہ اور جرائم کیوں کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ گناہوں سے بچنا مسلمانوں کے لیے ہے جو روزے رکھتے ہیں، دیگر لوگ جرائم سے باز نہیں

---

(1) صحیح بخاری: ٢٠٣٥

آتے، یا یہ کہا جائے کہ شیطان جکڑے ہوئے بھی جرائم پر ابھارنے کا کام کرتے رہتے ہیں، تیسرا جواب یہ ہے کہ انسانوں میں بھی شیطان صفت لوگ پائے جاتے ہیں کیونکہ انسان کا نفس امارہ وسوسے ڈالتا رہتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَنَعْلَمُ ماتوسوسُ بہ نفسہ"[1] اور نفس امارہ گناہوں کا سبب بنتا ہے، جب انسان کے اوعیہ منی ممتلی ہوں تو نفس امارہ اسے برے کاموں پر ابھارتا رہتا ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر بھی برائیوں کا مادہ موجود ہے، صرف شیطان کی وجہ سے ہی گناہ نہیں ہوتے بلکہ اس کے علاوہ بھی متعدد اسباب ہیں جن کی وجہ سے جرائم سرزد ہوتے ہیں، صرف شیطان ہی گناہوں کا سبب نہیں ہے، کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت کنوایں پر کپڑے دھو رہی تھی پاس ہی اس کا بچہ کھیل رہا تھا، شیطان کا وہاں سے گزر ہوا، اس نے بچے کو کنوایں کے پاس کھیلتا ہوا دیکھ کر اس عورت سے کہا اس بچے کا خیال رکھ اور اسے پکڑ کر رکھ، اگر یہ کنوایں میں گر گیا تو کہے گی، شیطان نے میرے بچے کو کنوایں میں گرا دیا ہے۔

۱۹۰۰: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ". وَقَالَ غَيْرُهُ، عَنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَيُونُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ.[2]

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ شروع کر دو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ افطار کر دو اور اگر ابر ہو تو اندازہ سے کام کرو۔ (یعنی تیس روزے پورے کر لو) اور بعض نے

[1] ق:۱۶

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں دو روایات ذکر کی ہیں ایک یحییٰ بن بکیر کی روایت جو لیث سے مروی ہے، یہ موصول روایت ہے جس میں ترجمہ باب سے متعلق لفظ ذکر نہیں ہے، اور دوسری روایت بخاری میں "وقال غیرہ عن اللیث حدثنی عقیل ویونس" ہے اور یہ معلق ہے اور اس میں ترجمہ باب سے متعلق لفظ "لھلال رمضان" مذکور ہے، حافظ ابن حجر اسی بات کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "وإنما أراد المصنف بإيراده في هذا الباب ثبوت ذكر رمضان بغير لفظ شهر، ولم يقع ذلك في الرواية الموصولة وإنما وقع في الرواية المعلقة۔ یعنی مصنف کا ارادہ اس حدیث کو اس باب میں لانے سے شہر کے لفظ کے بغیر لفظ "رمضان" کے ذکر کو ثابت کرنا ہے اور (یہ لفظ رمضان) یحییٰ بن بکیر کی لیث سے مروی موصول روایت میں تو نہیں آیا لیکن "قال غیرہ عن اللیث" والی معلق روایت میں "لھلال رمضان" میں بغیر شہر کے لفظ "رمضان" واقع ہوا ہے۔ حافظ ابن حجر کا مقصد یہ بات بیان کرنا ہے، لیکن عینی علامہ ہونے کے باوجود حافظ کی اس موٹی سی بات کو نہیں سمجھ سکے، اور انہوں نے حافظ کی بات کو الجھانے کی کوشش کی ہے۔

لیث سے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل اور یونس نے بیان کیا کہ رمضان کا چاند مراد ہے۔

قولہ إذا رأيتموه ضمیر غائب سے مراد "الہلال" ہے، اور کلام کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ وقال غيره عن الليث حدثني عقيل ويونس "لهلال رمضان"۔

٦-بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَنِيَّةً:

باب: جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت کر کے رکھے اس کا ثواب

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ لوگوں کو قیامت میں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

١٩٠١: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔



٧-بَابُ أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے

١٩٠٢: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ، حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان میں ملتے، جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان شریف کی ہر رات میں ملتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے، جب جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔

٨۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ:

باب: جو شخص رمضان میں جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا نہ چھوڑے

١٩٠٣: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ان کے والد کیسان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

شرح بخاری

روزے کی حالت میں برے کام اور بری باتیں نہ کی جائیں تا کہ روزہ مؤثر ہو جائے، ورنہ روزہ مؤثر نہیں ہوگا۔ ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ روزہ رکھ کر جھوٹ بولنے اور برے کام کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور وہ قضاء کے قائل نہیں ہیں، ابن حزم کے نزدیک روزہ ادا ہوتا ہے، اس کی قضاء نہیں ہوتی، کہتا ہے کہ مسافر اور مریض کے بارہ میں آیا ہے کہ وہ مرض اور سفر میں روزہ چھوڑ دے، اور اس کے بعد رکھ لے، کہتا ہے کہ اس کا بعد میں رکھنا ادا ہے، اس حدیث کے مطابق بھی جو شخص بری باتیں یا برے کام کرے گا اس کا روزہ باطل ہو جائے گا، لیکن روزہ باطل ہونے کے باوجود اس کے لیے کھانا، پینا جائز نہیں ہوگا، جیسا کہ کوئی مسافر سفر سے آئے یا حائضہ، حیض سے پاک ہو جائے تو ان دنوں کے احترام کی خاطر کھائیں، پئیں گے نہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے عاشوراء کے دن فرمایا تھا، جس شخص نے تم میں سے کھایا پیا نہیں ہے، وہ اب بھی نہ کھائے نہ پیئے بلکہ روزہ رکھ لے، اور جس نے کھا پی لیا ہے وہ آئندہ نہ کھائے[1]۔ ابن حزم کے علاوہ باقی علماء کہتے ہیں کہ فقہی طور پر روزہ ہو جاتا ہے، ویسے مؤثر روزہ نہیں ہوتا۔ یعنی اس کو قضاء نہیں

(1) مسلم (١٣٥) ١١٣٥

دینا پڑے گی اور ثواب بھی نہیں ملے گا، غیبت کے متعلق اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں غیبت کرنے والے کو دوبارہ روزہ رکھنا چاہیے۔

٩- بَابُ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ. إِذَا شُتِمَ:

باب: کوئی روزہ دار کو اگر گالی دے تو اسے یہ کہنا چاہیئے کہ میں روزہ سے ہوں؟

١٩٠٤: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللهُ: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی، انہیں ابو صالح (جو روغن زیتون اور گھی بیچتے تھے) نے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہ کرنی چاہیئے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہیئے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہو گا۔



١٠- بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزُوبَةَ:

باب: جو کنوارا ہو اور زنا سے ڈرے تو وہ روزہ رکھے

١٩٠٥: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ".

ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ نے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے ان سے علقمہ نے



بیان کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی صاحب طاقت ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔

جو شخص مجرد ہو یعنی بیوی نہ ہو اور اوعیہ منی ممتلی ہوں، تو گناہ اور بدی سے بچنے کے لیے روزے رکھے، اس طرح وہ اپنی شہوت پر قابو پالے گا، اور روزہ حقیقی ہو جس میں قولِ زور وغیرہ سے بچے، کیونکہ رسمی روزہ رکھنے سے بجائے کنٹرول کے شہوت زیادہ ہو جاتی ہے۔

قولہ فإنه له وجاءٌ ... روزہ وجاء کا کام دیتا ہے، اگرچہ خصی ہوتا نہیں، لیکن جیسے خصی ہونے سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے ویسے روزے رکھنے سے بھی شہوت کمزور ہو جاتی ہے۔

۱۱-بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزے رکھو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو

وَقَالَ صِلَةُ: عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور صلہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

۱۹۰۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ، فَقَالَ: «لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ».

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جب تک چاند نہ دیکھو روزہ شروع نہ کرو، اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ موقوف نہ کرو اور اگر بادل چھا جائے تو تیس دن پورے کر لو۔

اس حدیث میں رویت ہلال کا مسئلہ ذکر ہوا ہے۔ کسی بھی مہینے کے دو ہی عدد ہیں وہ مہینہ انیتس دن کا ہوگا یا تیس دن کا ہوگا انیتس کو چاند نظر آجائے تو روزہ رکھیں ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کریں، لیکن اگر بادل چھا جائیں تو کیا کیا جائے، حنابلہ کے نزدیک اگر مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو روزہ نہ رکھے کیونکہ یہ یوم شک ہے اور شک کے

دن روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے اگر رکھے گا تو گناہ گار ہوگا، اگر بادل چھائے ہوئے ہوں یا مطلع غبار آلود ہو تو اس صورت میں ان کے نزدیک روزہ رکھ سکتا ہے، احناف کے نزدیک اس صورت میں بھی روزہ نہیں رکھنا چاہیے، انور شاہ کہتا ہے روزہ رکھنا بہتر ہے، کیونکہ احمد بن حنبل کا مذہب ہے، یہاں احمد بن حنبل کے مذہب کو اختیار کرلیا ہے، حالانکہ یہ حدیث نبوی کے خلاف ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے شک کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یوم شک تب ہے جبکہ مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے، اگر بادل چھائے ہوئے ہیں پھر یوم شک نہیں ہے، یہ ان کی بات فضول ہے، بادل ہوں تو یقین تو نہیں ہوجاتا کہ رمضان کا دن ہے، اگر انیتس کو چاند نظر نہ آئے تو وہ یوم شک ہی ہوتا ہے اگر شک کے دن روزہ رکھے گا تو حدیث "من صام یوم الشك فقد عصى ابا القاسم"[1] کا مصداق بن جائے گا، امام احمد کا مذہب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ماخوذ ہے، وہ بھی بادل ہوتے تو روزہ رکھ لیتے، اگر مطلع صاف ہوتا تو نہیں رکھتے تھے، حالانکہ وہ حدیث "لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ"[2] کے راوی ہیں، کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر افطار کرو، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ جب دن کے وقت چاند دیکھ لے تو روزہ رکھ لے، اگرچہ جو دن کے وقت چاند نظر آئے گا وہ رات کا ہی ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ اگر بارہ بجے سے پہلے نظر آجائے تو وہ پچھلی رات کا ہوگا اور اگر بارہ بجے کے بعد نظر آئے تو وہ آئندہ رات کا ہوگا، یہ بات درست نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ وہ بہرحال آئندہ رات کا ہی ہوگا، اسی طرح افطار کا مسئلہ ہے، یہ درست نہیں ہے کہ عصر کے وقت چاند نظر آجائے تو روزہ افطار کردے بلکہ روزہ غروبِ شمس پر ہی افطار کرے گا۔



دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنے لوگ چاند دیکھیں تو رؤیت متحقق ہوتی ہے، ماہِ رمضان کے بارہ میں علماء کا قول یہ ہے کہ ایک آدمی کی رؤیت معتبر ہے[3] جبکہ وہ مسلمان عادل ہو اور اس کی صداقت پر اعتماد ہو، لیکن عید کے چاند کے بارہ میں سنن ابی داود کی حدیث میں ہے کہ دو آدمی چاند دیکھ لیں تو ان کی وجہ سے عید کی جاسکتی ہے[4] اور اگر ایک آدمی عید کا چاند دیکھے تو بعض اس کا بھی اعتبار کرتے ہیں، کیونکہ صوم وافطار شرعاً رؤیت سے معلق ہے، لہٰذا جب ماہِ رمضان کے چاند کے بارہ میں ایک آدمی کی رؤیت کا اعتبار ہے تو عید کے چاند کے بارہ میں بھی ایک آدمی کی رؤیت کافی ہونی چاہیے، لیکن سنن ابی داؤد کا اثر اس کے خلاف ہے۔ حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر ماہِ رمضان کے شروع میں بادل چھا گئے ہیں تو ایک آدمی کی رویت کافی ہے، اور اگر مطلع صاف ہے تو جم غفیر کی ضرورت ہے، اور جم غفیر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مشرق و مغرب، اور شمال و جنوب ہر طرف سے چاند دیکھنے کی خبریں آئیں، بعض کہتے ہیں کہ کم از کم پانچ سو آدمی چاند دیکھنے کی شہادت دیں تب جم غفیر ہوگا، صحیح یہ ہے کہ حدیث پر



① السنن الکبریٰ للبیہقی:۷۹۵۲
② صحیح بخاری:۱۹۰۶
③ سنن ابی داود:۲۳۴۲
④ سنن ابی داود:۲۳۳۹

عمل ہونا چاہیے مطلع صاف ہو یا نہ ہو ماہ رمضان کے چاند کے بارہ میں ایک عادل آدمی کی رؤیت کا اعتبار کیا جائے۔
ایک مسئلہ یہ ہے کہ کتنی دور تک رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا، اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں: "لکل بلدٍ رؤیۃٌ" ہر شہر کی رؤیت الگ الگ ہے، جیسا کہ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ شام کے علاقے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاند دیکھا تو عبداللہ بن عباس نے کہا: ہم ان کی رؤیت کا اعتبار نہیں کریں گے، ہم خود چاند دیکھ کر روزہ رکھیں گے اور کہا کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی حکم دیا ہے [1]، دوسرے کہتے ہیں کہ جب ایک شہر میں سب کی رؤیت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک آدمی بھی چاند دیکھ لے تو سب کے لیے کافی ہے اس سے ماہِ رمضان ثابت ہو جائے گا تو جب کسی دوسری جگہ چاند نظر آجائے تو اس کی رؤیت بھی سب کے لیے کافی ہونی چاہیے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قافلہ آیا اور انہوں نے کہا کہ ہم نے کل چاند دیکھا ہے، تو آپ نے لوگوں کو روزہ چھوڑنے کا حکم دے دیا [2]، لہٰذا اگر ہر شہر کی الگ رویت ہوتی تو آپ انہیں فرما دیتے کہ تمہارے لیے تمہاری رؤیت ہے اور ہمارے لیے الگ رؤیت ہے۔ اس بارہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ جن شہروں کا مطلع ایک ہو تو ان سب میں رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا، اور اگر مطلع مختلف ہے تو اعتبار نہیں ہوگا۔
پھر مطلع ایک ہونے سے کیا مراد ہے یہ بھی کلی مشکک کی طرح ہے، اور مقصود یہ ہے کہ مشرقی کی رؤیت مغربی کے لیے حجت ہوسکتی ہے، لیکن مغربی کی رؤیت مشرقی کے لیے ہر حال میں حجت نہیں ہے، جبکہ مشرقی نے چاند دیکھا ہے تو مغربی کو بھی لامحالہ دیکھنا چاہیے، لیکن مغربی کا دیکھنا مشرقی کے لیے حجت نہیں ہوگا، ہاں اس وقت حجت ہوگا کہ مغربی نے جو چاند دیکھا ہے اتنی دور ہو کہ ہم سے وہاں آدھ گھنٹے کے بعد سورج طلوع ہوتا ہو، تب یہاں کے لوگ ان کی رؤیت کا اعتبار نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ چاند پیچھے ہٹتے ہٹتے جب (مثال کے طور پر) کراچی پہنچا تو اتنا پیچھے ہٹ گیا ہو کہ نئی شکل پیدا ہوگئی یہاں نئی نہیں ہوئی، علم ہیاۃ کے بغیر یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھا نہیں جاسکتا، بہرحال اتنی بات یاد رہے کہ جن شہروں کا مطلع ایک ہے ان کے لیے رؤیت ہلال حجت ہے، ورنہ حجت نہیں ہے [3]۔

---

(1) مسلم: ۱۰۸۷، ترمذی: ۶۹۳

(2) مسند احمد: ۲۰۵۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۱۹۸

(3) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ کا نظریہ یہ ہے کہ ایک اہل بلد کی رؤیت دوسرے اہل بلد کے لیے معتبر ہے، اور ان پر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ ہر دو بلاد کا مطلع ایک ہو، یا اتنا فرق ہو کہ اگر ایک بلد میں چاند طلوع ہوا ہے تو دوسرے بلد میں بھی اس کا طلوع ہونا ممکن ہو، لیکن اگر ہر دو بلاد کے مطالع میں اتنا فرق ہو کہ جب دونوں بلاد میں سے ایک بلد میں چاند طلوع ہو اور دوسرے بلد میں طلوع نہ ہو بلکہ دونوں میں اتنا فرق ہو کہ اس فرق سے دونوں بلاد کی تاریخ بدل جائے تو ایسے ہر دو بلاد میں سے ایک بلد میں دیکھا ہوا چاند دوسرے اہل بلد کے لیے کفایت نہیں کرے گا، روزہ اور عید کی

قولہ فاقدروالہ یعنی اگر بادل ہو جائیں تو تیس دن پورے کرلو، اور تیس دن کی مقدار مکمل کرلو، حنابلہ اس کا یہ معنی کر لیتے ہیں اس میں چاند ہونا فرض کرلو اور روزہ رکھ لو، لیکن یہ معنی دیگر روایات کے خلاف ہے، کیونکہ بعض احادیث میں "فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین"[1] واضح آتا ہے۔

١٩٠٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ کبھی انیتس راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لیے (انیتس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ شروع کرو اور اگر بادل ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کرلو۔

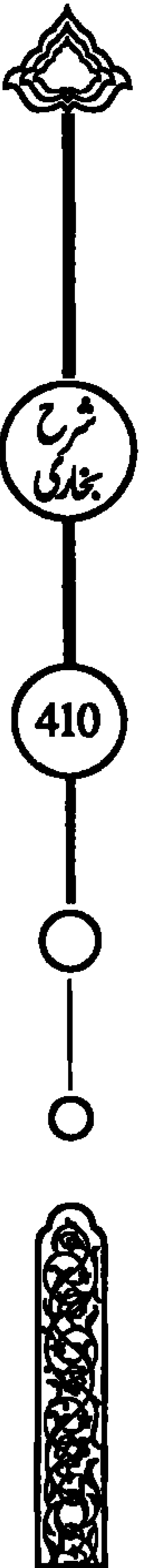
١٩٠٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا، وَخَنَسَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ بن سحیم نے بیان کیا، کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اتنے دنوں اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔ تیسری مرتبہ کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگھوٹھے کو دبالیا۔

١٩٠٩: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا یوں کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند ہی دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ موقوف کرو اور اگر بادل ہو جائے تو تیس دن پورے کرلو۔

١٩١٠: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ



ادائیگی میں وہ ایک دوسرے کے پابند نہیں ہونگے، یہی مذہب صحیح اور راجح ہے۔

(1) صحیح بخاری: ١٩٠٩

عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا، غَدَا، أَوْ رَاحَ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا، فَقَالَ: إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے، ان سے عکرمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے ایک مہینہ تک جدا رہے پھر انیتس دن پورے ہو گئے تو صبح کے وقت یا شام کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اس پر کسی نے کہا آپ نے تو عہد کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک ان کے یہاں تشریف نہیں لے جائیں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ انیتس دن کا بھی ہوتا ہے۔

١٩١١: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "آلَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهِ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، آلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ: إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ".

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے جدا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں موچ آگئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالاخانہ میں انیتس دن قیام کیا تھا، پھر وہاں سے اترے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ مہینہ انیتس دن کا بھی ہوتا ہے۔

١٢- بَابُ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ:

باب: عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ إِسْحَاقُ: وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ نے (اس کی تشریح میں) کہا کہ اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) تیس دن کا ثواب ملتا ہے محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے کہا (مطلب یہ ہے) کہ دونوں ایک سال میں ناقص (انیتس انیتس دن کے) نہیں ہو سکتے۔

١٩١٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وَحَدَّثَنِي

مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ: شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ، وَذُو الْحَجَّةِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اسحاق سے سنا، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور مجھے مسدد نے خبر دی، ان سے معتمر نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔ مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔

قولہ شھران لا ینقصان شھرا عیدٍ رمضان وذوالحجة ماہِ رمضان کو عید کا مہینہ کہا گیا ہے حالانکہ عید ماہِ شوال کے شروع میں ہوتی ہے، چونکہ یہ دن ماہِ صیام سے متصل بعد میں آتا ہے اس لیے عید کی نسبت ماہِ رمضان کی طرف کردی ہے، حدیث مذکور میں ہے کہ ماہِ رمضان اور ذوالحجہ دونوں کم نہیں ہوتے، یعنی جب ایک ان میں سے انیتس دن کا ہوگا تو دوسرا مہینہ تیس دن کا ہوگا۔ دونوں یکساں نہیں ہوں گے اور یہ اَغلبیت پر محمول ہے، کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔

لیکن بعض علماء اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اگرچہ دونوں عید کے مہینے انیتس دن کے ہو جائیں لیکن دونوں ثواب میں کم نہیں ہوتے، اس پر اعتراض یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزے کی عبادت آخر تک ہوتی ہے لیکن ذوالحجہ میں حج کے اعمال تیرہ تک مکمل ہو جاتے ہیں، اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ذوالحج میں بھی امام مالک کے نزدیک قربانی آخر مہینے تک ہوسکتی ہے، یعنی ان کے نزدیک افعالِ حج ذوالحجہ کے آخر تک جاسکتے ہیں، اس لیے انیتس دن کے ہوں یا تیس کے، ثواب کم نہیں ہوتا، ثواب و اجر پورا ملتا ہے۔ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں مہینے چھ ماہ انیتس دن کے ہوتے ہیں، اور چھ ماہ تیس دن کے ہوتے ہیں۔ یہ علم ھیاۃ والوں کا حساب ہے، انہوں نے اوتار مہینوں کو یعنی ۱، ۳، ۵، ۷، ۹، ۱۱ کو انیتس کا بنایا ہے اور اشفاع یعنی ۲، ۴، ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، کو تیس دن کا بنایا ہے، اس طرح انہوں نے ماہِ رمضان کو جو نواں مہینہ ہے اوتار میں داخل کیا ہے اور ذوالحجہ کو جو کہ بارھواں مہینہ ہے، اشفاع میں داخل کیا ہے، لیکن یہ کوئی واقعی چیز نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کو علم ھیاۃ پر حمل نہیں کیا جاسکتا، نبی اکرم ﷺ علم ھیاۃ تو بیان نہیں کر رہے، لہٰذا وہی معنی صحیح ہے، جو بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اغلب طور پر ایک انیتس دن کا اور دوسرا تیس دن کا ہوتا ہے، کبھی دونوں یکساں بھی ہوسکتے ہیں، یا معنی یہ ہے کہ دونوں مہینے اجر و ثواب میں کم نہیں ہوتے، یہ معنی زیادہ بہتر ہے۔

۱۳۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسُبُ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ہم لوگ حساب کتاب نہیں جانتے

۱۹۱۳: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا"، وَهَكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ، وَمَرَّةً ثَلاَثِينَ.

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے بیان کیا، ان سے سعید بن عمرو نے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم ایک بے پڑھی لکھی قوم ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا۔ مہینہ یوں ہے اور یوں ہے۔ آپ کی مراد ایک مرتبہ انتیس (دنوں سے) تھی اور ایک مرتبہ تیس سے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسوں انگلیوں سے تین بار بتلایا)۔

مقصود یہ ہے کہ یہ امت امی ہے اس سے قبل جو مسائل ذکر کیے گئے ہیں انہیں علم ھیاۃ پر محمول نہیں کرنا چاہیے، بلکہ امیت پر محمول کرنا چاہیے۔ لہٰذا چاند کا تعلق دیکھنے سے ہے، اگر انتیس کا چاند دیکھیں گے تو اس کا اعتبار کریں گے، ورنہ تیس دن پورے کرلیں گے اور احکام اُمیت پر محمول ہوں گے، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے ہمیں حساب و کتاب نہیں سیکھنا چاہیے، کیونکہ حساب و کتاب تو نبی اکرم ﷺ بھی کرتے تھے، آپ نے تو علم میراث کی بنیاد رکھی ہے۔

۱۴۔ بَابُ لاَ يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلاَ يَوْمَيْنِ:

باب: رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزے نہ رکھے جائیں

۱۹۱٤: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔

١٥-بَابُ قَوْلِ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ﴾:

باب: اللہ عزوجل کا فرمانا کہ حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لیے رمضان کا راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ نے معلوم کیا کہ تم چوری سے ایسا کرتے تھے، سو معاف کر دیا تم کو اور درگزر کی تم سے پس اب صحبت کرو ان سے اور ڈھونڈو جو لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں (اولاد سے)۔

١٩١٥: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ، لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ". وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ، فَقَالَ لَهَا: أَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ: لَا، وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ، فَلَمَّا رَأَتْهُ، قَالَتْ: خَيْبَةً لَكَ. فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ سورة البقرة آية ١٨٧، فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا، وَنَزَلَتْ: وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ سورة البقرة آية ١٨٧.



ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب روزہ سے ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پہلے بھی سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تاآنکہ پھر شام ہو جاتی، پھر ایسا ہوا کہ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا (اس وقت کچھ) نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں کہیں سے لاؤں گی، دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لیے آنکھ لگ گئی جب بیوی واپس ہوئیں اور انہیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا افسوس تم محروم ہی رہے، لیکن دوسرے دن وہ دوپہر کو بیہوش ہو گئے جب اس کا ذکر



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی حلال کر دیا گیا تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی کھاؤ پیو یہاں تک کہ ممتاز ہو جائے تمہارے لیے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق) سیاہ دھاری (صبح کاذب) سے۔

اس آیت کے نزول سے پہلے کھانا، پینا اس شخص کے لیے منع ہوتا تھا جو مغرب کے بعد سو جاتا تھا، اس آیت کے نزول کے بعد کھانا، پینا حلال ہو گیا، اس سے پہلے جو کھانے پینے کی حرمت تھی بعض کے نزدیک وہ "کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم"[1] سے حاصل ہوتی ہے، پہلے لوگوں پر یہی حکم تھا کہ جو مغرب کے بعد سو جائے اس کے لیے کھانا، پینا حرام ہو جاتا تھا، اس سے اہل اسلام نے سمجھا کہ جیسے ان کے لیے کھانا پینا حرام تھا ہمارے لیے بھی ویسے ہی حرام ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کا اپنا اجتہاد تھا اور نہ فی نفسہ منع نہیں تھا، چونکہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے ممنوع قرار دیا ہوا تھا اس لیے یہ آیت نازل ہوئی، اور اسے حلال قرار دیا گیا۔

قولہ تختانون أنفسکم اس سے مراد یہ ہے کہ تم شرعی حکم میں خیانت کرتے تھے، بعض اس کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تم اپنی جانوں کو نقصان پہنچاتے تھے، پہلا معنی ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

١٦۔ بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ}:

باب: (سورۃ البقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ سحری کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ کھل جائے تمہارے لیے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق) سیاہ دھاری (یعنی صبح کاذب) سے پھر پورے کرو اپنے روزے سورج چھپنے تک

فِيهِ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(اس سلسلے میں) براء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے

قولہ وکلوا واشربوا حتی یتبین... یعنی صبح صادق تک کھانا پینا اور جماع کرنا جائز ہے اس کے بعد منع ہے اگر کوئی شخص صبح صادق سے پہلے جنبی ہوا ہو تو وہ صبح صادق کے بعد غسل جنابت کر سکتا ہے۔

١٩١٦: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَمَّا نَزَلَتْ: حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ سورة البقرة آية ١٨٧، عَمَدْتُ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ وَإِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ، فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِينُ لِي، فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ

(1) البقرۃ: ١٨٣

ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حصین بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، اور ان سے شعبی نے، ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تا آنکہ کھل جائے تمہارے لیے سفید دھاری سیاہ دھاری سے۔ تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دنوں کو تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا مجھ پر ان کے رنگ نہ کھلے، جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے تورات کی تاریکی (صبح کاذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔

قوله عمدت إلي عقال أسود یہ عدی بن حاتم کی حدیث ہے اس میں تکیہ کے نیچے دھاگے رکھنے کا ذکر ہے اور یہ واقعہ بعد کا ہے، اور اس سے اگلی حدیث سہل بن سعد کی ہے جس میں پاؤں میں دھاگے باندھنے کا ذکر ہے اور وہ واقعہ پہلے کا ہے، پہلے "من الفجر" کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا، صرف "حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود" تک نازل ہوا تھا، لہٰذا دھاگہ باندھنے والوں نے سمجھا کہ شاید اس سے دھاگے ہی مراد ہیں، اس لیے انہوں نے رات کو سوتے وقت پاؤں میں دھاگے باندھ لیے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ خیط ابیض اور خیطِ أسود کا استعارہ ابھی معروف نہیں تھا، ورنہ وہ سمجھ لیتے کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں، اس کے بعد "من الفجر" کا لفظ بیان کے لیے نازل ہوگیا۔

اس حدیث میں ذکر ہونے والا شخص "من الفجر" کے نزول کے بعد آیا ہے، اور یہ متاخر الاسلام ہے، اس نے "من الفجر" میں "مِنْ" کو سببیہ سمجھ لیا کہ اس قدر فجر ہو جائے کہ دھاگوں کا پتہ چل سکے، اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "إن وسادتك لعريض"[1] تیرا تکیہ بڑا عریض ہے جس کے نیچے رات اور دن آگئے ہیں، کیونکہ خیط ابیض سے مراد دن اور خیطِ اسود سے مراد رات ہے۔

۱۹۱۷: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ح حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: "أُنْزِلَتْ: وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ سورة البقرة آية ۱۸۷، وَلَمْ يَنْزِلْ مِنَ الْفَجْرِ، فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدُ مِنَ الْفَجْرِ، فَعَلِمُوا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ".

---

[1] صحیح مسلم: ۱۰۹۰

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سہل بن سعد نے (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا) اور مجھ سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ان سے ابوغسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوحازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت نازل ہوئی کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاری، سیاہ دھاری سے کھل جائے لیکن «من الفجر» (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یہ کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے، کھانا پینا بند نہ کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے «من الفجر» کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

قولہ فانزل اللہ بعد من الفجر: اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے شانِ نزول کا جاننا بھی ضروری ہے۔

١٧۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلاَلٍ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے

١٩١٨-١٩١٩: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "أَنَّ بِلاَلاً كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لاَ يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ". قَالَ الْقَاسِمُ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلاَّ أَنْ يَرْقَى ذَا، وَيَنْزِلَ ذَا.

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور (عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی روایت) قاسم بن محمد سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔ قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام مکتوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔

قولہ ولم یکن بین أذانهما إلا ... یہ دونوں اذانیں فجر کے لیے ہی ہوتی تھیں، پہلی اذان فجر کا وقت قریب ہونے پر ہوتی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نمازِ فجر کا وقت قریب ہے اور دوسری اذان اس لیے ہوتی تھی کہ فجر کی

نماز کا وقت ہو گیا ہے، تاکہ عورتیں گھروں میں یہ نماز پڑھ لیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان اذانوں کے درمیان آدھے گھنٹے کا فاصلہ ہو گا، بعض کہتے ہیں کہ نصف رات کے بعد بھی اذان ہو سکتی ہے، شافعی کہتے ہیں کہ ایک اذان ہی کافی ہے، امام احمد بن حنبل دو اذانوں کے قائل ہیں، حرمین شریفین میں سارا سال دو اذانیں ہوتی ہیں، عامی لوگ پہلی اذان کو تہجد کی اذان کہتے ہیں، جبکہ حدیث میں اسے فجر کی اذان کہا گیا ہے، بعض لوگ اسے سحری کی اذان کہتے ہیں حالانکہ یہ نماز کی اذان ہے سحری کی نہیں ہے، اذان کے کلمات میں بھی "حی علی الصلاۃ" آتا ہے اس میں نماز کے لیے بلایا جاتا ہے، پہلی اذان اگرچہ سحری کھانے کے لیے نہیں ہے لیکن سحری کھانے سے مانع بھی نہیں ہے۔

١٨-بَابُ تَعْجِيْلِ السَّحُورِ:

باب: سحری کھانے میں دیر کرنا

١٩٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي، ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تاکہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔



یہاں تعجیل سے مراد اصل تاخیر ہے، یعنی سحری کھانے میں تاخیر کرے گا تو صبح صادق ہونے سے جلدی کرے گا اور صبح ہونے سے پہلے سحری کھائے گا، مطلب یہ ہے کہ سحری تاخیر سے کھانا سنت ہے یہ نہیں کہ گھنٹہ پہلے ہی کھالے۔

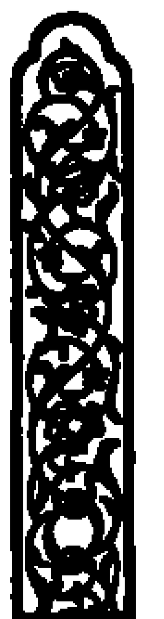
شرح بخاری کی

١٩-بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السَّحُورِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ:

باب: سحری اور فجر کی نماز میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا

١٩٢١: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُورِ؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے سحری کھائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔



٢٠-بَابُ بَرَكَةِ السَّحُورِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ:

باب: سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوا وَلَمْ يُذْكَرِ السَّحُورُ.

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے پے درپے روزے رکھے اور ان میں سحری کا ذکر نہیں ہے۔

یعنی سحری کھانا واجب نہیں ہے، بغیر سحری کے روزہ رکھ لے تو جائز ہے، نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے وصال کیا تھا اور وصال میں بغیر کھائے، پےدرپے روزہ رکھا جاتا ہے ویسے سحری کھانا برکت کی چیز ہے اس سے انسان کمزور نہیں ہوتا۔

١٩٢٢: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ، فَوَاصَلَ النَّاسُ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَنَهَاهُمْ، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: "لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رکھا لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دشواری ہوگئی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو برابر کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔

١٩٢٣: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔

٢١-بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا:

باب: اگر کوئی شخص روزے کی نیت دن میں کرے تو درست ہے

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ: كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِنْ قُلْنَا: لَا، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا، وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَحُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

اور ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے کیا کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ اگر ہم

جواب دیتے کہ کچھ نہیں تو کہتے پھر آج میرا روزہ رہے گا۔ اسی طرح ابوطلحہ، ابوہریرہ، ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

۱۹۲٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: إِنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ، أَوْ فَلْيَصُمْ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جس نے کھانا کھا لیا وہ اب (دن ڈوبنے تک روزہ کی حالت میں) پورا کرے یا (یہ فرمایا کہ) روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو (تو وہ روزہ رکھے) کھانا نہ کھائے۔

یعنی روزے کی نیت صبح صادق سے پہلے کرنی چاہیے، احناف کے ہاں جب ماہ رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے تو مسلمان کی روزے رکھنے کی نیت ہو جاتی ہے، لہٰذا ہر روز نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح اگر معین دن کا روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو تو اس کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر نذر مطلق ہو یا قضاءِ رمضان ہو تو نیت کرنے کی ضرورت ہے، اگر ان کی نیت نہیں کرے گا تو روزہ نہیں ہوگا، لیکن دیگر علماء کے نزدیک رمضان کے روزے ہوں یا قضاءِ رمضان کے اسی طرح نذر مطلق ہو یا مقید، رات سے نیت کرنا ضروری ہے، ان کا استدلال حدیث نبوی: "انما الأعمال بالنیات وإنما لکل امرئ مانوی" سے ہے، نفلی روزے کی نیت دن کو بھی ہو سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ گھر تشریف لاتے اور فرماتے کیا گھر میں کھانے کی چیز ہے اگر کھانا نہ ہوتا تو فرماتے: "إنی صائم" کہ میں روزہ رکھنے والا ہوں[1]، اور دن کو کب تک نیت ہو سکتی ہے اس میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک نصف النہار سے پہلے نیت ہونی چاہیے تاکہ دن کا اکثر حصہ نیت والا ہو، "وللأکثر حکم الکل" اکثر دن میں نیت پائے جانے سے سارا روزہ نیت والا ہو جائے گا، ابن حزم کہتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہونی چاہیے، اگر شام کو بھی نیت کر لے تو جائز ہے، مالکیہ کے نزدیک روزہ خواہ فرضی ہو یا نفلی نیت کے بغیر کوئی روزہ نہیں ہوتا، امام بخاری نفلی اور فرضی روزے میں فرق کرتے ہیں، ان کے نزدیک نفلی روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے، فرضی روزے کی نیت رات سے ہونی چاہیے، امام مالک اس کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فرضی اور نفلی روزے کی نیت رات سے ہونی چاہیے، یہی مذہب ظاہر اور راجح ہے کہ نیت رات سے ہونی چاہیے، باقی رہا نبی اکرم ﷺ کا کھانا نہ ہونے کی صورت میں دن میں "إنی صائم" کہنا تو یہ اس بارہ میں صریح نہیں ہے کہ آپ کی اس سے پہلے روزے کی نیت نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ آپ کا روزے کا ارادہ پہلے سے ہو، لیکن کھانا ہونے کی صورت میں افطار کا ارادہ کر لیا ہو اور کھانا نہ ہونے کی صورت میں "انی صائم" کہا ہو، اور پہلے ارادے کا



[1] سنن ابن ماجہ: ۱۷۰۱

اعتبار کیا ہو، ترمذی میں حدیث آتی ہے: "من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له"[1]۔

قوله ومن لم یاکل فلا یاکل... اس سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ فرضی روزے کی نیت دن میں ہوسکتی ہے، کیونکہ عاشوراء کا روزہ اس وقت فرض تھا، اور جنہوں نے کھانا وغیرہ نہیں کھایا تھا، آپ نے انہیں دن میں عاشوراء کے روزے کی نیت کر لینے کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ تو عذر کی بنا پر تھا، کہ لوگوں کو علم نہیں تھا کہ آج روزہ رکھنا ہے یا نہیں، اگر باہر سے خبر آجائے کہ چاند نظر آگیا ہے تو اگر ابھی تک کچھ نہیں کھایا تو روزے کی نیت کر لے اور جو شخص کھانا کھا چکا ہے وہ باقی دن میں نہ کھائے اگرچہ اس کا روزہ نہیں ہوگا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ وقت کے احترام کی بنا پر روکا گیا ہو۔

٢٢-بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا:

باب: روزہ دار صبح کو جنابت کی حالت میں اٹھے تو کیا حکم ہے

١٩٢٥-١٩٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ المُغِيرَةِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأَبِي حِينَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ. ح وحَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ، أَنَّ عَائِشَةَ، وَأُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ"، وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الحَارِثِ: أُقْسِمُ بِاللهِ، لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ، وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى المَدِينَةِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَكَرِهَ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الحُلَيْفَةِ، وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا، وَلَوْلَا مَرْوَانُ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ، فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَ: كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُنَّ أَعْلَمُ، وَقَالَ هَمَّامٌ، وَابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْمُرُ بِالفِطْرِ، وَالأَوَّلُ أَسْنَدُ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سمی نے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ) اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری

[1] جامع ترمذی: ٧٣٠، سنن ابی داود: ٢٤٥٤

نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے خبر دی، انہیں ان کے والد عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہیں مروان نے خبر دی اور انہیں عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ (بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہوتے تھے، اور مروان بن حکم نے عبدالرحمٰن بن حارث سے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تم یہ حدیث صاف صاف سنا دو۔ (کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا) ان دنوں مروان، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا، ابوبکر نے کہا کہ عبدالرحمٰن نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ اتفاق سے ہم سب ایک مرتبہ ذوالحلیفہ میں جمع ہو گئے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہاں کوئی زمین تھی، عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ آپ سے ایک بات کہوں گا اور اگر مروان نے اس کی مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں کبھی آپ کے سامنے اسے نہ چھیڑتا۔ پھر انہوں نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (میں کیا کروں) کہا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی تھی (اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں) کہ ہمیں ہمام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو جو صبح کے وقت جنبی ہونے کی حالت میں اٹھا ہو افطار کا حکم دیتے تھے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت زیادہ معتبر ہے۔

قولہ والأول أسند... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ تھا کہ جو شخص صبح صادق تک جنبی ہو اس کا روزہ نہیں ہوتا اور وہ کہتے تھے: "من أصبح جنبًا فلا صيام له"[1] اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں، بلکہ فضل سے سنی تھی، اس وقت مروان مدینہ کا گورنر تھا، اسے جب یہ حدیث امہات المومنین سے پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح کیا کرتے تھے، اور روزہ رکھ لیا کرتے تھے، تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ درست نہیں ہے، تو مروان نے عبدالرحمن بن حارث سے کہا کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کو کھول کر بیان کرو، لیکن عبدالرحمن حضرت ابوہریرہ کے ادب کی خاطر اسے بیان کرنا ناپسند کرتے تھے، اس کے بعد احسن انداز سے یہ حدیث ان تک پہنچا دی، تو حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ مجھے یہ بات فضل بن عباس نے بیان کی ہے جبکہ ازواجِ مطہرات اس مسئلہ کو دوسروں سے بہتر جانتی ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ "من أصبح جنبًا فلا صيام له" پہلے کا واقعہ ہو، جبکہ عشاء کے بعد کھانا، پینا منع ہو جاتا تھا مگر جب آیت: "حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر" نازل ہوئی تو معلوم ہوا کہ کھانا، پینا اور مباشرت صبح تک جائز ہے، جبکہ یہ صبح تک جائز ہے تو جنابت صبح تک ہوئی تو غسل صبح کے بعد ہی کرے گا، اور روزہ صبح ہونے تک رکھے گا، کیونکہ صبح ہونے پر کھانا پینا منع ہو جاتا ہے، گویا یہ ناسخ، منسوخ کا مسئلہ ہے۔

---

(1) مسند احمد: ۲۵۶۷۵

قولہ والأول أسندُ یعنی پہلی روایت سند کے اعتبار سے اَقویٰ ہے، کیونکہ وہ ازواج مطہرات سے مروی ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کے خانگی معاملات کو دوسروں سے بہتر جانتی ہیں۔

٢٣-بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ:

باب: روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت یعنی بوسہ، مساس وغیرہ درست ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔

١٩٢٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ". وَقَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَآرِبُ حَاجَةٌ، قَالَ طَاوُسٌ: غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ الْأَحْمَقُ، لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نے ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہوتے لیکن (اپنی ازواج کے ساتھ) «یقبل» (بوسہ لینا) ومباشرت (اپنے جسم سے لگالینا) بھی کر لیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے، بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورۃ طٰہٰ میں جو «مآرب» کا لفظ ہے وہ) حاجت وضرورت کے معنی میں ہے، طاؤس نے کہا کہ لفظ «أولي الإربة» (جو سورۃ النور میں ہے) اس احمق کو کہیں گے جسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔

یعنی روزے کی حالت میں بیوی سے برہنہ معانقہ کر سکتا ہے، لیکن اس پر فرج حرام ہے یعنی جماع نہیں کر سکتا، ابن حزم نے کہا ہے کہ صرف دخول حرام ہے، میاں، بیوی کی شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جماع کرنا منع ہے۔

قولہ و کان أملککم لإربہ ارب ہمزہ اور را کی فتحہ کے ساتھ بمعنی حاجت ہے اور ہمزہ کے کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ عضو کے معنی میں ہوتا ہے، یعنی نبی اکرم ﷺ مباشرت سے اپنے آپ پر قابو پاسکتے تھے، لہٰذا تم لوگوں کو اس سے بچنا چاہیے، ابن حزم کا قول ہے کہ نبی اکرم ﷺ باوجودیکہ مباشرت اور قُبلہ پر قابو پاتے تھے پھر بھی آپ مباشرت کرتے تھے لیکن دوسرے لوگ قابو نہیں پاسکتے، تو وہ بالاولیٰ یہ کام کر سکتے ہیں گویا یہ روزے کی حالت میں مباشرت کی ترغیب دی گئی ہے، بعض نے کہا ہے کہ روزے کی حالت میں عمر رسیدہ کے لیے بیوی سے مباشرت جائز ہے، جوان آدمی کے لیے جائز نہیں ہے [1] اصل بات یہی ہے کہ اگر جماع سے بچ سکتا ہے تو مباشرت جائز ہے، ورنہ بچنا چاہیے۔

---

[1] سنن ابی داود: ٢٣٨٧

۲۴- بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ:

باب: روزہ دار کا روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ: إِنْ نَظَرَ فَأَمْنَى يُتِمُّ صَوْمَهُ.

اور جابر بن زید نے کہا اگر روزہ دار نے شہوت سے دیکھا اور منی نکل آئی تو وہ اپنا روزہ پورا کرلے۔

۱۹۲۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ"، ثُمَّ ضَحِكَتْ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ) اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کا روزہ دار ہونے کے باوجود بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ پھر آپ ہنسیں۔



قولہ ثم ضحکت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث اپنے بھانجے عروہ بن زبیر کو بیان کی ہے، اور بھانجا محرم ہوتا ہے جس سے عام طور پر بے تکلفی ہوتی ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے کے پاس ضحک اختیار کیا، اور مقصد اس سے یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کا محل وہی تھیں۔

شرح بخاری

۱۹۲۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَتْ: "بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ، إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي، فَقَالَ: مَا لَكِ، أَنَفِسْتِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ، وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن ابی عبداللہ نے، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب نے اور ان سے ان کی والدہ (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ اس لیے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔



آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کیا حیض آگیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی چادر میں چلی گئی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل (جنابت) کیا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لیتے تھے۔

۲۵-بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ:

باب: روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثَوْبًا، فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ، وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ، وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ". وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا، وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ لِي أَبْزَنَ أَتَقَحَّمُ فِيهِ وَأَنَا صَائِمٌ، وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ وَلَا يَبْلَعُ رِيقَهُ، وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنِ ازْدَرَدَ رِيقَهُ لَا أَقُولُ يُفْطِرُ، وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ، قِيلَ: لَهُ طَعْمٌ، قَالَ: وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ وَأَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهِ، وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ، وَإِبْرَاهِيمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم میں ڈالا حالانکہ وہ روزے سے تھے اور شعبی روزے سے تھے لیکن حمام میں (غسل کے لیے) گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہانڈی یا کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے میں (زبان پر رکھ کر) کوئی حرج نہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈا حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صبح کو اس طرح اٹھے کہ تیل لگا ہوا ہو اور کنگھا کیا ہو اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ایک «ابزن» (حوض پتھر کا بنا ہوا) ہے جس میں میں روزے سے ہونے کے باوجود غوطے مارتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ میں مسواک کی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے اور روزہ دار تھوک نہ نگلے اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر تھوک نکل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزا ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا کیا پانی میں مزا نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس سے کلی کرتے ہو۔ انس، حسن اور ابراہیم نے کہا کہ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا درست ہے۔

یعنی روزے دار کا غسل کرنا جائز ہے، بخاری رحمہ اللہ یہ باب لا کر اس روایت کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روزے دار کو حمام میں داخل ہونے سے روکا

کرتے تھے[1]۔

قولہ وبل ابن عمر ثوباً اس کا باب سے تعلق یہ ہے کہ روزے وار کے تر کپڑا جسم پر اوڑھنے سے مسامات کے ذریعے کچھ تری جسم میں داخل ہو جاتی ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ قال ابن عباس لا بأس أن يتطعم القدر یہ اثر مصنف ابن ابی شیبہ میں موصول بیان ہوا ہے[2] اور ترجمہ باب سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ جب کھانا وغیرہ چکھنے کے لیے منہ میں ڈالا جاسکتا ہے اور یہ روزے کے منافی نہیں ہے تو غسل کرتے ہوئے پانی کا جسم کے چمڑے تک پہنچنا بھی بالاولیٰ روزے کے منافی نہیں ہے۔

قولہ قال الحسن لا بأس اس اثر کا مفہوم مصنف عبدالرزاق میں موصول ہے، اور مؤطا میں اور سنن ابی داؤد میں بعض صحابہ سے مروی ہے: "قال رأيت النبي ﷺ بالعرج يصب الماء على رأسه وهو صائم من العطش ومن الحر"[3]

قولہ وقال ابن مسعود إذا كان صوم أحدكم ترجمہ باب سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ غسل کو مکروہ جاننے والوں نے روزے وار کے لیے اگر غسل کو اس لیے مکروہ سمجھا ہے کہ اس سے منہ میں پانی جانے کا ڈر ہے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سے بھی اس کا ڈر ہوتا ہے لیکن وضو میں کلی اور استنشاق کیا جاتا ہے تو غسل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر غسل کو اس لیے مکروہ سمجھا ہے کہ یہ زیب و زینت کا باعث ہے تو سلف نے روزے وار کے لیے تیل لگانا اور کنگھی کرنا جائز قرار دیا ہے جو کہ زینت کا باعث ہے، لہٰذا روزے وار کے لیے غسل کرنا جائز ہے۔



قولہ لا بأس بالسواك شوافع کے نزدیک روزے وار کو مسواک نہیں کرنی چاہیے، بعض کہتے ہیں دن کے آخر میں پچھلے ٹائم نہیں کرنی چاہیے، بعض کے نزدیک سارا دن نہیں کرنی چاہیے، بعض کہتے ہیں کہ تر مسواک نہیں کرنی چاہیے، بخاری رحمہ اللہ نے ان سب اقوال کو نظر انداز کر دیا ہے، کیونکہ روزے کی حالت میں مسواک کرنا ثابت ہے اس میں تر مسواک یا خشک کی یا پہلے ٹائم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اور اس اثر کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت وہی ہے جو عبداللہ بن عباس کے اثر میں گزری ہے۔



قولہ ولم ير بالكحل للصائم بأسا روزے کی حالت میں سرمہ ڈالنے کے بارہ میں دو روایات آتی ہیں، سنن ابی داود میں حضرت انس کی روایت ہے "كان يكتحل وهو صائم"[4] ترمذی میں مرفوع حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے روزے کی حالت میں سرمہ ڈال لینے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ یہ ضعیف ہے[5]، سنن ابی داؤد میں منع کی روایت

---

1. فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ ج۴، ص ۱۵۴
2. مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۷۸
3. سنن ابی داود: ۲۳۶۵
4. سنن ابی داود: ۲۳۷۸
5. ترمذی: ۷۲۶

بھی آتی ہے [1]، وہ بھی ضعیف ہے لیکن اس میں "إثمد مروحہ" کا لفظ آتا ہے، اثمد مروحہ سے مراد خوشبودار سرمہ ہے شوکانی نے کہا ہے کہ دونوں روایات ضعیف ہیں۔ ان پر عمل یوں ہوسکتا ہے کہ روزے کی حالت میں اثمد مروحہ نہ ڈالا جائے، اس کے علاوہ سرمہ ڈالا جاسکتا ہے۔

سرمہ کے بارہ میں روایات کے ضعیف ہونے کی صورت میں اصول کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور اصل یہی ہے کہ جب تک کسی شئی کے بارہ میں ممانعت نہ آئی ہو تو وہ شئی جائز ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں استنشاق میں مبالغہ کرنے سے روکا گیا ہے، تاکہ پانی اندر داخل نہ ہو جائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادخال عمداً ہو تو ممنوع ہے، لہٰذا استنشاق میں مبالغہ کرنے سے پانی اندر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز اندر داخل ہو جائے تو وہ روزے کو توڑ دیتی ہے، اگر سرمہ آنکھوں میں ڈالا جائے تو ناک اور حلق کے مسام ملنے کی وجہ سے سرمہ آنکھوں کے مسام سے نکل کر اندر حلق میں چلا جاتا ہے، لہٰذا "الفطر مما دخل" کے اصول کو لیا جائے تو روزہ ٹوٹ جانا چاہیے۔

۱۹۳۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ، فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ".

ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ اور ابو بکر نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رمضان میں فجر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احتلام سے نہیں (بلکہ اپنی ازواج کے ساتھ صحبت کرنے کی وجہ سے) غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے۔ (معلوم ہوا کہ غسل جنابت روزہ دار فجر کے بعد کر سکتا ہے)۔

۱۹۳۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ المُغِيرَةِ، أَنَّهُ سَمِعَ بَكْرَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: "كُنْتُ أَنَا وَأَبِي فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ، غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُهُ".

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سمی نے، انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میرے باپ عبدالرحمٰن مجھے ساتھ لے کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح جنبی ہونے کی حالت میں کرتے احتلام کی وجہ

[1] سنن ابی داود: ۲۳۷۷

سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے! پھر آپ روزے سے رہتے (یعنی غسل فجر کی نماز سے پہلے سحری کا وقت نکل جانے کے بعد کرتے)۔

١٩٣٢: ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ: مِثْلَ ذَلِكَ.

اس کے بعد ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

٢٦- بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا:

باب: اگر روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو روزہ نہیں جاتا

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا بَأْسَ إِنْ لَمْ يَمْلِكْ، وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَقَالَ الْحَسَنُ، وَمُجَاهِدٌ: إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا کہ اگر کسی روزہ دار نے ناک میں پانی ڈالا اور وہ پانی حلق کے اندر چلا گیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کو نکال نہ سکے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور امام حسن بصری اور مجاہد نے کہا کہ اگر بھول کر جماع کر لے تو اس پر قضاء واجب نہ ہو گی۔



١٩٣٣: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ".

ہم سے عبدان نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ابن سیرین نے بیان کیا، کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہئے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔

شرح بخاری

قولہ ویذکر عن عامر بن ربیعة ... ابوداؤد، ترمذی اور احمد نے اس روایت کو موصول بیان کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ ضعیف ہے، امام بخاری اسے ترجمہ باب میں بطورِ متابعت لائے ہیں اور ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس روایت میں آپ کے مسواک کرنے کا ذکر ہے اور یہ عام ہے خشک اور تازہ مسواک دونوں کو شامل ہے۔

قولہ یبتلع ریقہٗ باب سے مناسبت یہ ہے کہ تازہ مسواک کرنے سے اس کا ذائقہ منہ میں آتا ہے اور یہ وضو کرتے ہوئے کلی کے پانی کی طرح ہے کلی کا پانی باہر پھینک کر اس کا لعاب نگلنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح تازہ مسواک کا اثر اندر داخل ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔



امام مالک رحمہ اللہ اس طرف چلے گئے ہیں کہ بھول کر کھانے، پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ اکل و شرب کا ترک اور

ترکِ جماع روزے کا رکن ہے، اس کے نہ پائے جانے سے روزہ نہیں رہے گا، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ رکن خواہ نسیانا نہ پایا جائے یا عمداً نہ پایا جائے روزہ نہیں رہنا چاہیے، جیسا کہ اگر کوئی شخص بھول کر بے وضو نماز پڑھ لے، تو یاد آنے پر نماز دہرانا پڑتی ہے، اور اگر بھول کر ایک رکعت رہ جائے تو رکعت دوبارہ پڑھنا پڑتی ہے، گویا ارکان میں نسیان کا اعتبار نہیں ہوتا، لہٰذا بھول کر کھانے، پینے سے روزہ بھی نہیں رہے گا۔ اور حدیث میں جو آتا ہے کہ بھول کر کھانے پینے والے کو اللہ تعالیٰ کھلاتا، پلاتا ہے [1] تو یہ لوگ اس حدیث کے بارہ میں کہتے ہیں کہ اس میں قضائی دینے کی نفی نہیں آئی، وہ قضائی دے گا اگرچہ گناہگار نہیں ہوگا لیکن سنن دارقطنی میں آتا ہے: "فلا قضاء عليه ولا كفارة" [2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھول کر کھانے پینے والے کا روزہ ہو جاتا ہے، اور نص کے مقابلہ میں قیاس باطل ہوتا ہے، حنفی بھی کہتے ہیں کہ اس کا روزہ ہو جاتا ہے حالانکہ حنفی قیاس کے بڑے قائل ہیں، بعض دفعہ وہ قیاس کے مقابلہ میں نص کو چھوڑ دیتے ہیں، امام مالک کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا ہے، اس نے خود نہیں کھایا، خود کھانے سے روزہ ٹوٹتا ہے خواہ بھول کر کھایا ہو، جبکہ اس حدیث میں نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اس معنی سے ہے کہ اسے یاد نہیں رہا کہ روزہ ہے، ورنہ کھاتا تو خود اپنے ہاتھوں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اس روزے کا اعتبار کر لیا ہے۔

قولہ ان لم يملك یعنی پانی روکنے پر قادر نہ ہو اور داخل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر روکنے پر قادر ہو اور نہ روکے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

قولہ إن دخل حلقه الذباب کیونکہ اس میں اس کا اختیار نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس پر قضائی آئے گی۔

قولہ إن جامع ناسيًا احناف کے ہاں بھول کر جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ جماع کرنا بڑا کام ہے یہ معاف نہیں ہے، بھول کر کھانا، پینا معاف ہے۔ حالانکہ کھانے، پینے کے ساتھ جماع بھی شامل ہے، تو اس کا حکم بھی وہی ہونا چاہیے جو کھانے، پینے کا ہے، لہٰذا قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ کھانے پینے میں اور جماع میں فرق نہ کیا جائے۔

۲۷۔ بَابُ سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ: [3]

---

[1] سنن ترمذی: ۷۲۱ (صحیح) و سنن ابی داود: ۲۳۹۸، مسلم (۱۷۱) ۱۱۵۵

[2] سنن الدار قطنی: ۲۲۴۳

[3] حافظ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب مالکیہ اور شعبی کی تردید کے لیے قائم کیا ہے جو روزے کی حالت میں تازہ مسواک کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں، اور اس سے قبل گزر چکا ہے کہ ابن سیرین نے تازہ مسواک کو اس پانی پر قیاس کیا ہے جس سے وضو کرتے ہوئے کلی کی جاتی ہے، ان سے کہا گیا: تازہ مسواک کا ذائقہ ہوتا ہے تو انہوں نے کہا جس پانی سے تم کلی کرتے ہو اس کا بھی ذائقہ ہوتا ہے، حافظ کہتے ہیں اس باب کے تحت بخاری رحمہ اللہ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وضو کی حدیث ذکر کی ہے اسے یہاں لانے میں بھی یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔

عینی حافظ کی بات پر پانی پھیرتے ہوئے کہتے ہیں "میں کہتا ہوں، اس ترجمہ سے بخاری کی مراد بالکل وہ نہیں ہے جو اس قائل

باب: روزہ دار کے لیے تر یا خشک مسواک استعمال کرنی درست ہے

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ، وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ، وَيُرْوَى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ، وَقَالَ عَطَاءٌ، وَقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيقَهُ.

اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں بے شمار دفعہ وضو میں مسواک کرتے دیکھا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتی تو میں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم وجوباً دے دیتا۔ اسی طرح کی حدیث جابر اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ نے روزہ دار وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا کہ (مسواک) منہ کو پاک رکھنے والی اور رب کی رضا کا سبب ہے اور عطاء اور قتادہ نے کہا روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔



١٩٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ حُمْرَانَ: "رَأَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".



شرح بخاری

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عطاء بن زید نے، ان سے حمران نے انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی





نے ذکر کی ہے، بلکہ انہوں نے اس باب کے تحت آنے والی روزے کی حالت میں مسواک کرنے کی احادیث کے عموم میں تازہ اور خشک دونوں طرح کی مسواک کے جواز کو شامل کرنے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے علمی دنیا میں کسی دوسرے کی بات کی تردید دلیل کی بنیاد پر کی جاتی ہے، لیکن علامہ عینی بلا دلیل ہی حافظ کی بات کا انکار کر رہے ہیں، حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ ایسے ابواب عام طور پر کسی غلط بات کی تردید کے لیے ہی لاتے ہیں۔

ڈالا پھر کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک دھویا، پھر بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا تین تین مرتبہ، اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ داہنا پاؤں دھویا، پھر تین مرتبہ بایاں پاؤں دھویا، آخر میں کہا کہ جس طرح میں نے وضو کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے، پھر آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے میری طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز (تحیۃ الوضو) اس طرح پڑھی کہ اس نے دل میں کسی قسم کے خیالات و وساوس گزرنے نہیں دیئے تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

قولہ ثم تمضمض ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ جس طرح وضو کرتے ہوئے روزے دار کا کلی کرنے کے بعد اس کا لعاب نگلنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح مسواک کا اثر لعاب کے ذریعے اندر داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۸۔بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ». وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ، وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ تَمَضْمَضَ، ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ، لَا يَضِيرُهُ إِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيقَهُ، وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيهِ، وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ، فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيقَ الْعِلْكِ، لَا أَقُولُ: إِنَّهُ يُفْطِرُ، وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْهُ، فَإِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ لَا بَأْسَ لَمْ يَمْلِكْ.

شرح بخاری

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا اور امام حسن بصری نے کہا کہ ناک میں (دوا وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے اور روزہ دار سرمہ بھی لگا سکتا ہے۔ عطاء نے کہا کہ اگر کلی کی اور منہ سے سب پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہو گا اور اگر وہ اپنا تھوک نہ نگل جائے اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی اور مصطگی نہ چبانی چاہئے۔ اگر کوئی مصطگی کا تھوک نگل گیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن منع ہے اور اگر کسی نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی (غیر اختیاری طور پر) حلق کے اندر چلا گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ چیز اختیار سے باہر تھی۔

ترجمہ باب میں ذکر ہونے والی حدیث کو بخاری نے موصول بیان نہیں کیا، امام مسلم اس حدیث کو لائے ہیں: عن همام بن منبه قال حدثنا ابو هريرة عن محمد رسول الله ﷺ فذكر احاديث منها وقال رسول الله ﷺ اذا توضأ أحدكم فليستنشق بمنخريه من الماء ثم ليستنثر۔

قولہ وقال الحسن لا بأس بالسعوط للصائم... سیال دوائی ناک میں ڈالنا سعوط کہلاتا ہے یہ استنشاق کی طرح ہے جبکہ وضو میں استنشاق جائز ہے تو سعوط بھی جائز ہے، لیکن نسوار لینے کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے، کیونکہ نسوار ہوا

کے ذریعے پھیپھڑوں تک پہنچ جاتی ہے، لہٰذا روزے دار کے لیے نسوار لینا جائز نہیں ہے۔

قولہ ولا يمضغ العلك ... علک گوند کو کہتے ہیں جو چبائی جائے، پان بھی اسی حکم میں ہے، پان چبانا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ یا اس کا مزہ اندر داخل ہو جاتا ہے۔

٢٩-بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ:

باب: جان بوجھ کر اگر رمضان میں کسی نے جماع کیا؟

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَلَا مَرَضٍ، لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ، وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَالشَّعْبِيُّ، وَابْنُ جُبَيْرٍ، وَإِبْرَاهِيمُ، وَقَتَادَةُ، وَحَمَّادٌ: يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہیں رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ نہ ہوں گے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور سعید بن مسیب، شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد رحمہم اللہ نے بھی فرمایا کہ اس کے بدلہ میں ایک دن روزہ رکھنا چاہیے۔

شرح بخاری

بخاری رحمہ اللہ نے نہارِ رمضان میں کفارے کو جماع کے ساتھ خاص کیا ہے، یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ لیکن احناف کے ہاں جماع کیا ہو یا عمداً کھا پی لے سب کا حکم ایک ہے، اور سب میں کفارہ آئے گا، کیونکہ جنایۃ علی الصوم کفارہ کی علت ہے اور یہ سب میں پائی جاتی ہے، حالانکہ جماع اور کھانے میں فرق پایا جاتا ہے، اس لیے کہ اگر کوئی شخص کھانا پینا اپنے اوپر حرام کر لے تو اس پر یمین کا کفارہ آتا ہے، لیکن جب ظہار کر کے بیوی سے جماع کو حرام کر لے تو ظہار کا کفارہ آتا ہے جو قسم کے کفارے سے سخت ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی تحریم اور جماع کی تحریم میں فرق ہے، ماہِ رمضان میں اگرچہ تینوں حرام ہیں مگر جماع کی تحریم اَغلظ ہے، لہٰذا روزہ کی حالت میں جماع کر لے تو اس پر کفارہ کا ذکر آیا ہے۔ لیکن کھا پی لے تو اس پر کفارہ کا کہیں ذکر نہیں آیا، اس لیے کھانے پینے کو جماع پر قیاس نہیں کر سکتے، حنفی کہتے ہیں روزہ کی حالت میں جماع میں جماع ہونے کی وجہ سے کفارہ نہیں آتا، بلکہ جنایت علی الصوم کی وجہ سے کفارہ آتا ہے اور جنایت علی الصوم میں یہ تینوں برابر ہیں، احناف کے نزدیک مفید چیز کھانے سے کفارہ آتا ہے اگر مکھی اندر گزر جائے تو کفارہ نہیں آئے گا لیکن مالکیوں کے ہاں ہر چیز سے کفارہ آجاتا ہے جو روزہ کو توڑ دیتی ہے۔

قولہ ویذکر عن ابی ھریرۃ رفعہ من أفطر یوماً من رمضان یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان کیا ہے اور اسے اصحابِ سنن نے روایت کیا ہے چنانچہ ابوداؤد نے کہا ہے: "حدثنا سلیمان بن حرب ثنا محمد بن کثیر أخبرنا شعبة عن حبیب بن أبی ثابت عن عمارة بن عمیر عن ابی المطوس عن أبیه عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ من افطر یومًا من رمضان فی غیر رخصة

رخصھا اللہ لہ لم یقض عنہ صیام الدھر"[1] امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے اس حدیث کے بارہ میں امام بخاری رحمہ اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا ابو مطوس کا نام یزید بن مطوس ہے۔ اور اس سے یہی روایت آتی ہے اور بخاری نے "التاریخ" میں کہا ہے ابو المطوس اس حدیث میں متفرد ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اس کے باپ کا ابوہریرہ سے سماع بھی ہے یا نہیں، حافظ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تین علتیں پائی جاتی ہیں، اضطراب اور ابو المطوس کے حال سے ناواقفی اور اس کے باپ کے حضرت ابوہریرہ سے سماع میں شک اور تیسری علت امام بخاری کے طریقہ پر پائی جاتی ہے جو لقاء یا سماع کی شرط لگاتے ہیں۔

اس طرح اگر کوئی شخص روزہ توڑ دے تو کیا اس پر قضاء ہوگی یا نہیں، بخاری کا خیال ہے کہ قضاء نہیں ہے لیکن انہوں نے دونوں طرح کے اقوال نقل کر دیئے ہیں جس پر چاہے عمل کرلے، لیکن احتیاط تو قضائی دینے میں ہے۔

١٩٣٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: "إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ احْتَرَقَ، قَالَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ، فَقَالَ: أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ؟ قَالَ: أَنَا، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهَذَا".

ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے یزید بن ہارون سے سنا، ان سے یحیٰی نے (جو سعید کے صاحبزادے ہیں) کہا، انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے خبر دی، انہیں محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام بن خویلد نے اور انہیں عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دوزخ میں جل چکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ رمضان میں میں نے (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہمبستری کرلی، تھوڑی دیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (کھجور کا) ایک تھیلہ جس کا نام عرق تھا، پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں جلنے والا شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ حاضر ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے تو اسے خیرات کردے۔

یہ آنے والا سلمہ بن صخر بیاضی تھا، اور اس کے اپنے آپ کو محترق یعنی جلنے والا کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ کام عمداً کیا تھا۔

قولہ تصدق بھذا اس حدیث میں غلام آزاد کرنے اور دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنے کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ

[1] سنن ابی داود: ٢٣٩٦، سنن ترمذی: ٧٢٣ (ضعیف)

حدیث اختصار پر محمول ہے، اس حدیث سے امام مالک کے مذہب پر استدلال کیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں جماع کرنے والے پر کھانا کھلانا ضروری ہے، غلام آزاد کرنا اور روزے رکھنا ضروری نہیں ہے، لیکن یہ استدلال درست نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کے دیگر طرق میں غلام آزاد کرنے اور روزے رکھنے کا ذکر آتا ہے۔ اور ان سب احادیث میں قصہ ایک ہی ذکر ہوا ہے، اور اس حدیث میں اختصار بعض راویوں کی طرف سے ہے۔

٣٠۔ بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ:

باب: اگر کسی نے رمضان میں قصداً جماع کیا اور اس کے پاس کوئی چیز خیرات کے لیے بھی نہ ہو پھر اس کو کہیں سے خیرات مل جائے تو وہی کفارہ میں دیدے

١٩٣٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَكْتُ، قَالَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ، أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ، قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ: أَنَا، قَالَ: خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللهِ، فَوَاللهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ".



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا کہ یارسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم کو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ اس نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا، راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم



تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے، ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا (عرق نامی) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کہتے ہیں (جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے لے لو اور صدقہ کر دو، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں، بخدا ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دیکھے جاسکے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔

ظہار کے کفارہ میں پہلے غلام آزاد کرنے اس کے بعد دو ماہ کے روزے رکھنے اور آخر میں کھانا کھلانے کا ذکر ہے، نہارِ رمضان میں جماع کرنے کا کفارہ بھی اسی ترتیب کے ساتھ ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہاں اسے اختیار ہے جو چاہے اس پر عمل کرلے یہ امام مالک کی رائے ہے لیکن دیگر علماء ظہار کے کفارہ کی طرح یہاں بھی ترتیب کے قائل ہیں، اور یہ کفارہ غریب ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ بخاری نے ترجمہ باب میں "فلیکفر" کے لفظ سے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

قولہ أطعمہُ أھلك اپنے اہل کو کھلانے کے بعد کیا اسے کفارہ دینا پڑے گا یا ساقط ہو جائے گا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد جو باب قائم کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے محتاج اہل کو کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

۳۱۔بَابُ الْمُجَامِعِ فِي رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوا مَحَاوِيجَ:[1]

---

[1] حافظ رحمہ اللہ نے باب الحجامۃ والقی للصائم کی وضاحت کرتے ہوئے اور بخاری رحمہ اللہ کا اس سے مقصود بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ "أی ھل یفسدان ھما أو احدھما صوما اولا؟" یعنی اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ کیا حجامہ اور قیئ دونوں یا ان میں سے ایک چیز روزے کو فاسد کر دیتے ہیں یا نہیں؟ حافظ یہاں تقدیر عبارت نہیں بتا رہے ہیں بلکہ بخاری رحمہ اللہ کے ترجمہ باب کی تفسیر اور وضاحت کر رہے ہیں۔ اور اس پر ان کا حرفِ تفسیر (أیْ) دلیل ہے۔ لیکن یہ وضاحت علامہ عینی کے ذوق کے خلاف نکلی وہ لکھتے ہیں: "قلت، اللام فی قولہ "للصائم" تمنع ھذا التقدیر الذی قدرہ ولا یخفی ذلك علی من لہ أدنیٰ ذوق من أحوال التركیب" اس بعض نے جو تقدیر عبارت نکالی ہے "للصائم" کالام اس سے مانع ہے اور ترکیبی حالات کا معمولی ذوق رکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے، حالانکہ حافظ ابن حجر اس ترجمہ باب کی اصل عبارت بیان نہیں کر رہے، بلکہ وہ تو بخاری کے ترجمہ باب کی "أیْ" حرف تفسیر کے ساتھ وضاحت اور تفسیر کر رہے ہیں جس پر "للصائم" کے لام کا منطبق ہونا ضروری نہیں ہے، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے قول "ومن اللیل فاسجد لہٗ" کی تفسیر کرتے ہوئے "أی صل المغرب

باب: رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ قصداً ہمبستر ہونے والا شخص کیا کرے؟

هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوا مَحَاوِيجَ.

اور کیا اس کے گھر والے محتاج ہوں تو وہ ان ہی کو کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے؟

۱۹۳۷: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ الْأَخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ. فَقَالَ: أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزَّبِيلُ، قَالَ: أَطْعِمْ هَذَا عَنْكَ، قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا، أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ: فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ".

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے زہری نے، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بدنصیب رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ ایک غلام آزاد کر سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کیا تم پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اب بھی اس کا جواب نفی میں تھا۔ راوی نے بیان کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک تھیلا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں «عرق» زنبیل کو کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنی طرف سے (محتاجوں کو) کھلا دے، اس شخص نے کہا میں اپنے سے بھی زیادہ محتاج کو حالانکہ دو میدانوں کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔



۳۲ بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ:

باب: روزہ دار کا پچھنا لگوانا اور قے کرنا کیسا ہے

وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "إِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ إِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُولِجُ، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ يُفْطِرُ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَعِكْرِمَةُ:



والعشاء" کہا ہے، کیا علامہ عینی کے علاوہ یہ تمام لوگ بے ذوق ہی تھے۔

الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ، وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا، وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، احْتَجَمُوا صِيَامًا، وَقَالَ بُكَيْرٌ: عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ: كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهَى، وَيُرْوَى عَنِ الحَسَنِ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوعًا، فَقَالَ: أَفْطَرَ الحَاجِمُ وَالمَحْجُومُ، وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الحَسَنِ، مِثْلَهُ، قِيلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَعْلَمُ.

اور مجھ سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عمر بن حکم بن ثوبان نے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سنا کہ جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے تو چیز باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ روزہ ٹوٹتا ہے ان چیزوں سے جو اندر جاتی ہیں ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی روزہ کی حالت میں پچھنا لگواتے لیکن بعد میں دن کو اسے ترک کر دیا تھا اور رات میں پچھنا لگوانے لگے تھے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی پچھنا لگوایا تھا اور سعد بن ابی وقاص اور زید بن ارقم اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا، بکیر نے ام علقمہ سے کہا کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں (روزہ کی حالت میں) پچھنا لگوایا کرتے تھے اور آپ ہمیں روکتی نہیں تھیں، اور حسن بصری رحمہ اللہ کئی صحابہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے (دونوں کا) روزہ ٹوٹ گیا اور مجھ سے عیاش بن ولید نے بیان کیا اور ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا اور ان سے حسن بصری نے ایسی ہی روایت کی، جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں پھر کہنے لگے اللہ بہتر جانتا ہے۔

روزے دار اگر عمداً قئی کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر خود بخود قئی آجائے تو کوئی حرج نہیں ہے، ترمذی وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: من ذرعه القئی فلیس علیه قضاء ومن استقاء عمداً فلیقض [1]

قولہ انما یخرج ولا یولج یعنی روزہ اندر داخل ہونے والی چیز سے ٹوٹتا ہے، خارج ہونے والی چیز سے نہیں ٹوٹتا، اور قئی خارج ہونے والی چیز ہے لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

قولہ عن ابی هریرة أنه یفطر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دونوں اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ ان کا قول "لا یفطر" تب ہے جبکہ قئی خود بخود آجائے اور ان کے دوسرے قول "یفطر" سے مراد یہ ہے کہ جب عمداً قئی کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

قولہ ثم ترکه انہوں نے احتیاط کی بنا پر روزے کی حالت میں سینگی لگوانا چھوڑ دیا تھا۔

---

[1] جامع ترمذی: ۷۲۰، سنن ابی داود: ۲۳۸۰ (صحیح)

سینگی کے بارے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ روزہ کی حالت میں عمداً ادخال اور عمداً اخراج دونوں جائز نہیں ہیں اور سینگی میں اخراج عمداً پایا جاتا ہے لہذا اس سے روزہ باطل ہو جائے گا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے "احتجم وهو صائم"[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سینگی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

١٩٣٨: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ".

ہم سے معلّی بن اسد نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، وہ ایوب سے، وہ عکرمہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

١٩٣٩: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ".

ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمری نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا۔



١٩٤٠: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ". وَزَادَ شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے سنا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (روزہ میں نہیں لگواتے تھے) شبابہ نے یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں (کرتے تھے)۔



٣٣- بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالإِفْطَارِ:

باب: سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا

١٩٤١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، سَمِعَ ابْنَ

[1] سنن ابی داود: ٢٣٧٢ (صحیح) سنن ترمذی ٧٧٦ (صحیح)

أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، الشَّمْسُ، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، الشَّمْسُ، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي، فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هَاهُنَا، ثُمَّ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ". تَابَعَهُ جَرِيرٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق شیبانی نے، انہوں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے (روزہ کی حالت میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھول لے، انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ابھی تو سورج باقی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اتر کر ستو گھول لے، اب کی مرتبہ بھی انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ابھی سورج باقی ہے لیکن آپ کا حکم اب بھی یہی تھا کہ اتر کر میرے لیے ستو گھول لے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے۔ اس کی متابعت جریر اور ابوبکر بن عیاش نے شیبانی کے واسطہ سے کی ہے اور ان سے ابواوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔

شرح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز ہے، نفلی روزے کے بارے میں سب کا اتفاق ہے، سفر میں فرضی روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے، ابن حزم کے نزدیک ماہِ رمضان میں اگر کوئی شخص سفر میں فرضی روزہ رکھے گا تو وہ ہوگا ہی نہیں، کیونکہ مسافر کے لیے سفر میں رمضان کے روزے نہیں ہیں، بلکہ "فعدة من أيام أخر"[1] کے تحت مسافر کے روزوں کے دن تبدیل کر دیئے گئے ہیں لہٰذا ماہِ رمضان مسافر کے لیے فرضی روزوں کا محل نہیں ہے، لیکن دیگر علماء کے نزدیک سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اور یہی صحیح قول ہے، جیسا کہ حمزہ بن عمرو اسلمی کی حدیث آ رہی ہے اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں اکثر روزے رکھتا ہوں، تو کیا میں سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں آپ نے فرمایا: "إن شئت فصم وإن شئت فافطر"[2] بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے، ابن حزم کے نزدیک فرضی نہ رکھے، ہاں نفلی روزہ رکھ سکتا ہے، زہری کی رائے بھی ابن حزم والی ہے۔

---

[1] البقرة: ۱۸۴

[2] صحیح بخاری: ۱۹۴۳

۱۹۴۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الأَسْلَمِيَّ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ: "إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ عروہ نے بیان کیا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں سفر میں لگاتار روزہ رکھتا ہوں۔ ۱۹۴۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الأَسْلَمِيَّ، قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَأَصُومُ فِي السَّفَرِ، وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ".

(دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ) اور ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ روزے بکثرت رکھا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو روزہ رکھ اور جی چاہے افطار کر۔



۳۴۔ بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ: [1]

شرح بخاری

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ باب کے ساتھ اس روایت کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص پر رمضان کا چاند حضر میں طلوع ہو جائے اور اس کے بعد سفر کرے تو اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ہے: "فمن شهد منكم الشهر فليصمهُ" حافظ کی اس بات کو علامہ عینی کیسے ہضم کر سکتے تھے وہ حافظ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ہم نے متعدد بار بتایا ہے کہ اشارہ تو حاضرین کے لیے ہوتا ہے، حافظ کو کیسے پتہ چل گیا کہ بخاری کو حضرت علی سے مروی حدیث تک کا علم تھا حتیٰ کہ انہوں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا، اور اگر مان لیں کہ بخاری کو اس کا علم تھا تو اس کی طرف اشارے کی وجہ کیا ہے؟

علامہ عینی کو دراصل حافظ فوبیا ہو چکا ہے اور وہ ان کی ہر بات کو الٹا بنانے کی کوشش کرتے ہیں، عربی گرامر سے معمولی لگاؤ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ احکام اشارہ اس وقت لاگو ہوتے ہیں جبکہ اسماء اشارہ مثلاً هذا یا ذالك وغیرہ استعمال کیے جائیں لفظ "اشارہ" استعمال کرنے سے احکام اشارہ لاگو نہیں ہو جاتے، جیسا کہ ندا یا منادیٰ کے احکام تب لاگو ہوتے ہیں جبکہ حروفِ ندا میں سے کوئی حرف استعمال کیا جائے، لفظ نادیٰ یا نادینا استعمال کرنے سے احکام منادی لاگو نہیں ہوتے، حافظ رحمہ اللہ نے بھی اسماءِ اشارہ میں سے کوئی اسم استعمال نہیں کیا بلکہ لفظ "اشارہ" استعمال کیا ہے جو صحیح طریقہ یا درست بات بتانے کے معنی میں ہے۔ امام بخاری بھی ایک ضعیف روایت کی تردید کر کے صحیح حدیث کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہیں اس پر اشارہ کا



باب: جب رمضان میں کچھ روزے رکھ کر کوئی سفر کرے

١٩٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ، أَفْطَرَ فَأَفْطَرَ النَّاسُ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَالْكَدِيدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ، وَقُدَيْدٍ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہمانے کہ نبی کریم ﷺ (فتح مکہ کے موقع پر) مکہ کی طرف رمضان میں چلے تو آپ ﷺ روزہ سے تھے لیکن جب کدید پہنچے تو روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ عسفان اور قدید کے درمیان کدید ایک تالاب ہے۔

اس ترجمہ باب سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کے چند روزے رکھے اس کے بعد اسے سفر درپیش ہو تو کیا وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟ بعض کا خیال ہے کہ جب کسی شخص کو چاند نظر آجائے اور وہ اپنے گھر میں موجود ہو تو اب اسے سفر شروع نہیں کرنا چاہیے اور اگر سفر کرے تو اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ سفر درپیش ہو تو اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے جیسا کہ آنے والی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے سفر کرنے اور سفر میں روزہ چھوڑنے کا ذکر ہے۔

١٩٤٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَهُ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍّ، حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَمَا فِينَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَوَاحَةَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحیٰی بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے ابوعبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن عبیداللہ نے بیان کیا، اور ان سے ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے۔ دن انتہائی گرم تھا۔ گرمی کا یہ عالم تھا کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص روزہ سے نہیں تھا۔

لفظ بولا جاسکتا ہے اس ضعیف روایت کی اطلاع اگر عینی وغیرہ کو ہو سکتی ہے تو امام بخاری کو اس کی اطلاع کیوں نہیں ہو سکتی؟ آئندہ آنے والے باب صوم داود میں خود علامہ عینی نے لفظ "اشارہ" استعمال کرتے ہوئے کہا ہے: "وبالثانی اشارة الي الا قتداء به فی ذلك"۔

اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا لہٰذا سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اور باقی صحابہ نے سفر میں روزہ نہیں رکھا لہٰذا روزہ چھوڑنا بھی جائز ہے۔

٣٦۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، وَاشْتَدَّ الْحَرُّ: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اس شخص کے لیے جس پر شدت گرمی کی وجہ سے سایہ کر دیا گیا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے

١٩٤٦: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ".

ہم سے آدم بن ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن انصاری نے بیان کیا، کہا کہ میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر (غزوہ فتح) میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھا کام نہیں ہے۔



یہ حدیث دراصل جس محل میں نبی کریم علیہ السلام نے فرمائی ہے اسی محل کے ساتھ ہی خاص ہے کہ سخت گرمی میں لوگ ایک روزے دار پر سایہ کیے ہوئے تھے اور اس کے اردگرد جمع تھے آپ نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ جمع ہیں، آپ کو بتایا گیا کہ یہ فلاں شخص ہے جو روزے دار ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی نیکی کا کام ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی تکلیف میں ڈال دے، گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ایسے شخص کے ساتھ خاص کر دیا ہے، اگر کسی شخص کی سفر میں ایسی حالت نہ ہو، تو وہ سفر میں روزہ رکھ سکتا ہے۔

٣٧۔ بَابٌ لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم (سفر میں) روزہ رکھتے یا نہ رکھتے وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کیا کرتے تھے



١٩٤٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ، قَالَ: "كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبْ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں بہت سے روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزے دار بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔

۳۸۔ بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ:

باب: سفر میں لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار کر ڈالنا

۱۹۴۸: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: قَدْ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوعوانہ نے، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ فتح میں) مدینہ سے مکہ کے لیے سفر شروع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے تھے، جب آپ عسفان پہنچے تو پانی منگوایا اور اسے اپنے ہاتھ سے (منہ تک) اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ مکہ پہنچے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا اس لیے جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

شرح بخاری

یعنی سفر میں لوگوں کے سامنے روزہ افطار کرنا جائز ہے، تاکہ اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی روزہ چھوڑ سکیں ایسا کرنے میں ماہِ رمضان کی بے حرمتی نہیں ہوگی، کیونکہ سفر میں سب لوگ مسافر ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ سفر میں روزہ چھوڑا ہوا ہو، اور شہر میں آکر لوگوں کے سامنے کھانا، پینا شروع کر دے، اس طرح کرنے سے لوگ اس کی مخالفت کریں گے، ایک دفعہ مرزا قادیانی ماہ رمضان میں سفر سے امرتسر آیا اور لوگوں کے سامنے کھانا شروع کر دیا تو لوگوں نے اس کی خوب پٹائی کی، کیونکہ لوگ تو نہیں جانتے کہ یہ سفر سے آیا ہے۔

۳۹۔ بَابُ: {وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ}:

باب: اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ہے

قَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَسَلَمَةُ بْنُ الأَكْوَعِ. نَسَخَتْهَا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْءَانُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ سورة البقرة آية ۱۸۵ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيقُهُ، وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ، فَنَسَخَتْهَا: وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ سورة البقرة آية ۱۸٤ فَأُمِرُوا بِالصَّوْمِ.

ابن عمر اور سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا جو یہ ہے رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا لوگوں کے لیے ہدایت بن کر اور راہ یابی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے روشن دلائل کے ساتھ، پس جو شخص بھی تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر تو اس کو چھوڑے ہوئے روزوں کی گنتی بعد میں پوری کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی اس بات پر بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تا کہ تم احسان مانو، ابن نمیر نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ رمضان میں (جب روزے کا حکم) نازل ہوا تو بہت سے لوگوں پر بڑا دشوار گزرا، چنانچہ بہت سے لوگ جو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے تھے انہوں نے روزے چھوڑ دیئے حالانکہ ان میں روزے رکھنے کی طاقت تھی، بات یہ تھی کہ انہیں اس کی اجازت بھی دے دی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ پھر اس اجازت کو دوسری آیت «وأن تصوموا خير لكم» الخ یعنی تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم روزے رکھو نے منسوخ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم ہو گیا۔



اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے، اس میں جو مسئلہ ذکر ہوا ہے اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اگر اس آیت کا یہ معنی کیا جائے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں وہ فدیہ دے کر روزہ رکھوا سکتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ آیت منسوخ ہے، کیونکہ اب روزہ کی طاقت رکھنے والوں پر روزہ رکھنا فرض ہے وہ فدیہ نہیں دے سکتے، اور اس کی ناسخ



آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه"[1] ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مستطیع فدیہ نہیں دے سکتا وہ خود روزے رکھے گا۔ اور اگر اس آیت کا معنی یہ ہو کہ جو لوگ بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت سلب کر چکے ہیں وہ روزہ نبھا نہیں سکتے، تو وہ فدیہ دے کر کسی کو روزے رکھوادیں، تو اس معنی کے اعتبار سے یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے، بوڑھے مرد اور عورتیں اس میں داخل ہوں گے، اور ان کے لیے فدیہ دینے کے جواز پر بھی سب کا اتفاق ہے۔

قوله حدثنا اصحاب محمد ﷺ إلي قوله، فنسختها وأن تصوموا خير لكم۔

لیکن "وأن تصوموا خیر لکم" آیت ناسخ نہیں ہے۔ ناسخ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" ہے، تو معنی یہ ہوگا۔ منسوخ کردیا ہے اس کو یعنی "وأن تصوموا خیر لکم" کو منسوخ کردیا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے میں اختیار ہے۔

١٩٤٩: حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "قَرَأَ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ"، قَالَ: هِيَ مَنْسُوخَةٌ.

ہم سے عیاش نے بیان کیا، ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آیت مذکور بالا) «فدیہ طعام مسکین» پڑھی اور فرمایا یہ منسوخ ہے۔

٤٠. بَابُ مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ:

باب: رمضان کے قضاء روزے کب رکھے جائیں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ سورة البقرة آية ١٨٤، وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ: لَا يَصْلُحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِذَا فَرَّطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُومُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مُرْسَلًا، وَابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ يُطْعِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللهُ الْإِطْعَامَ، إِنَّمَا قَالَ: فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ سورة البقرة آية ١٨٤.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان کو متفرق دنوں میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صرف یہ ہے کہ گنتی پوری کرلو دوسرے دنوں میں۔ اور سعید بن مسیب نے کہا کہ (ذی الحجہ کے) دس روزے اس شخص کے لیے جس پر رمضان کے روزے واجب ہوں (اور ان کی قضاء ابھی تک نہ کی ہو) رکھنے بہتر نہیں ہیں بلکہ رمضان کی قضاء پہلے کرنی چاہئے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ اگر کسی نے کوتاہی کی (رمضان کی قضاء میں) اور دوسرا رمضان بھی آگیا تو دونوں کے روزے رکھے اور اس پر فدیہ واجب نہیں۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرسلاً ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ

[1] البقرہ:١٨٥

(مسکینوں) کو کھانا بھی کھلائے۔ اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا (قرآن میں) ذکر نہیں کیا بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کی جائے۔

یَقۡضِيۡ، یؤدی کے معنی میں ہے، یعنی رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضائی کب دے، کیا رمضان سے متصل ہی قضائی دے یا سارے سال میں جب چاہے قضائی دے سکتا ہے، بہتر یہی ہے کہ جب موقع ملے قضائی دے دے، نفلی روزے شروع نہ کردے۔

قولہ لا بأس أن یفرق۔ یعنی قضائی کے روزے وقفوں سے بھی رکھ سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قضائی کے روزے پے در پے رکھنا چاہئیں ایک قراءت متتابعات آتی ہے لیکن وہ استحباب پر محمول ہے، لہٰذا تفریق ہوسکتی ہے۔

قولہ إذا فرط حتی جاء رمضان آخر اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ اس پر قضائی کے روزے تھے اور قضائی نہیں دے سکا حتیٰ کہ دوسرا رمضان آگیا۔ اب وہ دوسرے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد قضائی دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ کیا صرف قضائی کے روزے رکھے یا اس کے ساتھ کھانا بھی کھلائے، بعض کہتے ہیں کہ کھانا بھی کھلانا چاہیے۔ لیکن امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ وہ صرف قضائی دے گا، کھانا نہیں کھلائے گا، کیونکہ قرآن کریم میں "فعدۃ من ایام اخر" آیا ہے۔ اس میں کھانے کی قید نہیں آئی۔


قولہ یصومہما یعنی پہلے رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد قضائی کے رکھ لے۔

١٩٥٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: "كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ". قَالَ يَحْيَى: الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ، أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتیں کہ رمضان کا روزہ مجھ سے چھوٹ جاتا۔ شعبان سے پہلے اس کی قضاء کی توفیق نہ ہوتی۔ یحییٰ نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے تھا۔

٤١۔ بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ:

باب: حیض والی عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزے رکھے

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ، فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدًّا مِنَ اتِّبَاعِهَا مِنْ ذَلِكَ، أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.



اور ابوالزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے

ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے ان ہی میں سے ایک یہ حکم بھی ہے کہ حائضہ روزے تو قضاء کرلے لیکن نماز کی قضاء نہ کرے۔

۱۹۵۱: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ، فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا".

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض نے اور ان سے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزے نہیں چھوڑ دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

حیض والی عورت نہ نماز پڑھے اور نہ ہی روزے رکھے، اس کے بعد وہ چھوڑے ہوئے روزوں کی قضائی دے گی، نمازوں کی قضائی نہیں ہے، حالانکہ نماز، روزوں کی بنسبت زیادہ موکد ہے، اور روزے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اور نماز کے لیے طہارت شرط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں کئی مسائل خلافِ رائے آتے ہیں جن کو ماننا ضروری ہے، جیسا کہ ابوالزناد کا قول ہے، "إن السنن ووجوه الحق لتاتی کثیرًا علی خلاف الرأی فما یجد المسلمون بدًا من اتباعها" اور وجوہ الحق سے مراد امورِ شریعت ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ مسائل بالکل ہی رائے کے خلاف ہوتے ہیں، ہاں عام اور موٹی رائے کے خلاف ہوتے ہیں، اب روزوں کی قضائی اس لیے ہے کہ روزے سال بعد آتے ہیں۔ ان کی ایک دفعہ قضائی دینا دشوار نہیں ہے جبکہ حیض والی نمازیں ہر ماہ چھوڑتی ہے اور ایام حیض کی نمازوں کی قضائی دینا ہر ماہ مشکل ہے اس لیے روزوں کی قضائی ہے نمازوں کی نہیں۔

۴۲۔ بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ:

باب: اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُونَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ.

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر اس کی طرف سے (رمضان کے تیس روزوں کے بدلے) تیس آدمی ایک دن روزہ رکھ لیں تو جائز ہے۔

۱۹۵۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ". تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو، وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ

أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ.

ہم سے محمد بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن موسیٰ ابن اعین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حارث نے، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے، ان سے محمد بن جعفر نے کہا، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ دے، موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن وہب نے بھی عمرو سے روایت کیا اور یحییٰ بن ایوب سختیانی نے بھی ابن ابی جعفر سے۔

قولہ صام عنه وليه یعنی مرنے والے پر روزے ہوں تو ولی اس کی طرف سے روزے رکھے، مالکیوں کے نزدیک ولی سے مراد لڑکا ہے، یعنی میت کا بیٹا اس کی طرف سے روزے رکھے، بعض کہتے ہیں کہ ولی سے مراد میت کے عصبات ہیں، وہ روزے رکھیں، محدثین کرام کا مذہب یہ ہے کہ میت کی طرف سے جو لوگ بھی روزے رکھ لیں، ادا ہو جائیں گے، امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے "فدين الله أحق أن يقضي" کہہ کر روزوں کو قرض سے تشبیہ دی ہے، اور میت کا قرض جو بھی دے دے، وہ اداء ہو جاتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے حسن بصری کا قول بھی اسی لیے نقل کیا ہے۔

قولہ وقال الحسن ان صام عنه ثلاثون رجلا يومًا واحدًا جاز۔ اور یہ تب ہوگا جبکہ میت نے اپنی زندگی میں تیس دن کے روزوں کی نذر مانی ہو اور نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گیا ہے، یا مرنے والا رمضان کے مہینے میں بیمار رہا ہو، اور ماہ رمضان کے بعد صحت یاب ہونے کے بعد اور قضائی دینے سے پہلے فوت ہو گیا ہو، تب اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا، لیکن اگر بیماری کی حالت میں ہی فوت ہو گیا ہو، تو ولی پر اس کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضائی نہیں ہے۔

١٩٥٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى". قَالَ سُلَيْمَانُ: فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ وَنَحْنُ جَمِيعًا جُلُوسٌ، حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَا: سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ، وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعَطَاءٍ، وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ، وَقَالَ يَحْيَى، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ

بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ، وَقَالَ أَبُو حَرِيزٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا.

ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مسلم بطین نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے قضاء رکھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ضرور، اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کر دیا جائے۔ سلیمان اعمش نے بیان کیا کہ حکم اور سلمہ نے کہا جب مسلم بطین نے یہ حدیث بیان کیا تو ہم سب وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے مجاہد سے بھی سنا تھا کہ وہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے۔ ابوخالد سے روایت ہے کہ اعمش نے بیان کیا ان سے حکم، مسلم بطین اور سلمہ بن کہیل نے، ان سے سعید بن جبیر، عطاء اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری بہن کا انتقال ہو گیا ہے پھر یہی قصہ بیان کیا، یحییٰ اور سعید اور ابومعاویہ نے کہا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے مسلم نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے زید ابن ابی انیسہ نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان پر نذر کا ایک روزہ واجب تھا اور ابوحریز عبداللہ بن حسین نے بیان کیا، کہا ہم سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے۔

۴۳- بَابُ مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ:

باب: روزہ کس وقت افطار کرے؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ حِينَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

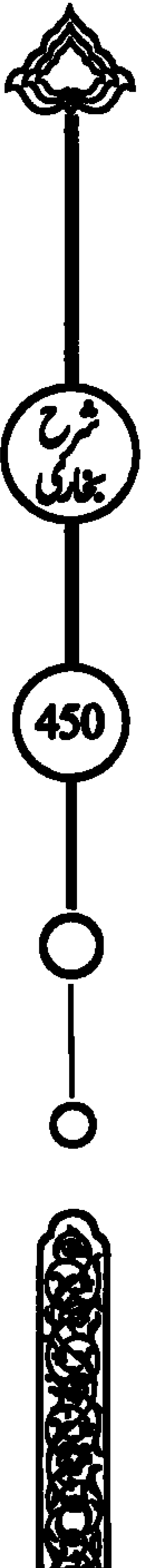
اور جب سورج کی ٹکیہ ڈوب گئی تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روزہ افطار کر لیا (اس اثر کو سعید بن منصور اور ابن

شیبہ نے وصل کیا ہے)

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ جب سورج کی ٹکی غروب ہو جائے تو روزہ افطار کر دینا چاہیے اور سرخی غائب ہونے کا انتظار نہ کیا جائے، فقہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے، کہ اگر ایک آدمی پہاڑ کے اُوپر موجود ہو اور دوسرا شخص پہاڑ سے نیچے ہو، نیچے والا شخص کہتا ہے کہ سورج غروب ہوگیا ہے اور اوپر والا کہتا ہے کہ سورج نظر آرہا ہے تو نیچے والا اس کا انتظار نہ کرے کیونکہ افطار کا وقت ہوگیا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔

١٩٥٤: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ".

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے سنا، ان سے ان کے باپ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر مغرب میں چلا جائے کہ سورج ڈوب جائے تو روزہ کے افطار کا وقت آگیا۔



قوله اذا اقبل الليل من هاهنا أى من جهة المشرق قوله وأدبر النهار من هٰهنا، أى من جهة المغرب، قوله فقد أفطر الصائم۔ أى دخل فى وقت الفطر یعنی وہ افطار کے وقت میں داخل ہو جاتا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ حکماً مفطر بن جاتا ہے، کیونکہ رات روزے کا محل نہیں ہے، ابن خزیمہ نے دوسرے احتمال کی تردید اور پہلے قول کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ "أفطر الصائم"[1] خبر بمعنی اَمر ہے أى فليفطر الصائم تو روزے دار کو چاہیے کہ وہ روزہ چھوڑ دے۔

اس حدیث میں ذکر ہونے والے تینوں جملے اگرچہ آپس میں لازم وملزوم ہیں لیکن بظاہر ایسا نہیں ہے، کیونکہ کبھی مشرق کی طرف رات کے ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، اس لیے کہ کبھی سورج کو بادل وغیرہ نے ڈھانپا ہوتا ہے، اور ادبار نہار میں بھی ایسا ہو سکتا ہے اسی لیے حدیث میں "غربت الشمس" کی قید لگائی گئی ہے اور سورج غروب ہونے سے اقبال اور ادبار ثابت ہو جاتا ہے اور یہی افطار کا وقت ہے۔

١٩٥٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَلَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ

[1] صحیح ابن خزیمہ: ٢٠٥٨

انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ أَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن شیبانی نے، ان سے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (غزوہ فتح جو رمضان میں ہوا) سفر میں تھے اور نبی کریم ﷺ روزہ سے تھے۔ جب سورج غروب ہو گیا آپ ﷺ نے ایک صحابی (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے اٹھ کے ستو گھول، انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اتر کر ہمارے لیے ستو گھول، اس پر انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول چنانچہ اترے اور ستو انہوں نے گھول دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آ گئی تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے۔

قولہ فی سفرٍ حافظ نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ کا سفر ہو، کیونکہ مسلم میں "خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی شھر رمضان"[1] آیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ماہِ رمضان میں دو ہی سفر کیے ہیں ایک غزوہ بدر کا اور دوسرا سفر غزوہ فتح مکہ کا، اور اس حدیث کے راوی عبداللہ بن اَبی اوفی غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ سفر غزوہ فتح مکہ کا تھا۔

قولہ لبعض القوم یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جنہیں آپ نے ستو گھولنے کا حکم دیا تھا، جیسا کہ سنن ابی داود میں ہے۔[2]

قولہ إن علیك نهارًا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال نے دن کی موجودگی کا اس لیے کہا ہو کہ سورج کو پہاڑ یا بادل نے چھپایا ہوا ہو یا روشنی کو دیکھتے ہوئے ایسا کہا ہو جبکہ در حقیقت سورج غروب ہو چکا تھا۔

۴۴۔ بَابُ يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ بِالْمَاءِ وَغَيْرِهِ:

باب: پانی وغیرہ جو چیز بھی پاس ہو اس سے روزہ افطار کر لینا چاہیے

۱۹۵۶: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

---

(1) صحیح مسلم (۱۰۸) ۱۱۲۲

(2) سنن ابی داود: ۲۳۵۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا،

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے تھے، جب سورج غروب ہوا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تھوڑی دیر اور ٹھہریئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول انہوں نے پھر یہی کہا کہ یا رسول اللہ! ابھی تو دن باقی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتر کر ستو ہمارے لیے گھول، چنانچہ انہوں نے اتر کر ستو گھولا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات کی تاریکی ادھر سے آگئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

وہ پانی جس سے روزہ افطار کیا جائے خواہ خالص ہو یا ستو وغیرہ سے مخلوط ہو، اور یہ باب اس لیے لائے ہیں تاکہ ان لوگوں کی تردید ہو جائے جو کھجور سے روزہ افطار کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ ابن حزم نے کھجور سے روزہ افطار کرنے کو واجب کہا ہے ان کے نزدیک جو شخص کھجور سے افطار نہیں کرتا وہ گناہگار ہوتا ہے۔

۴۵۔ بَابُ تَعْجِيلِ الإِفْطَارِ:

باب: روزہ کھولنے میں جلدی کرنا



١٩٥٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوحازم سلمہ بن دینار نے، انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی، جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ افطار میں جلدی کرنے اور سحری کھانے میں تاخیر کرنے کی احادیث متواتر ہیں اور مصنف عبدالرزاق میں ہے: "كان أصحاب محمد ﷺ أسرع الناس إفطارا وأبطأهم سحورا"[1] سنن ابی داود میں ہے کہ یہودی اور نصرانی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کیا کرتے تھے[2] اس لیے آپ نے اپنی امت کو روزہ جلدی افطار کرنے کا حکم دیا ہے[3]۔ کیونکہ افطار میں تعجیل نہ ہو تو حدودِ شریعت میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔



---

1. مصنف عبدالرزاق: ۷۵۹۱
2. سنن ابی داود: ۲۳۵۳
3. اس حدیث پر ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث سے شیعہ کی تردید ہوتی ہے جو ستارے ظاہر ہونے تک افطار

١٩٥٨: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَصَامَ حَتَّى أَمْسَى، قَالَ لِرَجُلٍ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي، قَالَ: لَوِ انْتَظَرْتَ حَتَّى تُمْسِيَ، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي، إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ".

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیبانی نے اور ان سے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے تھے، جب شام ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ (اونٹ سے) اتر کر میرے لیے ستو گھول، اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر شام ہونے کا کچھ اور انتظار فرمائیں تو بہتر ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اتر کر میرے لیے ستو گھول (وقت ہو گیا ہے) جب تم یہ دیکھو کہ رات ادھر مشرق سے آ گئی تو روزہ دار کے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا۔

٤٦- بَابُ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ:

باب: ایک شخص نے سورج غروب سمجھ کر روزہ کھول لیا اس کے بعد سورج نکل آیا

١٩٥٩: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَتْ: "أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قِيلَ لِهِشَامٍ: فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ، قَالَ: لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءٍ". وَقَالَ مَعْمَرٌ: سَمِعْتُ هِشَامًا: لَا أَدْرِي أَقْضَوْا أَمْ لَا؟

ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے،

میں تاخیر کرتے ہیں، اور جلدی افطار میں خیر کے پائے جانے کا یہی سبب ہے حافظ اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیعہ اس وقت وجود میں ہی نہیں آئے تھے جب آپ نے یہ حدیث بیان کی تھی، صحیح یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کی تاخیر کی وجہ سے آپ نے جلدی افطار کا حکم دیا ہے، عینی حافظ کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو بتادیا ہو کہ مستقبل میں آنے والے شیعہ روزہ افطار کرنے میں تاخیر کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کے حدیث بیان کرتے ہوئے شیعہ گروہ کا پایا جانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ابن دقیق العید نے اپنے دور میں کہا ہے کہ اس حدیث میں شیعہ کی تاخیر کا رد پایا جاتا ہے اور ابن دقیق العید کے دور میں تو شیعہ پائے جاتے تھے، جن کی اس حدیث سے تردید ہوتی ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کسی سود خور کے بارہ میں کہا جائے کہ فلاں سود خور کی قرآن میں تردید پائی جاتی ہے اب اس سود خور کا نزول قرآن کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے اس کی مذمت اور تردید قرآن کرتا ہے۔

ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بادل تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ پھر انہیں اس روزے کی قضاء کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضاء کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضاء کی تھی یا نہیں۔

قولہ ثم طلعت الشمس سے مراد ظہرت ہے، یعنی اگر سورج غروب ہونے کے گمان سے روزہ چھوڑ دیا جائے اور اس کے بعد سورج ظاہر ہو جائے تو کیا اس روزے کی قضائی دی جائے یا نہیں، اور ایسا آندھی یا بادل چھا جانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ روزہ چھوڑ دے اور پھر سورج نظر آ جائے۔ بخاری رحمہ اللہ نے اس کا حکم بیان نہیں کیا، اور یہ مسئلہ اختلافی ہے، جمہور اس کی قضائی کے قائل ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسا ہوا تھا تو انہوں نے کہا ہمیں روزہ چھوڑنے میں گناہ نہیں ہوگا، اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: "نقضي یومًا" امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان دونوں اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے، قضائی دینا مستحب ہے۔ قضائی نہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔



قولہ بد من قضاءٍ؟ حافظ نے کہا ہے "هو استفهام إنكار محذوف الاداة"[1] یعنی یہ استفہام انکاری ہے، جس میں حرفِ استفہام محذوف ہے، اصل میں ہے: "هل بد من قضاءٍ؟" کیا قضائی کے بغیر چارہ ہے؟ یعنی "لا بد من قضاءٍ" قضائی کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

۴۷۔ بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ:

باب: بچوں کے روزہ رکھنے کا بیان

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ: وَيْلَكَ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نشہ باز سے فرمایا تھا افسوس تجھ پر، تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے حالانکہ ہمارے بچے تک بھی روزے سے ہیں، پھر آپ نے اس پر حد قائم کی۔

۱۹۶۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنْ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: "أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ، مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ،



[1] یہاں عینی نے لکھا ہے یہ کسی خبطی کی کلام ہے، بلکہ درست کلام یہ ہے: "هنا حرف استفهام مقدر" حافظ نے محذوف الاداة کہا تو عینی کے بقول وہ خبطی بن گئے، اور عینی نے حافظ کے لفظ محذوف الاداة کا یوں ترجمہ کر دیا "هنا حرف استفهام مقدرٌ" تو یہ درستی اور صواب کے علمبردار بن گئے۔ حالانکہ عینی نے حافظ کی عبارت کو ہی استعمال کیا ہے۔ مفہوم دونوں عبارتوں کا ایک ہی ہے۔

قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ العِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ، أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الإِفْطَارِ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، ان سے خالد بن ذکوان نے بیان کیا، ان سے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عاشورہ کی صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھاپی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورے کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔ انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔

مالکی کہتے ہیں کہ بچوں سے روزہ نہیں رکھوانا چاہیے، وہ مکلف نہیں ہیں۔ روزہ رکھنے سے ان کی صحت پر اثر پڑتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کا خیال ہے کہ بچوں کو تمرین کے لیے روزہ رکھوانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ روزہ ان پر فرض نہیں ہے۔

قولہ قال عمر لنشوانٍ... نشوان، سکران کے معنی میں ہے۔ اور یہ اثر سنن سعید بن منصور وغیرہ میں موصول بیان ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے رمضان کے مہینے میں شراب پی تھی آپ نے اس سے کہا تجھے افسوس ہو ہمارے بچے بھی روزے رکھتے ہیں اسے اسی کوڑے لگوائے اور اسے شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

۴۸۔ بَابُ الْوِصَالِ، وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ:

باب: پے در پے ملا کر روزہ رکھنا اور جنہوں نے یہ کہا کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ سورة البقرة آية ۱۸۷، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، رَحْمَةً لَهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

(ابو العالیہ) تابعی سے ایسا منقول ہے انہوں نے کہا اللہ نے فرمایا روزہ رات تک پورا کرو (جب رات آئی تو روزہ کھل گیا یہ ابن ابی شیبہ نے نکالا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ البقرہ میں) فرمایا پھر تم روزہ رات تک پورا کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) منع فرمایا، امت پر رحمت اور شفقت کے خیال سے تاکہ ان کی طاقت قائم رہے، اور یہ کہ عبادت میں سختی کرنا مکروہ ہے۔

وصال کا معنی ملانا ہے یعنی ایک دن کے روزے کو بغیر کھائے، پیئے دوسرے دن کے روزے سے ملانا وصال کہلاتا ہے۔ اور رات میں روزہ نہیں ہوتا، لہٰذا وصال کی کوئی حقیقت نہیں ہے، کیونکہ وصال تب ہو سکتا ہے جبکہ رات روزے کا محل ہو، اور رات روزے کا محل نہیں ہے، اس لیے وصال جائز نہیں ہے۔

قولہ من التعمق تعمق کا معنی گہرائی کو پہنچنا ہے یعنی اپنی ذہنی علت کی بنا پر شرعی حدود کو توڑنا تعمق ہے۔ مثال کے طور پر سمجھتا ہے کہ روزے کا مقصود نفس کو کمزور کرنا ہے، اور صبح سے شام تک کھانا پینا چھوڑنے کی عام عادت ہے،

لہٰذا وہ کھانا پینا چھوڑنے کی مدت کو بڑھادے تو یہ تعمق ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

١٩٦١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تُوَاصِلُوا، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى، أَوْ إِنِّي أَبِيتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، کہا کہ مجھ سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بلا سحر و افطار) پے در پے روزے نہ رکھا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔

قولہ لست كأحد منكم یعنی وصال میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، میں وصال کرسکتا ہوں۔ تم نہیں کرسکتے، کیونکہ مجھے اس کی طاقت ہے، تمہیں نہیں ہے، بعض لوگ اس حدیث کے پیش نظر کہہ دیتے ہیں کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، حالانکہ قرآنِ کریم میں صریح طور پر آپ کی مثلیت کا اثبات ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قل انما أنا بشر مثلكم"[1] تو تطبیق یہ ہے کہ آپ بشریت میں دوسروں کی مثل ہیں، لیکن قوت میں ان کی مثل نہیں ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔



قولہ إني أطعم وأسقى یعنی میں کھلایا، پلایا جاتا ہوں، بعض کہتے ہیں اس سے جنت کا طعام مراد ہے اور جنت کے کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، یا اس سے مراد قوت ہے جو ذکر الٰہی سے حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے: ذكرك للمشتاق خير شراب كل شراب دونه كتراب۔

١٩٦٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ". قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

١٩٦٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ

---

[1] الکھف: ١١٠

بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ". قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلسل (بلاسحری وافطاری) روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی ایسا کرنا ہی چاہے تو وہ سحری کے وقت تک ایسا کر سکتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! آپ تو ایسا کرتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

١٩٦٤: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ". فَقَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَهُمْ.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے روزہ سے منع کیا تھا۔ امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ عثمان نے (اپنی روایت میں) امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

٤٩- بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ:

باب: جو طے کے روزے بہت رکھے اس کو سزا دینے کا بیان

رَوَاهُ أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو انس رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

١٩٦٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ". فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا

رَسُولَ اللهِ، قَالَ: وَأَيُّكُمْ مِثْلِي، إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ، فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا، ثُمَّ يَوْمًا، ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ: لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ، كَالتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل (کئی دن تک سحری و افطاری کے بغیر) روزہ رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اس پر ایک آدمی نے مسلمانوں میں سے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامیری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے، اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ اس پر بھی جب صوم وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا، گویا جب صوم وصال سے وہ لوگ نہ رکے تو آپ نے ان کو سزا دینے کے لیے یہ کہا۔



١٩٦٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ" مَرَّتَيْنِ، قِيلَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ، فَاكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ.

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا، تم لوگ وصال سے بچو! عرض کیا گیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ رات میں مجھے میرا رب کھلاتا اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ پس تم اتنی ہی مشقت اٹھاؤ جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔

٥٠- بَابُ الْوِصَالِ إِلَى السَّحَرِ:

باب: سحری تک وصال کا روزہ رکھنا



١٩٦٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ"، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِ.



ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے، ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے، صوم وصال نہ رکھو۔ اور اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کرلے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یارسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ رات کے وقت ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

اگر کوئی شخص رات کو کھانا نہ کھائے اور سحری کھانے تک بھوکا، پیاسا رہے تو یہ جائز ہے اور یہ روزہ نہیں ہوگا کیونکہ رات روزے کا محل نہیں ہے، لیکن اس پر وصال کا لفظ بولا جاتا ہے۔

قولہ یطعمنی یہ مجاز پر محمول ہے۔ اور اس سے مراد طعام وشراب کا لازم ہے اور وہ قوت ہے گویا کہ ایسے جملہ سے مقصود یہ ہے: "یعطینی قوۃ الأکل والشارب ویفیض علیّ مایسد مسد الطعام والشراب ویقوی علی انواع الطاعۃ من غیر ضعف فی القوۃ ولا کلال فی الإحساس" یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ میں وہ سیری اور سیرابی پیدا کردیتے تھے جس کی وجہ سے آپ کھانے پینے سے مستغنی ہوجاتے تھے اور بھوک پیاس محسوس نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ حافظ نے کہا ہے۔

٥١-بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً، إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ:

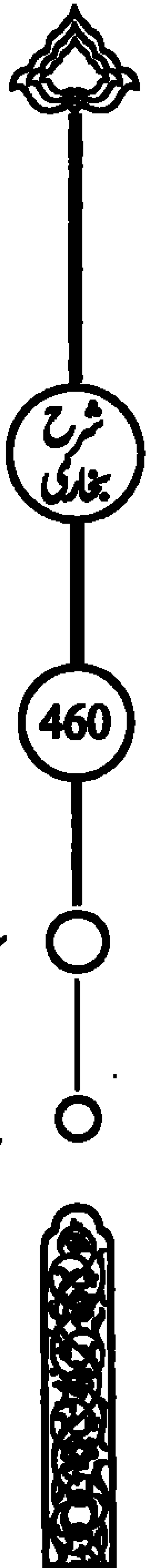
باب: کسی نے اپنے بھائی کو نفلی روزہ توڑنے کے لیے قسم دی وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً، إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

اور اس نے روزہ توڑ دیا تو توڑنے والے پر قضاء واجب نہیں ہے جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کو مناسب ہو۔

١٩٦٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ، ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ"، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: صَدَقَ سَلْمَانُ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا، ان سے ابوالعمیس عتبہ بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عون بن ابی جحیفہ نے اور ان سے ان کے والد (وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ سلمان رضی اللہ عنہ، ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو (ان کی عورت) ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو بہت پراگندہ حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے پھر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ، انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، اس پر سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہوگے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہوگئے (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے اٹھے اور اس مرتبہ بھی سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اس لیے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہیے، پھر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔



یعنی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا نفلی روزہ چھڑانے کے لیے اس پر قسم ڈال دے، اور وہ روزہ چھوڑ دے تو اس پر اس چھوڑے ہوئے نفلی روزے کی قضائی نہیں آئے گی، اور موافقت سے مراد یہ ہے کہ روزہ چھوڑنے والا اس میں معذور ہو کہ اس پر قسم ڈال دی گئی ہو، اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر عذر کے روزہ افطار نہ کرے۔ مثلاً اچھا کھانا دیکھ کر روزہ نہ چھوڑے، جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ جب تک تو کھانا نہیں کھائے گا میں بھی نہیں کھاؤں گا، اور طبرانی میں قسم ڈالنے کا ذکر بھی آتا ہے: "فقال: أقسمتُ عليك لتفطرن" [1] اور قضائی کا حدیث میں ذکر نہیں ہے اگر قضائی ضروری ہوتی تو نبی کریم علیہ السلام بیان کردیتے، کیونکہ یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی ذکر ہوا تھا جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

[1] المعجم الكبير للطبراني: ٢٨٥

۵۲۔ بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ:

باب: ماہ شعبان میں روزے رکھنے کا بیان [1]

۱۹۶۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبری دی، انہیں ابوالنضر نے، انہیں ابوسلمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی

[1] نصف شعبان یعنی شعبان کی پندرہ تاریخ کی فضیلت کے بارہ میں بعض روایات ذکر کی جاتی ہیں جو کہ ضعیف بلکہ بعض ان میں سے موضوع ہیں۔ ایک روایت ترمذی میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ پایا میں گھر سے نکلی تو آپ بقیع میں تھے، تو آپ نے فرمایا: "إن الله عز وجل ينزل ليلة النصف من شعبان إلي سماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم بني كلب" اس روایت کو حجاج بن أرطاۃ بیان کرتا ہے یحیٰی ابن ابی کثیر سے اور یحیٰی بن ابی کثیر بیان کرتا ہے عروہ سے، لیکن حجاج کا یحیٰی سے اور یحیٰی کا عروہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے دوسری روایت ابن ماجہ نے ابن ابی سبرۃ سے اس نے ابراہیم بن محمد سے اس نے معاویہ بن عبداللہ سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها، فان الله تعالي ينزل فيها لغروب الشمس إلي سماء الدنيا فيقول إلا من يستغفرني فأغفر له" اس میں ابن ابی سبرۃ وہ ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن سبرۃ ہے جو ابراہیم بن محمد سے روایت کرتا ہے اور ابوبکر بن عبداللہ ضعیف راوی ہے اور ابراہیم بن محمد کو بھی جمہور علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کی جاتی ہے: "قال رأيتُ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ليلة النصف من شعبان قام فصلي أربع عشرة ركعة ثم جلس فقرأ بأم القرآن أربع عشرة مرةً فقال من صنع هكذا لكان له كعشرين حجة مبرورة و كصيام عشرين سنة مقبولة فإن أصبح فی ذلك اليوم صائمًا كان له كصيام ستين سنة ماضية وستين سنة مستقبلة" لیکن اس روایت کو ابن الجوزی نے "الموضوعات" میں ذکر کیا ہے اور کہا: "إسناده مظلم" حضرت علی سے ایک روایت پندرہویں شعبان کو سو رکعات پڑھنے کی آتی ہے، یہ بھی موضوعات میں ذکر ہوئی ہے اور ابن جوزی نے کہا ہے اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

ایک حدیث میں نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے: "عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ إذا بقي نصفٌ من شعبان فلا تصوموا"[1] اور سنن ابی داود میں ہے: "اذا انتصف شعبان فلا تصوموا"[2] لیکن نبی اکرم ﷺ اکثر روزے رکھا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن احادیث میں نہی آئی ہے وہ شفقت پر محمول ہے، تاکہ لوگ شعبان میں زیادہ روزے رکھ کر کمزور نہ ہو جائیں، اس لیے کہ شعبان کے بعد ماہِ رمضان کے فرضی روزے آرہے ہیں۔ اور آپ نے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے شفقت کی بنا پر روکا ہے، ورنہ فی نفسہ منع نہیں ہے۔

بعض نے ترجمہ باب کی حدیث کا یہ معنی کیا ہے، کیونکہ اس حدیث میں "إلا رمضان" آیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھو اور "إلا رمضان" سے مراد ہے کہ اگر رمضان کی قضائی کے روزے ہوں تو وہ نصف شعبان کے بعد بھی رکھ سکتے ہو۔

ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک صرف نصف شعبان کا روزہ ممنوع ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے آنے والے دنوں کے روزے رکھے جا سکتے ہیں، پہلا جواب واضح ہے کہ مذکورہ احادیث میں آنے والی نہی شفقت کے لیے ہے۔



١٩٧٠: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ، قَالَتْ: "لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُولُ: خُذُوا مِنَ العَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ، وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.



ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے، شعبان کے پورے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا۔ تم خود ہی اکتا جاؤ گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع کرتے





---

[1] جامع ترمذی: ٧٣٨

[2] سنن ابی داود: ٢٣٣٧

تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔

۵۳-بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِفْطَارِهِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا بیان

۱۹۷۱: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ. عَنْ أَبِي بِشْرٍ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ. وَيَصُومُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لَا وَاللهِ لَا يُفْطِرُ. وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ: لَا وَاللهِ لَا يَصُومُ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے ابوبشر نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رمضان کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پورے مہینے کا روزہ نہیں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزہ رکھنے لگتے تو دیکھنے والا کہہ اٹھتا کہ بخدا، اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے اور اسی طرح جب نفل روزہ چھوڑ دیتے تو کہنے والا کہتا کہ واللہ! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہیں رکھیں گے۔

قولہ ویصوم حتی یقول القائل... آپ نے اس مہینے کی روزہ رکھنے کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی تھی۔ لیکن ہفتہ کے دنوں سے پیر اور جمعرات کے دن متعین تھے ان دو دنوں کا روزہ آپ ہمیشہ رکھتے تھے۔

۱۹۷۲: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. عَنْ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ، حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ". وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں بے روزہ کے رہتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اس مہینہ میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ اسی طرح کسی مہینہ میں نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم خیال کرتے کہ اب اس مہینہ کا ایک دن بھی بے روزے کے نہیں گزرے گا۔ جو جب بھی چاہتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھ سکتا تھا اور جب بھی چاہتا سوتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔ سلیمان نے حمید طویل سے یوں بیان کیا کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روزہ کے متعلق پوچھا تھا۔

قولہ الا رأیتہ... یعنی رات کے قیام کے لیے آپ کے ہاں کوئی ایک وقت ہمیشہ کے لیے متعین نہیں تھا۔ لیکن کوئی

شخص اگر مراقبہ کرکے رات کے کسی حصے میں آپ کو قیام کرتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ سکتا تھا، کیونکہ آپ کا قیام کبھی اول رات ہوتا تھا۔ کبھی اوسط رات اور کبھی آخر رات ہوتا تھا، یعنی آپ رات کے کسی حصے میں قیام ضرور کرتے تھے، نہ ساری رات سوتے اور نہ ہی ساری رات قیام کرتے تھے۔

۱۹۷۳: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَبِيرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو خالد احمر نے خبر دی، کہا کہ ہم کو حمید نے خبر دی، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی میرا دل چاہتا کہ آپ کو روزے سے دیکھوں تو میں آپ کو روزے سے ہی دیکھتا۔ اور بغیر روزے کے چاہتا تو بغیر روزے سے ہی دیکھتا۔ رات میں کھڑے (نماز پڑھتے) دیکھنا چاہتا تو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتا۔ اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو اسی طرح دیکھتا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے زیادہ نرم و نازک ریشم کے کپڑوں کو بھی نہیں دیکھا۔ اور نہ مشک و عنبر کو آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار پایا۔



شرح بخاری

قولہ خزۃ... بعض کہتے ہیں یہ ریشم کی قسم ہے، بعض خرگوش کے بالوں سے بنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ مراد اس سے نرمی ہے۔

۵۴-بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ:

باب: مہمان کی خاطر سے نفل روزہ نہ رکھنا یا توڑ ڈالنا

۱۹۷٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ يَعْنِي "إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا". فَقُلْتُ: وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ؟ قَالَ: نِصْفُ الدَّهْرِ.



ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہارون بن اسماعیل نے خبر دی، کہا کہ ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ

عنہمانے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے۔ پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی، یعنی تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس پر میں نے پوچھا اور داؤد علیہ السلام کا روزہ کیسا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن بے روزہ رہنا صوم داؤدی ہے۔

۵۵۔بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ:

باب: روزے میں جسم کا حق

١٩٧٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللهِ، "أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ، وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ". فَشَدَّدْتُ، فَشُدِّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ، قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ؟ قَالَ: نِصْفَ الدَّهْرِ، فَكَانَ عَبْدُ اللهِ، يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا، کہ ایسا نہ کر، روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ۔ نماز بھی پڑھ اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا، لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں اپنے میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ

کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ، میں نے پوچھا اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔

جسم کا حق یہ ہے کہ انسان اتنے زیادہ نفلی روزے نہ رکھے کہ جسم کمزور ہو جائے اور جسم کی قوت ختم ہو جائے کہ باقی فرائض اور ضروریات ادا نہ کر سکے، ہاں روزے رکھنے سے جسم کی چربی کم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہ جسم میں زائد چیز ہوتی ہے۔

قوله فإن ذلك صيام الدهر... اس لیے کہ ایک دن کا روزہ بمنزلہ دس دن کے ہے، اور تین دن تیس دن کے روزوں کے قائم مقام ہو جائیں گے، مطلب یہ ہے کہ ان دنوں کا ثواب مل جاتا ہے، لیکن مسلسل روزے رکھنا منع ہے۔

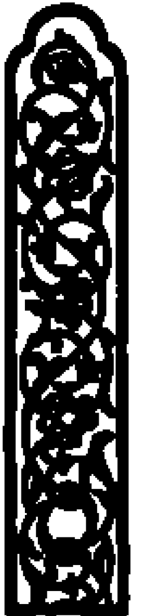
٥٦-بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ:

باب: ہمیشہ روزہ رکھنا (جس کو «صوم الدہر» کہتے ہیں)

١٩٧٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ: أُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنِّي أَقُولُ: وَاللهِ لَأَصُومَنَّ النَّهَارَ، وَلَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ، فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، قَالَ: فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ، "فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ"، قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ، قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ، فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ.



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک میری یہ بات پہنچا گئی کہ اللہ کی قسم! زندگی بھر میں دن میں تو روزے رکھوں گا۔ اور ساری رات عبادت کروں گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، ہاں میں نے یہ کہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں، اس لیے روزہ بھی رکھ اور بے روزہ بھی رہ۔ عبادت بھی کر لیکن سوؤ بھی اور مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے، اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا، میں نے



کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن کے لیے روزے چھوڑ دیا کر۔ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن بے روزہ کے رہ کہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ایسا ہی تھا۔ اور روزہ کا یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔ میں نے اب بھی وہی کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے لیکن اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔

ہمیشہ روزے رکھنے سے روکا گیا ہے، اور اس میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ہمیشہ روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ عید کے دنوں اور ایام تشریق کے دنوں کا روزہ بھی نہ چھوڑے، اگر طاقت ہو تو ان دنوں کے علاوہ باقی دنوں کا روزہ رکھ سکتا ہے، لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ ان دنوں کے علاوہ باقی دنوں کا روزہ رکھنا بھی صیام دھر میں داخل ہے، عیدین اور ایام تشریق کا روزہ رکھنا تو ممنوع ہے، ان دنوں کے علاوہ باقی ایام کا مسلسل روزہ رکھنا بھی منع ہے، اور یہی بات صحیح ہے۔

۵۷۔بَابُ حَقِّ الأَهْلِ فِي الصَّوْمِ:

باب: روزہ میں بیوی اور بال بچوں کا حق

رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

۱۹۷۷: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، سَمِعْتُ عَطَاءً، أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ، فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ، وَإِمَّا لَقِيتُهُ، فَقَالَ: أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ وَتُصَلِّي وَلَا تَنَامُ، "فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ، وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا"، قَالَ: إِنِّي لَأَقْوَى لِذَلِكَ، قَالَ: فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام، قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى، قَالَ: مَنْ لِي بِهَذِهِ يَا نَبِيَّ اللهِ، قَالَ عَطَاءٌ: لَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ مَرَّتَيْنِ.

ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو عاصم نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے، انہوں نے عطاء سے سنا، انہیں ابو عباس شاعر نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں۔ اب یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا خود میں نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تو متواتر روزے رکھتا ہے اور ایک بھی نہیں چھوڑتا اور (رات

بھر) نماز پڑھتا رہتا ہے؟ روزہ بھی رکھ اور بے روزہ بھی رہ، عبادت بھی کر اور سوؤ بھی کیونکہ تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کر۔ انہوں نے کہا اور وہ کس طرح؟ فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں پھیرتے تھے۔ اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں پیٹھ پھیر جاؤں۔ عطاء نے کہا کہ مجھے یاد نہیں (اس حدیث میں) صوم دہر کا کس طرح ذکر ہوا! (البتہ انہیں اتنا دیا تھا کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو صوم دہر رکھتا ہے اس کا روزہ ہی نہیں، دو مرتبہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا)۔

۵۸۔ بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ:

باب: ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا بیان

۱۹۷۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُغِيرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، قَالَ: أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ: صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَقَالَ: اقْرَإِ القُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ، قَالَ: إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ فِي ثَلَاثٍ".



ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے مغیرہ نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مہینہ میں صرف تین دن کے روزے رکھا کر۔ انہوں نے کہا کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ اسی طرح وہ برابر کہتے رہے (کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ مہینہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کر۔ انہوں نے اس پر بھی کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور برابر یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن میں (ایک قرآن ختم کیا کر)۔

قولہ اقرء القرآن "حتی قال فی ثلاث" بعض احادیث میں سات دن میں قرآن مکمل کرنے کا ذکر آتا ہے، اور اسی کو ترجیح حاصل ہے، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ سات دنوں میں قرآن کریم مکمل کیا کرتے تھے۔



۵۹۔بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

باب: داؤد علیہ السلام کا روزہ

۱۹۷۹: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ، وَكَانَ شَاعِرًا، وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيثِهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ. فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ، وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ، قُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى".

ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوعباس مکی سے سنا، وہ شاعر تھے لیکن روایت حدیث میں ان پر کسی قسم کا اتہام نہیں تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو متواتر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو یونہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی، اور تو بے حد کمزور ہو جائے گا یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بلاناغہ ہر روز) روزہ رکھے۔ تین دن کا (ہر مہینہ میں) روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ میں نے اس پر کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھا کر۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھلایا کرتے تھے۔

شرح بخاری

اس سے پہلا باب ایک دن روزہ رکھنے اور دوسرے دن افطار کرنے کے بارہ میں اس لیے قائم کیا ہے تاکہ ایسے روزے کی افضلیت پر تنبیہ کی جائے، اور یہ باب صوم داودی میں حضرت داود علیہ السلام کی اقتداء اور پیروی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے قائم کیا ہے۔

قولہ وکان شاعرًا وکان لا یتھم اگرچہ شاعروں کا کام مبالغہ کرنا اور کسی کی تعریف یا مذمت میں غلو کرنا ہوتا ہے۔ لیکن ابوالعباس سے روایت کرنے والے نے بتادیا کہ ابوالعباس اگرچہ شاعر ہے، مگر وہ حدیث میں متہم نہیں ہے۔

قولہ ولا یفر إذا لاقی... یعنی وہ ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن روزہ نہ رکھنے سے کمزور نہیں ہوتے تھے کہ لڑائی کے وقت میدان سے فرار ہو جائیں، بلکہ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہتے تھے۔

۱۹۸۰: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ

اللهِ بْنِ عَمْرٍو، فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي، فَدَخَلَ عَلَيَّ، فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، فَجَلَسَ عَلَى الأَرْضِ، وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَقَالَ: أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: خَمْسًا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: سَبْعًا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: تِسْعًا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِحْدَى عَشْرَةَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، شَطْرَ الدَّهْرِ، صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا".

ہم سے اسحق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے اور ان سے ابوقلابہ نے کہ مجھے ابوملیح نے خبر دی، کہا کہ میں آپ کے والد کے ساتھ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے روزے کے متعلق خبر ہو گئی۔ (کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میں نے ایک گدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بچھا دیا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے۔ اور تکیہ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہارے لیے ہر مہینہ میں تین دن کے روزے کافی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (کچھ اور بڑھا دیجئے) آپ نے فرمایا، اچھا پانچ دن کے روزے (رکھ لے) میں نے عرض کی، یارسول اللہ کچھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو چھ دن، میں نے عرض کی یارسول اللہ! (کچھ اور بڑھایئے، مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اچھا نو دن، میں نے عرض کی، یارسول اللہ! کچھ اور فرمایا، اچھا گیارہ دن۔ آخر آپ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے روزے کے طریقے کے سوا اور کوئی طریقہ (شریعت میں) جائز نہیں۔ یعنی زندگی کے آدھے دنوں میں ایک دن کا روزہ رکھ اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔





٦٠- بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْبِيضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ:



باب: ایام بیض کے روزے یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھنا

١٩٨١: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ".



ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوعثمان نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر

مہینے کی تین تاریخوں میں روزہ رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح چاشت کی دو رکعتوں کی بھی وصیت فرمائی تھی اور اس کی بھی کہ سونے سے پہلے ہی میں وتر پڑھ لیا کروں۔

بیض سے مراد وہ راتیں ہیں جن میں شروع رات سے لے کر آخر رات تک چاند باقی رہتا ہے لہٰذا لفظ "بیض" راتوں کی صفت ہے یعنی ان دنوں کا روزہ جن کی راتیں سفید ہوتی ہیں۔ ایام کی صفت نہیں ہے بعض نے اس کے خلاف بھی کہا ہے۔

حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایام بیض کا روزہ اس لیے ہے کہ بعض دفعہ سورج گہن ان دنوں میں ہوتا ہے: "ولأن الکسوف غالباً یقع فیھا" لیکن حافظ کی یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ سورج گہن ستائیس، اٹھائیس اور انتیس کو ہوتا ہے، جبکہ تیرہ، چودہ، پندرہ کو چاند گہن ہوتا ہے۔ حافظ نے ایام بیض میں سورج گہن کا گمان کر لیا ہے اور کہا کہ ان دنوں میں روزہ رکھنے سے دو عبادتیں جمع ہو جائیں گی ایک روزہ رکھنا اور دوسری عبادت صلوٰۃِ کسوف ادا کرنا، حالانکہ دو عبادتیں جمع نہیں ہوسکتیں، کیونکہ ان تواریخ میں چاند گہن ہوسکتا ہے لہٰذا نمازِ خسوف رات کو ہوگی اور روزہ دن میں رکھا جاتا ہے تو دو عبادتیں کیسے جمع ہوسکتی ہیں؟

٦١- بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ:

باب: جو شخص کسی کے ہاں بطور مہمان ملاقات کے لیے گیا اور ان کے یہاں جا کر اس نے اپنا نفلی روزہ نہیں توڑا

١٩٨٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ، قَالَ: أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ، وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ، فَدَعَا لِأُمِّ سُلَيْمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي خُوَيْصَّةً، قَالَ: مَا هِيَ؟ قَالَتْ: خَادِمُكَ أَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ، قَالَ: اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا، وَوَلَدًا، وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ، فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا، وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَّاجٍ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ". حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے خالد نے (جو حارث کے بیٹے ہیں) بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا نامی ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی اس کے برتن میں رکھ دو

کیونکہ میں توروزے سے ہوں، پھر آپ نے گھر کے ایک کنارے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ لاڈلا بھی تو ہے (اس کے لیے بھی تو دعا فرمادیجئیے) فرمایا کون ہے انہوں نے کہا آپ کا خادم انس (رضی اللہ عنہ) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہ چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔ آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا فرما اور اس کے لیے برکت عطا کر (انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ) چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا حجاج کے بصرہ آنے تک میری صلبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس دفن ہو چکے تھے۔
ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں یحییٰ نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے حمید نے بیان کیا، اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کے ساتھ۔

٦٢-بَابُ الصَّوْمِ آخِرَ الشَّهْرِ:

باب: مہینے کے آخر میں روزہ رکھنا



١٩٨٣: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ. ح وحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ سَأَلَهُ، أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ، فَقَالَ: يَا أَبَا فُلَانٍ، "أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هَذَا الشَّهْرِ؟ قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ، قَالَ الرَّجُلُ: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَإِذَا أَفْطَرْتَ، فَصُمْ يَوْمَيْنِ، لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ ثَابِتٌ: عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ.

ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان نے (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے، ان سے غیلان بن جریر نے، ان سے مطرف نے، ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا (مطرف نے یہ کہا کہ) سوال تو کسی اور نے کیا تھا لیکن وہ سن رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوفلاں! کیا تم نے اس مہینے کے آخر کے روزے رکھے؟ ابونعمان نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ کی مراد رمضان سے تھی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ثابت نے بیان کیا، ان سے مطرف نے، ان سے عمران رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کے آخر کے بجائے) شعبان کے آخر میں کا لفظ بیان کیا (یہی صحیح ہے)۔

شرح بخاری



قولہ أما صمت سرر هذا الشهر لفظِ "سرر" میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ "سرة" سے ہے جو کہ "وسط" کے معنی میں ہے، اور اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ وسط شعبان میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ "إسرار" سے ہے، جو کہ پوشیدہ ہونے کے معنی میں ہے، اور اس سے آخر شہر مراد ہے، کیونکہ مہینے کے آخر میں اٹھائیس، انیتس، اور تیس کو چاند پوشیدہ ہوتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب الصوم من أخر الشهر" لا کر اسی معنی کو اختیار کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قولہ فإذا أفطرت فصم يومين اس آدمی سے آپ نے سوال کیا کہ تو نے آخر شہر میں روزے رکھے ہیں اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اس کی جگہ دوسرے دنوں میں دو روزے رکھ لینا، اس آدمی کی اخیر شعبان میں روزے رکھنے کی عادت ہوگی، لیکن آپ نے منع کر دیا، کیونکہ رمضان سے ایک، دو دن پہلے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، اس لیے آپ نے اس سے فرمایا چونکہ تیری عادت روزہ رکھنے کی ہے لہذا رمضان کے بعد ان کی قضاء دے لینا، اس سے معلوم ہوا کہ نوافل کی قضاء بھی ہوسکتی ہے۔

٦٣- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ:

باب: جمعہ کے دن روزہ رکھنا اگر کسی نے خالی ایک جمعہ کے دن کے روزہ کی نیت کر لی تو اسے توڑ ڈالے

١٩٨٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، قَالَ: نَعَمْ". زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ يَعْنِي أَنْ يَنْفَرِدَ بِصَوْمٍ.

ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عبدالحمید بن جبیر نے اور ان سے محمد بن عباد نے کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ابو عاصم کے علاوہ راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ خالی (ایک جمعہ ہی کے دن) روزہ رکھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا منع ہے، ہاں اگر جمعہ کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھے تب جائز ہے، امام مالک کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن روزہ بہتر ہے، ان کو اگرچہ یہ حدیث پہنچی ہوگی لیکن عمل اہل مدینہ کے مقابلہ میں وہ حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ عمل کے مقابلہ میں حدیث نبوی کو چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے۔ حافظ نے اکیلے جمعہ کے روزے کی ممانعت کے کئی اسباب ذکر کئے ہیں ایک یہ کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہوتا ہے اور عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ غیر کو ملا کر جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جمعہ کے دن روزہ رکھ کر دیگر عبادت سے کمزوری کا ڈر ہے۔ لیکن اس میں بھی وہی اشکال ہے جو پہلے سبب میں

ذکر ہوا ہے۔

تیسرا سبب یہ ذکر ہوا ہے کہ جمعہ کے دن کے روزے سے اس لیے روکا گیا ہے تاکہ اس دن کی تعظیم میں مبالغہ نہ ہوجائے اور یہ مبالغہ فتنہ کا باعث نہ بن جائے جیسا کہ یہودی ہفتہ کے دن کے فتنہ میں واقع ہوگئے تھے۔

چوتھا سبب: تاکہ لوگ اس دن کے روزے کے وجوب کا عقیدہ نہ بنالیں، لیکن اس پر اعتراض یہ ہے کہ سوموار اور جمعرات کا روزہ مشروع ہے حالانکہ ان کے روزے میں بھی یہ احتمال موجود ہے۔

پانچواں سبب: جمعہ کے دن کے روزے کے فرض ہو جانے کا ڈر تھا اس لیے آپ نے اس دن کے روزے سے روک دیا تھا، اس پر یہ اشکال ہے کہ غیر کے ساتھ جمعہ کے دن روزے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ خوف تو پھر بھی موجود ہے۔ حافظ نے ان میں سے پہلے سبب کو ترجیح دیتے ہوئے دو احادیث پیش کی ہیں ایک مستدرک حاکم کی حدیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "یوم الجمعة عید فلا تجعلوا یوم عیدکم یوم صیامکم إلا أن تصوموا قبله أو بعده"[1] دوسری ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: "من کان منکم متطوعًا من الشهر فلیصم یوم الخمیس ولا یصم یوم الجمعة فانه یوم طعام وشراب وذکرٍ"[2]

١٩٨٥: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ".

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوصالح نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص جمعہ کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک بعد روزہ نہ رکھتا ہو۔



١٩٨٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ. ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: أَصُمْتِ أَمْسِ ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: فَأَفْطِرِي"، وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ: سَمِعَ قَتَادَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ، أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ، فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، (دوسری سند) اور امام بخاری



---

[1] مستدرک حاکم: ١٥٩٥

[2] مصنف ابن ابی شیبہ: ٩٢٤٣

رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابوایوب نے اور ان سے جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں جمعہ کے دن تشریف لے گئے، (اتفاق سے) وہ روزہ سے تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دریافت فرمایا کے کل کے دن بھی تو نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر روزہ توڑ دو۔ حماد بن جعد نے بیان کیا کہ انہوں نے قتادہ سے سنا، ان سے ابوایوب نے بیان کیا اور ان سے جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور انہوں نے روزہ توڑ دیا۔

٦٤-بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الأَيَّامِ:

باب: روزے کے لیے کوئی دن مقرر کرنا

١٩٨٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً". وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيقُ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (روزہ وغیرہ عبادات کے لیے) کچھ دن خاص طور پر مقرر کر رکھے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ بلکہ آپ کے ہر عمل میں ہیشگی ہوتی تھی اور دوسرا کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی طاقت رکھتا ہو؟

اس ترجمہ باب میں اَیّام سے مراد ایام شہر ہیں۔ ورنہ ایام سبت سے آپ سوموار اور جمعرات کے دنوں کو روزے کے ساتھ خاص کیا کرتے تھے، یہ ثابت ہے اس کے علاوہ عبادت کے لیے دنوں کی تخصیص کر لینا جائز نہیں ہے۔

٦٥-بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ:

باب: عرفہ کے دن روزہ رکھنا

١٩٨٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ، أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ، "أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ،

فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا کے مولی عمیر نے بیان کیا اور ان سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا اور ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں عمر بن عبداللہ کے غلام ابونضر نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر نے اور انہیں ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہ ان کے یہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے، آپ نے دودھ پی لیا۔

سنن ابی داود میں ہے کہ حاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا منع ہے[1]۔ لیکن وہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں ہے اس لیے انہوں نے عام لفظوں میں باب قائم کیا ہے۔ امام بخاری جو حدیث لائے ہیں اس میں ہے کہ اس دن نبی اکرم ﷺ کا روزہ نہیں تھا۔ ابوداؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی کے لیے عرفہ کے دن کا روزہ منع ہے دیگر لوگ یوم عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں، بلکہ ان کے لیے یوم عرفہ کے روزے کے دو سال کا کفارہ بننے کی فضیلت آئی ہے[2]۔ احناف کے ہاں حاجی اگر متمتع یا قارن ہو تو وہ احرام کی حالت میں روزے رکھ سکتا ہے ان میں اگر عرفہ کا دن بھی آجائے تو اس کا روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ فأرسلت إليه اس حدیث میں ہے کہ ام فضل نے دودھ کا پیالہ آپ کی طرف بھیجا تھا، اور اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے پیالہ بھیجا تھا۔ دراصل ام الفضل اور حضرت میمونہ دونوں بہنیں تھیں اور ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ کا پیالہ بھیجنے میں دونوں بہنیں شامل ہوں گی۔

١٩٨٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّاسَ شَكُّوا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ".

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، (یا ان کے سامنے حدیث کی قرآت کی گئی)۔ کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں کریب نے اور انہیں میمونہ رضی اللہ

---

1. سنن ابی داود: ٢٤٤٠
2. سنن ترمذی: ٧٤٩

عنہا نے کہ عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرما تھے۔ آپ نے دودھ پی لیا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

٦٦-بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ:

باب: عید الفطر کے دن روزہ رکھنا

١٩٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ، قَالَ: "شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: هَذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا: يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ". قَالَ أَبُو عَبْد الله: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: مَنْ قَالَ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ قَالَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، فَقَدْ أَصَابَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ازہر کے غلام ابوعبید نے بیان کیا کہ عید کے دن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خدمت میں حاضر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔ (رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (عید الفطر) اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عید الاضحیٰ کا دن)۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا سفیان بن عیینہ نے کہا، جس نے ابوعبداللہ کو ابن ازہر کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا، اور جس نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ازہر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دونوں اس غلام میں شریک تھے)۔

قولہ قال ابو عبداللہ ابو عبید کو مولیٰ ابن ازہر اور مولیٰ عبدالرحمان بن عوف کہا گیا ہے، ہوسکتا ہے کہ اسے ان دونوں نے آزاد کیا ہو یا ایک کی طرف صحبت کی نسبت ہے اور دوسرے کی طرف آزاد کرنے کی نسبت ہے۔

١٩٩١: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَعَنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی ممانعت کی تھی اور ایک کپڑا سارے بدن پر لپیٹ لینے

سے اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

١٩٩٢: وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ".

اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے (منع فرمایا)۔

٦٧- بَابُ الصَّوْمِ يَوْمَ النَّحْرِ:

باب: عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ رکھنا

١٩٩٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَا، قَالَ: سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ وَبَيْعَتَيْنِ: الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام نے خبر دی، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہوں نے عطاء بن میناء سے سنا، وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے۔ اور ملامست اور منابذت کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے۔



١٩٩٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ رَجُلٌ: نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا، قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ: الِاثْنَيْنِ، فَوَافَقَ ذَلِكَ يَوْمَ عِيدٍ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: "أَمَرَ اللهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ عنبری نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن عون نے خبر دی، ان سے زیاد بن جبیر نے بیان کیا کہ ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک شخص نے ایک دن کے روزے کے نذر مانی۔ پھر کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ پیر کا دن ہے اور اتفاق سے وہی عید کا دن پڑ گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے (اللہ کے حکم سے) منع فرمایا ہے۔ (گویا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا)۔



قولہ فقال ابن عمر... یہاں دو متعارض چیزیں آ گئی ہیں، نذر پورا کرنے کا حکم ہے اس لیے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سوموار کا روزہ رکھ لے، اور سوموار عید کا دن تھا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ سوموار کا روزہ نہ رکھے، اور اس کا حل یہ ہے کہ وہ عید کے دن روزہ نہ رکھے۔ اس کے بعد رکھ لے تاکہ اس کی نذر پوری ہو سکے۔

یہ تو تب ہے جبکہ سوموار کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو اور اس دن اتفاق سے عید ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص

نذر ہی عید کے دن روزہ رکھنے کی مان لے، تو ایسی نذر منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ منہی عنہ کی نذر ہے، لیکن اس میں کفارہ آئے گا یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے، اس صورت میں حنابلہ کفارہ دینے کے قائل ہیں، لیکن شوافع اور مالکیہ کفارہ کے قائل نہیں ہے کیونکہ یہ نذر معصیت ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ دینے کو ترجیح حاصل ہے، مسلم میں ہے کہ نذر معصیت میں کفارہ یمین ہے [1]۔

١٩٩٥: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ قَزَعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، قَالَ: سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي، قَالَ: "لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا، أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قزعہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہادوں میں شریک رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت ہی پسند آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی عورت دو دن (یا اس سے زیادہ) کے اندازے کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی اور محرم نہ ہو۔ اور عید الفطر اور عید الاضحی کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز جائز نہیں اور چوتھی بات یہ کہ تین مساجد کے سوا اور کسی جگہ کے لیے «شد الرحال» سفر نہ کیا جائے، مسجد الحرام، مسجد الاقصیٰ اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی)۔

٦٨-بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ:

باب: ایام تشریق کے روزے رکھنا

١٩٩٦: وَقَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، "كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَصُومُ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ بِمِنًى، وَكَانَ أَبُوهَا يَصُومُهَا.

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا

[1] مسلم (١٣) ١٦٤٥

ایام منی (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔

اس روایت کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہونے کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے "قال" سے تعبیر کیا ہے، ایام تشریق سے مراد ایام منیٰ ہیں، یہ کھانے پینے کے دن ہیں اس لیے ان دنوں کے روزے سے منع کیا گیا ہے، حاجی جس نے روزے رکھنے ہوں اسے ان دنوں میں روزہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

۱۹۹۷-۱۹۹۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عِيسَى بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَا: "لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصَمْنَ، إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا، اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔



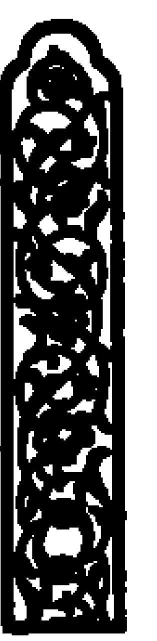
۱۹۹۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا، وَلَمْ يَصُمْ، صَامَ أَيَّامَ مِنًى"، وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، مِثْلَهُ، تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

شرح بخاری

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منی (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

٦٩- بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

باب: اس بارے میں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ کیسا ہے؟



۲۰۰۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَوْمَ عَاشُورَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے عمر بن محمد نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھ لے۔

عاشوراء کا روزہ قریش بھی رکھتے تھے، اور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہود بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی اس لیے ہم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: "نحن أولى بموسىٰ منكم"[1] تو آپ نے خود بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور اُمت کو بھی اس کا حکم دیا، دوسرے سال رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو آپ نے عاشوراء کے روزے میں اختیار دے دیا کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے[2]، معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا یا اس کی تاکید تھی، رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشوراء کی فرضیت یا اس کی تاکید منسوخ ہوگئی، اور اس کا استحباب باقی رہ گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو تاریخ کا روزہ رکھوں گا، بعض روایات میں آتا ہے کہ دس سمیت ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھ لو، یا بجع دس کے ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے دونوں رکھ لو، آپ نے فرمایا تھا: "لأصومن التاسع"[3] دیگر احادیث کو ملا کر اس کا معنیٰ "لأصومن التاسع مع العاشر" کیا جاتا ہے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہاں عجیب نقطہ بیان کیا ہے کہ پہلے آپ نے جو روزہ رکھا تھا وہ یہودیوں کی موافقت کے لیے رکھا تھا، اور اس روزے کی تاکید یہود کی موافقت کے لیے تھی، ورنہ نفس روزہ پہلے سے قریش کی عادت تھی، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: "كانت قريش تصوم عاشوراء في الجاهلية وكان النبي ﷺ أيضًا يصومه"[4] اس کے بعد مدینہ میں آکر یہود سے اس روزہ کی وجہ پوچھی اور اس کے بعد اعلان کرادیا کہ جس شخص نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا وہ روزہ کی نیت کرلے، اور جس نے کھانا کھالیا ہے، وہ اس کے بعد شام تک کھانا نہ کھائے، اور قضاء دے لے، یہ تاکید رمضان کے آنے سے ختم ہوگئی، یہ بات نہیں کہ ماہ رمضان کے آنے کی وجہ سے یہ روزہ منسوخ ہوا ہے۔ شاہ عبدالعزیز کی بات کا یہ مقصد ہے کہ عاشوراء کے روزہ میں دو چیزیں تھیں ایک اس کی ذاتی خصوصیت ہے، جس کی بنا پر قریش یہ روزہ رکھتے تھے، اور آپ بھی یہ روزہ رکھتے تھے، اور ایک یہ ہے کہ یہودیوں کی موافقت کے لیے تھا، کیونکہ آپ بعض امور میں جن میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی یہود کی موافقت کرلیتے تھے، یہود کے روزہ رکھنے کی بنا

[1] صحیح بخاری: ۳۹۴۳

[2] صحیح بخاری: ۲۰۰۱، مسلم (۱۱۳) ۱۱۲۵

[3] صحیح مسلم (۱۳۴) ۱۱۳۴

[4] صحیح مسلم (۱۱۳) ۱۱۲۵

وہم پر تھی، وہ سمجھتے تھے کہ یہ وہی دن پلٹ کر آگیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی، حالانکہ وہی دن پلٹ کر نہیں آسکتا، یہ تو صرف اسمی مشارکت ہوتی ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں جیسے کہ سفر کرتے ہوئے روڈ پر میلوں کے نشانات ہوتے ہیں چلتے ہوئے سو میل کے بعد پھر ایک آجائے تو یہ وہی ایک نہیں ہوتا جو گزرا ہے بلکہ یہ اسمی مشارکت ہوتی ہے، اسی دن کا پلٹ کر آنا وہم تھا یہ وہی دن تو نہیں کہ اس دن بھی فرعون غرق ہوتا ہوا نظر آرہا ہو۔ اسمی مشارکت سے انسان وہی دن سمجھ لیتا ہے۔ کیونکہ وہی دن دوبارہ نہیں آسکتا، اور ایک سال کے کفارے کی ذاتی فضیلت کی بنا پر اسے رہنے دیا ہے۔

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن بھی دوبارہ پلٹ کر نہیں آسکتا، صرف نام میں مشارکت ہوتی ہے یہود کے احکام کی بناء توہمات پر تھی، جبکہ اسلام کی بنیاد حقائق پر ہے، ابتداء میں جبکہ اسلام کی تکمیل نہیں ہوئی تھی، آپ ان کی موافقت پسند کرتے تھے، اور جب شریعت مکمل ہوگئی تو یہ توہمات اٹھا دیئے گئے۔ آج کل میلاد منانے والے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اس دن نبی کریم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، حالانکہ آپ کی پیدائش کا دن سینکڑوں سال پہلے گزر چکا ہے وہ واپس نہیں آسکتا، اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، میں پیر کے دن پیدا ہوا ہوں[1]۔ اس لیے اس دن روزہ رکھتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں ایک خصوصیت ہے، وہ یہ کہ اس دن بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ پر پیش کیے جاتے ہیں، اس ذاتی خصوصیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس دن کو آپ کی پیدائش اور نبوت اور آپ کی ہجرت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اور اس دن روزہ اس ذاتی فضیلت کی بنا پر رکھا جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہ روزہ نہیں رکھا جاتا کہ وہی دن پلٹ کر آگیا ہے، اسی طرح جمعہ کے دن میں اصل خصوصیت ساعت جمعہ ہے جو اس دن میں پائی جاتی ہے، باقی آدم علیہ السلام کا اس دن پیدا ہونا یا اس دن قیامت کا آنا یہ اتفاقاً جمع ہوگئے ہیں۔



٢٠٠١: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو جس کا دل چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جو نہ چاہتا نہیں رکھا کرتا تھا۔

٢٠٠٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ،



[1] صحیح مسلم: (١٩٨) ١١٦٢

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے اور ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکھتے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا چاہے نہ رکھے۔

٢٠٠٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ، أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "هَذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ، وَلَمْ يَكْتُبِ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے دن منبر پر سنا، انہوں نے کہا کہ اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کدھر گئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور اب جس کا جی چاہے روزہ سے رہے (اور میری سنت پر عمل کرے) اور جس کا جی چاہے نہ رہے۔

٢٠٠٤: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ".

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سعید بن جبیر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ

عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

قولہ ٔفأنا أحق بموسیٰ اس پر ایک اعتراض آتا ہے وہ یہ کہ آپ جس دن ہجرت کرکے مدینہ میں آئے تھے وہ ربیع الاول کا دن تھا، اور عاشوراء محرم کے مہینے میں ہے، تو یہود کو اس دن روزہ رکھے ہوئے آپ نے کیسے دیکھ لیا جیسا کہ اس حدیث میں ہے: "قدم النبی ﷺ المدینة فرأی الیهود تصوم یوم عاشوراء" اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب آپ آئے اسی دن ان کا عاشوراء کا روزہ تھا، بلکہ مدینہ میں آنے کے بعد آئندہ سال ان کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں، تب ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے وہ جواب دیا جو اس حدیث میں ذکر ہوا ہے۔



بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ یہود کے عیدوں وغیرہ کے دن شمسی لحاظ سے ہوں، اس طرح وہ دن ربیع الاول میں آگیا ہو، لیکن اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ نے ربیع الاول میں عاشوراء کا روزہ رکھا ہوگا، لہٰذا پہلا جواب ہی درست ہے۔

٢٠٠٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُودُ عِيدًا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَصُومُوهُ أَنْتُمْ".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ابوعمیس نے، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن کو یہودی عید کا دن سمجھتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔





٢٠٠٦: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ".



ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عبیداللہ بن ابی یزید

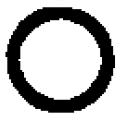
نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوا عاشوراء کے دن کے اور اس رمضان کے مہینے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے قصد کر کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

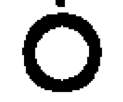
٢٠٠٧: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ، أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ".

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا حکم دیا تھا کہ جو کھا چکا ہو وہ دن کے باقی حصے میں بھی کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہئے کیونکہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔

قولہ فلیصم بقیۃ یومہ... اس سے مراد یہ ہے کہ آئندہ دن میں نہ کھائے اور اسکی جگہ کسی اور دن میں روزہ رکھ لے۔









کتاب صلاۃ التراویح

کتاب نماز تراویح پڑھنے کا بیان

١-بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ:

باب: رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت

٢٠٠٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ لِرَمَضَانَ: مَنْ قَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے ابوسلمہ نے خبر دی، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے فضائل بیان فرمارہے تھے کہ جو شخص بھی اس میں ایمان اور نیت اجر و ثواب کے ساتھ (رات میں) نماز کے لیے کھڑا ہو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

شرح بخاری

تراویح، ترویحۃ کی جمع ہے، جس کا معنی آرام کرنا ہے، چونکہ نبی اکرم ﷺ چار رکعات پڑھنے کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔ اس لیے اسے تراویح کہتے ہیں۔ حنفی کہتے ہیں ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے اور آپ کے پانچ ترویحے تھے لہٰذا تراویح بیس رکعت تھیں، امام بخاری رحمہ اللہ گیارہ رکعت کی حدیث لائے ہیں، ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، تیرہ رکعت پڑھنی چاہیے، اگر تیرہ رکعت پڑھی جائیں تو تین ترویحے ہو جاتے ہیں، لفظ "تراویح" کا استعمال اصل میں بعد میں شروع ہوا ہے، اگرچہ اس کا مفہوم آرام کرنا ہے اور آرام کرنا نبی کریم علیہ السلام سے ثابت ہے آپ چار رکعت کے بعد کچھ آرام کیا کرتے تھے، لیکن آپ گیارہ یا تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے، گیارہ یا تیرہ رکعت پڑھنا آپ سے ثابت ہے، محمد بن اسحق گیارہ رکعت پڑھنے کے قائل ہیں، نبی اکرم ﷺ نے تین دن جماعت کرائی تھی پھر آپ نے جماعت کرانا چھوڑ دیا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس طرف توجہ نہیں ہوئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ نے لوگوں کی ایک ہی مسجد میں متعدد جماعتیں دیکھ کر دو امام مقرر کر دیئے، حضرت ابی بن کعب کو مردوں کے لیے اور تمیم داری کو عورتوں کا امام بنادیا، مؤطا میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے انہیں گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا[1]، ابن عبدالبر نے مؤطا کی اس روایت پر جرح کی ہے، کہ گیارہ رکعت کہنے میں امام مالک منفرد ہیں، لیکن سیوطی نے اس کی تردید کی ہے، اور کہا

[1] مؤطا مالک، باب: ماجاء فی قیام رمضان (٤)

ہے کہ امام مالک منفرد نہیں ہیں، دو راوی اور بھی ان کی متابعت کرتے ہیں، بلکہ بیس رکعات بیان کرنے والا راوی منفرد ہے۔ لہٰذا بیس رکعت کی روایت شاذ ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے کہ حضرت عمر فاروق نے گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا، لیکن لوگوں نے قرآن زیادہ پڑھنے کے لیے بیس رکعات کرلی ہوں گی۔

شاہ ولی اللہ کا قول ہے کہ بارہ کی گنتی انسان کے رفع درجات کے لیے نصاب کامل ہے، کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے: "من واظب علی ثنتی عشرة رکعةً بنی الله له بیتًا فی الجنة"

بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے بیس رکعت پڑھی ہوں گی، کیونکہ ابو یوسف سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا "لم یکن عمر مبتدعًا" لہٰذا نبی کریم علیہ السلام نے بیس پڑھی ہوں گی تب ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس مقرر کی ہیں حالانکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیس مقرر نہیں کیں، ان کے دور میں پڑھی گئی ہیں مؤطا میں ان کے گیارہ رکعت کا حکم دینے کی صراحت آتی ہے[1]۔ حنفی کہتے ہیں اصل بیس رکعت ہیں، چار رکعات کے بعد بیٹھا جاتا ہے، اس وقفہ میں لوگ مکہ میں طواف کیا کرتے تھے، پھر دو رکعت پڑھتے تھے مدینہ والوں نے سمجھا کہ مکہ والے ہم پر فضیلت لے گئے، اس لیے وہ وقفہ میں الگ چار رکعات پڑھ لیتے تھے، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، جہاں چالیس کا ذکر آتا ہے وہاں باجماعت کا ہی ذکر آتا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ نوافل ہیں ان کی جماعت رمضان میں ثابت ہے، حنفی کہتے ہیں کہ باجماعت صرف بیس رکعت ہی پڑھی جائیں گی، اور وتر تین رکعت صرف رمضان کے مہینے میں ہی باجماعت پڑھے جائیں گے، غیر رمضان میں نہیں۔ امام مالک چالیس تک جماعت کے قائل ہیں، سیوطی نے لکھا ہے کہ امام مالک خود گیارہ رکعت پسند کرتے تھے، اور انہوں نے زائد سے منع نہیں کیا، لیکن چالیس پر دوام نہیں رہا۔ حنفی مالکی حنبلی اور شافعی بیس کے قائل ہیں۔ گویا عملی طور پر اس پر اجماع ہوگیا ہے، لیکن اس اجماع سے بیس کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوگا، سنت کا اثبات تو نبی کریم علیہ السلام کی حدیث سے ہو سکتا ہے۔ اگرچہ بیس رکعات جائز ہیں لیکن سنت گیارہ رکعات ہی[2] ہیں۔ کبھی آپ نے تیرہ بھی پڑھی ہیں، ابن ہمام نے بھی لکھا ہے کہ گیارہ محقق اور باقی مستحب ہیں، کیونکہ یہ

[1] مؤطا مالک باب ما جاء فی قیام رمضان، (۴)

[2] گیارہ رکعت کے سنت نبوی ہونے پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں، ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے "أنه سأل عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلاةُ رسول الله ﷺ فی رمضان؟ فقالت ما كان يزيد فی رمضان ولا فی غيره علی إحدى عشرة ركعةً. يصلي أربعًا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي أربعًا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثًا" (صحیح بخاری، حدیث ۲۰۱۳)

ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ ماہ رمضان میں کتنی رکعت پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ (ایک سلسلہ میں) چار رکعت پڑھتے جن کی خوبصورتی اور لمبائی کے بارہ میں تو سوال نہ کر (کیونکہ تو اس کی طاقت نہیں رکھتا) پھر چار رکعت ایسے ہی پڑھتے، اس کے بعد تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ عن السائب بن يزيد أنه قال أمر عمر بن الخطاب أبی بن كعب وتميما الداری أن يقوما

فعل صحابہ بھی ہے۔ اس لیے مستحب کہہ دیا ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ حافظ قرآن کو یہ قیام گھر میں کر لینا چاہیے، ورنہ مسجد میں آکر قرآن سننا چاہیے، لیکن گھر میں پڑھنے کی اجازت دی جائے تو لوگوں میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

بیس رکعت کو بدعت نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ جو کام صحابہ نے کیا ہو اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ بیس کا ثبوت التزاماً ہوتا ہے کہ انہوں نے "مَنْ قَامَ رمضان إيمانًا واحتسابًا"[1] کے عموم سے یہ سمجھ لیا کہ آپ نے اسے مقید نہیں کیا، اگرچہ آپ کا عمل گیارہ کا ہے لیکن زائد سے روکا نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ آپ نے "من قام رمضان ايمانا واحتسابا" میں کوئی تعین نہیں کیا، لہٰذا کم یا زیادہ رکعات پڑھنے والا اس میں داخل ہے، قیام اللیل کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ نے چار رکعتیں اتنی لمبی کیں کہ ماہ رمضان میں ان چار رکعتوں کو صبح تک لے گئے تھے، گویا "من قام رمضان" میں سب داخل ہیں، بدعت نہیں کہنا چاہیے۔

۲۰۰۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ

للناس بإحدى عشرة ركعةً قال وقد كان القارئ يقرء بالمئين حتى كنا نعتمد على العصي من طول القيام وما كنا ننصرف إلا فى فروع الفجر۔ مؤطا مالک، سائب بن یزید نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں، قاری مئین سورتیں پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم طولِ قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے، اور ہم فجر کے قریب گھروں کو واپس لوٹتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تین راتیں قیام کرایا اور نمازِ تراویح پڑھائی تھی پھر آپ نے قیام کرانا اس لیے چھوڑ دیا تھا تاکہ یہ قیام اُمت پر فرض نہ کر دیا جائے ان تین راتوں میں آپ نے کتنی رکعات پڑھائی تھیں یہ فیصلہ کن بات ہے۔ ان تین راتوں میں آپ سے وتر کے بغیر آٹھ رکعت پڑھانا ثابت ہے جیسا کہ معجم صغیر طبرانی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "قال صلي بنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فى شهر رمضان ثمان ركعات وأوتر فلما كانت القابلة اجتمعنا فى المسجد ورجونا أن يخرج فلم نزل فيه حتى أصبحنا ثم دخلنا فقلنا يا رسول الله اجتمعنا البارحة فى المسجد ورجونا أن تصلي بنا فقال إنى خشيت أن يكتب عليكم۔ (المعجم الصغير للطبراني ج۱، ص ۱۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آٹھ رکعت قیام کرایا تھا، اس کے بعد وتر پڑھایا، اور ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت نماز تراویح سنت ہے۔ باقی رہی وہ روایت جسے احناف نے دلیل بنایا ہے جو سنن کبریٰ بیہقی میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اسے حنفی علماء نے ہی ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج۱۱، ص ۱۸۲، اور علامہ زیلعی نے نصب الرایۃ میں اور ابن الھمام نے فتح القدیر، شرح ہدایہ میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان راوی ہے جسے شعبہ نے کذاب کہا ہے، امام احمد، امام بخاری، ابن معین، نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور یہ روایت دیگر صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے، صحیح احادیث پر عمل ہونا چاہیے۔

[1] صحیح بخاری: ۳۷

عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ كَانَ الأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں حمید بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کی راتوں میں (بیدار رہ کر) نماز تراویح پڑھی، ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ، اس کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور لوگوں کا یہی حال رہا (الگ الگ اکیلے اور جماعتوں سے تراویح پڑھتے تھے) اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں بھی ایسا ہی رہا۔

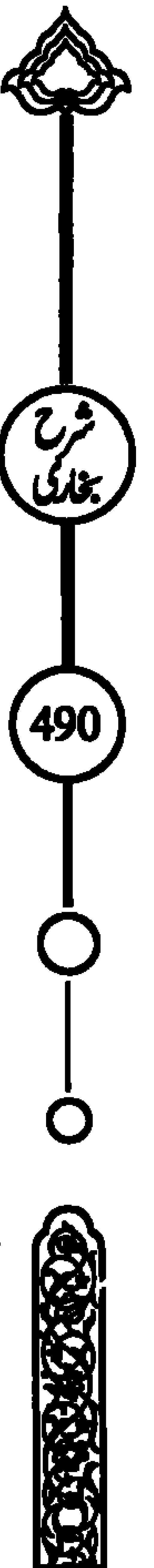
۲۰۱۰: وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: "خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ".

اور ابن شہاب سے (امام مالک رحمہ اللہ) کی روایت ہے، انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہو گا، چنانچہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔

یہ حدیث مذکورہ سند کے ساتھ موصول ہے۔

قولہ قال عمر نعم البدعة هذه باجماعت تراویح کا عمل نبی اکرم ﷺ نے تین راتوں کے بعد چھوڑ دیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہ عمل متروک رہا، حضرت عمر فاروق نے اسے پھر جاری کر دیا، اس لیے لغوی لحاظ سے اسے بدعت کہا گیا ہے، تین راتیں جماعت کرانے کا ثبوت آپ سے ملتا ہے، اس کے بعد ایک داعیہ کی بنا پر چھوڑ دیا گیا، لہٰذا اس پر لغۃً بدعت کا اطلاق ہوا ہے، ورنہ بدعت شرعی وہ ہوتی جس کا بالکل ثبوت نہ ہو، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بدعت کی مختصر تعریف یوں کی ہے: "مالم یشرعهُ رسولُ الله ﷺ" وہ کام جسے نبی اکرم ﷺ نے شریعت نہ بنایا ہو اسے شریعت بنا لینا بدعت ہے۔ اور کسی کام کی مشروعیت کا علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع سے یا کسی مجتہد کے قیاس صحیح سے ہوتا ہے۔ ورنہ وہ کام بدعت ہوتا ہے اور بدعتی لوگ مطلقات اور عمومات سے استدلال کیا کرتے ہیں، لیکن مطلقات اور عمومات سے استدلال کرنا درست نہیں ہوتا، ہاں اس وقت درست ہے جبکہ وہ چیز عام کا فرد ہو، اگر وہ عام کا فرد نہ ہو تو استدلال کرنا درست نہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں صدقہ کرنے کا حکم یا ترغیب دی گئی ہے، اور میت کی طرف سے صدقہ کرنا بلا تعیین صدقہ کا فرد ہے۔ جب بھی چاہے صدقہ کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس کی تعیین کر لی جائے تو یہ صدقہ کا فرد نہیں رہے گا۔

جیسا کہ میر زاہد نے کہا ہے کہ زید، انسان کا فرد ہے، اس معنی سے کہ زید کا مطلب "انسان معروض بهذا التشخص" بیان کیا جائے، لیکن اگر کہا جائے: "حیوان ناطق مع هذا التشخص" پھر یہ اس کا فرد نہیں ہو گا۔ اس پر انسان کا اطلاق مجازاً ہوگا، حقیقی اطلاق تب ہوتا ہے جبکہ اس سے مراد حیوان ناطق معروض للتشخص لیا جائے، یعنی وہ حیوان ناطق ہی رہے، لیکن اس تشخص کے عروض کا لحاظ رکھا جائے، اگر مجموعہ مراد لیں "حیوان ناطق مع هذا التشخص" پھر فرد نہیں رہے گا، پھر اس پر انسان کا اطلاق مجازی ہوگا۔



اسی طرح جب صدقہ میں دن کو متعین کر لیا جائے اور اس تعیین کو ملحوظ رکھ لیا جائے یعنی اسے لازم قرار دے دیا جائے تو پھر یہ کام بدعت ہوگا، اور اگر لازم نہ سمجھا جائے دوسرے دنوں کی طرح اتفاقاً اس دن میں صدقہ دے دیا جائے تو یہ جائز ہے، گویا عمومات کا فرد بنے تو جائز ہے، اور اگر وہ عمومات کا فرد نہیں ہے تو جائز نہیں ہے۔

درپیش تراویح کے مسئلہ میں نبی اکرم ﷺ سے تین دن تراویح کی جماعت کرانا ثابت ہے، اور اب مانع اٹھ گیا ہے، لہٰذا قیام رمضان کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

بدعت وہ کام ہوتا ہے جس کا داعی نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود ہو، اور اس کام کے کرنے سے کوئی مانع موجود نہ ہو، اور بعد میں کوئی نیا داعی پیدا نہ ہوا ہو، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہو، تو بعد میں اگر کوئی شخص وہ کام کرے گا تو بدعت ہوگا جیسا کہ آپ کے زمانہ میں بھی لوگ فوت ہوتے تھے یعنی صدقہ کا داعی موجود تھا لیکن اس وقت دن کی تعیین نہیں کی گئی، دن کی تعیین کے بغیر ان کا صدقہ کرنا جائز کام تھا۔ لیکن اگر دن کی تعیین کر لی جائے اور تیجہ، ساتہ، چالیسواں کیا جائے تو یہ بدعت ہوگا، لوگ نبی اکرم ﷺ سے سوال بھی کیا کرتے تھے کہ اے اللہ کے

رسول کیا میں ماں کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں، آپ فرماتے کر سکتے ہو، صدقہ کرنا تو بالاتفاق ثابت ہے، لیکن اس کے لیے دنوں کی تعیین کرنا ثابت نہیں ہے، اگر کسی بھی دن کو اس کا فرد سمجھ کر صدقہ کر لے تو جائز ہے، لیکن اگر عید کے دن کی طرح تعیین کر لے اس طرح کی تعیین عقیدۃً یا عملاً کرنا بدعت ہے، کیونکہ یہ تشریع ہے اور کسی چیز کو شریعت بنانے کا حق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ بھی شریعت کو بیان کرنے والے ہیں۔

۲۰۱۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ".

ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز (تراویح) پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

۲۰۱۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّى فَصَلَّوْا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ، عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ، أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ".

اور ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا چرچا کیا۔ چنانچہ دوسری رات میں لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی۔ چوتھی رات کو یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لیے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ (لیکن اس رات آپ برآمد ہی نہیں

ہوئے) بلکہ صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر شہادت کے بعد فرمایا۔ امابعد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا، لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ، چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت قائم رہی۔

۲۰۱۳: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي".

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تراویح یا تہجد کی نماز) رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کے حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کے بھی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا، یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔



قولہ یصلي أربعًا... اس سے مراد یہ ہے کہ ایک سلسلہ میں چار پڑھتے تھے یہ مراد نہیں کہ چار پڑھ کر سلام پھیرتے تھے، بلکہ دو پڑھ کر سلام پھیرتے تھے، جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ دو، دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے، اور اس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، پھر اس کے بعد وقفہ کر کے آپ نے دو سلام کے ساتھ چار رکعات پڑھیں۔ اس کے بعد تین رکعات پڑھیں، ہوسکتا ہے کہ ان تین رکعات میں بھی درمیان میں سلام پھیرا ہو، کیونکہ سلسلہ ایک مراد ہے۔

انور شاہ نے کہا ہے کہ تین وتر کو ایک سلام سے پڑھنے کے ہمارے پاس دیگر دلائل ہیں، باقی ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اس کے بعد ایک رکعت پڑھے یہ بہتر ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ تین رکعات اکٹھی نہ پڑھے، دیگر ائمہ کہتے ہیں تین رکعت اکٹھی بھی پڑھ سکتا ہے، لیکن دو پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھنا بہتر ہے، ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، شوکانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تین رکعات اکٹھی



پڑھنا منع ہے، کیونکہ حدیث میں "لا توتروا بثلاثٍ"① آیا ہے کہ تین اکٹھی نہ پڑھو، تاکہ مغرب سے مشابہت نہ ہو، دیگر علماء کہتے ہیں جب تین وتر ایک تشہد سے پڑھے جائیں گے تو مغرب سے مشابہت نہیں رہے گی، کیونکہ مغرب کی نماز دو تشہد کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، لہٰذا جائز ہے کہ تین وتر ایک تشہد کے ساتھ پڑھے: لا توتروا بثلاث کا حنفی یہ معنی کرتے ہیں لا تقتصروا علی ثلاثٍ تین پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اس سے پہلے کچھ اور بھی پڑھ لیا کرو، ورنہ نمازِ مغرب سے مشابہت ہو جائے گی، حنفی کہتے ہیں اس سے کنایۃً پتہ چلتا ہے کہ مغرب سے پہلے کچھ پڑھنا جائز نہیں ہے "والکنایۃ أبلغ من التصریح" حالانکہ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارہ میں صریح حدیث آتی ہے۔ اور حنفیوں کا کنایہ عجیب ہے جو منطوق کے خلاف ہے، شوکانی نے لا توتروا بثلاثٍ کا معنی کیا ہے کہ تین ایک سلام سے نہ پڑھو، اور کہا ہے کہ اس میں نہی کا تعلق عدد سے ہے، اور یہ الگ مسئلہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے یا تحریمی، کم از کم کراہت ثابت ہوتی ہے لہٰذا دو پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہیے اور ایک رکعت الگ پڑھے، نمازِ وتر میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے "جزء رفع یدین" میں ذکر کیا ہے، نبی اکرم ﷺ سے یہ آتا ہے: "علمنی رسول اللہ ﷺ کلمات أقولهن فی الوتر"② قبل الرکوع بھی آتا ہے اور بعد الرکوع بھی، وتر میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے بارہ میں امام احمد بن حنبل نے فرضی نماز سے استدلال کیا ہے، فرضی نماز میں آپ نے قنوتِ نازلہ ہاتھ اٹھا کر کی ہے۔ فرائض، سنن اور نوافل میں ارکان کا فرق نہیں ہوتا، جیسے فرضی نماز میں رکوع و سجود ہے ویسے نوافل میں بھی ہے، اس لیے جب فرضی نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا ثابت ہے تو نماز وتر میں بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی قنوت ہے، ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کام کی وجہ سے ذرا لیٹ آئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے آپ نے ابوبکر کو نماز میں ثابت رہنے کا حکم دیا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شروع کر دیا۔ لہٰذا جبکہ قیام کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتا ہے تو نمازِ وتر میں بھی ہاتھ اٹھا کر دعا قنوت پڑھی جا سکتی ہے، باقی یہ مسئلہ ہے کہ قبل الرکوع ہو یا بعد الرکوع ہو، یہ دونوں احتمال موجود ہیں۔ امام احمد بعد الرکوع قنوت کے قائل ہیں جو کہ کسی قوم کے لیے دعا یا بددعا کے لیے ہو، دوسری قنوت پہلے بھی ہو سکتی ہے۔

حنفی کہتے ہیں کہ قنوتِ وتر واجب ہے، شافعی صرف نصف رمضان میں قائل ہیں، جیسا کہ ابی بن کعب سے مروی ہے، عبداللہ بن عمر سے بھی نصف رمضان کے بعد شروع کرنے کا ذکر آتا ہے، حنفی سارے سال میں قائل ہیں، جبکہ دونوں طرح جائز ہے۔ یہ کوئی ایسے اہم مسائل نہیں ہیں کہ جن میں دوسری شق جائز نہ ہو۔

---

① مستدرک حاکم: ۱۱۳۷، سنن الدارقطنی: ۱۶۵۰

② سنن ابی داؤد: ۱۴۲۵ (صحیح)

كتاب فضل ليلة القدر

كتاب ليلۃ القدر کا بیان

١-بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ:

باب: شب قدر کی فضیلت

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ١ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ٣ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ٤ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥ سورة القدر آية ١-٥. قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ مَا أَدْرَاكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ، وَمَا قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ.

اور (سورۃ القدر میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ہم نے اس (قرآن مجید) کو شب قدر میں اتارا۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے، روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) کے ساتھ اپنے رب کے حکم سے ہر بات کا انتظام کرنے کو اترتے ہیں۔ اور صبح تک یہ سلامتی کی رات قائم رہتی ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ قرآن میں جس موقعہ کے لیے «ما أدراك» آیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا ہے اور جس کے لیے «ما یدریك» فرمایا اسے نہیں بتایا ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ "إنا أنزلناه فی لیلۃ القدر، وما أدراك ما لیلۃ القدر..."

القدر، دال کی فتحہ کے ساتھ ہو تو تقدیر کے معنی میں ہے، چونکہ اس رات میں لوگوں کے اقبال و ادبار کے اندازے لگائے جاتے اور فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں، بعض دال کے سکون کے ساتھ تقدیر کا معنی کر لیتے ہیں، ورنہ بسکونِ دال شرف اور بزرگی کا معنی ہوتا ہے یعنی یہ رات بڑی شرف اور بزرگی والی ہے، اور اس رات کی عبادت اور فضیلت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے، امام بخاری اس سورت کو فضیلت میں لائے ہیں اور انہوں نے اس پر فضیلت کا باب قائم کیا ہے، اور اس سورت میں لفظ "قدر" اور لفظ "خير من الف شهر" اور لفظ "تنزل الملائكة" لیلۃ القدر کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔

قولہ قال ابن عیینۃ: یعنی قرآن کریم میں جہاں "وما أدراك" آیا ہے وہ آپ کو بتادیا گیا ہے، یعنی اس کے بعد اس کی وضاحت آگئی ہے جیسے "وما أدراك ما القارعة" کے بعد اس کی وضاحت آگئی ہے، لیکن جہاں "وما یدریك" آیا ہے وہ نہیں بتایا گیا جیسے "وما یدریك لعل الساعة تكون قريبا"[1] لیکن یہ چیز نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، یہ ابن عیینہ کا استقرائی قاعدہ ہے جو ان کی تتبع ہے، اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض دفعہ "وما یدریك"

[1] الاحزاب: ٦٣

آتا ہے اور اس کے بارہ میں معلوم کروادیا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، جیسے: "عَبَسَ وَتَوَلَّي أن جاءه الاعمی ومایدریك لعله یزکی" حالانکہ اس کے اسلام کی وجہ سے معلوم ہو ہی گیا تھا کہ یہ صاحب تزکیہ ہے، سورۃ "القدر" میں "وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقدر" کی مناسبت سے بخاری رحمہ اللہ نے ابن عینیہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے۔ اور "وما ادراك ما ليلة القدر" میں بھی اس رات کی فضیلت کا علم ہوگیا ہے۔ لیکن یہ رات کب ہوتی ہے۔ اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ احادیث میں بھی اختلاف آتا ہے، بعض جگہ آتا ہے کہ پچھلے عشرہ میں ہے۔ جیسے "فالتمسوها فی العشر الأواخر فی الوتر"[1] حدیث آرہی ہے بعض احادیث میں آخری سات راتوں میں تلاش کرنے کا ذکر ہے، جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "فليتحرها في السبع الاواخر"[2] آتا ہے، کہیں اکیسویں رات، کہیں تئیسویں، کہیں ستائیسویں، کہیں طاق راتوں میں تلاش کرنے کا ذکر آتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کبھی لیلۃ القدر سارے سال میں آتی ہے گویا اس کا ماہِ رمضان میں ہونا ضروری نہیں ہے، عبداللہ بن مسعود کا قول بھی ہے: "من يقم الحول يصبها"[3] اُبی بن کعب کا قول ستائیسویں کا ہے، ان اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ لیلۃ القدر بدلتی رہتی ہے، کبھی رمضان کے پہلے دھاکے میں آجاتی ہے، کبھی دوسرے میں اور کبھی تیسرے میں، اور بعض احادیث خاص سالوں کے متعلق ہیں کہ ایک سال ستائیسویں کو آئی، ایک سال تیئیس کو، کبھی اکیس کو، چوبیس کا ذکر بھی آتا ہے، گویا یہ مختلف سالوں پر محمول ہے، کیونکہ لیلۃ القدر بدلتی رہتی ہے، شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ ایک رات ایسی بھی ہے، جو سارے سال میں پھرتی رہتی ہے، اس کا مظنہ نصف شعبان ہے۔ ایک وہ ہے جو صرف ماہِ رمضان میں آتی ہے۔ یہ لیلۃ القدر ہے: "شهر رمضان الذی أنزل فيه القرآن" آیت اسی لیلۃ القدر کے بارہ میں ہے۔

٢٠١٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ وَإِنَّمَا حَفِظَ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ". تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اس روایت کو یاد کیا تھا اور یہ روایت انہوں نے زہری سے (سن کر) یاد کی تھی۔ ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے

---

1. صحیح بخاری:٢٠١٦
2. مؤطا مالک ١١٤٤، ٣٣٤، صحیح بخاری: 2015
3. مسند احمد:٢١١٩٦

روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر وثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو لیلۃ القدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ نماز میں کھڑا رہے اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، سفیان کے ساتھ سلیمان بن کثیر نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا۔

٢-بَابُ الْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ:

باب: شب قدر کو رمضان کی آخری طاق راتوں میں تلاش کرنا

٢٠١٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کو شب قدر خواب میں (رمضان کی) سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سب کے خواب سات آخری تاریخوں پر متفق ہو گئے ہیں۔ اس لیے جسے اس کی تلاش ہو وہ اسی ہفتہ کی آخری (طاق) راتوں میں تلاش کرے۔

شرح بخاری

بعض احادیث میں آتا ہے کہ ابی بن کعب کہتے ہیں کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ ستائیسویں کی رات ہے [1] اور آپ نے اس کی علامت بتائی تھی کہ اس دن سورج نکلتے وقت اس کی شعاع نہیں ہوتی معلوم ہوتا ہے کہ یہ علامت بھی خاص سال کے بارہ میں ہوگی، اور شعاع نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ مطلع غبار آلود تھا جس کی وجہ سے شعاع نہیں تھی، ابی بن کعب نے اسے ہمیشہ کے لیے سمجھ لیا ہے، دوسری وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس رات آئے ہوئے فرشتے اوپر چڑھتے ہیں، اور صبح کے وقت ان کا سورج پر اثر پڑتا ہے، فرشتے حائل ہونے کی وجہ سے سورج کی شعائیں مدہم پڑ جاتی ہیں۔

٢٠١٦: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ وَكَانَ لِي صَدِيقًا، فَقَالَ: اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا، وَقَالَ: "إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا أَوْ نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ"، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[1] شرح السنہ للبغوی:١٨٢٨

فَلْيَرْجِعْ، فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ، حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ، وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ.

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، وہ میرے دوست تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ پھر بیس تاریخ کی صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی، لیکن بھلادی گئی یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں خود بھول گیا۔ اس لیے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے (خواب میں) کہ گویا میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ پھر لوٹ آئے اور اعتکاف میں بیٹھے۔ خیر ہم نے پھر اعتکاف کیا۔ اس وقت آسمان پر بادلوں کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بادل آیا اور بارش اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیچڑ میں سجدہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ کیچڑ کا نشان میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر دیکھا۔

٣- بَابُ تَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ:

باب: شب قدر کا رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں تلاش کرنا

فِيهِ عُبَادَةُ.

اس باب میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے۔

٢٠١٧: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوسہیل نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ مالک بن عامر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

٢٠١٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي

وَسَطِ الشَّهْرِ، فَإِذَا كَانَ حِينَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً تَمْضِي، وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ، وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ، وَأَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيهِ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيهَا، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: كُنْتُ أُجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ، ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ، وَقَدْ أُرِيتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، فَابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَمْطَرَتْ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، فَبَصُرَتْ عَيْنِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَظَرْتُ إِلَيْهِ، انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ، وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِينًا وَمَاءً".

ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز دراوردی نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اس عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے جو مہینے کے بیچ میں پڑتا ہے۔ بیس راتوں کے گزر جانے کے بعد جب اکیسویں تاریخ کی رات آتی تو شام کو آپ گھر واپس آجاتے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں میں واپس آجاتے۔ ایک رمضان میں آپ جب اعتکاف کئے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجد ہی میں) مقیم رہے جس میں آپ کی عادت گھر آجانے کی تھی، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ پاک نے چاہا، آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا، پھر فرمایا کہ میں اس (دوسرے) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا، لیکن اب مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ اب اس آخری عشرہ میں مجھے اعتکاف کرنا چاہئے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے معتکف ہی میں ٹھہرا رہے اور مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی۔ اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ (کی طاق راتوں) میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ اس رات کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ اکیسویں کی رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد واپس ہو رہے تھے۔ اور آپ کے چہرہ مبارک پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔



٢٠١٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْتَمِسُوا".

مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے کہا کہ



مجھے میرے والد نے خبر دی، انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شب قدر کو) تلاش کرو۔

۲۰۲۰: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَيَقُولُ: "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ".

مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں عبدہ بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے اور فرماتے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرو۔

۲۰۲۱: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى، فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى، فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى". تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ.



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، اُن سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو، جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا پانچ راتیں باقی رہ جائیں۔ (یعنی اکیسویں یا تئیسویں یا پچیسویں راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو)۔

شرح بخاری

۲۰۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، وَعِكْرِمَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، هِيَ فِي تِسْعٍ يَمْضِينَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ". وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: الْتَمِسُوا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ.

ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابو مجلز اور عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر رمضان کے (آخری) عشرہ میں پڑتی ہے۔ جب نو راتیں گزر جائیں یا سات باقی رہ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد شب قدر سے تھی۔ عبدالوہاب نے ایوب اور خالد سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ شب قدر کو چوبیس تاریخ (کی رات) میں تلاش کرو۔



۴-بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ:

باب: لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کی معرفت اٹھائے جانے کا بیان

۲۰۲۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: "خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ، وَالسَّابِعَةِ، وَالْخَامِسَةِ".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، ان سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا۔ پس اس کا علم اٹھا لیا گیا اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔ پس اب تم اس کی تلاش (آخری عشرہ کی) نو یا سات یا پانچ (کی راتوں) میں کیا کرو۔



۵-بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ:

باب: رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ محنت کرنا

۲۰۲۴: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو یعفور نے بیان کیا، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (رمضان کا) آخری عشرہ آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند مضبوط باندھتے (یعنی اپنی کمر پوری طرح کس لیتے) اور ان راتوں میں آپ خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے۔



کتاب الاعتکاف

کتاب اعتکاف کے مسائل کا بیان

ا۔بَابُ الِاعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالِاعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا:

باب: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور اعتکاف ہر ایک مسجد میں درست ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلاَ تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ.

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تم مساجد میں اعتکاف کئے ہوئے ہو تو اپنی بیویوں سے ہمبستری نہ کرو، یہ اللہ کے حدود ہیں، اس لیے انہیں (توڑنے کے) قریب بھی نہ جاؤ، اللہ تعالیٰ اپنے احکامات لوگوں کے لیے اسی طرح بیان فرماتا ہے تاکہ وہ (گناہ سے) بچ سکیں۔

لقوله تعالیٰ ولا تباشروهن وأنتم عاکفون فی المساجد تلك حدود الله فلا تقربوها۔

اعتکاف کا معنی لغت میں لزوم الشئی ہے، اور اعتکاف سے مراد اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے خاص صفت کے ساتھ مسجد کو لازم پکڑنا ہے، اعتکاف اگرچہ واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر اعتکاف کی نذر مانے تو واجب ہو جاتا ہے، بعض کے نزدیک شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے، احناف کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ ضروری ہے، امام شافعی اور بخاری کے نزدیک اعتکاف بغیر روزے کے بھی ہو جاتا ہے کہ اگر چاہے تو روزہ رکھ سکتا ہے، اور یہ غیر رمضان میں ہو سکتا ہے اور معذور کے لیے رمضان میں بھی ہو سکتا ہے۔

اعتکاف کی مدت میں بھی اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ کم از کم اعتکاف ایک دن ہو سکتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ دس دن ہونا چاہیے، صحیح یہ ہے کہ مدت معین نہیں ہے، اگرچہ عبادت کی نیت سے تھوڑی دیر ہی مسجد میں ٹھہر جائے، بعض کہتے ہیں کہ بیٹھنا بھی ضروری نہیں ہے۔

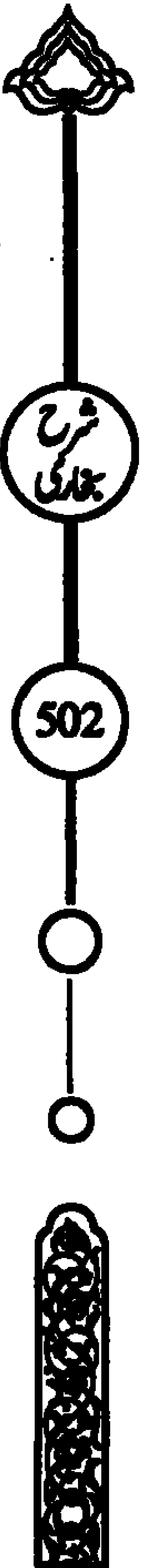
ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے؟ بعض علماء کے نزدیک اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے، بعض مسجد حرام کی شرط لگاتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ مسجد جامع ہونی چاہیے، قرآن کریم میں مطلق مسجد کا ذکر ہے لہٰذا جس مسجد میں بیٹھ جائے اعتکاف ہو جائے گا۔

صحیح بات یہی ہے کہ جس مسجد میں چاہے اعتکاف بیٹھ سکتا ہے، اگر اس مسجد میں جمعہ نہ پڑھا جاتا ہو تو معتکف جمعہ

پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جاسکتا ہے، شافعی کہتے ہیں کہ وہ اتنا وقت لے کہ جاتے ہوئے دو رکعت پڑھی جاسکتی ہوں۔ حنابلہ کہتے ہیں اگرچہ صبح کے وقت ہی چلا جائے کیونکہ جہاں گیا ہے وہ بھی مسجد ہی ہے۔

معتکف کے لیے متعدد چیزیں ممنوع ہوتی ہیں، بیمار کی بیمار پرسی کے لیے نہ جائے، حاجت انسانی کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "سنة المعتكف أن لا يخرج إلا لحاجة الإنسان"[1] اس کے آخر میں ان کا قول ہے: "ولا اعتكاف إلا بصوم"[2] پہلے حصے کو مرفوع بیان کیا گیا ہے، ابن حزم کا خیال ہے کہ یہ سب ان کا اپنا قول ہے۔ مرفوع نہیں ہے، حنفی کہتے ہیں کہ عورت گھر کی مسجد میں جہاں وہ نماز ادا کرتی ہے وہیں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ عورت بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھے[3]۔ بشرطیکہ کوئی خطرہ اور فتنہ کا ڈر نہ ہو۔

۲۰۲۵: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ



[1] سنن الدار قطنی: ۲۳۶۳

[2] سنن أبی داود: ۲۴۷۳

[3] راجح موقف کے مطابق مردوں اور عورتوں کو مساجد میں ہی اعتکاف کرنا چاہیے، خیر القرون میں کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ کسی خاتون نے گھر میں یا گھر میں نماز کے لیے خاص کی ہوئی مسجد میں اعتکاف کی عبادت ادا کی ہو، بلکہ قرآن کریم میں اعتکاف کی نسبت ہی مسجد کی طرف کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فی المساجد" (البقرۃ:۱۸۷) اور جب تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "أن طهرا بيتی للطائفين والعاكفين والركع السجود" آپ میرے گھر بیت اللہ کو طواف اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے صاف رکھیں۔ (البقرۃ:۱۲۵)

اس آیت میں بھی اعتکاف کرنے والوں کی نسبت (بیت اللہ) مسجد کی طرف ہی کی گئی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی مسجد میں اعتکاف کیا کرتی تھیں، اور اعتکاف کی حالت میں ضروری حاجت کے علاوہ گھر میں داخل نہیں ہوا کرتی تھیں جیسا کہ السنن الکبریٰ للنسائی میں حضرت عروہ اور عمرہ بیان کرتے ہیں: "أن عائشه كانت إذا اعتكفت فی المسجد۔ وكانت تعتكف العشر الغوابر من رمضان۔ فلا تدخل بيتها إلا لحاجة الإنسان التی لا بدلة منها" السنن الکبریٰ للنسائی ۳۳۲۶ ج ۳ ص ۳۷۸۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اعتکاف مسجد میں ہی ہونا چاہیے اگر مسجد میں عورتوں کے لیے باپردہ اعتکاف کا انتظام ہو تو عورت اپنے خاوند یا سرپرست کی اجازت سے مسجد میں اعتکاف کرے اور اگر مسجد میں عورتوں کے لیے محفوظ اور باپردہ انتظام نہ ہو تو عورتوں کے لیے اعتکاف بیٹھنا کوئی ضروری نہیں ہے وہ گھر میں رہ کر تلاوتِ قرآن، قیام لیل، بچوں کی اسلامی تربیت اور اذکار اور دعا کے ذریعے قربِ الٰہی حاصل کرسکتی ہیں۔

وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ".

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے، انہیں نافع نے خبر دی، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۰۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ"، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

۲۰۲۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنَ اعْتِكَافِهِ، قَالَ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي، فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَدْ أُرِيتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ". فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ، مِنْ صُبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبداللہ بن ہاد نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

انہی دنوں میں اعتکاف کیا اور جب اکیسویں تاریخ کی رات آئی۔ یہ وہ رات ہے جس کی صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے باہر آ جاتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ اب آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔ مجھے یہ رات (خواب میں) دکھائی گئی، لیکن پھر بھلا دی گئی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسی کی صبح کو میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں، اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ کی طاق رات میں تلاش کرو، چنانچہ اسی رات بارش ہوئی، مسجد کی چھت چوں کہ کھجور کی شاخ سے بنی تھی اس لیے ٹپکنے لگی اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اکیسویں کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔

٢-بَابُ الْحَائِضُ تُرَجِّلُ الْمُعْتَكِفَ:

باب: اگر حیض والی عورت اس مرد کے سر میں کنگھی کرے جو اعتکاف میں ہو

٢٠٢٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ".



ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اور سر مبارک میری طرف جھکا دیتے پھر میں اس میں کنگھا کر دیتی، حالانکہ میں اس وقت حیض سے ہوا کرتی تھی۔

قولہ وهو مجاورٌ... مجاورۃ اور اعتکاف ہم معنی ہیں، مسند احمد اور نسائی میں حدیث ہے: "كان يأتيني وهو معتكف في المسجد فيتكئ على باب حجرتي فأغسل رأسه وانا في حجرتي وسائرہ في المسجد"[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف کے لیے صاف ستھرا رہنا، خوشبو لگانا، نہانا، سر منڈوانا اور زینت اختیار کرنا جائز ہے جیسا کہ کنگھی کرنا جائز ہے۔

٣-بَابُ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ:

باب: اعتکاف والا بے ضرورت گھر میں نہ جائے

٢٠٢٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: "وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ، إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا".



[1] السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٣٦٨

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے (اعتکاف کی حالت میں) سر مبارک میری طرف حجرہ کے اندر کر دیتے، اور میں اس میں کنگھا کر دیتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب معتکف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

۴۔بَابُ غَسْلِ الْمُعْتَكِفِ:

باب: اعتکاف کرنے والا سر یا بدن دھو سکتا ہے

۲۰۳۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ.

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں حائضہ ہوتی پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے بدن سے لگا لیتے۔

۲۰۳۱: وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتکف ہوتے اور میں حائضہ ہوتی۔ اس کے باوجود آپ سر مبارک (مسجد سے) باہر کر دیتے اور میں اسے دھوتی تھی۔

۵۔بَابُ الاِعْتِكَافِ لَيْلاً:

باب: صرف رات بھر کے لیے اعتکاف کرنا

۲۰۳۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے، انہیں نافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد الحرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کو اعتکاف بیٹھنا جائز ہے، حنفی کہتے ہیں کہ اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے اس لیے دن میں اعتکاف بیٹھنا چاہیے، امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے کہ انہوں

نے رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی اور آپ نے انہیں نذر پوری کرنے کی اجازت دی تھی[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، اور نہ ہی دن کا ہونا ضروری ہے، ایک حدیث میں دن کے اعتکاف کی نذر ماننے کا ذکر بھی آتا ہے، گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دن اور رات دونوں کے اعتکاف کی نذر مانی تھی، اس لیے کسی نے صرف رات کا ذکر کر دیا، کسی نے صرف دن کہہ دیا اور کسی راوی نے دونوں کو ذکر کر دیا۔ امام بخاری دن کے لفظ کو شاذ کہتے ہیں حالانکہ یہ لفظ بخاری میں آتا ہے۔

٦-بَابُ اعْتِكَافِ النِّسَاءِ:

باب: عورتوں کا اعتکاف کرنا

٢٠٣٣: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ، ثُمَّ يَدْخُلُهُ، فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ، عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً، فَأَذِنَتْ لَهَا، فَضَرَبَتْ خِبَاءً، فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْأَخْبِيَةَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَأُخْبِرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ، فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ".

ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل دوسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے، ان سے عمرہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لیے) اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا کر لیا جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔

جبکہ خطرہ نہ ہو اور کسی قسم کے فتنے کا ڈر نہ ہو تو عورتیں مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔

قولہ آلبر ترون بھن آپ نے اسے ریاکاری سمجھتے ہوئے اس پر انکار کیا، آپ نے حضرت عائشہ اور حضرت

[1] السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٣٣٥

حفصہ رضی اللہ عنہا کو اعتکاف کی اجازت دیدی کیونکہ دو کا معاملہ خفیف تھا، لیکن جب دیکھا دیکھی دیگر ازواج نے بھی خیمے لگا لیے تو آپ نے سمجھا کہ یہ خاوند کا قرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہی ہیں۔ اور ان کا مقصد فخر و مباہاۃ ہے تو آپ نے اس پر انکار کیا، یا اس لیے انکار کیا کہ اس طرح مسجد نمازیوں کے لیے تنگ ہو جائے گی، یا اس لیے کہ بیویوں کے آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھنے سے گھر والا ماحول بن جائے گا، اور اعتکاف کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

٧-بَابُ الأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ:

باب: مسجد میں خیمہ لگانا

٢٠٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ إِذَا أَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ، وَخِبَاءُ حَفْصَةَ، وَخِبَاءُ زَيْنَبَ، فَقَالَ: آلْبِرَّ تَقُولُونَ بِهِنَّ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ حَتَّى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے (یعنی مسجد میں) جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہاں کئی خیمے موجود تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی، حفصہ رضی اللہ عنہا کا بھی اور زینب رضی اللہ عنہا کا بھی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ انہوں نے ثواب کی نیت سے ایسا کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور اعتکاف نہیں کیا بلکہ شوال کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔

٨-بَابُ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ:

باب: کیا معتکف اپنی ضرورت کے لیے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے؟

٢٠٣٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً، ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا، حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ، عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَا:

سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے امام زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی، اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے مسجد میں آئیں تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر واپس ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں پہنچانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں، تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی سوچ کی ضرورت نہیں، یہ تو (میری بیوی) صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ ان دونوں صحابیوں نے عرض کیا، سبحان اللہ! یارسول اللہ! ان پر آپ کا جملہ بڑا شاق گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔

٩-بَابُ الاِعْتِكَافِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کا اور بیسویں کی صبح کو آپ کا اعتکاف سے نکلنے کا بیان

٢٠٣٦: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ هَارُونَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قُلْتُ: "هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ: فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، قَالَ: فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، فَقَالَ: إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ، فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، قَالَ: فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَسَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطِّينِ وَالْمَاءِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ".

مجھ سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا، انہوں نے کہا میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، میں نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا تھا، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر بیس کی صبح کو ہم نے اعتکاف ختم کر دیا۔ اسی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا کہ مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی، لیکن پھر بھلا دی گئی، اس لیے اب اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں کیچڑ، پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اس سال) اعتکاف کیا تھا وہ پھر دوبارہ کریں۔ چنانچہ وہ لوگ مسجد میں دوبارہ آ گئے۔ آسمان میں کہیں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اچانک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔ میں نے خود آپ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ لگا ہوا دیکھا۔

اس ترجمہ باب سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ راتوں کا اعتکاف تھا اس لیے آپ بیسویں کی صبح کو نکلے، اگر دنوں کا اعتکاف ہوتا تو شام کو معتکف سے نکلتے، ویسے اعتکاف بیٹھنے والے کو مغرب کے بعد مسجد میں ہونا چاہیے اور معتکف میں صبح کی نماز کے بعد داخل ہوگا، رات کو ہی معتکف میں داخل ہونا ضروری نہیں ہے۔

۱۰۔ بَابُ اعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ:

باب: کیا مستحاضہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے؟

۲۰۳۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي".

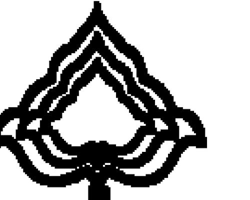
ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے جو مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر طشت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔

۱۱-بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ:

باب: عورت اعتکاف کی حالت میں اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے

۲۰۳۸: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ. ح حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ فَرُحْنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ: لَا تَعْجَلِي حَتَّى أَنْصَرِفَ مَعَكِ، وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا، فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَالَيَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، قَالَا: سُبْحَانَ اللهِ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُلْقِيَ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا".

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی (دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (اعتکاف میں) تھے آپ کے پاس ازواج مطہرات بیٹھی تھیں۔ جب وہ چلنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جلدی نہ کر، میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔ ان کا حجرہ دار اسامہ رضی اللہ عنہ میں تھا، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نکلے تو دو انصاری صحابیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا ٹھہرو! ادھر سنو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں (جو میری بیوی ہیں) ان حضرات نے عرض کی، سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ شیطان (انسان کے جسم میں) خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے خطرہ یہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی کوئی (بری) بات نہ ڈال دے۔







۱۲-بَابُ هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهِ:

باب: اعتکاف والا اپنے اوپر سے کسی بدگمانی کو دور کر سکتا ہے



۲۰۳۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ أَخْبَرَتْهُ. ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ: "أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا، فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ: تَعَالَ، هِيَ صَفِيَّةُ، وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: هَذِهِ صَفِيَّةُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ، قُلْتُ لِسُفْيَانَ: أَتَتْهُ لَيْلًا، قَالَ: وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلٌ؟".

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے خبر دی، انہیں سلیمان نے، انہیں محمد بن ابی عتیق نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی (دوسری سند) اور ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زہری سے سنا۔ وہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے خبر دیتے تھے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اعتکاف میں تھے۔ پھر جب وہ واپس ہونے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ (تھوڑی دور تک انہیں چھوڑنے آئے۔ (آتے ہوئے) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑی، تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا، کہ سنو! یہ (میری بیوی) صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (سفیان نے ہی صفیہ کے بجائے بعض اوقات «هذه صفية» کے الفاظ کہے۔ (اس کی وضاحت اس لیے ضروری سمجھی) کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ میں (علی بن عبداللہ) نے سفیان سے پوچھا کہ غالباً وہ رات کو آئی ہوں گی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رات کے سوا اور وقت ہی کون سا ہو سکتا تھا۔

شرح بخاری

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی شخص معتکف پر کسی قسم کا اعتراض کرے تو وہ اس کا جواب دے سکتا ہے، اور یہ اعتکاف کی عبادت کے منافی نہیں ہے۔

۱۳۔ بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنَ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ:

باب: اعتکاف سے صبح کے وقت باہر آنا

۲۰۴۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ خَالِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. ح قَالَ سُفْيَانُ، وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. ح قَالَ: وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنَا، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا، فَأَتَانَا

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ، فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكَفِهِ فَإِنِّي رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مُعْتَكَفِهِ، وَهَاجَتِ السَّمَاءُ، فَمُطِرْنَا، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ، لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيشًا، فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ، وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ".

ہم سے عبدالرحمٰن بن بشر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح کے ماموں سلیمان احول نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے۔ سفیان نے کہا اور ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین کے ساتھ یاد ہے کہ ابن ابی لبید نے ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کے لیے بیٹھے۔ بیسویں کی صبح کو ہم نے اپنا سامان (مسجد سے) اٹھالیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے (دوسرے عشرہ میں) اعتکاف کیا ہے وہ دوبارہ اعتکاف کی جگہ چلے، کیونکہ میں نے آج کی رات (شب قدر کو) خواب میں دیکھا ہے میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر جب اپنے اعتکاف کی جگہ (مسجد میں) آپ دوبارہ آ گئے تو اچانک بادل منڈلائے، اور بارش ہوئی۔ اس ذات کی قسم جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا! آسمان پر اسی دن کے آخری حصہ میں بادل ہوا تھا۔ مسجد کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی (اس لیے چھت سے پانی ٹپکا) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا کی، تو میں نے دیکھا کہ آپ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ کا اثر تھا۔



۱۴۔ بَابُ الِاعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ:

باب: شوال میں اعتکاف کرنے کا بیان



٢٠٤١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانٍ، وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ، قَالَ: فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ، فَأَذِنَ لَهَا، فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً، فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ، فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا، فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدَاةِ، أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ: مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هَذَا آلْبِرُّ، انْزِعُوهَا فَلَا





أَرَاهَا، فَنُزِعَتْ فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ، حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ".

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہیں عمرو بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے۔ آپ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے لیے بیٹھنا ہوتا۔ راوی نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، اس لیے انہوں نے (اپنے لیے بھی مسجد میں) ایک خیمہ لگالیا۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگالیا۔ زینب رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگالیا۔ صبح کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیمے دیکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے ثواب کی نیت سے یہ نہیں کیا، (بلکہ صرف ایک دوسری کی ریس سے یہ کیا ہے) انہیں اکھاڑ دو۔ میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا، چنانچہ وہ اکھاڑ دیئے گئے اور آپ نے بھی (اس سال) رمضان میں اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

آپ نے رمضان میں چھوڑے ہوئے اعتکاف کی قضائی شوال میں دی تھی، ویسے اعتکاف جب چاہے بیٹھ سکتا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وطهر بيتی للطائفين والعاكفين والركع السجود" اس سے معلوم ہوا کہ نماز، اعتکاف اور طواف بیت اللہ میں ہر وقت جائز ہے۔

۱۵۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا اعْتَكَفَ:

باب: اعتکاف کے لیے روزہ کا ضروری نہ ہونا

۲۰۴۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ نَذْرَكَ فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً".

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے بھائی (عبدالحمید) سے، ان سے سلیمان نے، ان سے عبیداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے پوچھا، یارسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات کا مسجد الحرام میں اعتکاف کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنی نذر پوری کر۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات بھر اعتکاف کیا۔

امام بخاری نے یہاں قطعیت کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ بلکہ "من لم یر علیہ" کہنے پر اکتفاء کیا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں اختلاف پایا جاتا ہے، کہیں رات کا لفظ یعنی لیلاً آتا ہے اور کہیں دن کا لفظ آتا ہے۔

١٦-بَابُ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ:

باب: اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی پھر وہ اسلام لایا

٢٠٤٣: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: أُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ".

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد الحرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، عبید نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے رات بھر کا ذکر کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی نذر پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن یہ حکم وجوب کے لیے تھا یا استحباب کے لیے اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

١٧-بَابُ الاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ:

باب: رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا

٢٠٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانٍ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا".

ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے ابوحصین عثمان بن عاصم نے، ان سے ابوصالح سمان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔

١٨-بَابُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَخْرُجَ:

باب: اعتکاف کا قصد کیا لیکن پھر مناسب یہ معلوم ہوا کہ اعتکاف نہ کریں تو یہ بھی درست ہے

٢٠٤٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ، قَالَ:

حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ: "أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا، وَسَأَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا، فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا، قَالَتْ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى انْصَرَفَ إِلَى بِنَائِهِ فَبَصُرَ بِالْأَبْنِيَةِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: بِنَاءُ عَائِشَةَ، وَحَفْصَةَ، وَزَيْنَبَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "آلْبِرَّ أَرَدْنَ بِهَذَا، مَا أَنَا بِمُعْتَكِفٍ فَرَجَعَ، فَلَمَّا أَفْطَرَ، اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ".

ہم سے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے یحیٰی بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے لیے ذکر کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے لیے بھی اجازت لے دیں چنانچہ انہوں نے ایسا کر دیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کے لیے کہا، اور ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد اپنے خیمہ میں تشریف لے جاتے آج آپ کو بہت خیمے دکھائی دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عائشہ، حفصہ، اور زینب رضی اللہ عنھن کے خیمے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، بھلا کیا ان کی ثواب کی نیت ہے اب میں بھی اعتکاف نہیں کروں گا۔ پھر جب ماہ رمضان ختم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں اعتکاف کیا۔

۱۹-بَابُ الْمُعْتَكِفِ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ:

باب: اعتکاف والا دھونے کے لیے اپنا سر گھر میں داخل کرتا ہے

٢٠٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ".

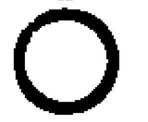
ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ وہ حائضہ ہوتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے، پھر بھی وہ آپ کے سر میں اپنے حجرہ ہی میں کنگھا کرتی تھیں۔

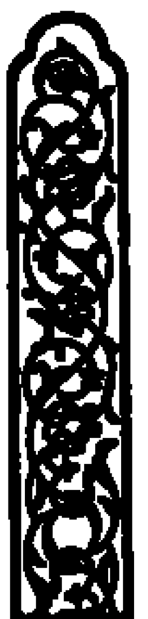
آپ اپنا سر مبارک ان کی طرف بڑھا دیتے۔

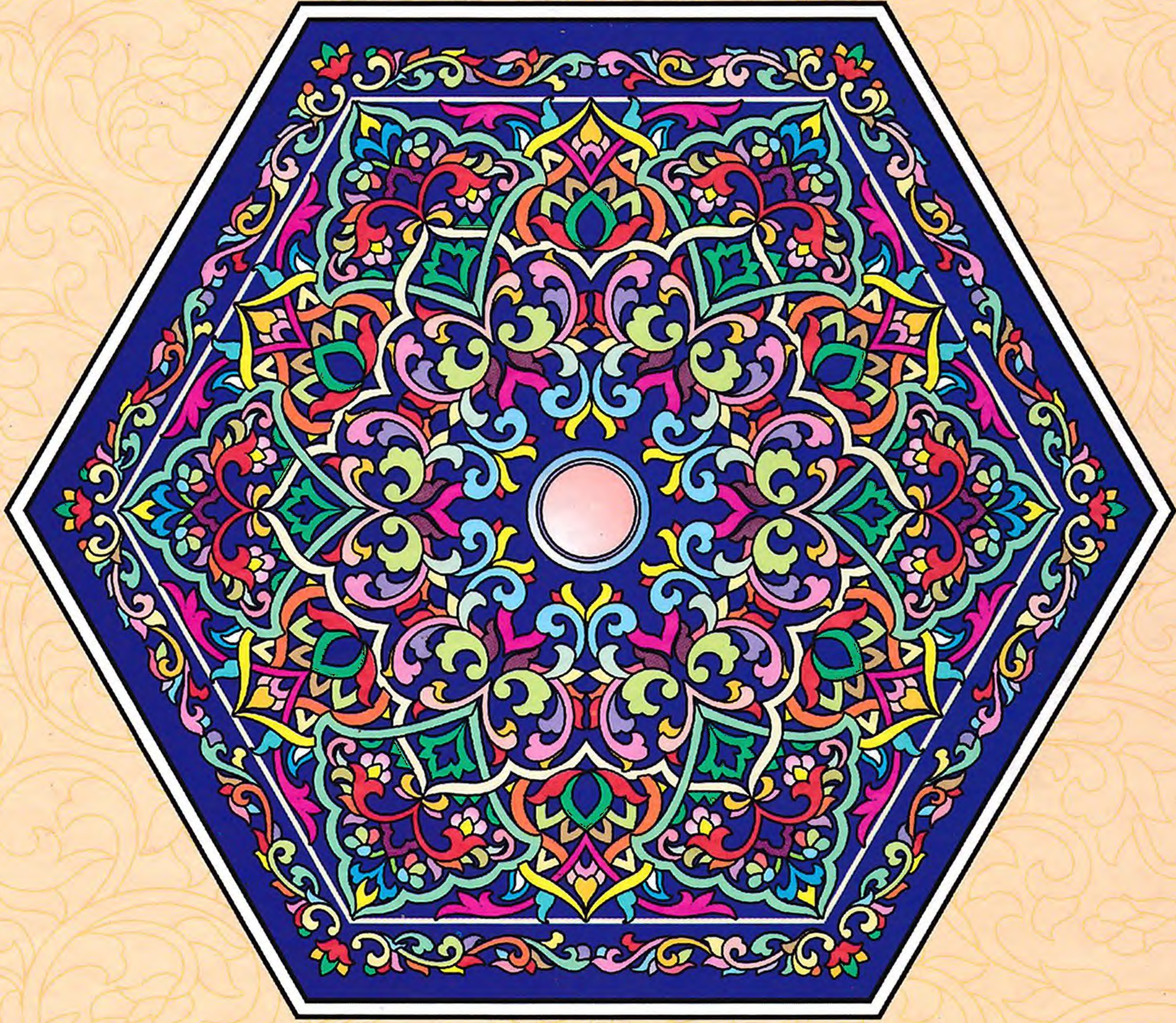
اس ترجمہ باب کے تحت آنے والی حدیث میں غسل کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا بظاہر یہ حدیث ترجمہ باب کے موافق نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس میں غسل رأس کا ذکر آتا ہے۔ اور وہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے، گویا امام بخاری رحمہ اللہ مجتہد ہیں اور مجتہد گر بھی ہیں اپنے قارئین کو بھی مجتہد بنانا چاہتے ہیں۔











غزنی سٹریٹ ◉ اردو بازار ◉ لاہور ◉ پاکستان

Tel: +92-42-37230585

Cell: +92-321-4460487

E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com

 **www.facebook.com/MaktabaQuddusia**



مکتبہ قدوسیہ

کتاب و سنت کے فروغ کے لئے کوشاں